

CALL No.

ACC. NO. 19724

AUTHOR

519.2

TITLE

John H. Lewis

Date _____

20.

Date _____

20.



1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of **Re. 1-00** per volume per day shall be charged for text-books and **10 Paise** per volume per day for general books kept over - due.

U19856 . P-42 2/1/14

Pite - ISRAELI ISLAM.

reuter - Sargodha Muslim Museum (Kutub)

Pakistan - Muslim Universal Press (Lahore)

Pate - 1301 H.

Pages - 132.

Subject -

Presented to
Shia Seminar

by
جلد اول
Lecturer in
Arabic

9.1.57

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U19856

انتصاب الامام

CHECKED

Date.....

من تصنیف

جناب علامہ وقت و جید العصر فرید الدین مولانا حکیم سید غلام حسین کنتوری اداہم اللہ

در مطبع یونیورسٹی پریس لاہور

۱۳۲۵ھ

محمد

انتصار الاسلام جلد اول

یہ پہلی کتاب اپنے رنگ کی ہے۔ جس میں اسلام کی تمام خوبیاں علوم قدیمہ و جدیدہ سے
لی گئی ہیں۔ اور جس قدر شبہات اسلام پر غیر مذہب والوں نے کئے ہیں ان سب کے کافی جواب
س و ہندسہ و علم فزولوجی و میکاکنس و علم حروف و علم سمیرزم و علوم نور و جبرئیل و
س وغیرہ کے۔ اصول سے دئے گئے ہیں۔ اسی کتاب کے دیکھنے سے ثابت ہوگا کہ دنیا
الگوئی مذہب تمام اصول فلسفہ قدیمہ و جدیدہ کے مطابق ہے تو اسلام ہے جدید تسلیم یا نہیں
ہوئے تو فرض ہے کہ اس کتاب کو اپنا رفیق بنا دیں اور دیکھیں کہ قوم کے دلسوز رفیق ہمارے
مانند۔ وحید العصر فرید الدہر مولوی حکیم سید غلام حسین صاحب کنوڑی عثمانہ لارڈ شمس
افاضتہ طاقتہ والاقمار افادہ سا طعہ فی الشریعتین والمغیرین نے کسطح اپنے بہتر علوم
قدیمہ و جدیدہ کی معلومات کے ذریعہ سے اسلام کی حمایت کی ہے۔ اور کسطح شریعت اسلام کو
بتمامہ مطابق عقل ثابت کر دیا ہے۔ اور اور ثابت کیا ہے کہ قرآن شریف کیونکر معجزہ ہے۔ اور
خامس فورس اور یہ بھی کیا ہے۔ سمیرزم اور معجزہ کافرن کیا ہے۔ سوانیزہ پر آفتاب کا
مغرب سے نکلنے کا ثبوت۔ قیامت کو گرمی آفتاب کا مستحکم کیونکر ہوگا۔ عقلی اور نقلی دلائل سے معجزہ
شق القمر کا ثبوت اور چاند کا سات بار خانہ کعبہ کے گرد پھرنا۔ نبی کی نبوت پر چاند نے گواہی
دی۔ انبیائے مرد کے کسطح زندہ کیے اور حالات تسخیر ارواح وغیرہ وغیرہ۔
اس کتاب کے بارے میں مولوی صاحب نے دوا سے دوبارہ چھاپی گئی و
بنظر سہولیت خریداران قیمت نہایت ہی ارزان مبلغ ایک روپیہ پارکن (دعوت)
مقرر کی گئی۔ جو کتاب کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اور درخواستیں
اس پتہ پر آئی جائیں۔

تھ

کلاہوڑا لویاری مشدی۔ ناکہ بھلہ۔ برکمان خانبہ مولوی خدائیش صاحب مظلوم
غلام عباس شیخ و قراتصار الاسلام و آیتیں۔

ہرست ابواب و مطالب کتاب انتصار الاسلام طبع دوم پہلی مرتبہ

صفحہ	ابواب و مطالب	صفحہ	ابواب و مطالب
۲	خطبہ کتاب	۵۹	نیچر کا تیسرے طور سے بیان
۱۱	سبب تصنیف	۶۱	نیچر کا چوتھے طور سے بیان
۲	مقام ضروری	۶۳	نیچر کا پانچویں طور سے بیان
۱	تعلیم مجزہ		اور محال عادی کافر
	تقدیر کتاب فلسفہ قدیمہ اور جدیدہ کا بیان	۶۶	باب (۵) معجزہ خلاف نیچر
	باب اول آزادی اور پابندی کی خرابی		مطالبی نیچر کے ہے۔
	اور خرابی	۶۷	قرآن مجید کیونکر مجزہ ہے اچھا
	اصل مغرض آزادی سے انکار غرض اوقیع اشیا		قرآن مجید کا۔
	ممنوع نظام اور پابندی اور فطری اور آزادی کا ساتھ ہر	۶۸	معجزہ قرآن کا دوسرا سبب
	باب (۲) حور قون کی آزادی اور پابندی		معجزہ قرآن کا تیسرا سبب
	پر دلائل قطعیہ۔	۶۹	چوتھا سبب شعل علم آواز سے اور حقیقی کو اصل
	شرعی پردہ اور اغوازی پردہ کا فرق	۷۰	پانچواں سبب لفظی اور مغربی فعل سے کہنا
	باب (۳) نیچر کے قانون قدرت کے معنی		چھٹا سبب جمع علوم اور فنون ہونا قرآن کا
	اور اقسام۔	۷۱	ساتواں سبب کئی امراض شعلیہ اور خاص جزو
	نیچر کا بیان فلسفہ مذہبی کے اصول پر	۷۲	آٹھواں سبب تکلف سے دھرم ہونا۔
	باب (۴) تبدیلی نیچر کی مثالیں تاریخی و افسانوی		نواں سبب تکرار ملاوت سے طبیعت کسیر
	اور خرابی جو پابندی نیچر سے لازم آتی		نہیں ہوتی۔
	چہ۔	۷۳	استحلال شعل کا شعلہ اور اسکا جواب۔
	غدا ہی اشیا سے جاتی کا نیچر اور قدرتی	۷۴	سوسید احمد خان فصاحت قرآن کا معجزہ
	روئی کا درست۔	۷۵	نہیں مانع اور اسکا جواب۔
۵	نیچر کا دوسرے طور سے بیان۔	۷۶	سوسید احمد خان کا تہفہ اقبال کہیں تو

صفحہ	البواب و مطالب	البواب و مطالب	صفحہ
	وضاحت قرآن کو معجزہ کہتے ہیں اور کسی جگہ انکار کرتے ہیں۔	۱۱۲	ہے۔ نیچر لوں کی کاروائی سے پہلو کیا ہیں۔
	یاد وہی ضروری اور خارق عادات انسانی اور معجزہ کا فرق کیا ہے۔	۱۱۳	انتظام عالم کی بنا چند امور پر ہے اور سب کے نیچری دشمن رہے اور مٹا یا گئے۔
	باب ۱۶ سید احمد خاں صاحب معجزہ کو دلیل نبوت نہیں مانتے۔	۱۱۴	پہلا عقیدہ ان کے اشراف الملوک بنونیکا اور نیچری اسکو مٹاتے ہیں دوسرا عقیدہ میرا دین سب دین سے اچھا ہے۔
	تحدی کے معنی اور اس سے غرض کیا ہے سید احمد خاں صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے نبی نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔	۱۱۵	تیسرا عقیدہ دار جزا اور سزا کا چوتھا عقیدہ فضیلت حیا کی پانچواں امامت کی خوبی چھٹا عقیدہ صداقت اور سچائی اور نیچری سب کو مٹا سکتے ہیں یونانیوں کی بربادی نیچر لوں کے سب سے پہلے قوم فارس کی تباہی نیچری تعلیم سے مراد نیچری نے کی ہے۔
۹۳	امت کی درخواست سے جو معجزہ نبی دکھلائے اور دعویٰ نبوت کر کے جو خود دکھلائے اس میں کیا فرق ہے۔	۱۱۶	اہل فرانسس کی تباہی نیچری تعلیم سے مراد نیچری نے کی ہے۔
۹۴	پہلا فرق قلت اور کثرت صدور معجزہ کا دوسرا فرق تھری اور بلا تھری کے معجزہ میں	۱۱۷	اہل فرانسس کی تباہی نیچری تعلیم سے مراد نیچری نے کی ہے۔
	دعویٰ نبوت کی مثال دیہوی دعویٰ سے قابل غور و کلاء۔	۱۱۸	نامی و نیچر لوں کی تعلیم سے مراد نیچری نے کی ہے۔
۱۰۲	قانون قدرت نبی کو اظہار معجزہ میں کہاں تک اجازت دیتا ہے۔	۱۱۹	اسلام کو نیچری فرقہ قدیم سے کیا ضرر پہونچا فرقہ باطنیہ چوتھی صدی نیچری میں پیدا ہوا۔
۱۰۹	باب ۱۷ نیچری فرقہ کی ابتداء اور اسکے اصول کیا ہیں جس سے برہمنی عالم کی ہوتی ہے۔	۱۲۰	اہل اسلام کو نیچری فرقہ قدیم سے کیا ضرر پہونچا فرقہ باطنیہ چوتھی صدی نیچری میں پیدا ہوا۔
۱۱۲	برہمنی میلج اور سب کی شرکت اشیاء میں ہے۔	۱۲۱	عمریت کو سر بازار پھر نامہ سراسر انصاف

صفحہ	ابواب مطالب	صفحہ	ابواب مطالب	صفحہ
۱۲۵	باب (۸) ہندوستان میں نیچری فرقہ کی خفیہ کاروائی اور جائیداد خیالات	۱۵۰	کافرق معلوم کرلو۔	
۱۳۲	نیچری تسلیم سے خبردار ہو دینی ضرر اس تعلیم کا دینی ضرر نیچری تعلیم کا۔	۱۵۵	اعمال غائی اور سفلی اور علوم اس قسمہ کا سیکھنا حرام کیوں	
۱۴۰	دوسرے صناعت کارٹ اسکول سعید احمد خان کی تعلیم سے جاری نہ ہوا	۱۵۶	عقلی فوائد علوم اسرار کے چھ	
۱۴۱	ایک نیچری سے پیاسہ قابل دید ہے	۱۵۷	پیرس اسپیش نیچر یعنی توانا	
۱۴۲	باب (۹) سمیرنم کے عامل اور نبی کی معجزاتی مین دس فرق ہیں۔	۱۵۸	دوسرے اسپیش فیہر بلانی سے پڑھ	
۱۴۳	پہلا فرق تدرج کا ہے۔ یعنی مشافی۔	۱۵۹	باب (۱۰) نیچر ارواح کے عمل اور دنیوی ضرر اور جواب شبہ	
۱۴۴	دوسرا فرق اجتماع حواس اور ہجو اسی عالم کی تیسرا فرق آلات اور شروط کا ہے۔	۱۶۰	روح کی ماہیت قرآن میں کیوں گئی۔	
۱۴۵	چوتھا فرق واسطہ اور رابطہ کا ہے۔	۱۶۱	روح کی ماہیت امام جعفر صادق نے دہرید سے بیان کی۔	
۱۴۶	پانچواں معجزہ حسیر ہواس کے حواس خمسہ معمول سمیرنم باطل نہیں ہوتے۔	۱۶۲	موافقین وزن بموجب حدیث شریف کے نہیں حالانکہ اب ثابت ہو گیا ہے اسکا جواب جدید اصول سے۔	
۱۴۷	چھٹا فرق معجزہ منکر چلتا ہے اور سمیرنم نہیں چلتا۔	۱۶۳	دوسرا اور تیسرا جواب اسی شبہ کا	
۱۴۸	ساتواں فرق قابلیت اثر معجزہ میں شرط نہیں	۱۶۴	باب (۱۱) نیچر ارواح کے آلات اور عمل سے اسلام پر کیا حد یہ پہنچے۔ یا اگر	
۱۴۹	آٹھواں فرق نیچر سمیرنم اور جادو نہیں چلتا	۱۶۵	روح کا وادی السلام اور وادی پر بھوت اور مقام دفن پر ہوتا یا نقص	
۱۵۰	نواں فرق ان اعمال علوی سی سی انبیاء بری تھی جو کہ منکر مکر ہیں۔	۱۶۶	کیسا۔	
۱۵۱	دسواں فرق خود سمیرنم کے معمول سے معجزہ	۱۶۷	روح کا باتین کرنا اور جواب تحریری دنیا اس کی اصلیت۔	
		۱۶۸	روح اگر نسخہ ہوتی تو کوئی عامل کسی	

صفحہ	الجاب مطالب	الجاب مطالب	صفحہ
۲۰۵	چوتھا شبہ شق التمر علی علم تاریخ سر اور اسکا جواب	چیز کا محتاج نہ ہوتا۔	۲۰۵
۲۰۷	باب دوم شق التمر کا معجزہ جو کہ	علم غیب اور خرائین اور دقائن اور	۲۰۷
	واشکستن صحت سیر محمدی میں لکھا	یسی امور کا علم نظام عالم کا برہم کرنے	
	ہے بشرط صحت اسکا ثبوت عقلی۔	لائے	
۲۰۸	پہلا شبہ شق معجزہ پر اور اسکا جواب	روح حدیث لا علم ابوزمانی قلب	۲۰۸
	دوسرا شبہ کہ عید کی چھت پر چاند کا اترنا	نہان نقتلہ۔	
۲۱۱	تیسرا شبہ چاند کا نورانی رہنا بدو	مسمانی قوتوں کے نظائر عجیبہ۔	۲۱۱
	مواجدہ آفتاب کے۔	باب دوم (۱۲) سوال بچکان کو خدا عرض	
۲۱۴	چوتھا شبہ چاند کا گرد خانہ کہ عید کے پہنا	کی ایذا کیوں دیتا ہے۔	۲۱۴
۲۱۴	پانچواں شبہ ہمارے نبی کی نبوت پر چاند کا نورانی	بچے معصوم نہیں ہیں	۲۱۴
۲۱۵	ستواں آسمان اور نولہ شبہ ورا گرو جانات	ایک دہریہ نے امام جعفر صادق سے	۲۱۵
	باب دوم (۱۵) مان باپکا اعسا اولاد پر	بھی سوال نہ کیا تھا۔	
	ہے اور الٹی اطاعت والدین کی شریعت	امراض غیر ذراعی خلاف مذہب فرضی میں	۱۸۳
	اولاد سے کراتی ہے۔	طلب معصومی کی غرایبان۔	۱۸۵
۲۱۷	جواب شبہ۔	تخصیص آپ وہو اسے کثرت امراض	۱۸۶
۲۱۹	باپ کے احسانات۔	وہا وطاعون۔	
۲۲۲	مان کے احسانات۔	حیدر آبادی نیچرل کا جواب امراض طحان	۱۸۸
۲۲۸	حرام گھروں کا بیان۔	میں۔	
۲۳۱	حقوق والدین پر یاقیمانہ اعتراضات	باب دوم (۱۳) شق التمر کا معجزہ عقلی	۱۹۹
۲۳۷	تیسرے پر احسان والدین زیادہ ہے	ولایل سے	
	ہنسبت غیر پتنے کے	پہلا شبہ شق التمر پر اور اسکا جواب	۱۹۲
	باب دوم معجزہ شق التمر کے نقلی اور	دوسری دلیل شق التمر کے محل جو پر اور اسکا جواب	۱۹۴
	پر جدید شبہات	دوسرا شبہ شق التمر علم مناظر اور علم نور	۱۹۶
	تیسرا جواب شبہات	وغیرہ سے اسکا جواب۔	
۲۴۴	پہلا قصہ قرآن مجید پر (باب کی دس میں)	تیسرا شبہ چاند شق التمر پر اور اسکا جواب	۲۰۳

صفحہ	ابواب مطالب	صفحہ	ابواب مطالب
۲۴۴	پہلی دلیل۔	۲۵۹	ابن سحر کی پوری تحقیق۔
۲۴۶	دوسری دلیل۔	۲۶۰	دوسری روایت حضرت علی کا
	تیسری دلیل۔	۲۶۰	تیسری روایت ضریفہ
	چوتھی دلیل۔	۲۶۰	چوتھی روایت جبریل
۲۴۷	پانچویں دلیل۔	۲۶۰	تین صحابہ سنی گواہ
	چھٹی دلیل۔	۲۶۲	کی روایت ماسیل ہیں
	ساتویں دلیل۔	۲۶۲	پہلے زاد سے عبد اللہ بن
۲۴۸	آٹھویں دلیل	۲۶۲	ایک چنانکے دوہاند ہوئے پر
	نویں دلیل اجماع مفسرین شان نزول	۲۶۲	دوسرے راوی انس بن مالک
	پہسورہ قرکی۔	۲۶۲	تیسری راوی عبد اللہ بن عمر
۲۵۰	دسویں دلیل اصول قانون شہادت	۲۶۵	مقتضیٰ کو شہد عبد اللہ کے نام ہے
	منکرین سق القم کے پانچ گروہ ہیں۔	۲۶۶	شہدوں کی حلقہ سے تین روایات اس
۲۵۱	پہلا گروہ نیچوں کا۔		مخبرہ کی جیسے پوری کیفیت ظاہر ہوئی
	دوسرا گروہ خلا سفہ حبیب کا		اس مخبرہ میں دس امور کا جائزہ ہے
	تیسرا گروہ یہود اور نصاریٰ اہل امم کا		جو روایات شیعہ سے معلوم ہوئی
۲۵۲	چوتھا گروہ تاریخ علمی والوں کا۔		پہلی روایت مناقب ابن شہر آشوب
	پانچواں گروہ چند اشخاص مسلمانوں کا		مستملک فراتہ ہفت گانہ۔
	ان کو پانچ غلطیاں ہوئیں۔	۲۶۹	دوسری روایت تفسیر قمری کے اور احباب
۲۵۳	پہلی دوسری غلطی۔	۲۶۲	عقب کا ذکر جس سے پانچ فائدہ دی ہوئی
	تیسری دچوتھی دپانچویں غلطی	۲۶۲	تیسری روایت خراج کی پانچوں نوادگان
۲۵۵	علامہ فخر الدین رازی کا انکار تو اس مخبرہ	۲۶۲	جو اس شہادت کا خلاصہ بطور مکرر
	سے عموماً اور اس کی تاویل۔		پہلے شہد کا جواب کہ قرآن سے ضرورتاً تینا
۲۵۶	دوسرا حوالہ احادیث کا بطور اہل سنت		رات اور دن کے اختلاف کا جواب
	سات صحابہ راوی ہیں چشم دید چار اور		چشم دید ہونے کا جواب۔
	تین روایات ماسیل ہیں پہلی روایات	۲۷۵	چوتھا شہد آسمان اور زمین ہستی فر

صفحہ	ابواب مطالب	صفحہ	ابواب مطالب
	ہونے کا اختلاف نہیں۔	۲۹۸	ہے۔ اور مجلی جواب۔
	انکھوان۔ نوان شبہ اور جواب	۳۰۳	تطبیق شرع کی کوئی عقلی شرط
	علم ہیئت اور جغرافیہ سے تطبیق مضامین	۱	ہے عقل معمولی یا فلسفی قدیم اور جدید
	عادیث کے۔	۳۰۵	حضرت علیؓ اور حضرت ابراہیمؑ کا طائر
	ہسویں لغایت باریون شبہات کا جواب		کا زندہ کرنا خلاف نیچر نہ تھا۔
	باب (۷۷) تعدد ازواج پر شبہ نظر مردم	۳۰۶	عام تو فان فوج بین سینکڑوں کی اپنی
	شماری اور اسکا جواب۔		کا چڑھنا خلاف نیچر نہ تھا۔
	دوسرا جواب بغرض صحت مردم شماری	۳۰۷	سید احمد خاں صاحب نے غلطی سے
	دس ویسین وجوب تعدد ازواج کی عقلی		شریعت کے احکام اصول اور
	اور پہلی دلیل۔		فروع سب فلسفہ کی تطبیق سے کی ہے
	پہلی دلیل وجوب تعدد ازواج پر علم شریعہ	۳۱۱	فلسفہ مصنوعی حکما ضرور غلط ہے لہذا
۲۸۶	دوسری دلیل ایضاً۔		اسکا پڑھنا حرام بھی ہے۔
۲۸۷	تیسری دلیل۔	۳۱۷	باب (۱۹) چند شبہات نیچری کا جواب
۲۸۸	چوتھی دلیل اختلاف مزاج اور اقسام زن و		نقلی اور عقلی۔
	مرد کے قیافہ طبعی سے۔		پہلا شبہ خدا مجسم ہو کر دنیا میں آتا تو
۲۹۰	پانچویں بنظر امراض خاصہ و عامہ۔		سب جھگڑے ملتے جاتے۔
۲۹۱	چھٹی دلیل علم اخلاق سے۔	۳۱۹	نقلی جواب از روی حدیث عقلی جواب
۲۹۲	ساتھویں دلیل ضرورت تمدنی کی نظر سے۔	۳۲۰	دوسرا اور تیسرا جواب۔
۲۹۳	آٹھویں دلیل علم نجوم انسانی اور الہی سے	۳۲۱	چوتھا جواب اور فریب دہی چواس
۲۹۴	نویں دلیل اقسام مرد و زن ناقابل ازواج کر		سوال میں ہے۔
۲۹۵	دسویں دلیل تعلیم جدید سے نفرت غیر تعلیم		دوسرا سوال عالم برزخ کا اگر ہر مسئلہ
	ہائے عورات سے نصیحت۔		میں ایک مردہ زندہ ہوتا تو پورا انکشتان
			ہوتا۔
۲۹۸	باب (۱۸) شریعت محمدیؐ اگر مطابق		نقلی جواب چند بار مردہ رہا کہ کسے خدا
	عقل کے ہے تو پھر فلسفہ کیوں حرام ٹھہرایا		

صفحہ	ادواب مطالب	صفحہ	ادواب مطالب
۳۲۱	لئے دکھایا۔	۳۵۷	باب (۲۲) چند سوالوں کا جواب
۳۲۲	حکیم ابیمہندس کا زندہ ہونا تاریخی ثبوت ہے	۳۵۸	پہلا سوال مذہبیکی پابندی آزادی کا خلاف ہے
۳۲۳	تیسرا سوال سوائے اہل اسلام کے سب	۳۵۹	دوسرا سوال سنیوں کے لئے
	دو زنی کیوں ہوئے اور ان میں بھی ایک		حق کا پہچاننا محال۔
	فرقہ مجہول منجملہ ۳۷ کے۔	۳۶۰	مذہب کا افسانہ باہمی خربا
۳۲۸	دین ابھی دو نہیں ہوتے۔	۳۶۱	تیسرا سوال انبیاء کی
۳۲۹	ناجی فرقہ اہل اسلام کی شناخت آسان ہے	۳۶۲	ایجاد کی قوت اور موجودین
۳۳۰	باب (۲۰) پیچیدہ کے خیالات خوارق عادات	۳۶۳	چوتھا سوال غلامی کے ٹوٹ
	انبیاء کی نسبت کیسے ہیں۔		اور انبیاء کیا کرتے تھے۔
۳۳۱	اجسام غیر حیوانی کی حرکت کا پیچہ اور حضرت	۳۶۴	سید احمد خان کا چند درجہ
	موسیقی کا عرصہ۔		کیوں خرچ نہیں ہوتا۔
۳۳۲	پانی کا بہنا اور وزن سیالات کا پیچہ	۳۶۵	اسلام کی نبی اور انبیاء کی شریعت کو
۳۳۳	پانی کا دوسرا پیچہ		کر خود اپنی نبوت ہی مٹا گئے۔
۳۳۴	پانی کا تیسرا پیچہ	۳۸۸	باب (۲۳) چند اصول فلسفہ جدید
۳۳۵	پانی کا چوتھا پیچہ اور برودت سے پانی		کی خرابی۔
	میں جوشش آتا۔	۳۸۹	پہلا مسئلہ جذب فرازی زمین کا مہل
۳۴۰	جس فلسفہ کی بنا محض تحریر پر ہے اسکو		بچہ اور ہوا کے وزن پر بحث۔
	پیچہ سے کیا علاقہ۔	۳۹۲	آسمانی پیڑوں سے جدید اصول مہل
۳۴۱	بڑی کا فاسفورس اور حضرت موسیٰ کا پیڑ		اور کہہ خواہش کی خرابی۔
۳۴۲	باب (۲۱) خواص غیر جسمانی اور ثبوت علم	۳۹۳	علم ہندسہ کے دلائل اصول موعود
	غیر مادی معجزہ سے غائب مہنی اور معجزہ		پر موقوف ہونا چاہیے اور قطعی ہے۔
	کافرق غائب بین بین۔		صیحہ نتیجہ برائے ہندسہ سے قاعدہ کا
۳۵۲	سید احمد خالصا حبیب معجزہ اور مسیح مہینم		سچا ہونا ضروری نہیں۔
	کو ایک سمجھا اور غلطی کی۔		

صفحہ	ابواب مطالب	صفحہ	ابواب مطالب
۳۹۹	باب (۲) نیچر کا بدلنا قرآن سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔	۴۱۴	مغرب حقیقی اور فرضی کا فرق
۴۰۰	نیچر کے سمجھنے میں سید احمد خان صاحب کی رائے درست نہ تھی	۴۱۸	آفتاب کی گرمی کا تحمل کیونکر ہوگا
۴۰۱	قانون قدرت کے اقسام اور اظہار	۴۲۰	تتمہ باب (۲۵) مغرب حقیقی کا توضیح
۴۰۲	نیچر شکن مثالوں سے معجزہ نبی پر کچھ شبہ نہ کرو۔	۴۲۲	قرآن وحدیث سے مغرب حقیقی کا ثبوت
۴۰۳	سوائزہ پر آفتاب بروز قیامت پچھم طرف سے نکلنے کا ثبوت۔	۴۲۷	مغرب سے طلوع آفتاب کا ثبوت یہ تطبیق آیات قرآن میں قیامت کا دن ہزار برس اور پھر پچاس ہزار برس مختلف کیون وار دہے۔
۴۱۳	باب (۲۵) جواب شبہ طلوع آفتاب از مغرب۔		خاتم کتاب جلد اول اور حمد خدا

اعلان

تحقیق مذہب کے شایقوں کو عموماً اور مذہب اسلام کے عاشقوں کو خصوصاً شہود ہو کہ کتاب لاجواب مستطاب انتشار الاسلام میں تصنیف جناب فضیلت مآب مجمع الکراتب مستغنی عن الصفاب جناب فضیلت مآب مولانا مولوی حکیم سید نظام حسین صاحب کستوری ایک دفعہ چمکے شائع ہو چکی ہے اور اپنے بے نظیر خوبی اور جامعیت کے سبب قارئین عرصہ میں دست بردست فروخت ہو گئی۔ اب دوبارہ حضرت شائقین کی درخواست و اصرار پر ترتیب ابواب و درستی مضامین دوبارہ یہ کتاب چھاپی گئی۔ اور منظر سہولیت خریدنے کے سبب بڑی گڑی گئی۔ جو بتابد کتاب کچھ بھی نہیں بلکہ نفقت کے برابر ہے۔ تجارت منظور نہیں بلکہ اصل اسلام کو فائدہ پہنچانا ہے۔ انشاء اللہ اسی کتاب کی جلد دوم جو ۸۰۰ صفحہ حجم پر مہرگی حضرت شائع کیا جائیگی چھپ کر درخشاں اس تپ زری جہاں ہے۔ لاہور پور پرنٹری۔ پبلشر نایک برکات جناب مولوی خدابخش صاحب

کلام عباس منجھو قرآن و تصدیق اسلام و تائید۔

اللهم اني اتركوك في يدك اللهم

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله الذي هدانا لهذا
ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله
والحمد لله رب العالمين

أَمَّا بَعْدُ فَاذْكُرُوا أَنْفُسَكُمْ إِنِّي أَلْقَيْتُ الْمِرْيَاقَ

القيف عاين بطلب استغنى عن الاقبا بجمع علوم عقاير نقدية وادى فزون فروع اصيليه
ما رطلقه قد جديده صاحب حقيقه مديده مولانا الحكيم سيد علما هم حسين صاحب
مترجم قانون شيخ الازالت شمس افادته باز عت و اقمار بد اياست ساطعه كوكبا

مکتبہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الی حد کرتا ہوں کہ اسکے وجود اور اسکے قدرت اور اسکے اختیار پر یہ کتاب
 بہت آسانی سے ہر شخص کو ہدایت کرے گی اور درودنا محدود انبیاء کے کرام پر بھی تشریف
 آوری کی ضرورت اور بھی ہدایت کے فوائد پر یہ کتاب شامل ہے۔ خاکسار ہر سببی
 خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلعم جنہوں نے ہم کو پیغمبر ان ماسلف کے تشریف
 آوری سے خبر دی اور سب کو فرستادہ خدا ہونا معجز بنا ہونا گناہوں سے پاک صاف
 ہونا راہ اجتہاد اور قیاس کرنے سے جملہ امور دینی اور دانی دنیوی میں جدا ہونا۔
 لوازم نبوت سے ارشاد فرمایا۔ جس کو ہماری عقل صحیح نے بھی تسلیم کر لیا۔ چنانچہ اسکا
 بیان بھی اسی کتاب میں تو فیض سے کر دیا ہے۔ بعد حمد اور صلوات پر سیدان علامہ حسین
 کنوری مصنف کتاب ماتین فی مقتل الحسین اور مترجم قانون شیخ اور کامل الصناعہ
 کہتا ہے۔ سب تصنیف کتاب میں تہذیب ۱۵۔ ریح الثانیۃ ۲۱۵ حصہ
 پر نور فیض گنجور والاحقہم عالی ہم قدر دان علم و ہنر والا گہر عالی جناب نواب سید
 سید علی خاں صاحب بہادر فرزند ارجمند نواب سید باقر علی خاں صاحب بہادر مرحوم
 میں بمقام کانپور مشرف ہوا۔ بعد ازاں اسے مراسم اسلامیہ مسئلہ تشخیر ارواح کا ذکر حضور
 نے چھیڑا۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ارواح مؤمنین کا وادی السلام میں اور ارواح

غیر مومنین کا دادی برہوت میں ہوتا۔ اس عمل سے جو روزانہ ہمارے تجربہ میں آ رہا ہے۔ ضرور محل تردد ہوتا ہے۔ اس کا جواب اجمالی اور تفصیلی جو کچھ میں نے لکھا وہ علاوہ اسکے کہ پرچہ اصلاح میں درج ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں بھی مجتہدہ درج ہوگا جب میرے جوابات زبانی اور تحریری کو جناب محترم الہیہ نے سنا اور پڑھا مجھے فرمایا کہ بالفصل جو نیا فلسفہ جدیدہ سے خیالات پر اکثر اہل اسلام کے نہایت خراب اثر پڑ رہا ہے علمائے اسلام کو ضرور ہے کہ کمر مت انتہار اسلام پر ویسی ہی باندھیں جیسے کہ زبانہ سابق میں دو نو گروہ اسلام کے یعنی شیعہ اور شیعہ یک دل اور یک مذہب ہو کر اصول و فقہ کا قلع و قمع تدوین علم کلام سے فرما چکے ہیں اور خانگی جھگڑا خلافت کا جو کلام طول کو پہنچ گیا ہے۔ اس سے درگزر کر کے خدا کی توحید اور انبیاء کی نبوت اور مسعود کی ضرورت ثابت کریں۔ میں نے کتاب حمیدیہ (مستفہ جناب شیخ حسین آفندی جبر جو مشہور علمائے بیروت سے ہیں) کا ذکر کیا کہ یہ پہلی کتاب اس عرض سے بعض علمائے اسلام نے لکھی ہے۔ فرمایا کہ اس کا ترجمہ آپ اردو سلیس میں کر دیجئے۔ کہ چھپ جائے۔ اور ایک نسخہ کتاب ہذا کا خرید فرما کر مجھے مرحمت فرمایا چودہ جہینہ اسکا مطالعہ خاکسار نے کر کے جب بہت ساموۃ ابواب کتاب ہذا یعنی میری کتاب مستفہ انتصار الاسلام فی رد البشہات والاوامام کا میرے برسوں کے دماغ سوزی سے فراہم ہو گیا تب میں نے چند ابواب کا مسودہ حضور میں پیش کیا بعد ملاحظہ مجھے تحریری ارشاد پہونچا کہ مجھ سے دور نہ کیا سب سے پہلے حاضر رہئے چنانچہ میں بتاریخ ۲۲۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ ہجری حاضر حضور ہوا کیا کہوں کہ دو نو حضورا غنی نواب سید سید علی خان صاحب بہادر اور ان کے منجملہ بھائی نواب سید جعفر علی خان صاحب بہادر سے تین روز کی یکجائی میں کیسے کیسے عمدہ اصول اور فروع مسائل توحید اور نبوت پر بحث ہوئی جسکی

لذت میرے دل سے پوچھنی چاہئے میں زیادہ مبالغہ دونو حضور کی مدح اور ثنا
 میں کرنا پسند نہ کرونگا ورنہ میری کتاب پڑا الزام پہلے ہی لگایا جائیگا بلکہ جس مقام
 پر جو اعتراض حضور نے کیا ہے یا جو شبہ مجھ حضور نے دفع کیا ہے۔ وہ بحیثہ درج
 کتاب ہذا کرونگا اسی سے ناظرین کو دونو حضور کی لیاقت علمی اور ذہن و فکر کی پوری
 کیفیت معلوم ہوگی المختصر مجھ سے باصراری فرمایا کہ انتصار الاسلام میں ضروری
 شبہات پھر یہ اور آریہ حجاج اور پادری صاحبان اور دہریوں کا رد ایسی سلامت روی
 اور دودبانہ الفاظ سے کرویا جائے کہ ہرگز کسی ناظرین کتاب ہذا کو ان مضامین کا پڑھنا
 ناگوار نہ ہو اور مصداق پانچسو مجلد چھپوانے کی سرکار سے کمیشن خواہ ماہ بجاہ بموجب
 حکم درحساب پہنچا کرینگے یہ بھی باصرار ارشاد فرمایا کہ اثبات نبوت پر پورا زور دیا جائے
 چنانچہ مجدد آج تک حسب قدر ابواب اس کتاب کے لکھ چکا ہوں اور اکثر اہل فہم اور
 تعلیم یافتہ کے ملاحظہ اور سماعت میں آچکے سمجھوں کی رائے اسکے عمدگی پر متفق
 ہو چکی ہے اب میں خدا سے دعا اتمام کتاب کی مانگ کر شروع بیان مقاصد کرتا ہوں
 مگر پہلے چند امور ضروری کو لکھتا ہوں پہلے واضح ہو کہ اس کتاب میں حسب قدر مجھ سے
 ممکن ہوا ہے حل شبہہ یہ تفصیل کرویا ہے اور معارضہ یا تمثیل اسی مقام پر درج کرونگا
 جہاں پہلے حل شبہہ بطور تحقیق کے ہو چکا ہے اسلئے کہ معارضہ سے اصل شبہہ دفع نہیں
 ہوتا ہے بلکہ فقط ایک قسم کا مخاطب اسکے زبان بندی ہو جاتی ہے اور اصل شبہہ اب وہ
 ترجیحہ ہو جاتا ہے مثلاً خدا کے وجود سے انکار کرنے میں اور مادہ کے قدیم اور مصدر ہونا
 عالم ہونے میں یا خدا کے وجود کے اقرار کرنے سے جو الزام دونو فریق پر آتا ہے اسکے
 ذکر میں بجز افرونی شناخت کے اور کیا نتیجہ ہے یا کہ انبیاء کے عصمت کی منافی جو امور
 ہیں اور اہل اسلام اپنی ہی صلح میں انکو صحیح فرض کر کے یہود اور نصاریٰ پر دیگر انبیاء میں

تاریخ سے اُن عجوب کو ثابت کریں پس اگرچہ اہل مذہب کو سکوت ہو جائیگا مگر منکرین نبوت
 کا شبہہ اور طبعہ جائیگا لہذا ایسے شبہات کو پہلے حل کر دینا لازم سمجھ کر بغیر غرض اس کتاب
 معارضہ بھی اگر روکا تو کچھ مناسب نہ ہوگا فرض کر لیتے ہیں کہ ازدواج کا شبہہ جو ہمارے نبی صلعم پر ہو
 اور نصہا کر کے پہلے تعدد ازدواج کی خوبی براہ عقل ثابت کر کے پھر دیگر انبیاء کا کثیر ازدواج ہونا بطور
 معارضہ کے سمجھ لیا ہے اب یہ معارضہ شخص معارضہ نہ بلکہ اہل مذہب پر اور انھیں ہو گیا اور مطلب
 یہ ہوا کہ تعدد ازدواج عقلاً ضروری ہے اور انبیاء سے بڑھکر پسند عقل کے اور کون لوگ ہو سکتے ہیں
 لہذا انکا فعل بھی پورا ثبوت اسکے بخوبی کا ہے اسبطح دیگر معارضات کا حال ہماری کتاب میں
 نے دوم بعض مسائل شریعت محمدی میں چونکہ اہل اسلام کو اختلاف رائے ہو گیا ہے جیسا کہ مسئلہ
 میں کسی ایک رائے کو ترجیح میں دیتا ہوں اُس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے فرقہ کی روک تھام
 ہوں بلکہ غرض اُس صحیحہ ہے کہ اہل اسلام میں ایک گروہ اسکا بھی قابل ہے اگر دوسرے وغیرہ اُسی گروہ
 کے قول کو قبل کر کے داخل مذہب اسلام میں ہو جائیں تو کل اہل اسلام انکو خارج از دائرۃ اسلام نہ
 کہنیکہ تیسرے بعض معجزات انبیاء کو ہیں جنہیں تسلیم کر لیا ہے کہ غیر نبی اسکے مثل پر قادر ہے اُس سے
 غرض میری یہ نہیں ہے کہ وہ امور از قسم معجزہ نہ تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ جسوقت اور حسب طبع سے وہ
 معجزات صادر ہوئے قوت بشری اُسکے مثل پر قادر نہ تھی اور نہ اسطرح کبھی قادر ہو سکتی ہے
 اب اس بات کے سمجھا ہے کہ اسطرح ضرور ہے کہ ہم معجزہ کے معنی کو ٹھکانا بیان کر دیں اور جو فلاسفہ
 دوسرے کہتے پھر تے ہیں کہ معجزہ محض شہدہ باری اور یازگیری ہے اسکا ابطال انھیں سے سمجھ میں
 آجائے معجزہ ہلکے پانچ مذاہب آسمانی اُس امر ممکن غیر عادی کو کہتے ہیں جسکو کوئی نبی اپنے
 نبوت کے دعوے کی تصدیق میں ظاہر کرے یا قایم مقام نبی کا اپنے نبی کے پیچھے ہونے میں
 ظاہر کرے پھر چونکہ ہدایت مخلوق کی اور انتظام امور خلائق خدای تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعہ سے
 فرمایا ہے اور انکی شناخت کامل اظہار معجزات سے ہوتی ہے لہذا جسوقت کوئی آدمی توحید کر کے

بیضہ دعوائی نبوت کر کے کوئی امر خارق عادت ظاہر کرے واجب ہے کہ اگر اسکا دعویٰ بنی اللہ
 ہو نیکاً صحیح ہے وہ معجزہ بھی ضرور صادر ہو جائے اور اگر جھوٹا دعویٰ نبوت کیا ہے واجب ہے
 کہ خدا اسکے جھوٹا کر نیکی غرض سے وہ امر خارق عادت اسوقت اسکے ہاتھ پر نہ ظاہر ہونے دے
 ورنہ تصدیق کاذب کی لازم آئیگی اور جھوٹے کو سچا ظاہر کر کے ضلالت کو گمراہ کرنا اور انتظام عالم
 کو درہم برہم کر دینا یہ کام خدا کا نہیں ہے اب اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہی کام جسکو ہرگز شیعہ
 بازیدوں دعویٰ نبوت کے کر سکتے ہیں اگر دعویٰ نبوت کر کے تصدیق میں اپنے دعویٰ کے کرنا
 چاہیں ہرگز کر سکیں گے۔ اور یہ ایسا عقیدہ ہمارا بحثہ اور مدلل ہے جسکا خلاف کبھی نہیں ہو سکتا
 ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے پھر چونکہ مسئلہ دقیق ہے اور میان کامل اور پوری توضیح کا
 محتاج ہے اس مقام پر بس قدر تکلو لکھنا ضروری تھا آئندہ جب نبوت اور معجزہ کا تفصیل بیان
 کریں گے انشاء اللہ بہت وضاحت سے اسکو بھی بیان کریں گے خلاصہ اب یہاں فقط یہ بات کہنی
 باقی ہے کہ فلسفہ کی ترقی تصدیق ہوتی جاتی ہے خدا کا وجود اور خدا کی حجت یعنی انبیاء کی تصدیق
 انہیں مسائل فلسفہ سے بہتر جاتی ہے اور ہمیشہ بہتر رہتی رہیگی اور کبھی ایسا خیال نہ کرنا سچا مسئلہ
 کے علم عقل کا خدا کے وجود اور انبیاء کی نبوت کو باطل کر سکتا ہے عاقل کو چاہئے کہ تعصب کے
 چھوڑ کر ہماری اس کتاب کو مطالعہ کرے اسلئے کہ امر حق کا یوشیدہ رہنا دوسرے ہوتا ہے جہل
 بسط یعنی آدمی بالکل امر حق سے ناواقف ہو اور اسکے جاننے کی کوشش نہ کرے اور جہل کرب
 کہ جان بوجھ کر تعصب سے اسکا انکار کرے اب میں کتاب کو شروع کرتا ہوں اور توفیق اتمام کی
 خدا سے چاہتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب بہ مقدمہ
 کتاب فلسفہ جدیدہ و قدیمہ کے بیان میں حکمت یا فلسفہ کی تعریف اور بیان اقسام سے پہلو
 اس کتاب میں طول نہ کیا مفید نہیں ہے لہذا دو قسمیں حکمت کی یہاں بیان کرتے ہیں جنہوں
 کی عقل میں دنیا کی موجودہ اشیاء و طرح کی معلوم ہوتی چلی آئی ہیں بعض اشیاء ایسے ہیں جنکو ہم

اپنے جو اس خمسہ ظاہری سے محسوس کرتے ہیں جیسے شکل اور صورت رنگ روپ گرمی سردی
 اور بعض ایسی چیزیں ہیں جنکو ہمارا جو اس خمسہ نہیں محسوس کر سکتے گرائسکے آثار کو البتہ ہم محسوس
 کر سکتے ہیں جیسے قوت جاذبہ جو مقناطیس اور کبریا وغیرہ میں ہے کہ ہم کو لوہے کا جذب ہونا بظرف
 مقناطیس کے آنکھ سے نظر آتا ہے مگر قوت جاذبہ جو مقناطیس میں ہے وہ ہمارے نظر نہیں آتی ہاں
 تجربہ سے اور مکرر مشاہدہ سے ہماری عقل مقناطیس کو دیکھتا فوراً حکم کر دیتی ہے کہ لوہے کا جذبہ
 اس میں ہے یا نہ کہ کسی کشش کبریا میں ہے ہر حال اب موجودات عالم کی دو قسمیں ہمارے سمجھ
 میں آگئیں محسوس اور غیر محسوس اور انہیں دونوں قسموں کے خواص اور آثار کو معلوم کرنے
 اور پہچاننے کا نام فلسفہ ہے اور علم حکمت بھی اسی کو کہتے ہیں پھر چونکہ موجودات عالم کے پانچ
 سے کم دو غرض ہیں سے کوئی غرض اور فائدہ ضرور ہونا چاہیے ایک قیہ کہ اسی شے کی رہائشیت
 اور خواص اور آثار ہم کو معلوم ہیں یا اور جہاں کہا نہیں دوسری غرض یہ کہ بعد شناخت اشیاء اور آثار
 اشیاء کے ہم کو کسی قسم کا عملی فائدہ بھی پہنچے پہلی قسم جیسے آفتاب اور دیگر آسمانی چیزوں کا علم اور ان کے
 خواص جہانی مثل حرکت اور سکون اور حرارت اور نور وغیرہ کہ ان امور کے جاننے سے ہم کو بجز
 اس فائدہ کے کہ ہم ان کے خواص کو جانتے ہیں اور کوئی فائدہ نہیں ہے چنانچہ سو قراط وغیرہ
 فلاسفہ کے یہی رائے تھے۔ اور ہلوگ خدا پرست اس علم ہیئت کو ذریعہ شناخت موجد عالم اور
 اور خدای بزرگ کا سمجھتے ہیں۔ دوسرے قسم کا فلسفہ جس میں ان چیزوں سے بحث ہوتی ہے
 جو ہماری زندگی کے بسر برد میں بکار آتے ہیں علم طب اور کیمیا اور جبرئیل وغیرہ ایسے ہی علوم ہیں
 اب خلاصہ یہ معلوم ہوا کہ فلسفہ کی دو قسمیں ہیں نظری اور عملی اور انہیں دونوں قسم کے تقسام
 بہت سے ہو گئے ہیں فلسفہ قدیم جسکو لارڈ ہیکس نے ۱۶۶۴ء اور ڈی کارٹس نے ۱۶۴۰ء
 میں بالکل مہل سمجھ کر جدید فلسفہ جاری کیا اور جدیدہ سے مراد کیا ہے کہ کچھ طریقہ استدلال
 اور تحقیق مسائل کے سبب علماء میں فقط اصول نصف یعنی استقرارے جزئیات سے جو

حکم عام ثابت ہو جاوے وہی قانون قدرت ہے لا آف نیچر اور اسی کے درپے ہونا
 حکیم کو لازم ہے اب یورپ کا فلسفہ اسی قاعدہ پر چل رہا ہے جسے میں مسٹر ٹیڈ
 کے اقوال کو دیکھو عربی اور سنسکرت میں جن لوگوں نے فلسفہ پڑھا ہے انکو پورا تعصب
 اس بات میں ہے کہ جدید فلسفہ کوئی نہیں سب قدیم ہے اور یورپ کے طلبہ فرانس اور
 جرمن امریکہ والوں کو تعصب ہو یا نہ ہو مگر سہا کر ہندوستانی بھائی جنہوں نے ابتدائی درجہ
 کو بھی پاس نہیں کیا ہے تھوڑی سی انگریزی پڑھی اور دو ایک مختصر تاریخ کی کتب کو
 دیکھا اور پڑے کہ فلسفہ جدید ہی جو کچھ ہے قدیم فلسفہ محض تاریکی جہالت کا نام ہے
 مجھے ان دونوں کے اقوال سے بحث کرنی منظور نہیں ہے اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ تحقیقات
 علمی کا خاصہ ہے کہ روزانہ ترقی معلومات میں ہوتی ہے اور اگر اس فقور حکیم کے اقوال کو صحیح
 کہوں تو کوئی فلسفہ جدید نہیں ہے ہزاروں اولٹ پلٹ دنیا میں ہوتے چلے آئے ہیں جیسا
 اپنا فلسفہ نے لارڈ میکن اور ڈی کارلس کے زمانہ سے دکھایا ہے اور ہمیشہ اس طرح رہا گیا
 اگر دنیا کی ابتدا اور انتہا نہ مانی جائے مجھے اللہ حد میں دوشیزا اہل علم سے علوم قدیمہ اور
 علوم جدیدہ کے بحث کرنا موقع ملا مگر سوای اسکے کہ علوم جدیدہ ایک موہم اور فرضی
 لفظ ان کی زبان پر بھام پٹیا جاری تھے کوئی نیا علم جو ہماری کتب قدیمہ میں درج نہ ہو جسے
 سٹیس رزی وغیرہ جن میں فقط بیان اتنا علم کا ہوتا ہے وہ دونوں صاحب تہلا اسکے
 پڑا و عوی علم جی اک ناسی کے جدید ہونے پر ہے یعنی انسان کی خلقت سے پہلے دنیا
 کیسے تھی اب جس نے تاریخ پڑھی ہے اور حکیم ابرقو اور حکیم یون وغیرہ فلاسفہ کے اقوال
 پر نظر اسکی پہونچی ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ دنیا کے قدیمی حالات کیا کیا کچھ فلاسفہ قدیم کچھ
 رہے ہیں اور جب ہم اس علم کے متعلق کچھ بحث کریں گے اسوقت آپ کو معلوم ہوگا کہ جدید اور
 قدیم میں کیا فرق ہے اس طرح جیالوجی اور فریالوجی وغیرہ تمام منظر الصف اگر دیکھا جائے

سہری نظر سے حال کی تحقیقات ایسے کامل طور سے ہو رہی ہیں کہ ایک ایک مسئلہ کا ایک
 علم پورا انگلیا ہے جیسے علم نور علم ہوا علم حرکت وغیرہ یہ سب کچھ صحیح مگر اب دیکھنا منظر
 کہ یہ جدید طریقہ جسکو لارڈ بسکین اور ڈی کارٹس نے جاری کیا ہے یعنی اصول تصدیق اور
 استقرار پر مدار تحقیقات علمی کر دیا ہے اور اگرچہ اسکے فوائد کچھ بخوبی پہنچ رہے ہیں مگر کیا یہ طریقہ
 نیا ہے اور لارڈ بسکین ہی کی ایجاد ہے یا پہلے بھی مروج تھا اور کیا اس طریقہ سے علم واقف حاصل
 ہوتا ہے اور اسکا خلاف نہیں ہو سکتا ہے اور لاف غیر یعنی قانون الہی دی ہے جو استقرار کے
 ذریعہ سے ہکو دریافت ہو پہلا امر یعنی استقرار کا ایجاد سے لارڈ بسکین کے ہونا اسکو عموماً اہل یورپ
 جو کہتے پھرتے ہیں یہ انکی صریح غلطی ہے چنانچہ لارڈ بسکین کی بڑی عمدگی سے لارڈ بسکین کی سوانح
 عمری میں لکھتے ہیں کہ اصول تصدیق کسی شخص خاص کی ایجاد نہیں ہے ہر انسان اس قاعدہ
 سے با تعلیم اور تعلم کے خبر رکھتا ہے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ہر شخص کم و بیش اس قاعدہ کا
 عامل ہے ایسی بدولت کاشنکار سمجھتا ہے کہ جو سے جو اور کہیوں سے گہیوں پیدا ہوگا اس طرح
 بقدرتہ غالب ہر طفل اپنے دایہ کو تمام دیگر عورات سے پہچان کر دودھ پلانکی توقع اپنی دایہ ہی سے
 رکھتا ہے پس جاننا چاہئے کہ لارڈ بسکین اصول تصدیق کا موجودہ تقاضا میں کہتا ہوں اس طرح
 ارسطو طالیس نے اپنے منطق کی کتاب میں اور اہل اسلام میں ابو نصر فارابی اور ابو علی سینا وغیرہ
 سمجھوں نے اس مسئلہ استقرار کو بخوبی لکھا ہے اب یہی دوسری بات جسکو لارڈ بسکین نے یوں
 دعوئے کیا ہے کہ بدون استقرار کے کوئی تحقیق علمی صحیح نہیں ہوتی ہے اس میں اتنی بات
 اور بھی اگر بڑھا دیک جائے کہ بدون استقرار کے نام کے تحقیق علمی صحیح نہیں ہوتی ہے اسوقت لارڈ
 بسکین سے کل اہل علم کو اتفاق ہوگا ورنہ ہرگز یہ قول قابل تسلیم کے نہیں ہے استقرار کی دو قسمیں
 ہیں ایک ناقص کہ چند یا اکثر افراد کو دیکھ کر کوئی حکم کلی کریں اور دوسرے استقرار سے تمام کہ تمام
 جزئیات کو تلاش کر کے جو صفت ہر فرد میں پائی جائے اسکو جو صفت عام قرار دیں اور ایسی تلاش طاق

بشری سے باہر ہے کوئی آدمی دنیا میں ایسا پیدا ہوا ہے جس نے کسی ایک گھاس یا حیوان یا ننگا گھوڑا
 یا انسان کے جملہ اشخاص کو دیکھا ہو اور یہی سبب ہے کہ چونکہ تمام افراد کا تجربہ کرنا محال ہے لہذا انھیں
 استقراء سے حکم کلی یقینی کا پیدا ہونا بھی محال ہے پس ایسے ہی تحقیق کرو مگر شک ضرور باقی رہتا ہے
 کہ شاید کسی فرد میں یہ حکم ثابت نہ ہو سمجھیں نے سات سیارہ اصول تصفیح سے دریافت کر کے انہیں کے
 خواص پر چند نظرات کو اکب کہتے ہیں احکام نجوم از قسم سعادت و خوشست تجویز کئے اور اپنی نادانی
 سے حکم قطعی ہمیشہ لگاتے رہے اب دیکھو ۲۲ سیارہ معلوم ہوئے اب علم نجوم کے قواعد اور احکام نجوم
 استقراء ناقص پر بنائے گئے تھے کیونکہ درست باقی رہی کیا ۲۶ سیارہ جدیدان خواص سے قائل ہیں
 جو ست میں ملنے گئے فلاسفہ طبعی نے جن میں طبیعت بھی داخل ہیں چار عنصر سے ترکیب اجسام
 تجویز کی چونکہ استقراء ناقص تھا اب کہ چوتھہ چیزیں مفرد اور بسیط ثابت ہو چکیں اور ممکن ہے کہ
 اور بھی ہوں اب انکا اصول تصفیح بھی خاک میں مل گیا۔ اسطرح بطلمیوس کی منیت کے مسائل تنکو
 مجسطی میں منہدی دلائل سے میرن کیا تھا اب وہ نظام ہی باطل ہو گیا اور ہزاروں برس کی محنت
 بطلمیوس اور مریدان بطلمیوس کی برباد ہو گئی اسی اصول تصفیح کی غلطی سے۔ اور جب ایسا نظام
 جسکو منہدی دلائل سے قائم کیا تھا باطل ہو گیا اب اگر نظام فیثاغورس کو ہم بڑی تحقیق سے اور
 بڑی کاوش سے منہدی ہی دلائل سے ثابت نہ کریں کو کسی دلیل عقلی قائم کر سکتے ہیں کہ یہ نظام
 فیثاغورسی ہمیشہ درست رہے گا۔ لہذا اصول تصفیح سے جو قاعدہ عام اور قانون فطرت ہم کو
 دریافت ہو جب تک کسی اور دلیل عقلی سے ہم اسکو ضروری ثابت نہ کریں ہرگز اسکو یقینی کہنا درست نہ
 ہوگا۔ اسی وجہ سے قدمائے فلاسفہ نے محض استقراء سے جو حکم ثابت ہوا اسکو قطعی اور مشکوک
 حکم ٹھہرایا ہے اور اسکو قانون الہی (لا آف نیچر) نہیں مانا ہے جسکا بدل جہاں محال ہو اور لاڈلوسکین
 اٹوڈی کارٹس کے پر ویرا غلطی اُسی کو قانون الہی (لا آف نیچر) کہتے پھر تھے ہیں ہرگز وہ قانون
 الہی نہیں ہے چنانچہ آئندہ ابواب میں ہم اسکو بیان کر نیگے۔ اب دیکھو علوم جدیدہ کی جو بکار ہر طرف

ہو رہی ہے اُس سے مراد ان لوگوں کی وہی اصول جدید ہیں جو اصول تصنیف سے روزِ اُفتاب
 ہوتے ہیں اور جنکو یہ لوگ قانونِ قدرتِ دلائلِ تجربہ کہتے ہیں اور جن پر کارخانہ عالمِ فطر عادتِ الہی
 چل رہا ہے بھیجب علومِ جدیدہ کی بنا محض استقرای ناقص رہے اور جو قاعدہ تیار یافت ہو
 چن خواہ اکثر افراد کو تلاش کر کے ایک حکم کلی فرض کر لیا ہے اب تو کوئی قاعدہ جدیدہ ایسا نہ ٹھیکر
 جسکا پہلنا ضروری سمجھا جائے ایسے علم اور ایسی حکمت پر استدلالِ فخر اور مسابلات کرنا حکیم و دانشمند کو ہرگز
 مناسب نہ ہوگا یاں ایسی ہی نوخیز علم جیسے ہمارے کچھ اسکول اور کالج ہندوستان میں پیدا ہوتے
 جاتے ہیں انکو البتہ چونکہ ہمیں وہ نیا ہے اور تجربہ کریں عجیب ہے۔ آئندہ ابواب میں دکھایا جائیگا کہ جو
 اصولِ فطرتِ دلائلِ تجربہ یہ لوگ سمجھ رہے ہیں اور کوئی دلیل عقلی ایسے قانونِ الہی اور قانونِ عام
 ہونے پر قائم نہیں ہوتی ہے اسکا پہلنا اور بکڑ جانا کیونکر ہو رہا ہے۔ اس تعلیمِ جدید میں دو تین باتیں
 ایسی خراب اثر کوں کو تہائی جاتی ہیں کہ جنکی وجہ سے بالکل اخلاق اور عادت اور پابندی عقل سے
 اکثر تعلیم یافتہ باہر ہو جاتے ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ آدمی آزاد پیدا ہوا ہے۔ اور آزادی سے بڑھکر
 کوئی عمدہ شے نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تجربہ کے خلاف ہو نہیں سکتا ہے جب یہ دونوں اصول
 نوخیز طلبہ کو پڑھائے گئے اور موٹی موٹی مثالوں سے انکو سمجھائے گئے پس خداوے اور بندے
 ادبِ آدابِ اخلاق سے بالکل انکو دوری ہو گئی اور عقلی علومِ حسبِ قدر میں سب کو لغو اور اچھے سمجھے
 لگے تیسری بات یہ تعلیم کی گئی کہ پچھلے زمانہ کے فلاسفہ اور حکما علمِ سببِ اہل اور نادان تھے آجکی
 تحقیق سے دنیا میں کوئی بھلی شے ہے اب کیا پوچھنا چوتھی قوم ہمدردی اور انسانی ہمدردی بہر
 حال مجھے پہلی آزادی کا سمجھنا ضرور ہے کہ وہ کیا چیز ہے۔ بابِ اولِ حکمتِ الہی نے میرا فطرت
 پہلو آزادی کہا تھا کہی ہے اور عقلاً آزادی کس قدر ہے اور پابندی کیا چیز ہے آزادی
 اور پابندی یہ بھی ایسے دھوکے کے لفظ ہیں کہ فوراً آدمی سننے کے ساتھ ہی پابندی کے نام سے
 متوجس ہو جاتا ہے اور آزادی کے نام سے خوش اور محفوظ ہو جاتا ہے خصوصاً جو لوگ نو عمر اور نوخیز ہیں

اور جسکے سامنے ابتدائے تعلیم سے آزادی آزادی کی پکار ہو رہی ہے اور ہندو پابندی کا نام آیا اور کان
 انکے کھڑے ہوئے پھر جیسا کہ سمجھا گیا کہ مذہب کی پابندی انسانی آزادی کو بالکل فنا کر دیتی ہے
 اور دو چار مثالیں انکو جزئیات مسائل مذہبی کی سنائی گئیں جیسے گرجا گھر کی نماز عیسائیوں میں فواہ
 پانچ وقت کی نماز اہل اسلام میں اب تو اور بھی ان آزاد فاش لوگوں کو خوشنما ہوتی ہے مجھے اس
 مسئلہ کا لکھنا سب سے پہلے ضرور ہے اسلئے کہ جب تک آزادی اور پابندی کا فرق ہم نہ سمجھا سکیں تو
 کسی شریعت کی یا علمی اصول کی پابندی کی ضرورت کیونکر ثابت ہوگی۔ ہاں میرے مغز انسانی
 بھائیو ذرا اپنی عقل معمولی سے پہلے کام لو اسکے بعد عقل فلسفی سے جو تمکو تعلیم درجہ اعلیٰ سے
 حاصل ہوتی ہے کسی جاہل سے اگر کہا جائے کہ آدمی ہر کام میں آزاد ہے اور ہر طرح کے افعال کرنے میں
 آزاد ہے مثلاً آپیشاب پانچ گھنٹے کو لیجئے آدمی آزاد ہے چاہے شہر پر شاہ راہ پر دو کو برہنہ ہو کر گئے ہوتے
 اسکو تو شاید کوئی آدمی سوئے اور گھر پر ہم ہنس کے ہرگز پسند نہ کرے گا بلکہ یہی کہہ گا کہ نہیں صاحب کسی
 گوشہ میں تخلص میں کہ آدمی ہمکو برہنہ بے تر نہ دیکھے وہاں پہنا نہ پھرنا چاہئے اب معلوم ہوا کہ ایسی آزادی
 تو ہرگز کسی آدمی کو پسند نہیں بلکہ پردہ کی پابندی ضرور ہے شرم گاہ کے چھپانے کا مسئلہ اگرچہ واجبی
 سمجھا جاتا ہے مگر ہم کسی جگہ اسکی خوبی براہ عقل بھی ثابت کر سکیں جب شریعت کا بیان ہوگا اگر یہی مسئلہ
 کوئی اہل مذہب اپنے مذہبی کتاب سے بیان کرے آپ کو پابند آر اور پردہ کا بنانا چاہئے تو یہی کہہ سکتے ہیں پابندی
 آپکی بڑھ جائیگی۔ یا اگر کہیے ہی جاہل سے پوچھو کہ ہم گالی گفتم بے محل نہ رہیں میں آزاد ہوں کبھی کوئی
 عقل معمولی کا آدمی بھی اسکی اجازت نہ دے گا اور پوری پابندی آپ کو اس میں بھی کرنی پڑیگی اسبطح
 کھانا پینا سونا جاگنا چلنا پھرنا الغرض جملہ افعال میں عقل معمولی ہمکو پابند کسی قانون کا ضرور کرتی
 ہے عقل معمولی سے بڑھ کر آپ فلسفی طریقہ سے لیجئے جسٹیرل خیال کے لوگ خدا کو پابند قوانین قدرت
 (لائف نچر) کہتے ہیں اور آزادی کو اصل قدرت کی منافی خیال کرتے ہیں پھر اب ہلوگ جسکے واسطے
 قانون الہی (لائف نچر) بنا ہے وہ کیونکر آزاد ہو سکتے ہیں فلسفہ عملی مثلاً طب یا علم اخلاق اسکے

ہزاروں اصول ہماری آزادی کے توڑنے والے ہیں فلسفہ تمدنی جس میں اس کے اصولوں کی سلطنت
 بنتا ہے کونسا حکم قانونی ہوگا آزادی دیتا ہے بلکہ جتنے عملی اور علمی اصول کو معلوم ہیں کل کا نتیجہ
 یہی ہے کہ ہم پابند اصول ہیں آزاد نہیں اور یہ اصول عین آزادی کا فرض کر دیتے ہیں ہمارے اس پر گورنر جنرل
 بہادر علی اوقات شبانہ روزی میں ایک ایک منٹ مقید ہوتے ہیں یا سرکاری ہوم پارٹمنٹ اور اس طرح
 جسکی عمر چھ ماہ نہ ہو کی ہے اسے قدر اسکو پابندی زیادہ ہے اچھا تو نوکری پیشہ لوگ ہیں اب جنوں
 کو لے کر اور چلے گا ساتھ کسی بڑے تاجر اور بین کلکتہ اور بمبئی کے پاس خواہ کسی پارسی اور پورہ
 کے پاس اور ذرا اسکی پابندی بلکہ جگہ بندی کو ملحوظ رکھ کر ربا رعایت پیشہ لوگوں کو دیکھتے اور
 انکی پابندی کو بچھہر دے اور دالیاں ملک کو دیکھتے بشرطیکہ وہ بیدار مغز اور سچے رئیس ہیں اور
 سدا رنگ محمد شاہ اور عیش پسند احمد علی شاہ لکھنؤی ایسے نہیں ہیں مجھے تو ہمارا چہ توفی
 رہ بھیڑ سنگھ والی ریاست جموں اور کشمیر نے یہی کہا ہے کہ جو مزدور دن بھر دوانہ کی مزدوری کے شام
 کو آرام اپنے بال بچوں میں سوتا ہے وہ سب سے زیادہ آزاد ہے اور ہم اس سے زیادہ پابند قبول سعدی کہ
 فقیر غم نامے دار و بادشاہ غم جہاں نے میرے گمان میں اس سے زیادہ غلط کوئی خیال نہیں کہ آدمی آزاد
 ہے وہ آدمی جس میں آدمیت بھی ہو قبول شاہ عہ آدمی را آدمیت لازم است آدمی تو آدمی بھڑا
 ہم تو ان حیوانات کو بھی آزاد رہنا پسند نہیں کرتے جنہ کو کوئی تمدنی تعلق ہے شتر بھہار اور
 اس کے کام اور بیل کو بٹھانے کا پسند نہیں کرتے اب تمہاری عقل دو لوگ کے روتے عام آزادی
 تو کس طرح درست نہوتی اور پابندی کے بدولت چارہ نہیں ہے اب یہ بات بیان کرنی رہی کہ وہ آزادی
 جسکو سر ہماری طبیعت تلاش پہنچاتی ہے اور جسکی تعلیم ہو اسوقت کا زمانہ دور رہا ہے وہ کونسی آزادی
 ہے زیادہ تر تو آزاد آدمی کو کہتے ہیں جسکو تعلقات دنیوی کچھ بھی نہیں نہ گھر نہ بار نہ آل نہ اولاد نہ مل
 نہ زہ نہ پیر جو نہ تھانا خدا سے ناتانہ فقیروں کی کیا موت کیا زندگی بہ جہان موت آتی وہیں ہر ہے
 سعدی نہ بڑا شتر سے سوام نہ چوڑا زیر بارم نہ بادشاہ رعیت نہ غلام شہر یا رام ایک گروہ آزاد

فقیروں کا ہوتا ہے اُنکے کلمات اسی قسم کے ہیں مثنوی شاہ او گھر پریم مہنس مجذوب یہ
 بھی سب آزاد کہلاتے ہیں یہ آزادی تو اور تھی اور اسکے مضامین شعرائ ہر زبان نے ہزاروں
 نظم کہے ہیں سہ قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو یہ خوب گذریگی جو نل ٹھینک دیو آؤ دو
 کسی نے یوں کہہ دیا یہ زندگی بھر اسے تنہوں میں کوٹنا نہیں پانڈیس دیوانہ تھا جو جا کر بیابان میں رہا
 خیر ان نزل قافیوں سے کیا فائدہ ہمارے تعلیم یافتہ نوخیز نو عمر نوجوان کو جو آزادی سنائی جاتی
 ہے وہ کیا ہے کہ وہ تعلیم آزاد ہے جو کسی مذہب والے کو اپنے رسوم مذہبی کے ادا کرنے میں نہیں
 روکتی ہے اور نہ کسی اسکول اور کالج میں کسی مذہب کی تعلیم دینی ہو بلکہ تاریخ جغرافیہ میں بعض
 مذہبی اوتار اور مذہبی پیشواؤں کے وہ حالات لڑکوں کو اذہر کرانی ہو جسے اُنکو پابندی مذہب
 سے پوری نفرت ہو جائے یہ میرا سہ مشرتہ تعلیم کے قانون بنانے والوں کی جس ملک میں ہر ابتدا
 میں تو نہایت خوش نامعلوم ہوتی ہے مگر بقول حافظہ کہ عشق آساں نمود اول دے لے افتاد
 مشکمل ماہ ہمارے گورنمنٹ رعایا پرور ایسی ہے انوا ہا سنا ہے کہ حضور لفسٹ گورنر مالک مغربی
 و شمالی و او دھ نے اپنے پیچ دی مسلمانوں کو تعلیم مذہبی ضرور کرانی چاہئے الغرض آزادی کی جو
 دھوم دھام مچ رہی ہے اس سے مراد فقہ یہی ہے کہ مذہب کی پابندی انسان کی آزادی کو
 غصب کرتی ہے ہزاروں نظائر اسکے زبانی اور تحریری موجود ہیں تاہیکہ ہم اسلام پر پانی
 جان تبار سید احمد خان صاحب بہادر اپنی تفسیر قرآن میں جا بجا لکھ رہے ہیں کہ میں ایک
 آزاد مومن بن کر مودب نکتہ چینی سے اسکول یعنی کسی معجزہ نبی کو یا کسی واقعہ تاریخی قرآن کو
 روکتا ہوں دوسری مثال ابھی چند روز گزرے مجھے ایک نوخیز طالب علم نے بیان کیا ہے کہ
 ایک مغز مسلمان کسی چوری میں کسی چم کے داخل تھے کہ نماز عصر کا خواہ ظہر کا ٹٹا وقت رہا
 انہوں نے حاکم سے رخصت لی اور نماز کو گئے صاحب ملک طیب صاحب چچ نے اُنکے وجہ انت
 سے رخصت تو عطا کی مگر ساتھ ہی اسکے یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ شخص پاک دلی سے اپنے

ایک بنی نوع کے نسبت حکم دینیکی غرض سے نماز نہ پڑھنا اور اپنی آزادانہ رائے کو ظاہر کرنا تو شاید
اس کا خدا اپنی عبادت سے زیادہ اسکی ہمدردی قومی سے بہت راضی ہوتا یہ تو خیر راوی بھیجی کہ
اسی تعلیم سے جو گرفتہ ہے صاحب ہمار کی یہ رائے پسند کرنے پر آمادہ تھا اور شاید ایسا ہی دراصل ہو گا
میں اس مسئلہ پر اس وقت بحث کروں گا کہ حقوق انسانی کو حقوق الہی پر غور و تأقیدیم ہے یا کہ خاص خاص
منافع پر بلکہ اس وقت مجھے کہنا اس قدر ہے کہ ایسے شہادت ڈالنے کی تقریروں نے عام طبائع پر بڑا بڑا
اثر ڈالا ہے جسکے مثالی ہیں اب ہم یہ خیال رکھو کہ وعدہ باریں درکار ہیں اگر کسی نوخیز سے جسکو کوئی مسئلہ
اصول اور فروع مذہبی کا نہ سکھا یا گیا ہو یوں کہا جائے کہ نماز تو اپنے قدم کی خیر دنیا کی غرض سے
پڑھی جاتی ہے تاکہ ہم دوزخ میں نہ چلیں اور قومی ہمدردی یا انسانی ہمدردی اپنے بنی نوع کی جان
اور مال آبرو بچانے کی واسطے ہے پس آدمی آدمی آدمی ہے جو اپنے بنی نوع پر خدا ہو اور دوسرے کا فائدہ
اپنے نفس کے فائدہ پر مقدم رکھے دیکھئے کیسا اثر اس تقریر کا ہوتا ہے اور فوراً غفل اسکو قبول بھی
کر لیتی ہے اور جب اسکو یہ معلوم ہو کہ ہمار بنی صلح نے حکم خدا نماز میں بھی ہمار قوم اور ہمار نوع کی
بہبودی پر خدا سے دعا کرنی ضروری تھی تو فرمائی ہے اور اپنی عبادت کے ساتھ ہمار قوم کی بڑا بھی
دعا مانگنے سے لازم کی ہے اور کوئی کام ہم سے اپنی عبادت کا ایسا نہیں لینا تھی تو کیا ہے جس میں فقط
ہم اپنے ہی قدم کی خیر نہیں ایسا نماز پڑھنے سے ہمارا دل اور دماغ بہت نہیں تو چند ہی منٹ
نفسانی اور ہوانی بلکہ شیطانی دوسو سوں سے پاک ہو جاتا ہے اور فطرتی محاسن سے ہم متصف
ہو جاتے ہیں محبت انسانی جو ش میں آتی ہے اور پھر جب ہم نے اپنے مسلمان بھائی کی واسطے دعا
خیر مانگی اور جو ش محبت ہمارا دل میں پیدا ہوا اب ایسی حالت میں جو رائے ہم دینگے آزاد اور سراسر
فطرتی انصاف پر ہوگی حسد اور کینہ اس وقت ہمارا دل بھی نہ ہو گا نماز تو درکنار غیر اوقات نماز میں بھی
ہم کو کچھ دعائیں تعلیم ہوئی ہیں کہ جب ہم کسی مقدمہ میں حکم اچھ نہ لے جائیں انکو پڑھکر اپنے انسانی
بھائی سے نفرت نہ کریں جو فطرت سے کرنا لازم ہے اب اگر وہ مسلمان بچ یعنی توری والا ایسے ہو گیا

وقت میں کہ حکم اخیر اسی وقت صادر ہو کر کسی مسلمان بھائی کی گردن ہی ہماری جانی تھی اور
اسکا خیال نکلیا اور نماز کو چلا گیا اور اسی کے لڑکھ چاہنے ایک نبی نوع کا خون ناحق ہو گیا خواہ تاوان
زائد اسپر عاید ہوا تو ایسے وقت ہماری شریعت بھی اُس کے طولانی نماز کو پسند نہ کرے گی بلکہ نماز وقت
کا مسئلہ جاری ہو گا جس کا بیان ہمارے فقہ کی کتابوں میں ہے اور اگر مہلت کافی تھی اور اُس کے نماز سے
کوئی ضرر اہل مقدمہ کا نہیں تھا پھر تو نماز ہی مقدم تھی بلکہ نماز سے دو فائدہ ہوئے ایک تو ہماری
کا جوش بڑھا دوم خیالات نفسانی سے اسکو پاک نصیب ہوئی اور خدا سے دعا کر کے پھر اپنے
منصب کو آزادی اور سچائی کے ساتھ ادا کرنے پر حاضر ہوا بس اسقدر اسکا بیان مناسب ہے
اور تفصیلی بیان پھر کسی جگہ کروں گا جب حقوق الہی اور حقوق انسانی کو لکھوں گا پھر چونکہ آزادی
فقط یہی سمجھایا جاتا ہے کہ مذہب کی پابندی سے آزادی ہماری روکی جاتی ہے اور یہ مخالف
محض ابتدائی تعلیم سے اطفال کے ذہن کو ہو جاتا ہے اسی وجہ سے جہاں کوئی مذہبی بات اگلوستانی
گئی اور انکو فوراً خیال ہو کہ مذہبی جگہ مذہب سے ملو جگہ اچا ہتے ہیں اور ہمارے آزادی کو ضبط کرنا چاہتے
ہیں۔ لہذا ہم کو ضرورت اسکی ہے کہ آزادی اور پابندی کو اچھی طرح سے بیان کریں اور یہ شہید ہو علم
طبائع میں مولا جاتا ہے اسکو محض بے بنیاد ثابت کر دیں آزادی اور پابندی اہل مذہب اور لائے
اسکو ہوتی ہے مگر کسی کی آزادی مناسب ہے اور کسی کی نامناسب ہے جتنک لوکس کا زمانہ ہے لیچ
خواہ دستور تو بالکل پابندی پرورش کرے ہوا ہے اور کوئی کام خود ہو کر نہیں کر سکتا ہے یہ
پابندی تو اسی زمانے کی ہے جس کا حساب ہی کچھ نہیں اب زمانہ بلوغ اور اختیار کا آیا اور تعلیم اور
تہذیب جس قدر زمانہ خود رسالی میں ہو چکے اگر ورثہ اور عربی لوگوں کی رائے میں اور لاوارث ہو تو حکم
وقت اور ہمارے مذہب میں عالم دین کی رائے میں شخص فی اختیاری کے لائق ہے تو انسانی آزادی
یعنی خال مختار اسکو کر دینے اور خال مختار کے معنی میں کہ پابندی غیر سے راکر کے اسکو اسیکے
عقل کا پابند کرینگے اور یہ اختیار اور یہ آزادی جو سراسر پابندی اور قید سے بدرجہ اعلیٰ امتحان

کے جن سے اسکی پابندی عقل اور تجویز غیر کی نہ ہوگی بلکہ اپنی عقل اور تجویز کی پابندی کرے۔ اب مرگ سے چھوٹا تو کچھ میں اٹکا جتنا کہ دوسرے کی نگرانی میں تھا آزاد ہر ایک فکر سے اور بے پروہ ہر ایک امر سے بقول شاعر دیوانہ باش تا غم تو دیگران خودیہ اب اپنے اوپر پوری نادم تو یہ ہے کہ آزاد مطلق العنان ذی اختیار ہوئے مگر آزادی تو جب ہوتی کہ گھر بار لڑکے بڑے وغیرہ سب کچھ نہ ہوتا اور تنہا ایک مینی دو گوش نہ کوئی آگے نہ کوئی پیچھے اور یہ صاحب زادہ تو ماشاء اللہ گھر بار سب کچھ رکھتے ہیں اسے گرفتار پائے بند عیال بہ دیگر آزادی کی بند عیال ہو ہندی حکیم شاعر کیا خوب کہ گیا ہے ستمن سیاہ باوہیں جو سوچو چاؤ ہر اسے بہ پاؤں پڑی پڑت ہیں دھول چھایا ہاں اگر تعلقات قرابت یا برادری اور مراسم دنیوی چھوڑ دیکے کشادی سیاہ بھی نہ کیجئے اسوقت خانہ کواری کے انکار سے اگر آزادی ہوگی تو اختیار یعنی نوکر چاکروں کے نیچے میں گرفتاری ہوگی خلکی پناہ یہ پابندی ایسی سخت ہے کہ بھان اور مال و نو کا خوف ہر دم لگا ہوا ہے اسکے اندر اسے بشرطیدار مغزی وہی واقف ہے جو بے جا نہان ہو ہمارے بنی صلعم نے بھی ارشاد فرمایا ہے فہم انما اصبنا العراب بدترین آفت میری اُمت کے وہ لوگ ہیں جو موبہ زن خواہ زن بے پروا ہلاتے ہیں مختصر دنیا میں رہ کر اور تعلقات دنیوی رکھ کر اور پھر امید آزادی بخر خبط کے اور اسکو کیا کہوں ابھی میں نے دوسرے عالم کا یعنی دار آخرت کا ذکر نہیں کیا ہے جس کی یاد بھولانے کی غرض سے آزادی آزادی کی پکار ہے اب دنیا کے بسر برد میں کسی قسم کے لوگ فرض کرو تجارت پیشہ صنعت پیشہ یا زراعت پیشہ خواہ نوکری بدتر از غلامی کسی پیشہ ور کو آزادی نہیں ہے اب ایک آزادی عقل کی بھی آجکل زبان زد ہو رہی ہے اور آزاد خیال بھی اسی طرح زبان زد ہے عرب میں عقل کا کھو لیتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ جب کسی امر میں تم سے رائے طلب کی جائے اس میں بدو لحاظ و مروت اور حیلہ داری کے آزادانہ رائے دین چاہے وہ رائے چھک اصول خاندانی یا کہ اصول تمدنی یا دیگر امور خانگی کے مخالف بھی ہو یہ آزادی ضرور عمدہ آزادی ہے مگر اس پر عمل درآمد کرنے والی شخص سے مترقبہ ہے جسکو پوری پابندی انصاف اور راست بازی کی ہے یہ آزادی

نہراول انور کی پابندی پر موقوف ہے لفظ میں آزادی ہے اور معنوں میں بالکل پابندی
 اور جگر بندی ہے۔ یہی آزادی خیال آزادی رائے اور آزادی عقل ایسی عمدہ صفت ہے کہ
 آدمی کیسا ہی گمراہ لاندہب بد اطوار ہو مگر جب آزاد خیال ہو کر اور تعصب سے جدا ہو کر رائے زنی
 کریگا ہٹ و محم ہو گا فوراً اسکو ہر مسئلہ میں ٹھیک ٹھیک چو پہلو ہو گا وہی نظر آ جائیگا جی آزادی
 اگر ہم میں پیدا ہو دنیا میں لاکھوں مذہب ہٹ کر ایک مذہب رہ جائے یہی آزادی خدا سب بنی
 آدم کو نصیب کرے جو فطرتی آزادی ہے اسی آزادی کے قائم کرنے کے واسطے ہم کو سچے آزاد
 ریغار مادی کی حاجت ہے جسکے بے لگاؤ اور بے غرض ہونے پر ہم کو پہلے کسی بڑے ثبوت کی
 ضرورت ہوتی ہے جسکو باب ثبوت میں ہم لکھیں گے۔ انشاء اللہ۔ آئیے ہم آپ اسی آزادی اور پابندی
 کے مسئلہ میں اپنی اپنی رائے آزادانہ طور سے ظاہر کریں مسئلہ یہی ہے کہ آزادی اچھی یا پابندی
 جب ہم نہراول مثالیں پابندی اور مجبوری کی دینگے اسوقت تو آپ کو پابندی کا اچھا ہونا کہنا
 پڑیگا۔ پھر جب آزادی کے اشلیم لکھیں گے آزادی سے بہتر کوئی چیز معلوم ہوگی۔ اب ہماری
 عقل آزاد سچے انصاف سے یہ حکم کلی کرتی ہے کہ جو چیز ایسی ہے کہ بعض مقامات پر تو وہی
 چیز اور بعض مقامات پر اس کے ضد اور نقیض اچھی معلوم ہو اب ان دونوں کو تمہو اچھا اور برا
 کہنا درست ہو گا بلکہ قول شاعر نہر جاتی مرکب تو ان تاخلف ہد کہ جا اسپر باید انداختن جب
 یہ تقادہ انصاف کے رو سے ہماری آزاد عقل نے تجویز کر دیا اگر آپ کی عقل بھی اسکو مان لے اب
 ہم چند اقوال آزادی خیال کے پیش کر کے انکی خوبی اور خرابی ظاہر کرتے ہیں۔ آزادی رائے
 سے اصلی عرض یہ ہے کہ دنیا میں اچھی بری کوئی چیز ہی عقل نہیں ہے جس طرح
 جدید تعلیم میں فلسفہ کے آزادی کی پکار ہے قدیم فلاسفہ بھی یوں پکارنے لگے مگر فرق اس بقدر
 ہے کہ قدیم آزاد خیال صاف اپنے مطلب کو ظاہر کرتے تھے اور حال کے آزاد خیال بھی
 ویسے گستاخ بنے پاک اور گستاخ نہ ہاں نہیں ہوئے مگر ہر مطلب پر جو بای کام آہستہ آہستہ
 رفتہ رفتہ یہ بھی کھل جائیگے دیکھو تاریخ فلاسفہ کلیسین اور فلاسفہ قیروائین کو آخر تو دور رس
 حکیم نے تعلیم کو دیا کہ زنا کرنا چوری کرنی اور شرک سب کچھ آدمی کو جائز ہے اور کچھ قیامت نہیں

جب آدمی سمجھ لے کہ یہ سب باتیں جاہل اور عوام کے خیال میں بری ہیں ورنہ دراصل ان میں کوئی برائی نہیں ہے اور یہ بھی اسکا مذہب ہے کہ کوئی شے فی نفسہ اچھی اور بُری نہیں ہے یہ بھی کہتے تھے کہ لذت جسمانی زیادہ قویٰ ہے بہ نسبت لذت روحانی کے کھالوپي لوچیں اور الویس ہی غرض دنیوی زندگی سے ہے نہ اور کوئی عالم ہے اور نہ کسی کو حساب کتاب سمجھانا ہے وپوچھیںس حکیم کی آزادی یہ تھی کہ سخت گرمی کے دنوں میں ریگ گرم پر لوٹنا تھا اور چلنے کے جاڑوں میں جس پتھر پر کھڑی ہوئی ہو اُس پر اپنا بدن چمکانا تھا حکیم اقراطیس کی آزادی گوز لگانے میں یہ تھی کہ ہرگز ہرگز کچھ شرم نہ کرنی چاہئے مٹیپر قلیس بڑا واعظ جسکو مرضِ یخ صادر ہونے کا ہو گیا تھا بچا رہنے شرم سے عزت اختیار کی تھی مگر سے باہر نہ نکلتا تھا حکیم اقراطیس نے ایک روز ترمس (باقلا مصری) خوب پیٹ بھر کے کھایا جب خوب ریاچ پیٹ میں بھر گئی مٹیپر قلیس کے پاس جا کر اُس سے خوش گپی کے ضمن میں نصیحت شروع کی اور کہا کہ سچ صادر ہونے سے شرم کیسی اچھے دکار اور چھینک اور جھانی اور کھانسی بے اختیاری ہے گور بھی ویسا ہی ہے اسی اثنا میں حکیم اقراطیس کے گوز پر ہم خارج ہونے لگا تب مٹیپر قلیس سے کہا دیکھو تم تم برابر ہیں جو امر عام اچھے بُرے سب کو تو مانتے اس سے شرم کیسی اُنیوقت سے مٹیپر قلیس کی شرم جاتی رہی اور اسی حکیم کا پیرو ہو گیا اور مذہبِ کلیسیہ کا پابند ہو کر تمام کتبِ تہذیب واسطہ جو اس نے پڑھی تھیں انکو جلا دیا ہیر و نام حکیم سوسطانی کو ہمار کی بندی سے کود پڑتا اور ہموار زمین پر چلنا آگ میں جا پڑتا اور یا میں لیس جانا سب برابر تھا۔ اگر اس کے شاگرد زیادہ آزاد نہ تھے اور نہ زیادہ از خود رفتہ ہونے تھے ہر وقت ہمراہ رہتے ہیر و حکیم کب کامر گیا ہوتا اب خلاصہ یہ ہوا کہ پوری آزادی تو اُسی کو ہے جو اچھی برائی امتیاز کا منکر ہو۔ یا موجوداتِ عالم کو فقط وہی امور تصور کرے۔ اور جو شخص نیک و بد کو مانتا ہے اور موجوداتِ عالم کو دراصل موجود سمجھتا ہے عقل معمولی یا عقل فلسفی کا قائل ہے دو اور دو کا مجموعہ نہ چار سے کم نہ چار سے زیادہ جاتا ہے اور سوسطانی منکرِ بدہنیت نہیں ہے وہ تو پوری آزادی کے بدلے پوری پابندی اور جبرِ بندی میں ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہم اسوقت پچھل خیال والے اصحاب سے مخاطب ہیں اور ان کو

سوفسطائی منکر یہ بیانات نہیں سمجھتے اور وہ لوگ خود بھی ایسے لوگوں کو ذی عقل نہیں جانتی ہیں بلکہ انکے اقوال کی خرابی پر مثل چارے اقرار کر رہے ہیں ایسے لوگوں سے حکموں ہی کا ہر کرنا چاہئے کہ وہ آزادی جس سے آدمیت سے گزر جائے اسکو تو آپ جاننے چھوئے۔ بلکہ اس مسئلہ میں تین صورتیں براہ عقل برآمد ہوتی ہیں دہا آدمی بالکل آزاد ہو جیسے کہ حکماء سوفسطائی کی مثالیں گزر چکی ہیں (۲) بالکل پابند ہو ایسا تو کوئی آدمی ہو نہیں سکتا کہ جتنے افعال جسمانی اور عقلی ممکن ہیں سب میں پابند کسی دوسرے کا ہو اور اپنے ہاتھ پاؤں عقل اور ارادے سے کچھ نہ کر سکے (۳) بعض چیزوں میں آزاد ہو اور بعض میں پابند اور یہی صورت اوسط اور درمیانی ہے اور اسی پر کارخانہ دنیا کا چل رہا ہے جب ایسی بات ہے اب حکموں اپنی عقل جمہوری خواہ عقل فلسفی سے اس کی شناخت کرنی لازم ہے کہ ہم آزاد کن امور میں ہیں اور پابند مجبور کن امور میں اور یہی غرض تعلیم اور تعلم سے ہے کہ پابندی اور آزادی کے مواقع حکموں کو ہلانے جائیں یہ غرض نہیں ہے کہ ہم ہر امر میں آزاد اور گستاخ ہو جائیں جس سے ہر قسم کی خرابی حکموں کو نصیب ہو انتظام اور پابندی اور بد نظمی اور آزادی میں کیا نسبت ہے اگر انتظام کے یہ معنی ہیں کہ ہر چیز ٹھیک اپنی جگہ پر رہے آگے پیچھے دانے بائیں بننے پائے اور بد نظمی کے یہ معنی ہیں کہ اندھا دھند کاغذ ہو موقع اور محل پر اشیا کا ہونا کچھ ضرور نہیں ہے آگے میں تو کیا اور پیچھے میں تو کیا پھر انتظام کو پابندی اور بد نظمی کو آزادی لازم ہے اور جس جگہ ہم آزادی کے خواہاں ہوں گے بد نظمی ضرور پیدا ہوگی فرض کرو ہماری غذا کے قواعد اطباء نے یہ جوڑے ہیں کہ ثقیل و ہر مضخم غذا اور سبک زود مضخم غذا اگر دو ٹوکو ہم ایک وقت کھانا چاہیں واجب ہے کہ پہلے ہم زود مضخم غذا کھالیں اس کے اوپر دیر مضخم کو تناول کریں میدہ کی روٹی خواہ کوئی چیز جو ثقیل اور دیر مضخم ہے اور سوچی خواہ روز و مضخم ہے مثلاً اگر میدہ کی روٹی چار گھنٹہ میں مضخم ہوتی ہے اور سوچی کی دو گھنٹہ میں اب لازم ہے کہ اس وقت ہم روٹے کی بسکٹ نان پاؤ پہلے کھالیں اور میدہ کی روٹی پیچھے اسلئے کہ دو گھنٹہ میں سوچی کی روٹی مضخم ہو جاتی ہے اور میدہ کی روٹی جو طانی ہے یعنی

اوپر اس کے ٹھہری ہے حرارت معدہ سے خراب نہ ہونے پانگی بلکہ نیم مضم ہو رہی اور اگر پہلے میدہ کی
 روٹی کھائینگے چار گھنٹہ میں روانہ منہ مضم معدہ میں رہ کر خراب اور فاسد ہو جائیگا لہذا ہلکا آزادی کا
 برتاؤ موجب ختمہ اور فساد مضم کا ہوگا اس طرح جب کوئی غذا بدون مضم غذا سے سابق کے کھائینگے
 بد مضمی اور ختمہ پیدا ہوگا۔ یہ قانون فطرت (لا آف نیچر) ایسا ہے کہ علاوہ تجربہ کے عقلی دلیل بھی
 اسکو ثابت کرتی ہے۔ اب آزاد نش چھوٹے تین نرسے جاہل اور گنوار اگر اس قانون پر یہ اعتراض
 کریں کہ صحرائی اور گنوار محتسب مزدور و کمزور دیکھتے ہیں کہ ام گھاس کنکر تیرہ بیڑک جب جی چاہا کھا
 بیٹھے ہیں اور سب مضم لکھ جھسم ہو جاتا ہے اور بڑے محتاط پابند قواعد حفظان صحت تو لہ بھر
 غذائے سبک چا چا رہ پھریٹا میں لئے ہوئے پڑے پھرتے ہیں اور نہیں سکتی ہے پھر پابندی سے
 کیا فائدہ ہو اور آزادی سے کون سا ضرر ہوا۔ یہی اثر جہالت اور نادانی کا ہے اور ایسے ہی خیالات
 کے لوگ آزادی کا نام سنکر پھولے نہیں سماتے اور یہی لوگ زیادہ محتاج تعلیم اور تادیب کے ہیں اب کہو
 کہ قانون فطرت کے ٹوٹنے کی جو مثال گنوار اور مزدور کے کنکر اور تیرہ مضم کرنے سے دی ہے کیسی غلط
 ہے اسلئے کہ مزدور گنوار کی ریاضت اور محنت سے جو حرارت اور گرمی پیدا ہوتی ہے وہ حرارت
 عموماً ہر آدمی کے معدہ میں کہاں پیدا ہو سکتی ہے ایسے محنت اور تعب جہانی کی واسطے وہ قانون
 فطرت نہیں بنایا گیا ہے یا ضعیف المعده آدمی جو صحت بدنی سے خارج ہے اسکے نظیر یہاں دست
 نہوگی۔ اور کونسا قانون ایسا ہے جس میں کچھ افراد مشتتے نہوں۔ بلکہ اگر غور اور تامل سے دیکھا جائے
 تو آزادی کی خرابی اس مثال خاص سے اور بھی پیدا ہوتی ہے۔ اسلئے کہ ہم لوگ اصول تصفیہ سے
 جو قانون عام بناتے ہیں اور پھر دلیل عقلی سے اسکو درست کر لیتے ہیں اور غرض ہماری
 یہی ہوتی ہے کہ ہلکا اس قانون کا لحاظ کر کے عام طور کی آزادی حاصل ہو باوجود ایسی کوشش
 اور سرزنش کے اور باوجود اسقدر پابندی عقل کے پھر بھی ہلکا آزادی نصیب نہیں ہوتی اور
 بعض مقامات میں وہ قانون بھی ہمارا بگاڑ دیتا ہے جو جابکے ہم بالکل آزاد ہوں اور
 اور کسی قانون کے پابندی نہ کریں تب ہمارا کیا حال ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ اگرچہ گنوار اور مزدور ام

گھاس کھا کر ہضم کر لیتے ہیں اور کچھ ضرر بالفعل انکو بظاہر نہیں ہوتا ہے مگر ایسے بہاؤ بہت
 کو مغرور اور فریفتہ اپنی آزادی پر نہ ہونا چاہئے ایک ن وہ بھی اپنے لئے والا ہے کہ پھر کوئی تہذیب و انسانی
 سے جان بڑھی نہ ہوگی ہمارے عیا میں بھی ایک مخدوم گھوڑی ایسا ہی جانور تھا آخر اسکو خدام ہو
 گیا اور ہم نے رفتہ رفتہ گیدہ جمال گوٹہ غیر بدتر ایک روز اسکو کہلائے اور دست آنا کیسا ڈکار بھی
 نہ تھی آخر ہمنو ثابت ہو کہ عمل بالعصر سے اسکو اجابت ہوگی جب کشتہ قلعی اسکو کھلا یا تب جا کر
 تین دست اسکو برابر چپاس دستوں کے آئے اور تمام مادہ خارج ہوا اور تمام بدن شو کھل کر
 مرج کے ہو گیا بہر حال آزادی کا نتیجہ خراب آج اگر نہیں ملتا ہے تو عمل سہی ایسا ہی ہو تو کارخانہ
 عالم کا انتظام کا ہیسیکو درست رہے اسی گنوار اور ضروری مثال میں ہم ایک اور قانون خطرت
 (لا آف نیچر) کو لکھتے ہیں وہ قانون یہ ہے حالت صحت میں پرہیز کرنا ایسا بڑا ہے جیسے بیماری میں
 پرہیز کریں اگر اس گنوار کا معنی ایسا قوی اور صحیح الافعال ہے اسکو ہم اس قاعدہ کے تحت
 ترتیب غذائی تھیل اور خفیف سے آزاد کروینگے اور باند اس دوسرے قانون (نیچر) کا رنگہ کی
 صورت ہے کل آزاد اور یہ وہ لوگوں کی کہ جب پابندی اصول کی نہ رنگہ ایسی ہی آفات اور صدمات
 میں گرفتار ہونگے کا نتیجہ کار اور تاجر اور دستکار اور مزدور کو کری پیشہ سیکے واسطے فطرت نے قدرتی قانون
 بنادیا ہے ایسی پابندی سب پر واجب ہے نہایت قریب ہی کی وہ تعلیم ہے جس میں ہمارے وزیر اعلیٰ کو
 آزادی سنائی جاتی ہے اور انکی گستاخی اور بدتہذیبی بڑھانی جاتی ہے اسلئے کہ انکو اتہائے
 تسلیم میں استدر سچے کہاں ہوتی ہے کہ آزادی کے مواقع کو سمجھیں لہذا اپنی نادانی سے جو مقتضائے
 خورسائی ہے وہ ہر بات میں آزادی کے خواستگار ہو جاتے ہیں اور بڑی خرابی میں خود وہ اطفال
 اور انکے عربی اور بزرگ پڑ جاتے ہیں شائستگی اور تہذیب کا جو شخص طالب ہو اسکو آزادی سے
 کیا سروکار۔ اسی جگہ سے معلوم کرنا چاہئے کہ اگر ہماری تعلیم کا کوشاںستہ اور تہذیب بنانے کے غرض
 سے ہے پھر ہمارا آزادی بنا کر کیونکر صحیح ہو سکتا ہے تہذیب کو آزاد کہنا ایسا ہے جیسے عالم کو جاہل سمجھنا
 کوئی تہذیب آدمی ایسا ہو سکتا ہے جو آوارہ اور سستہ ہمارا ہو۔ ہاں تہذیب اور شائستگی دو قسم
 کی ہے جدید اور قدیم۔ پھر سطح قدیم فلسفہ اخلاقی کو جدید فلسفہ اخلاقی نے مٹا دیا ہے بقول جدید

فلاسفر، اسید طرح قدیم تہذیب اور شائستگی کو بھی تار پکی اور جہالت سمجھتے ہوئے اب مجھے ضرور
 ہے کہ اخلاقی امور کو مجلی طور سے بیان کروں اور شائستگی جدید اور قدیم میں فرق دکھا کر آزادی
 اور شائستگی کو سمجھاؤں۔ اخلاقی امور دو قسم کے ہیں کچھ تو ایسے امور ہیں کہ انکی اچھائی بڑی
 عقلاً ثابت ہے اور کچھ ایسے امور ہیں کہ رواج اور رسم کی نظر سے کسی ہیکر اچھے اور کسی ہیکر بُرے
 خیال کے جانتے ہیں مگر دراصل ان میں کوئی برائی نہیں ہے ہم اسوقت دو تخیل یافتہ لوگ کہے
 سامنے بیٹھا کر دون طرفداری اور بدولت تعصب کے دونوں کے حرکات اور سکنت کی تصویر کھینچتے
 ہیں ایک تو جدید تعلیم اسکول اور کالج سے نکلا ہے۔ امریکا نام زد ہے۔ دوسرا پھر اسٹوڈنٹس
 کسی مدرسہ سے جس کا نام بکر ہے زید تو آزاد ہے اور تہذیب بھی۔ اور بکر آزاد ہے اور نہ اس تہذیب
 سے تہذیب ہے جو کہ تہذیب جدید ہے زید تہذیب اور آزاد کو ٹپلوں اور ترکی ٹوپی دے دئے ہوئے اور
 ولایتی بوٹ پہنے ہوئے کرسی پر بیٹھے ہیں اور میز بھی سامنے لگی ہوئی ہے چڑھنے میں دبا ہوا ہے
 اور اگر پوری آزادی ہے تو کسی قدیم بالکل خراب بھی آنکھوں میں ہے کچھ لکھ رہے ہیں یا کوئی کتاب
 پڑھ رہے ہیں۔ اگر انڈیائی جاتی لیتے ہیں تو منہ پر ہاتھ رکھ کر گاؤ گاؤ پکار رہے ہیں ایک پاؤں کا
 گھٹنا خواہ بوٹ سمیت سارا پاؤں ہلاتے ہیں بلکہ بدن کی بوٹی بوٹی پھوڑا کر رہے ہیں جو پوچھے
 یہ کیا جواب دینگے کہ صاحب ہاتھ پاؤں ہلانے چلانے کی غرض سے ہکو فطرت نے دے دی ہے کہ نہیں
 چڑھ منہ میں اگرچہ ہے مگر جب جی چاہا سیٹی میں ارگن باجا بھی بجانے لگے زیادہ مزہ میں آگئے تو
 منہ سے بھی کوئی دو چار بول کسی گت کی پہاڑی جھنجھوٹھی میں گانے لگے خواہش تو یہی ہے
 کہ خاص یورپ کا لہجہ اور وہی سر اور وہی آواز چڑھاؤ ادا ہونے مگر خرابی قسمت کو کیا کریں خیر تو انڈیا
 ہندوستان اکا ہے وہ لوج اور ٹریلی آواز اور وہ کہنک اور وہ لکک اور وہ گھٹکا پور میں کی آواز
 سا کہاں سے لائیں وہ آدم اور وہ دیریں دیر خرابات مرادہ سرانید میں حضرت آدم کیوں اترے کاش
 جزیرہ فلاں میں اترے ہوئے تو جیو یہ بھی ویسے ہی نہ ہوئے ابھی جنٹل میں صاحب ارگن کی بول
 گارہے تھے کہ یکایک لکی سے چھوٹا قد میں ولایتی گتہ دو گو میں سوراٹھا یا اسکو شراب زیادہ پیادی
 تھے چونکہ اب اسکو پیار کریں کہ ارگن بلسجے کی نقل کریں مجھے اسوقت ایک شہم دید حکایت قدیم نقل فرم

کی بھی یاد آگئی جو دستا فضیلت باندہ کر پورے عالم ہو چکے تھے اور جنکو میں کفر خض کر چکا ہوں میرے
 ایک بزرگ سے ملنے آئے تھے وہ بزرگ اسوقت کچھ لکھ رہے تھے قلمدان سامنے کھلا ہوا رکھا تھا
 مولوی صاحب یعنی وہی دستار بند کبھی قطارن کبھی مقراض کبھی چاکو کبھی گیر جس کے کاغذ اٹانے
 سے روکا جاتا ہے اسکو اٹھانے لگے جب میرے بزرگ مرحوم سے ضبط نہ ہو سکا ایک مٹی کا کھلو ناکاؤ
 تکبیر کے پیچھے سے اٹھا کر مولوی صاحب کو دیا اور فرمایا کہ آپ اس سے کھیلیں اور دل بھلا میں اب
 مولوی صاحب چپ سن کاٹو تو لہو نہیں کہیں تو کیا کہیں سر اسر گستاخی اور بے ادبی کے مرتکب ہو
 چکے تھے میرے بزرگ مرحوم نے فرمایا یہ از خدا خواہم تو فقیہ ادب بے ادب محروم ماند از لطف رب
 ہم لوگوں کی تہذیب اور شائستگی اگرچہ اب ہم میں نہیں رہی مگر مانے مانے سے ای مصحفی میں نہیں
 کیا اگلی صحبتوں کو بد بن بن کے لاکھ نقشے ایسے بڑے تھے میں بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے کی
 لیاقت اسکا طرز تعلیم ہی جدا تھا شیخ نسخ مرحوم لکھنؤ میں ایسے ادب آموز مشہور تھے کہ اُمر اور
 روسا کے نوجوان اطفال انکی صحبت میں جا کر علم مجلس اور ادب آداب سکھائے جاتے تھے یہ کھٹنے
 کا ہانا اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ عقلاً اس میں کونسی خرابی ہے تو کیا جواب دلیسکتا ہوں مگر اوپر میں
 لکھ چکا کہ بعض قسم کے حرکات اور افعال محض بنظر رسم و رواج کے بڑے ٹہرائے گئے ہیں جس طرح
 کسی جلسہ میں دو نو پاچہ چڑھا کر دو نو پاؤں کھول کر بیٹھنا یا کہ دو نو پاؤں پھیل کر مجمع میں بیٹھنا۔
 اسید طرح سینکڑوں افعال اور اقوال مثلاً بلا ضرورت چلا کر مجمع میں بزرگوں کے بولنا۔ یہ بھی ہمارے
 قدیم اخلاق اور آداب کے رُوسے گستاخی ہے اور اسی نظر سے ہمارے قرآن میں آیا ہے لا تَقْعُوا
 اَصْوَاقَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ اِنِّیْ اَواز کو نبی کی آواز سے زیادہ بلند نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوتا
 ہے کہ یہ فعل فطرت کی راہ سے بھی گستاخی میں داخل ہے چنانچہ ہم اسکو لکھینگے امید اور ہم
 ایسی چیز ہے کہ انتظام دنیوی اسی پر موقوف ہے کوئی کام ذی عقل آدمی نہیں کرتا ہے جس میں
 کسی قسم کی امید یا کسی قسم کا خوف نہ ہو پھر جب ہم کو یہ عقیدہ ہوا کہ ہماری خلقت محض بیکار
 ہے ہمارے دنیا میں آنے سے کوئی اور مطلب نہیں ہے سوا اسکے کہ لذات فانی میں تازندگی عیش
 و آرام سے بسر کریں نہ کوئی خالق ہے جسکے احسان کو یاد کر کے اسکی شکر گذاری کریں نہ مرنے کے

بعد ہکو کسی جبار قہار کا سامنا کرنا ہے جو ہم سے ہماری بدکرداری اور بد اطواری کا انتقام لے گا
 یا ہماری خوش کرداری اور نیک اطواری کی ہکو جزائے نیک دیگا ایسی حالت میں ہماری
 گستاہی اور مطلق العنانی کو پوچھنا جو کچھ کریں وہ تھوڑا ہے جس طرح کہ خدا پرستی ہکو ہر
 ایک امر میں اور ہر ایک فعل نیک اور بد میں پابند رضا جوئی خدا ہے پاک کا ضرور کرتی ہے اس طرح
 لذت پرستی آزادی ہکو تمامی افعال اور اقوال لذت دہندہ میں ہر دم گرفتار رہنے سے ہوا امر
 زیادہ ملوث ہے اسی کے حاصل کر نیکی فکر اور اسی کے کھانے پینے کا خیال دلاتی ہے جابر طور
 پایا جابر طور سے کوئی طریقہ لایسوں کے عقیدہ میں ہو نہیں سکتا اسی نہیں اگر آپ کہیں کہ ہماری مثل
 ہکو امور مجھ کے ارتکاب سے روکیگی اور تکمیل علوم عقیدے سے تمدنی اخلاقی اصول ہکو نیک اور
 بد کے امتیاز کرنے میں کافی ہیں۔ یہ تو عین پابندی کا اقرار ہے آزادی اب کہاں ہی اب
 ہکو نیہ ثابت کرنا پڑیگا کہ تمدنی امور میں عیوب اور محاسن کی شناخت ہم کو لسنی عقل سے کریں
 فلاسفہ کے اقوال تو ہمیشہ اچھے اور بُرے امور کی شناخت میں مختلف چلے آتے ہیں شراب
 خواری کو لیجئے جو مبدا فسادات ہے ہمیشہ ایک کروہ اسکی خوبیاں اسقدر بیان کر رہے کہ
 اُس سے بڑھ کر کوئی شے اچھی دنیا میں نہیں ہے۔ دوسرا گروہ اسکی مذمت کر رہے زنا کاری
 کو لیجئے جس سے سلسلہ نسب منقطع ہوتا ہے۔ اندلوں آزادی خیال سے وہ شیوع اسکا ہوا
 رہا ہے کہ پورپ کی تہذیب و جرائم گھروں کی بنیاد بازی کو لیجئے اور لاٹری کا صیغہ یاد کیجئے
 اگر سلطنت شخصی میں حکم بادشاہ واحد یہ افعال قبضہ جاری ہوتے تو ہم کہہ سکتے کہ ایک شخص
 یعنی بادشاہ کی عقل فسادات کی ہے نوعی سلطنت امیر کہ وغیرہ جسکی کارروائی پارلیمنٹ
 اور کونسل پر ہے جس میں ٹرسٹ ہے حکما اور فلاسفہ میں اور جکا انتخاب کیسی کیسی احتیاط
 عقلی سے کیا جاتا ہے انکی تجویز سے مسکرات کے کارخانہ سرکاری تجارت کیواسطے جاری ہیں
 اور جرائم گہر سرکاری خانہ زاد روس بڑھانکی غرض سے اور لاٹری سرکاری محصول کے زیادتی کی
 نظر سے مرعوب ہے اسی بیان سے ہمارے یہ شبہ بھی اٹکا ہر طرف ہوتا ہے جو بعض دہریہ اور گمراہ
 کہتے ہیں کہ انین سلطنت کا فوٹ ہکو ارتکاب جرائم یعنی افعال قبیحہ سے روکنے کو کافی ہے

شرعیت کی پابندی کیا ضرور ہے اسکا جواب یہ ہے کہ جب رعایا اور بادشاہ دونوں پابند کسی شریعت کے نہیں ہیں اب اگر سلطنت شخصی ہے تو بادشاہ رعایا پر غالب ہے پھر ہلکو کیونکر اطمینان ہو کہ بادشاہ آزاد منش خلاف عقل کارروائی نہ کرے چنانچہ یہی دلیل سلطنت شخصی کے خراب ہونے کی بیان کیجاتی ہے۔ اور اگر سلطنت جمہوری ہے اور تمام ممبران کو نسل آزادش میں اور ہر آدمی کسی احکم الحاکمین کا انکو نہیں ہے وہ کو نسل بھی غلط کاری میں مبتلا نہ شخص واحد کے ہوگی اگر آپ یہ کہیں کہ ہر آدمی کا اتفاق رائے ضرور اچھی چیز کی اچھائی اور بُرے فعل کی بُرائی ظاہر کر دے پس قانون سلطنت جو کو نسل اور پارلیمنٹ نے بنایا ہے ضرور محل اطمینان زیادہ ہے نسبت شخصی تجویز کے اسکا جواب تفصیلی تو میں باب ثبات نبوت میں دوں گا مگر یہاں اسقدر کہتا ہوں کہ اگر محض اجتماع سے ہر جگہ پر مجمع کا حکم افراد کے حکم سے بدل جائے تو مجموعہ ممکنات کا واجب الوجود بھی ہو سکتا ہے اور پھر کسی نبی اور مادی برحق کے آئینکی ضرورت نہ رہی اور نہ کسی خدا کی ضرورت ہے بلکہ ہر آدمی خطا کار کا مجمع بھی ضروری خطا کار ہوتا ہے اور ہر آدمی غیر مہذب کا مجمع بھی غیر مہذب ہے اور ہر آدمی زنا کار کا مجمع بھی زنا کار ہے اور ہر آدمی شرابی کا مجمع بھی شرابی اور ہر آدمی روپیہ کے ڈھیر سے روپیہ کا ڈھیر اور ہر آدمی اشرافی سے اشرافی اور ہر آدمی آزاد خیال کا مجمع بھی آزاد خیال ہے اب جو ایک آزاد خیال کو یا زنا کار کو یا شرابی کو سوچھے گی وہی ہر آدمی کو سوچھیں گی اس فرض پر ایک اور ہر آدمی لاکھ سب پر اب نہیں ہے مرض یکے و طبیعت یکے مریض یکے مریض عشق اگر صمد بود علاج یکے بے المختصر آزادی خیال کی خرابیاں جنکے اظہار میں یہ ساری کتاب لکھی جاتی ہے اور ہر باب میں اسکے نظائر اکو دکھلاتے جاتے ہیں منجملہ اسکے یہ بھی ایک لغو اور باطل خیال ہے کہ ہر مجمع کا حکم اسکے افراد سے مخالف ہوتا ہے۔ اس مقام پر بطور اجمال آزادی کے قبائح مندرجہ ذیل کو بیان کرتا ہوں جب کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ نہ ہمارا کوئی خالق ہے نہ محسن حقیقی بلکہ ہمارا وجود آپ ہی آپ ہو گیا ہے اور جو کچھ زمانہ حیات میں ہمارے سچ اور راحت پہنچتی ہے وہ بھی خود بخود پہنچتی ہے نہ کوئی مودی اور دشمن نہ کوئی ہمارا محسن اور آرام سال اپنے الملوہ سے ہلکا وینا یا راحت پہنچاتا ہے بلکہ زمانہ کے رفتار کو یہ سب امور لازم ہیں۔ اس عقیدہ

سے محسن حقیقی کا انکار بھی ہو گیا اور محسن مجازی جو دنیا میں ہم پر احسان کر رہے ہیں بلکہ ایاں باپ
 جنکی وجہ سے بظاہر ہماری ولادت ہوئی ہے اور آقا اور بادشاہ اور جملہ اقسام کے محسن سب کے احسان
 کا انکار ہو کر ضرور ہو گا اور اسکا نتیجہ جیسا خراب ہے اسکے بیان کرنیکی حاجت نہیں ہے یہ تو انکار مبدا
 اور خالق سے خرابی پیدا ہونی اسکا مرعاد ہے ہم غداں جو ہر طرف ہو گا اسکی خرابی جسے جہنم اور
 فساد عالم میں پھیل گیا وہ بھی ظاہر ہے اور سلطنت کا رعب و داب روکنے والا اس فساد کا آزادی
 خیال کے فرض پر کسبیط درست نہیں ہوتا ہے نوعی سلطنت ہو یا شخصی ایضاً ہم زمانہ حال کی
 ترقی علوم فلسفہ کو پیچھے خود دیکھ رہے ہیں کہ جہنم آزادی خیال کی بڑھتی جاتی ہے فسق اور فجور کا
 پیمانہ لبریز ہو رہا ہے اور تاریخ ہمارے ہر گزشتہ زمانہ میں بھی جیسا فلسفہ کا زور شور تھا یہی
 صورت زیادتی فسق اور فجور کی پیدا ہونی تھی آئندہ کے ابواب میں ثابت کیا جائے گا کہ بڑے بڑے
 فلاسفہ پورے بدکار اور زانی محسن کشن رشوت خوار ہو چکے ہیں اور سوائے فلسفہ توحید کے ہرگز کوئی
 فلسفہ بدکاری سے نجات دہندہ نہیں ہے پس یہ دعویٰ دہریہ اور نیچرل صاحبوں کا محض غلط
 اور بے بنیاد ہے کہ علوم عقلیہ ہمارے ان کتاب قبل از حج سے روکنے کو کافی ہیں اسلئے کہ نہ کبھی کافی ہوئے
 اور نہ اب ہیں اور نہ آئندہ ہونگے ہاں وہی فلسفہ جس سے مبدا اور مرعاد کا اقرار کرنا لازم آتا ہے اور
 جسکو باوہان برحق انبیاء کرام خدا کی طرف سے لائے ہیں وہ تو ضرور اس کام کو انجام دیتا ہے جسکے
 انکار پر دہریت اور نیچریت کا زور شور کیا جاتا ہے۔ اسلئے کہ انبیا اور ہم کی تعلیم اسی فلسفہ میں ہے
 کوئی شخص اسوقت ایسا ہے جو ہمارے سامنے سن سکے کہ ہو کر پورا جواب دے کہ تعلیم کس سوال کا مسئلہ
 جو براہ فلسفہ الہی ایک جامعین تک محدود رکھا گیا ہے اور زمانہ حال کے فلاسفہ نے مردوں کے
 برابر بلکہ مردوں سے زیادہ تعلیم عورتوں کی ضروری ثابت کی ہے اور اسی تعلیم مفرد کا نتیجہ آج
 یہ ہو رہا ہے کہ امریکہ کی عورت کا جھنڈا کا جھنڈا اپنے جفت کی تلاش میں فرانس اور جرمن اور لندن
 کو نکلا تھا جیسا کہ اخبارات اسکو لکھ چکے ہیں اور آزا خیال اسی پر فخر کرتی ہیں کہ وہ کیا اچھا طریقہ
 ان عورتوں نے اختیار کیا ہے۔ اب جس مرد کے گھر میں ایسی تعلیم یافتہ عورت ہے اسکی حکومت

زوجہ پر اور اسکے خانگی امور کا نظم اور نسق جیسا ہے اسکو تو اسی سے پوچھئے جن عورات
 ہندوستانی نے سیر اور بلکہ خود سر مو کر قانون و کالت کا پاس کیا ہو اور پریسٹریٹ لاہو گئے ہوں
 (خدا نکرے) اُنکے شوہر صاحب بھی اگر پریسٹریٹ میں تو شاید لغت بھیجے امور خانگی میں عہدہ برائی ہو جاتی
 ہوگی خواہ تقریر میں دو نو برابر برابر رہ کر کسی تیسرے کو حج قرار دے کر فیصلہ کر لیتے ہوں ورنہ کیا خیال
 ہے کہ شوہر کی کوئی بات چلنے دیتی ہوں تعلیم نسوان کا مسئلہ ہم ایک خاص بات میں لکھنے انشاء اللہ
 پہلے آزادی نسوان کو لکھ لیں جسکی غرض سے آزادی کی تعلیم ہوتی ہے۔ باب دوسرا عورتوں
 کی آزادی اور پابندی اور انکو پردہ کا پابند کرنا جیسا شریعت محمدی میں ہے کیا سراسر ظلم
 ہے اوپر کے ابواب میں ہم نے جسقدر پابندی اور آزادی کا ذکر کیا ہے اسکو عورت اور مرد سے
 تخصیص نہیں ہے اب مذاق پر پھیل آزاد خیالوں کے ذرا عورتوں کی آزادی پر بھی ہمو مختصر
 کلام کرنا مناسب ہے منجملہ نتائج خراب کے جو آزادی کی تعلیم سے پیدا ہوتے ہیں یہ بھی ایک بُرا خیال
 ہے کہ عورتیں بھی آزاد ہیں اور جب آزاد ہیں تو پردہ کا پابند انکو کرنا یہ بھی آزادی کے خلاف ہے بلکہ
 جس طرح مرد بے پردہ پھرتے ہیں انکو بھی پھر ناروا ہے عورتوں کو پردہ کی پابند کرنے سے جسقدر ضرر
 عقلی یہ لوگ بیان کرتے ہیں اب ہم انکو لکھیں یہاں تو یہی امر ہے کہ مرد اور عورت یہ دونو افراد انسانی
 میں ہیں اور انسانی آزادی میں دونوں برابر ہیں پھر کیا وجہ اسکی کہ خلاف انصاف مرد کو آزاد پردہ کر کیا جائے
 اور عورت کو حکمرانی میں قید کیا جائے دوم حفظانِ صحت کی قواعد پر نظر کر لی جو بھی معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ
 عورت ضعیف القویٰ اور نازک مزاج پیدا ہوتی ہے اور ہوا خوری کی صورت جسقدر ضعیف اور نازک مزاج
 آدمی کو ہے اسقدر قویٰ اور درشت خلقت کو نہیں اور پردہ میں رہنے سے ضرور وہ آفات جو عہدِ تمہیل آتے
 ہوا سے پیدا ہوتے ہیں انہیں عورات کا گرفتار ہونا بہ نسبت مردوں کو زیادہ متحمل ہو کیسی الٹی راہی اور الٹی راہ
 ہے کہ جو لوگ زیادہ سیر سپاہ اور ہوا خوری کی نظر ضعف قوت اور ضعف مزاج کے محتاج
 ہوں انہیں کو زیادہ ممانعت کی جائے اور گھر میں بند کر کے ان کی صحت بدنی خراب کی جائے
 تیسرے تدبیر خانگی اور انتظام خانہ داری جو محتاج تجربہ ہے کثیرہ کی ہے اور گھر کی میٹھنے والی

اور وہ بھی پردہ میں اسکو وہ ضروری امور جنکی معرفت بدول سیر اور سیاحت کے محال ہے کیونکہ
 معلوم ہو سکتے ہیں اور اسیدوجہ سے ہزاروں قسم کے تاوان اور نقصان مرد کو عورت کی ناجائز کاری
 سے عائد ہوتے ہیں دور کیوں جائے بازار کی خرید و فروخت ان چیزوں کی جو خاص عورات سے
 متعلق ہے انہیں ایسی خیانت اور غبن کا سامنا پردہ نشین عورات کو لو کر چاکر لونڈی اسیل
 دیتی ہیں جو مردوں کو اسی خراب عادت پردہ نشینی عورات کی وجہ سے اٹھانی پڑتی ہیں اور ساری
 کمائی اسی میں برباد ہوتی ہے یہ ایسی بات نہیں ہے جسکے نظائر پیش کر نیکی ہموک حاجت ہو پر ظاہر
 ہے کہ جس قوم کی عورات بازار میں خرید و فروخت اپنے سامنے کرتی کرانی ہیں تجربہ بھی انکا بڑھتا ہے
 اور اس تاوان روزانہ سے محفوظ رہ کر اپنے مردوں کیلئے پوری کفایت شکاری کرتی ہیں جو کبھی
 عفت اور پاکدامنی اور امور قبیحہ سے محفوظ رہنا اگر پردہ کرانے سے مطلوب ہے فطرت انسانی اسی
 پر مبنی ہے کہ جس چیز سے آدمی کو منع کر دے اُسکی حرص زیادہ بڑھیکے عرب کی مثل مشہور ہے اگلا شہا
 حرائض علی صانع جسقدر روک لوک کر دے اُسقدر اُنکی حرص بڑھیکے اب ثابت ہوا کہ پردہ
 میں بٹھانا عورات کو گویا انکو پاکدامنی اور عفت کے ٹوڑنے پر زیادہ معین ہے بلکہ یہ ضرر انکو تعلیم
 اخلاق حسنہ سے البتہ مرفع ہو سکتا ہے اور محض قید کر کے پردہ میں بٹھانے سے ہرگز دفع ہوگا۔
 بد اخلاق عورت اگر لاکھ پردہ اور حجاب میں ہوگی پاکدامن نہیں رہ سکتی اور تہذیب تعلیم یافتہ اسکول
 اور کالج کے جو ادارگی کے عیوب کو اچھی طرح سے جانتے ہو وہی تہذیب اسکو بازار عام میں بھی
 محافظ عصمت اور عفت ہوگی۔ اب ثابت ہو گیا کہ جو چیز عفت اور پاکدامنی پیدا کرتے ہے یعنی عفت
 درجہ کی تعلیم نسوان اسکو شریعت محمدی روکتی ہے اور پردہ کرنا جس سے ضرر عفت کا ہم ثابت کر چکے اُس
 کی تائید کرتی ہے پھر کونسی عقل ایسی شریعت کی خوبی کا انکار کرے گی یا چوں یہ ہے کہ نہ کسی شریعت
 نہ کسی طریقہ عقلی میں یہ بات جائز سمجھی جاتی ہے نہ کہ نہ اسے قید کسی آدمی کو قبل از کتاب
 جرم کے دیکھائے اور اس پر حکم اور کونسا ظلم ہو سکتا ہے کیسیاری ناکردہ گناہ عورتیں بے زبان فقط
 اس بدگمانی پر کہ بے پردہ ہو کر خلافت عصمت کی نگاہوں میں دائم النجس کی ہیں آخر کونسا گناہ ان سے

سزود ہوا ہے جسکی سزا میں جس دم کی مستحق ہوتی ہیں۔ اور اگر ہم یہ بدگمانی صحیح بھی فرض کریں
تو عورات سے زیادہ مرد اور کاب فجور اور فسق صریح کرتے رہتے ہیں پھر انکی واسطے اس سزا بدگمانی
پر بنا کر کے عورتوں سے زیادہ پردہ کا انکو مقید کیوں نہیں کرتے اگر عورت سال بھر کی میعاد کے قابل ہے
تو مرد کو دس برس کے میعاد کی قید کرنی لازم ہے ورنہ سراسر ظلم اور بے انصافی ہے کہ بڑا مجرم تو
آزاد اور رہا ہے اور چھوٹا مجرم وہی اور فرضی دائم الحبس کیا جائے مرد کی بدکاری زیادہ ہم
نے اسوجہ سے لکھی ہے کہ بعض ایسی عورات سے بھی قریب فعل دیکھا ہو سکتا ہے جو برائی جو روہ
اور اسکی آبرو اور حرمت بگاڑ سکتا ہے اور عورت اگر کسی مرد صاحب زوجہ سے قریب ہوگی ایسی
بڑائی انہیں نہیں ہے خصوصاً اگر یہ عورت بے شوہر کی ہو۔ شبہہ مانوئے ایک پچرل خیالات
کی کتاب سے جو مصنف رسالہ حمیدہ کو ملی تھی اور اسکا جواب انہوں نے اجمالی طور سے اپنے
رسالہ حمیدہ میں دیا ہے جسکو ہم بھی لکھنے کے انشاء اللہ جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض دوہوں کی طرف
منجر ہوتا ہے ایک تو عورات کو پردہ اور حجاب سے مقید کرنا اور انکی بی حیائی کی آزادی کو روکنا دوم
خانہ نشینی اور گھر میں بیٹھنا انکو پابند کرنا اور دونوں باتیں جدا جدا ہیں اسلئے کہ پردہ اجنبی مرد کو
اگر عورت سرباز لباس وغیرہ پہن کر نکلتی بھی ہو سکتا ہے اور بے پردگی بے حیائی نظر میں رہ کر
بھی ممکن ہے لہذا ہم پر واجب ہے کہ دونوں کے فوائد عقلی جدا جدا بیان کریں یہاں غلطی اس
مستغرض کے بیان میں ہے کہ نامحرم سے عورت کو پردہ کرنا اور فقط عورات کی آزادی کا روکنا
کہتا ہے حالانکہ عقلی طور سے مرد اور عورت دونوں کو نامحرم کا دیکھنا جائز نہیں ہے جسقدر مرد نامحرم
کا عورت کو دیکھنا فعل بد ہے اسی طرح عورت کو بھی مرد نامحرم پر نظر ڈالنی ممنوع ہے اور یہی حکم
ہماری شریعت کا بھی ہے اب میں میں تو عورت اور مرد دونوں کی آزادی عقل صحیح روکنی ہے اور
کچھ خلاف انصاف نہیں اور نہ کچھ ظلم ہے جب کہ مرد اور عورت دونوں کا ایک حکم ہوا۔ مان بادی
کیا ہے کہ عورت کو تمام بدن اپنا چھپانا مردوں سے ضرور ہے اور مردوں کو بجز شرم گاہ کے تمام بدن
کا روق چھپانا ضرور نہیں ہے فرض کرو اگر کوئی مرد تنگ دھڑنگ آکا چھپا چھپا کر مجمع میں جا

اگرچہ خلاف وضع ہے مگر اس قدر بُرا نہ ہوگا جیسے اگر کوئی عورت اگا چھپا چھپا کر بہنہ مجمع میں جائے
اسلئے کہ عورت کے اکثر اعضا فطرت نے ایسے بنائے ہیں کہ اُنکے دیکھنے سے مرد کو رغبت اور اجازت
لذت پیدا ہوتی ہے اس واسطے عورت کا تمام بدن ہماری شریعت نے بھی واجب السنہ مقرر فرمایا اور
مرد میں چونکہ یہ بات نہیں ہے لہذا اُس کا تمام بدن واجب السنہ نہ فرمایا اگرچہ راجح ہی ہے کہ وہ بھی تمام
بدن کو چھپائے رہے۔ اب اتنا تو معلوم ہوا کہ اس حکم میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں اگر ظلم ہے تو دونوں
پر اور عدل ہے وہ بھی دونوں کے حق میں۔ اب نامحرم کو دیکھنا اور اُنکھیں اڑانی براہ عقل کیوں بُرا
ہے اسکو تو شاید کوئی ایسا ہی متکبر دیکھے اور متکبر امر صریح کا ہوگا جو نہ مانے نہ ملے کیوں نہیں ہر زمانہ میں بنظر
عقل معمولی جاہل اور عالم اسکا متعجب ہے کہ جو فسق و فجور پیدا ہوتا ہے اسی نظری کی بدولت ہوتا
ہے اول درجہ میں نظر ہے اور دوسرے درجہ میں آواز ہے چنانچہ شاعر کہتا ہے سہ تہنما بخشق از
خیزد لبسا کین دولت از گفتار خیزد اب معلوم ہو کہ پردہ کرنا عورت کا اُسکی عرض ہی ہے کہ نام
کو نہ وہ دیکھے اور نیز نامحرم اسکو بھی نہ دیکھے اور اس حکم میں عورت اور مرد دونوں برابر حکم عقل اور شرع
میں جو عین عقل ہے۔ پھر چونکہ پردہ اور آڑا اور حجاب کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ وہ شخص ایسی جگہ نہ ہو
جہاں سے نامحرم کا سامنا ہوتا ہے یعنی گھر سے باہر نہ نکلے اور پوشیدہ رہے اس عرض سے تو
اور عورت دونوں کو پردہ کرنا ضرور ہے۔ مگر مرد کو کسب معیشت اور پرورش اہل و عیال کی وجہ سے اگر پابند
عزت اور خاندان نشینی کا کیا جائے تو کس قدر حرج شدید لازم آئی گا اور یہ یا پرورش کون اٹھائے۔
لہذا اسکو آزادی بنظر ضرورت کے دینی کہ فکر معاش میں دوڑ دھوپ کرے اور نظر بد ڈالنے سے
وہیسا ہی بچے جیسے عورت کو بچہ خانہ نشینی میں لازم ہے۔ ہاں وہ عورت جو کوئی مرد وارت اور قوام
یعنی سرپرست نہیں رکھتی ہیں اور اپنی معاش آپ ہی بچاری پیدا کرتی ہیں اور بدولت باہر نکلتے
گذر اوقات اُنکی نہیں ہو سکتی ہے اور کوئی مرد براہ قومی ہمدردی یا انسانی ہمدردی اُنکا کام
دیانت اور امانت سے نہیں کر سکتا اسوقت اُنکو بھی عقل اور شریعت دونوں مجاز کرتی ہیں
کہ مثل مردوں کے باہر نکلیں اور پردہ ضروری بھی نہ نظر ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ جس ضرورت
سے مردوں کو آزادی آمد رفت میں ہے اگر عورت وہی ضرورت ہو اُنکو بھی ہے اب بھی دونوں

برابر آزادی ہیں۔ اب اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ خبر گیری نان و نفقہ کی مردوں سے کیوں مخصوص ہوئی کیا عورت اسکو نہیں کر سکتی میں کیا مردوں کے چار ہاتھ اور چار پاؤں ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ اور اسکی بحث دوسرے مقام پر کرنی چاہئے غلط سمجھت نہ کرو اور اسجگہ مختصر طور سے بتیادہ سمجھو کہ چار ہاتھ نہ مرد کے ہیں نہ عورت کے مگر حاملہ ہونا اور نکاح جننا اور دو دو چلانا اولاد کا پالنا خانگی انتظام کرنا یہ بھی سب عورت کرے اور کسب معیشت بھی وہی کرے ایسا سچل عورت کو ہو سکتا ہے بہر حال اسکو مان لینا چاہئے کہ اکتساب معیشت خاص مرد کا کام ہے اور بھر چو کہ یہ کام باہر نکلنے سے تو باہر ہے اور غار داری گھر کے رہنے سے درست ہوتی ہے لہذا عورت کو گھریں رہنا ضرور ہے پس وہ پابند خانہ نشینی کے ہوئے ہر کسے راہر کار سے ساختہ عین حکمت اور ہر اسر عدل اور انصاف کو ظالم صریح اور حق تلفی قرار دینا یہ آپ ہی کے عقل کی کمی ہے۔ آپ ہم نے نا انصافی کا شبہ جو اول شبہات ہے اسکو تو باطل کر دیا کہ پردہ کرنا مرد اور عورت دو کو برابر ہے یعنی نا محرم کو نہ دیکھنا اور دیکھنا جواب شبہ دوم حفظان صحت کے قاعدہ سے عورت کو ہوا خوری کا زیادہ محتاج ہونا اس میں سچرل صاحب کو پوری غلطی ہے عام لوگوں کو جو قواعد حفظ صحت اور اعراض صحت اور اقسام اور ملت صحت سے آگاہ نہیں ہیں انکو دھوکھا دینا کچھ دشوار نہیں ہے اور ہر کو جملہ اقسام اور اعراض اور مدارج صحت کا لکھنا طویل بیان کا محتاج کرے گا۔ دیکھو طب کی کتابوں کو اور مخصوص طریقہ اور قواعد حفظان صحت کو کہ ہر ملک اور ہر شہر اور ہر فرج اور طبیعت کی واسطے جداگانہ قاعدہ مقرر ہے اور ریاضت بھی ہر ایک کی جداگانہ ہے۔ پھر چونکہ مردوں کو کسب معیشت کرنے سے محنت ہائے شاقہ کا بار اٹھانا پڑتا ہے اور اسوجہ سے اختلاف اوقات غذا بلکہ سنہ ضروریہ میں فرق پڑنے کے اسباب انکو زیادہ لاحق ہوتے ہیں کسل اور تعب اور نکان انکو زیادہ رہتا ہے محنت ہائے شاقہ ان پر زیادہ رہتے ہیں لہذا اکثر منغص اور گھبرائی ہوئی ہوتی ہیں اور اسی لئے صبح اور شام نشہ طر فرت انکو ضرور ہے کہ دل بہلانکی غرض سے ہوا خوری تفریح کریں عورتوں کو نہ اسقدر محنت کرنی پڑتی ہے نہ انکے اوقات میں اسقدر خرابی ہوتی ہے نہ انکو کاروبار خانگی سے جسکی انجام دی کیواسطے فطرت نے انکی خلقت کی ہے خاص کر صبح و شام کیوقت فرصت ہوتی ہے نہ بظرف ضعف قوائے طبعی کے

ایسی قوی تدبیر غذائی کی محتاج ہیں جسکی اصلاح انکو موافق ہوا خوری پر مضطر کرے اور نہ بنظر اسباب
 غیر طبعی کے انکو ایسے امور کا کرنا ضرور ہے کہ صبح و شام ٹھٹھ پر خواہ فقط ولایتی کاٹھی لگے ہوئے
 کھوڑے پر بیٹھا کرے۔ نہ انکو سوائے اپنے عزیز اور رشتہ داروں کے اور اغیار سے معاملات میں
 رنج و ملال پہنچنا ہے مثل مردوں کے جسکی وجہ سے تفریح طبع کی محتاج ہوں یہ تو عام اوقات
 زندگی کا حال ہے جسکی پیرل صاحب نے التابیان کیا ہے پھر اگر احیاناً عورتوں میں کسی سبب
 خاص سے علاوہ ان اسباب معمولی کے خرابی مزاج پیدا ہو اور کوئی تدبیر منجملہ صد بات تدبیر حفظ صحت
 کے بجز ہوا خوری کے کارگر نہ ہو اور انکے ورثہ کو طبیب مجبور کرے اسوقت نہ قانون فطرت اور نہ
 ہماری شریعت انکے تبدیل آب و ہوا کو منع کرتی ہے مگر انکی پردہ داری اور حفظ صحت کا بھی لحاظ
 مقدم رہتا ہے چنانچہ جیسی جسکو قدرت نے ویسا بنانا و کرتا ہے اور یہ بیان ہمارا فرضی اور خیالی
 نہیں ہے جواب شاہہ سیوم تدبیر خانہ داری کا محتاج تخریب و سیاحت ہو یا خانہ نشینی سے مخافت
 ہے یہ شبہ بھی عام فریب ہے اصول حکمت منزلی اور امور خانہ داری کو علم اخلاق سے جس نے
 سمجھ لیا ہے وہ بھی اس دھوکے میں نہ آئے گا پہلی غلطی تو اس میں یہ ہے کہ تفریح طبع کی غرض سے
 باہر نکلنا عورات کا جو شبہ دوم میں لکھا ہے اسکی غرض اور نیت کاری معاملات خرید و فروخت کی
 غرض دونوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے اس سے تو مراد یہ ہے کہ حسب طبع مردوں کو نیت کاری
 حاجت ہے اسطرح عورتوں کو بھی ہر باب تو جو کام مردوں سے متعلق ہو وہی عورت سے بھی ہو گیا ہے
 کلابند خانہ نشینی کرنا جائز نہ ہو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر ایسی غیر مذہب مرد ہو تو انکا اسباب
 کام بھی خاص عورتوں کو سپرد کریں انکا ذکر کرتا ہی ہے چاہے علاوہ ہلال ہم امور خانگی میں
 نشین عورت کو ایسا واقف اور ماہر دیکھتے ہیں اور گھر بیٹھے انکو اپنے ہم جنس عورت کی
 سے ایسی آگاہی اپنے امور میں ہوتی ہے کہ مردوں کو ہزاروں کوں پھرنے سے بھی نہیں آتی
 البتہ ہر ملکہ و ہر سہمے جس ملک میں عورتوں کا پردہ بدون خانہ نشینی کے ہو سکتا ہے وہاں کی
 عورات کو گھر بیٹھے وہ تجربہ نہیں ہو سکتا ہے وہ اپنے لباس خاص سے پردہ کی رعایت کر کے بازار
 میں آنا جانا سب سمجھ کر کرتی ہیں اور پابند عصمت اور عفت بھی پورے طور سے رہتے ہیں اور نہ کوئی قلعہ

عقلی نہ کوئی قاعدہ شریعت ایسا ہے کہ جن بلائیں بدون خانہ نشینی عورات کے عفت اور عصمت
 قائم رہنے پر دستِ آلودگی ہو جس دوام میں رکھے اہل اسلام کے ملک عرب اور عجم میں اسکی نظیر موجود ہے
 ہندوستان میں عورتوں کو جو گھر میں رہنے کی پابندی کر لئی جاتی ہے اور اسی پر زیادہ زور پھرل
 صاحب کو کہ ہے میں تاکہ پوشین یعنی ہندوستانی زایا پور میں لینگا ولایت زاعورات جو ہندوستان
 میں بے روک ٹوک سڑک اور بازار میں بچہ کرتی ہیں انکے فعل پر ہم لوگ معرض نہیں اسکا جواب
 یہ ہے کہ ہمارے ملک میں یہ رسم شریف اور ذیل میں امتیاز اور تفرقہ کی نظر سے جاری ہوئی ہے اور
 جو رسم کہ امتیاز قومی کے نقطہ سے خواہ اعزاز خاندانی کے سبب سے جاری ہو اور براہ عقل مضرا و خراب
 بھی نہ ہو بلکہ طرح عقلی بھی اسی میں ہو چنانچہ اوپر ہم لکھ چکے اور آئندہ بھی لکھینگے اسکو ہم لوگ
 ایسی پوج اور تلوں شہادت سے کیونکر چھوڑ سکتے ہیں تاریخ ہندوستان کو دیکھئے راجپوت کی قوم
 جو ہندوستان کے رئیس راجاؤں کے زمانہ سے چلی آتی ہے اور آج بھی راجپوتانہ کا ملک انہیں کے
 زیر حکومت ہے انکی عورتوں میں اعزازی پردہ آج تک ہے جو پردہ پورا آدھے پور ہر طور اور دھوکہ پور اور
 پٹیل اور تاج وغیرہ وغیرہ و انکی رانیاں نہ سر بازار بھرتی ہیں اور نہ ہوا خوری کو غلام اور کھلی ہوئی
 گاڑی پر نکلتی ہیں سکھ ہال کی سواری اور نالکی پالکی محافہ رحمہ وغیرہ سب پردہ کی سوار ہاں انہیں
 کیواسطے بنائے گئے ہیں۔ بلکہ جس نے ہندوستان کی سیر کی ہے وہ تو کہہ سکتا ہے کہ یہ اعزازی
 پردہ دیگر اقوام مثل جاٹ اور گوجر وغیرہ کے جب انکو راج اور ریاست مل جاتی ہے وہ بھی جاری
 کرتے ہیں یہ پردہ امتیازی ایسا ہے جیسے پگلیوں کا ہر فتوک میں مجرا چڑا ہونا جیسے انگرکھے کا
 سیدھا پردہ اہل اسلام میں اور الٹا پردہ اہل ہنود میں اسپر زیادہ روک ٹوک نہ کرنی چاہئے ہاں
 اگر کوئی قباحت اور ضرر عقلی ثابت ہو جائے اسوقت ضرور اصلاح کرنی چاہئے۔ اہل اسلام ہندوستان
 میں قوم فاتح بن کر آئے اور رئیس کہلائے انکو ضرورت تھا کہ یہاں کے رئیس اور حکمران کے اوضاع
 اطوار کو اختیار کریں چونکہ انکی عورات اعزازی پردہ کی پابند تھیں اور اہل اسلام کی شریعت اور
 عقل سلیم سے یہ پردہ منافی بھی نہ تھا لہذا انہوں نے بھی اپنی عورتوں میں اسکو جاری کر دیا اور اسی
 وجہ سے میل جول بھی ہو گیا جو اور اقوام سے نہوا کو قوم فاتح بھی نہیں اب مجھے اسکے ثابت کرنی کوئی

ضرورت نہی کہ اہل اسلام میں اس کے علاوہ جہاں خانہ ان رسالت پناہی کا دستور عرب میں کیا
 تھا اور ہمارے نبی صلعم اور ان کے معزز عورات کا پردہ اعزازی میں کیا بناؤ تھا تاریخ عرب
 کو پڑھو اور جو شکایت بے پردگی کی پروان اہل بیت نبوت زید اور ابن زیاد کی کرتے ہیں
 اُسکو یاد کرو جس بے پردگی سے بنظر تحقیق واقعات مراد اسے اعزازی پردہ کا خلاف واقع ہوا
 ہے نہ پردہ شریعی کا۔ اچھو نہ شریف قوم اہل اسلام کی عورات جو خانہ نشینی کی پابند براہ اعزازی
 کرائی جاتی ہیں اور علاوہ آبرو اور عزت کے صدافوائد انکو اس سے حاصل ہوتے ہیں اور کوئی تعیب
 نہ کوئی خرابی انہیں ہے پھر اسکو ترک کرانے پر کیوں بھڑک جاتے صاحب زیادہ زور دے رہے ہیں چھتے
 شبہہ کا جواب پردہ میں بچانے سے پاکدامنی اور عفت کو عورات براہ ضداور کم کے چھوڑ دینا اس
 لئے کہ انسان جس بات سے روکا جاتا ہے اُسکے کرنے پر زیادہ جلیص ہوتا ہے یہ بھی آپ کی غلط فہمی
 ہے اگر ایسا ہو پھر تو کوئی قانون حرام سے روکنے کا فطرت کو جاری نہ کرنا چاہئے اور نہ کسی ریفاہ
 اور مصالح قوم کو برائیوں سے روکنا عام خلائی کو لیکر اور وعظ کے ذریعہ سے جائز ہوا ہر ایک فعل میں
 آزاد کر دینا یہی عین حکمت ہوا اور تمام قوانین ملکی اور اخلاقی اور طبی و غیرہ سب لغو اور خلاصت
 ہو جائیں ضرور جاہل آدمی کی خاصیت ہے کہ براہ جہالت جس امر سے روکا جاتا ہے اُسکے ترک
 یا فعل پر جلیص ہوتا ہے مگر اصلاح کا قانون اسی عرض سے ہے کہ اُسکی حرص بجا کو مٹا دیا جائے
 علاوہ براہ پردہ میں ہمارا اسکی غرض فقط یہی نہیں ہے کہ عصمت اور عفت قائم ہو بلکہ اعزازی
 اور انتظام خانگی امور کا جو خاص عورات سے متعلق ہے وہ بھی گھر میں رہنے سے مطلوب ہے پھر اگر ایسی
 یہودہ عورت ہے کہ اپنے اعزازی خانہ دانی کا براہ ہونا اُسکو گوارا ہے اور اپنے خانہ داری کے امور سے
 بھی اُسکو نفرت ہے اور اپنی ذمہ داری پرورش عیال وغیرہ سے بھی ناراض ہے اُسکا تو ذکر ہی بحث
 ہے پہلے اُسکے دماغ کا علاج کرنا چاہئے اور اُسکے حواس کو درست کرنا لازم ہے کہ مجنوں ہے یا بالکل
 بے شعور ہے اُسکا پردہ اور بے پردگی سب برابر ہے خدا بچائے ایسی عورت سے بلکہ مجھے اس
 مفہم پر یہ کہنا لازم ہے کہ حسب طرح آدمی براہ جہالت جس امر سے منع کیا جائے اُس پر جلیص ہوتا ہے
 اُسب طرح فطرتی امر عورت اور مرد کا یہ بھی ہے کہ اپنی آبرو اور عزت بڑھانے کی جو بات ہے اُسکا بھی

حرایص ہوتا ہے اور خاصکے عورات کی فطرت نے ایسی خلقت بنائی ہے کہ اپنے خاص کام
 خانہ داری پر براہ فطرت ہمیشہ آمادہ اور راغب رہتے ہیں۔ پھر چونکہ روزانہ کوچہ گروہی اور سربازار
 پھرنانکی عزت اور آبرو سے خاندانی کے خلاف ہے اور انکے خاص امور خانہ داری میں مغل
 ہے لہذا انکو بازار میں پھرنے پر مجبور کرنا یا ہواوری اُنسے کرانی یہی امر انکے خلاف طبع ہوگا
 گھر میں بیٹھنا کبھی انکو ناگوار نہ ہوگا یا کچھیں تشبیہ کا جواب بدون حدود و جرم کے سزا دی تو جب
 ہوتی کہ انکے خانہ نشینی سے انکی بے حرمتی خواہ کسی قسم کی ایذا انکو دیجاتی یا ضروری اوقات میں
 جب انکو گھر سے باہر جانا ضرور ہے ان اوقات میں بھی انکی بوجہ روک ٹوک مثل قیدیاں جیل کے
 کیجاتی یا انیکہ بدگانی سچا انکی نسبت ہو کر اس پابندی کا الزام اُنسے کرایا جاتا۔ پھر جب گھر میں
 رہنا اور پردہ اعزازی کرنا یہی انکی فطرتی خواہش ہے اور انتظام خانگی کا خانہ نشینی سے بخوبی
 سرانجام پانا یہ سب امور حسب خواہ اُنکے ہیں اور پردہ مقصود یعنی نامحرم کے دیکھنے اور دکھانے
 سے بچنا بھی اسی طریقہ سے انجام پاتا ہے اور جو ایذا اور گزند بازار اور مجمع میں جا کر نامحرم کی طرف
 انکو دیکھنے سے روکتے ہیں ہوتا ہے وہ ایسی جگہ جہاں نامحرم نہیں ہے بلا کلفت انکو میسر ہوتا
 ہے اب اسکو قید اور جیل خانہ سے تشبیہ دینی بجز فریب دہی کے اور کیا سمجھایا جائے باز آمد
 برسر مطلب اب پھر اسنو تقریر کو پس شروع کرتا ہوں اور کہتا ہوں یہ جو کچھ لکھا گیا سب محض
 فطرت اور طبیعت کے نظر سے تھا اور اب چونکہ براہ فطرت یہ بات معلوم ہو چکی کہ عورات کا خانہ
 نشین ہونا انتظام خانہ داری اور پرورش اولاد کو واسطے ضرور ہے۔ اور یہ کام مردوں سے نہیں
 ممکن ہے۔ لہذا ہر کو ضرور ہو کہ اپنی اولاد دختر کی خوشگرمی کی خوکری ابتداء عمر سے اور انکی تعلیم بھی چلے
 ہی کریں جو انکے منصب خانہ داری کے لائق ہے اب عادت جسکو حکیم طبیب ثانیہ کہتے ہیں
 انکی ابتداء عمر سے جب خانہ نشینی کی ڈالی گئی اور گھر میں پردہ سے رہنے کی وہ عادی اور خوگر
 ہو گئیں اور جب سے انکو ہوش ہو گھر میں رہنا اور پردہ کرنا خانگی امور میں ہر دم مصروف رہنا
 یہی کرتے کرتے دل اور دماغ عقل اور خیال اعضائی بدن سب اُنکے مشاق ہو گئے آکھو یہی
 ہمیشہ خانہ نشین دیکھا اور اپنے مال بہن خالہ بھو بھی بلکہ تمام کنبہ اور بلوری کی معزز عورتوں کو

بھی پابند اسی کا یا یا اب تو عقل چرچ ہی حکم کرتی ہے کہ خانہ نشینی بالفرض اگر براہ فطرت
 ناگوار بھی ہو مگر عادت نے دوسری طبیعت پیدا کر دی اب انکو ہرگز ناگوار نہوگی بلکہ اسکی خلاف
 بازار میں پھر شاہ راہ پر بچہ حجاب چلنا بلکہ شہر روہ کی آڑ میں بھی چلنا ناگوار نہوگا اور نہ عادت و عجز و ہمایاں
 بنظر قواعد حفظ صحت کو پیدا ہوتی ہیں انہیں بڑی روگی اور ہوا خوری سے پیدا ہونگی اور حسب طبع مرد و کو خانہ
 نشینی کو یا تنہا اور چلیانہ کی ایذا دیتی ہے انکو بڑی حجابی اور سیاہ و لیسائی ناگوار نہوگا یا اگر دیکھا جی چاہے تو ایسی
 جنکی تعلیم اور تربیت اسی طور کی ہوتی ہے انکی باہمی گفتگو کو کسی ذریعہ سے سنئے اور جو دھڑکنے
 زیر تعلیم رہتی ہے اور کوئی حرکت جس سے بے باکی اور پردہ داری کی بوجھ سے آتی ہے اس پر ان مختل
 کی توجہ اور تنبیہ کو دیکھئے اور پوچھ لیجئے ان مہیوں سے جو تعلیم نسوان کی غرض سے مشن کی
 ملازم پھر رہی ہیں کہ جب وہ ہماری معزز اور تہذیب عورت کو بھگاتی ہیں کہ انکو تمہارے مردوں
 نے قیدی بنایا ہے دائم الحبس کر رکھا ہے گھر میں گھٹ گھٹ کر مری جاتی ہو اسکا جو آبکیسا
 عہدہ انکو یہ پردہ نشین عورت دیتی ہیں کہ پھر انکو سیر و ندامت کے اور اپنا سامنہ لئے ہوئے چلے
 جانے کے اور کچھ نہیں سوچتا ہے۔ اور یہ تغیر ہم نے فقط اسی غرض سے کی ہے کہ جب ہماری
 عورت کو فوگری اور عادات خانہ نشینی کی ہو جاتی ہے پھر انپر گھر میں رہنا ہرگز نہیں والحادۃ
 طبیعتہ ثانیۃ۔ عادت بھی ایک دوسری طبیعت پیدا کر دیتی ہے بعض فلاسفر تو اسی کے
 قابل ہیں کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے سب عادت ہی سے ہوتا ہے اور دراصل کچھ نہیں ہے۔
 بیٹھا کر طواغیر دار بد مزہ سخت اور نرم نشینو بد بو سب کا مدار عادت پر ہے یہ کو اس قول سے
 اتفاق نہیں ہے کہ باوجود انشیاء کے منکر ہو جائیں۔ ہاں عادت سے ضرور خیر آثار اور افعال
 میں پیدا ہوتا ہے اسکا انکار کوئی نہیں کر سکتا ہے اب ہم کو یہی ثابت کرنا باقی رہا کہ ہماری عورت
 کو جو خانہ نشینی کی عادت دالی جاتی ہے یہ عادت خراب اور نامناسب ہے یا عمدہ اخلاق اور فوگری
 امور سے ہے کسی قدر اسکی خوبی اجمالاً تو ہم نے اوپر کے بیانات میں لکھی ہے اب ہم وہ دلیل
 بخندہ یا ضافہ مودیات لکھیں جسکو مصنف رسالہ حمیدہ نے لکھا ہے جس سے انکا ولی منشا ہے
 کہ ہمارے قرآن مجید میں جسکی تعلیم اخلاق کی عمدگی پر پڑے پڑے حکما اور علما پرور ہیں منصف

مزاج بھی متفق نہیں ادا نے ارشاد فرمایا ہے **الرجال قوا ملأیہ علی النساء** یعنی مردوں کو فطرت نے عورتوں پر صاحب اختیار پیدا کیا ہے کہ انکے نان و نفقہ کی کسب و کسبیت کر کے خبر گیری کرتے ہیں۔ اب دیکھو کہ ہماری بسر برداری کے سبب کام و قسم کے ہیں کچھ تو بلکہ بہت کچھ گھر سے باہر کرنے کے لائق نہیں اور بدوں باہر نکلے اور بلکہ سفر کرتے دور دراز کرنے کے اور شہر اید اور الام سفر اٹھانے کے انکا سر انجام دشوار ہے انہیں کاموں کے سبب سے ہلکے اچھے برے چور چکارے شہدے بد مزاج تند خو بد زبان قسبی القلب بد لحاظ بے شرم و حیا سے بھی صحبت کرنی پڑتی ہے اور بڑے بڑے ہولناک اور پر خطر جان جو حکم امور کا سامنا ہوتا ہے جسکی ہر وقت کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ نہایت شیر دل قوی مزاج مرد کو بھی دشوار ہوتی ہے یہ جابجا کہ ضعیف و غفلت ناک مزاج عورت اور بہت سے ایسے امور ہیں جن میں عقل کامل اور قوت دماغی پورے خرچ کرنے پڑتی ہے جو عورت میں اصول علم فیسولوجی اور فزیالوجی کے رو سے بہ نسبت مردوں کے بہت کم ہے۔ اور بہت سے امور ہماری بسر برد معاشرت کے ایسے ہیں کہ خانہ نشینی سے پورے ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اپنا گھر وہی ہے جس میں ہلکے ہر طرح کے امن و امان راحت و آرام ہو اور سوائے امور اتفاقی اور ناگہانی کے کسی طرح کا خوف اور خشنہ نہ ہو۔ لہذا حکمت الہی اسی کی مقتضی ہوتی کہ مرد چونکہ درخت اور طاقت اور بنظر اعضائے جسمانی فتویٰ نفسانی پیدا ہوتے ہیں۔ انکو سخت کام سپرد کیا جائے اور فکر تحصیل معاش کا بار انہیں پر ڈالا جائے اور خانگی امور کا بند و بست عورت کریں لہذا انکو خانہ نشینی کی ضرورت ہوئی۔ ایضا پرورش اطفال اور انکی نگرانی تازمانہ صغیر سنی جسکو حضانت کہتے ہیں وہ بھی عورتوں سے متعلق ہوتی پسری اولاد کی توجہ و سال اور دخیلی کی اُن سے زیادہ اس دلیل سے عورت کا پابند خانہ نشینی کا ہونا اکثر اوقات کا ثابت ہو گیا بخوبی ظاہر ہے کہ صحبت ہم جنس اور ناجنس کا اثر اچھا یا بُرا یہ دوسری بات ہے مگر فطرت کا تقاضا ہے کہ ناجنس کے مغائر اخلاق ہم جنس سے ہوتی ہیں اور یہی سبب ہے کہ ہم اپنے لڑکوں کو سوائے اوقات ضروری کے عورت کی صحبت سے ضرور منع کرتے ہیں کہ زمانہ مزاج نہ ہو جائیں اور جو اخلاق عورتوں کے جن میں اور خل (یعنی کفایت تمدنی) وغیرہ

کے ہیں وہ لڑکوں میں پیدا ہو کر جن اغراض کی واسطے خلقت مردوں کی ہوتی ہے اُسے
 الگ نہو جائیں اور کسب معیشت میں جو کمل آلام کی ضرورت ہے اُس سے جدا نہو جائیں پھر
 کیا جو لوگ زناتہ طبع ہو جاتے ہیں اُنہیں آپکوں امور عظام کی انجام دہی کی امید باقی رہتی
 ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اسبطح سے لڑکیوں کو مردوں کی صحبت میں پالا جائے اگرچہ وہ
 سب نیک محرم بھی ہوں یعنی جن سے انکو پردہ کرنا براہ عقل اور شرع ضرور نہیں ہے جیسا کہ ہم
 باب حرمت نکاح دختر میں بیان کرینگے ضرور وہ لڑکیاں مردانہ اخلاق سیکھ کر اس مزاج اور
 طبیعت پر باقی نہ رہینگے جو خاص عورات کا مزاج ہے اور اُس کام کاج مخصوص زنانہ کا اُنہیں
 بدشواری سرانجام ہوگا اور جب دوسرے گھر جائینگی اور وہاں کے انتظام خانہ داری اُنہیں مسلط
 ہونگے کیسی خرابی اُس گھر کی ہوگی لہذا ہم کو لازم ہے کہ لڑکوں کو مردوں کی صحبت سے اور لڑکیوں
 کو عورتوں کی صحبت کانور کریں اور یہ بات بدون خانہ نشینی کے دشوار ہے تیسری دلیل عورت
 کو مردوں سے جو نسبت ہے خوب معلوم ہے اور جو قوت فعل اور انفعال کی دونوں میں فطرتی
 رکھی گئی ہے وہ بھی ظاہر ہے اگر وہ مذہب اور بائید اخلاق میں اُسوت نہ بھی اور کچھ نہیں تو
 دونوں کی بجائی میں ہر خطہ کس قدر ایذا نفس کشی کی ہوتی ہے اور بلا ضرورت دونوں کی نفس کو ایذا پہنچ
 کر نفسی عقل اسکو اچھا سمجھتی ہے اور یہ ایسی ایذا ہے کہ ایسی حالت میں دونوں کو اکثر امور میں ہاندی
 عقل اور صحت حواس سے جدا کر دینے کا خوف ضرور ہے۔ اور اگر وہ غیر مذہب میں خواہ ایک مذہب
 اور دوسرا غیر مذہب اب تو پہلی صورت میں از کتاب فحور کار و کئے والا کون ہے اور دوسری صورت
 میں مذہب کو صحت ایذا غیر مذہب کی صحبت سے ہوگی اور کیا عجب ہے کہ اثر صحبت باغالب آجائے
 اور اثر صحبت نیک مغلوب ہو جائے۔ لہذا عورتوں کو مردوں سے بلا ضرورت ہم صحبت ہونا اور
 نیز مردوں کو عورت سے ہم جلسہ ہونا تینوں صورتوں میں براہ عقل ناروا ہوا اور یہ بات عورتوں میں
 خانہ نشینی سے باسانی انجام پائی ہے اسی سبب ہماری شریعت نے سوائے اوقات ضروری
 کے دونوں کو باہم شہر و منکر اور خاص کر نامحرم عورات کے مجمع میں مردوں کا آنا جانا حرام کر دیا ہے نہ
 اپنے گناہوں کی پانسری اب یہی تعلیم نسوان اُنکا بیان ہم خاص ایک بات میں کیجینگے

یہاں پر فقط اس بقدر ہم کو بیان کرنا ضرور ہے کہ حسبِ تقدیر تعلیم اخلاق اور صنعت یعنی دستکاری اور
 نیز علومِ نظریہ کی عورتوں کی اُس خاص منصب کی منافی نہ ہو جو فطرت نے انکو خازداری اور
 پرورشِ اولاد وغیرہ کا عطا فرمایا ہے اسکو نہ غفلت روکتی ہے اور نہ ہماری شریعت منع کرتی ہے بلکہ
 ضروری اور واجب ہے ہاں اس سے زیادہ البتہ غفلت صحیح سمجھ کر کرتی ہے نہ شریعت اور اس کی
 تفصیل ہم اسی بات خاص میں بیان کریں گے انشاء اللہ اب خلاصہ تمام باب ہذا کا یہ ہوا کہ پردہ سے
 مراد یہی ہے کہ مرد اور عورت دونوں ناجائز طور سے ایک دوسرے کو نہ دیکھیں نہ آواز سنیں نہ اور طرح
 کی معاشرت باہمی اور میل جول کریں اور خانہ نشینی کی پابندی عورت کو محض پردہ کی راہ
 سے نہیں ہے۔ اب ذرا نیچے کا دلچسپ بیان بھی ہم کریں پابند نیچے یعنی قانونِ قدرت کے
 معنی اور ابتدائی بحث اس کے حالات کے اور میان اقسام قوانین قدرت اور فطرت
 آزادی کے معنی اور اس کے اقسام اور اس کے مواقع کو جب ہم لکھ چکے اب دوسری بات جو ہمارے
 اطفال کو جدید تعلیم میں سنائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ قانونِ قدرت (لائف لیئر) نہیں بدل سکتا
 ہے اور قانونِ قدرت بقول مسٹر ریڈ صاحب کیا ہے کہ جو صفت اور جو اثر جس چیز میں ہم تجربہ
 سے دریافت کرتے ہیں مثلاً آگ کا جلانا برف کی سرخی یا روشنی یا نور کے خواص یا سنگ پھٹا کا
 کا نہ قائل ہونا وغیرہ وغیرہ بس یہی قانونِ قدرت ہے کبھی بدل نہیں سکتا ہے۔ اب دیکھو
 پہلی بات کہ آدمی آزاد ہے اس کے دس نشین ہونے کا تو یہ بھی ہوتا ہے کہ بیدار شوخ جوگی میں آئے
 وہی کرو کسی قسم کی پابندی نہ کو نہیں ہے اس تعلیم سے تو انجام یعنی معاد اور قیامت کا خوف
 جاتا رہ گیا۔ بلکہ دنیا میں طرز معاشرت کی پوری خرابی ہوگی امید اور ہم سب سے آدمی آزاد ہو کر
 ہر ایک فعلِ قبیح کا قریب ہوتا رہ گیا چنانچہ اوپر کے لواہ میں ہم اسکو لکھ چکے اب اس پر طرہ یہ ہوا
 کہ نیچے نہیں بدلتا ہے یعنی جو کچھ خواص اور آثار ہم اشیاء موجود میں پاتے ہیں یہ سب ان کے ذاتی
 خواص اور لوازم سے ہیں کسی خالق اور آفریدگار نے یہ آثار اور خواص ان میں تبصر حکمت
 اور مصلحت کے نہیں سپرد فرمائے ہیں بلکہ ہمیشہ اسی طرح سے دنیا چلی آئی ہے اور چلی جائیگی
 اس تعلیم سے مبداء یعنی خالق عالم کا پورا انکار ان کے عقیدہ میں راسخ ہو جاتا ہے۔ اور آزادی

اور یہی ایک وہ چیز ہے جو جاتی ہے اور پوری دہریت اور سیدنی سے یہ لوگ متصف ہو جاتے ہیں
 زمین کا لحاظ نہ معاد کا خیال دوسرا گروہ پھر سے یہ مراد لیتا ہے کہ خالق عالم تو ہے مگر اسے منتظم
 عالم کی نظر سے جو قانون قدرت والا آف پیچہ بنایا ہے اسی قانون پر دنیا کے سب امور حل رہے
 ہیں اسکے بدلنے پر اسکو قدرت نہیں ہے مثلاً ہماری آنکھ میں یہ قوت پھر نے دی ہے کہ دیکھنی
 ہیں ہم اشیاء کو آنکھوں کو کھول کر دیکھ سکتے ہیں اب تاریکی میں خواہ آنکھ بند کر کے روشنی میں ہو
 کسی چیز کا نظر آنا ایسی قدرت دینے پر خالق عالم کو بھی قدرت نہ تھی اور نہ ہے اور نہ ہوگی اور
 جب تک یہ دنیا قائم ہے یہ قانون الہی دلا آف پھر نہیں بدلیگا یہ لوگ اگرچہ بظاہر قدرت خدا
 کے قابل ہیں مگر یہ قول انکا محض فریب دہی کے راہ سے ہے اسلئے کہ اگر خالق عالم کو قدرت
 پیدا کرنے کی ہے اور اپنے اختیار سے اور اپنی حکمت سے قانون قدرت بنایا ہے پھر اسکا
 بدل دینا کیوں اسکی قدرت سے باہر ہوگا اور یہ بات تو کسی کے عقل میں نہیں آسکتی ہے کہ
 اپنے مخلوق پر خالق کو بعد پیدا کرنے کے کچھ قدرت باقی نہ رہے ان لوگوں نے اپنے اور دنیا میں
 کر کے خدا کو بھی ایسا ہی مجبور ٹھہرایا ہے مثلاً ہمارے بعض افعال اسی قسم کے ہوتے ہیں کہ ان
 کے کرنے کے بعد ہم انکو بدل نہیں سکتے فرض کرو ہم نے ایک ڈھیلے اتنے زور سے پھینکا کہ کچھ اس

قیم پر گزریں بعد پھینکنے کے ہم اسکو روک نہیں سکتے اور بعض افعال ایسی ہیں کہ ہم انکو بعد کرنے کے بھی نہیں
 روک سکتے ہیں خواہ بگاڑ سکتے ہیں جیسے اکثر مصنوعی چیزیں ہیں جو لوگ خدا کو بعد ایجاد آواز اور اوصاف اشیاء
 قادرانہ بدلنے پر نہیں کہتی انہوں نے ہماری ناقص قدرت کو بھی خدا کی قدرت کو ناقص قرار دیا ہے
 ایسے مجبور اور بے اختیار خدا اور خدا کی بے نیما ہے اور قدیم فلسفہ میں ایسے قائل کو فاعل
 بالایجاب کہتے ہیں جیسے آگ جلانے میں کہ اسکو یہ قدرت نہیں ہے کہ نہ جلانے اسطرح
 نکوار کھٹنے میں اور لا کھول اشیاء عالم تیسرا گروہ اور ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ خدا کو اختیار تبدیل
 قانون قدرت ضرور ہے۔ مگر یہ قانون جیسے کارخانہ عالم حل رہا ہے اسی کا خدا نے اپنے کو
 پابند کر لیا ہے لہذا یہ قانون الہی دلا آف پھر نہیں بدل سکتا ہے اور پابندی خدا کی دلیل
 یہ بیان کرنے میں کہ حکیم مطلق کے کاغذ میں ہم پورا انتظام پاتے ہیں اور انتظام بدو

پابندی قواعد اور استحکام آثار اور خواص اشیاء کے ہونہیں سکتا عالم موجودات پتوں کا
گھر و نڈا نہیں ہے کہ آج بنایا اور کل بگاڑ دیا اگر ایسا ہو کسی بات اور کسی کام کے کرنے پر
ہمو اطمینان باقی رہے ہم صریح دیکھتے ہیں کہ جب گیہوں کی کاشت کرنیکے اور پورے
قواعد زراعت کا برتاؤ علم فلاح سے کرنیکے اگر پیدا ہوگا تو گیہوں پیدا ہوگا چنے اور باجروں گیہوں
سے پیدا ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو بڑی خرابی ہمارے امور دنیوی میں پڑ جائے اور اطمینان کامل جو کہ جو
اپنے کاروائے دنیوی میں ہو رہے جسکے بھروسہ پر ہم کام کاج کرتے ہیں سب درہم برہم ہو جائے
لہذا انجیل نہیں سکتا ہے مرآۃ الحکما میں یہی تقریر مع شے زاید لکھی ہے اور کارخانہ الہی
کا مستقل ہونا اسکا انکار جو شخص کہ خدا پر ایمان لایا ہے ہرگز نہیں کر سکا مگر استقلال اور استحکام
قواعد الہی میں اسوجہ سے ہے کہ وہ حکیم مطلق ہے اور سنجیدگی اور سنجیدگی فعل حکیم میں نہو گی پھر
کسے فعل میں ہوگی اور ساتھ ہی اسکے جب حکم اسکو حکیم بھی کہتے ہیں اور قادر مطلق اور فاعل الخلق
بھی جانتے ہیں اور جسقدر قانون الہی جاری ہے اور جو ربط ایک شے کو دوسری شے
ہے اسکی اصلی علت کو نہیں سمجھ سکتے اور تمام فلاسفر قدیم و جدید کلیہ ہی اقرار ہے کہ اصل
ماہیت کسی شے کی ہم نے سمجھی ہے اور نہ ربط حقیقی جو تمامی اشیاء میں ہے ہمکو معلوم ہے
مثلاً ہم خواہ کوئی بڑا فلسفی نہیں ٹھلا سکتا ہے کہ آگ سے جو کام ہوتا ہے پانی سے وہ کیوں نہیں
ہوتا پھر ہمکو اسکا دعویٰ کرنا کہ ضرر ایسا ہی ہوگا اور خلاف اسکے ہوگا کیونکر درست ہو سکتا ہے
بہت بڑا جواب اسکا یہ لوگ یوں دیتے ہیں کہ جب ہمیشہ بارود کو آگ جلاتی ہے معلوم ہوتا ہے
کہ مرضی الہی یہی ہے کہ بارود سے ہمیشہ یہ فعل ہوتا ہے جب مرضی الہی یہ بنا ہوتی ہے اگر کسی
وقت کسی حکمت اور کسی مصلحت خاص سے مرضی الہی یہ ہو کہ بارود سے آگ بجھ جائے یا
سے بجھتی ہے ہم کون ہیں جو اسکے مرضی کو روکنکے اگر آکیو یہ شنبہ پیدا ہو کہ مرضی الہی کا بدلنا
کس حکمت سے ہم خیال کریں یہ تو ایسی بات ہے کہ ہرگز کوئی عامل اسکو نہ کہیگا مصلح الہیہ کا
بدلنا ہزاروں واقعات عالم سے ہمیشہ مشاہدہ میں آ رہے بلکہ غیرت عالم اور تجدید حواث ایسی
بدیہی بات ہے کہ دہرہ اور ٹکریں خدا اور نیز خدا پرست سب اسکو مشاہدہ کر رہے ہیں ہی انسان

جس میں آج ہم بھی داخل ہیں پہلے پہل جب زمین سے مثل اور حیوانات کے پیدا ہوا تھا مثل
چوہے اور نیولے اور دیگر خشرات کے خود پیدا ہوا تھا اور بقول ابقیور حکیم ہزاروں بار قدر اور
تھا اور بدن پر آدمی کے سخت بال ایسے ہوتے تھے جیسے سور کے بدن پر ہوتے ہیں کپڑا پہنا
اور بدن کا چھپانا اسکا شعار نہ تھا زمین پر جہاں چاہتا تھا سو رہتا تھا ماں باپ بھائی چچا ماما
بھو بھیا کوئی رشتہ وارد پیری اور مادری نہ کھتا تھا جیسے اور جنگلی وحوش بن مانس ہوتے ہیں
آدمی بھی اسی قسم میں تھا بولنا باتیں کرنی کچھ اس میں نہ تھیں انگلیوں کے اشارہ سے
باہم گفت و شنید کرتا تھا عقل اور ادراک سے اسکو کچھ علاوہ نہ تھا میں کہتا ہوں یا وہی انسان
اب ہے کہ حکیم ابقیور ایسے آدمی اس میں پیدا ہوئے ہوں شرف المخلوقات میں شمار کئے جاتے
میں بہشت و دہائی فلک راست شد از خورشی تا چو تو فرزند زاد مادر ایم لہو علم جی اک نامہ سی
کے زیادہ تحقیقات سے غرض یہی ہے کہ دوسرے کاندھب ثابت ہو جائے اور خالق عالم کا انکار
پورا پورا کرنے پر دلائل واسیہ قائم ہوتے جائیں الغرض مصلحت الہی یا مصلحت دہری اور
نظام عالم کے مصالح کا ایسا امر نہیں ہے جسکے اثبات کی ہرگز زیادہ ضرورت ہو چکر کا بیان فلسفہ
مذہبی کے اصول پر ہم لوگ یا مذہب آسمانی بھی اصول تصفح سے جو حکم کلی پیدا ہوتا
ہے اس پر مدار اپنی کارروائی کا کرتے ہیں اور ہم یہ بھی خوب سمجھتے ہیں کہ عادت حکیم مطلق
تعالیٰ شانہ کی ہمارے بسر ربوبی نظر سے یوں نہیں جاری ہوتی ہے کہ سبب ظاہری کے ہونے
سے کوئی مسبب غالباً پیدا ہو جاتا ہے اور اگر عادت الہی اسطرح جاری نہ ہو دنیا اور دین دونوں
کے کاموں میں حرج عظیم پیدا ہوا اور کوئی کام چل ہی نہ سکے اور اسیدو سے اس عالم کو ہم عالم
اسباب عادی کہتے ہیں مگر ہمارے پچرل دہریہ نے عتقاید میں فرق چند وجود سے ہے جسکو اسی
باب میں ہم سمجھنا چاہتے ہیں دہریہ اور فلاسفہ ماوتین کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ انتظام عالم جیسا کہ
ہے خود اسی عالم کا تقاضا ہے اور جو چیز عالم میں اس اثر اور صفت پر ہے اسکا ذاتی خاصہ یہی ہو
مثلاً برف کی سردی ایک ذاتی صفت ہے اور ہم کو تجربہ سے معلوم ہوا کہ پانی کے مسامات میں
ہوا گرم اگر نہ بھری ہو حجم برف ہو جائے اسی قاعدہ پر بنا کر کہ ہم نے وہ کل بنائی جس میں سفید

خواہ اور کوئی تشریح پتہ لایا نہیں رکھ دیا اور ایریپ کے ذریعہ سے پانی جو بوتل میں بھرا ہے
 اٹسکی ہوا نکالے تب پانی جم کر برف ہو گیا آگ کی گرمی آفتاب کی روشنی دھاتوں کا طریق
 یعنی چوٹ کھا کر بڑھنا وغیرہ وغیرہ یہ سب خواص ہر ایک شے نے اپنی ذاتی لیاقت اور استعداد
 سے پائے ہیں کوئی مدبر صانع حکیم ایسا نہیں ہے جس نے یہ خواص ان اشیاء میں رکھ دیے
 ہوں اور جب ذاتی خواہش سے یہ اوصاف موجودات عالم میں پائے جاتے ہیں پھر گزیدل
 نہیں سکتے اور نہ ان اشیاء سے وہ صفات جدا ہو سکتے ہیں اور اگر یہ خواص بدلنے کے قابل
 ہوں پھر کھو اعتماد قائم نہ ہو جاتے اور جس امید پر ہم کاروائی کرتے ہیں وہ مبہوم ہو کر
 ہرگز کھو نہ رہے پانی کا بند ہی عقل ایسے کام کے درجہ بارت نہ ہو ہم ریل گاڑی کے انجن میں اسٹیم
 حساب سے بھرتے ہیں مثلاً ایک لوئس پانی کا بخار ایک پونڈ وزن کو ایک فٹ اٹھانے کا بیچ
 ہیکو دریافت ہوا ہے اسی حساب سے ہم وزن گاڑی کا فرض کر کے طاقت ستیم کی دیتے ہیں اور
 جس قدر پیمانہ کام کے ہم تجویز کرتے ہیں ہمیشہ اسی حساب سے ہمارا پورا کام ہوتا ہے اگر بیچر محل اعتماد
 نہ ہو کوئی انجن پور اور یلو کے کام نہ کر سکے اس طرح جملہ خواص اور آثار اور صفات جو اشیاء عالم
 میں ہیں سب انکی ذاتی لیاقت سے ہیں یہ لوگ موتی مثالوں سے اس مسئلہ کو عوام کے ذہن
 نشین کر دیتے ہیں اور فلاسفہ قدیم نے دقیق طرز سے اسکو یوں بیان کیا تھا کہ امکان ممکنات
 کا وصف ذاتی ہے کسی خالق نے یہ صفت اس میں نہیں دی ہے بلکہ اگر قدرت کسی خالق
 کی کسی کے پیدا کرنے سے متعلق ہوتی ہے تو وہی چیز ہے جس کا پیدا ہونا فی حد ذاتہ ممکن ہے
 پھر چونکہ مجھے اس کتاب میں قدیم طریقہ فلسفہ سے بحث کرنی مناسب نہیں ہے لہذا میں
 سہولت کے خیال سے اس عقیدہ کو کہتا ہوں کہ ہم لوگ خدا پرست کا یہ عقیدہ ہے کہ محال اور ممکنات
 کو شناخت کرنا یہ بھی کھو اسی خدا کے عقل دینے سے نصیب ہوا ہے ہاں کچھ ایسے بھی
 محالات ہیں جن سے قدرت خدا کی متعلق نہیں ہوتی جب ایک حکیم اور عاقل آدمی ایسی
 چیزوں کے بنانے کے درپے نہیں ہوتا جسکو انکی عقل خدا داد محال سمجھ چکی ہو مثلاً آدمی
 کوئی شکل مثلث قائم الزاویہ ایسی نہیں بناتا ہے جسکے وتر کا مربع دو لون ضلعوں کے مربع

سے بڑا چھوٹا ہو پھر خدائی حکیم جسکی حکمت کا مد سب حکما کی حکمت سے بالاتر اور بے حد و
 پایاں ہے وہ ایسی لغو اور ناممکن شے کو کیوں بنایا گا اب ہم بھی فلاسفہ سے اتفاق کر کے
 اقرار کرتے ہیں کہ مال صاحب جو تیر خدائے پیدا کی ہے وہ ضرور ممکن ہے اور تیشہ ممکن
 رہی ہو جو ہو تو وہ موجود ہو کر فنا بھی ہو جائے مگر وہ ممکن ہے نہ اسکا مستلزم ہونا قبل از وجود
 کے اسکے موجود ہونے کو روک سکتا تھا اور نہ اسکا موجود ہونا پھر اسکا فنا ہونے کو اور نہ فنا ہو
 کر دوبارہ پھر موجود ہونے کو روکتا ہے اب رہی یہ بات کہ جو صفت کسی موجود میں ہے وہ اسکی
 ذات کی خواہش سے ہے اس میں ہمارے اور فلاسفہ کے البتہ اختلاف رائے ہے اسلئے کہ ہم
 صفات موجودات کو ضروری اور غیر ضروری کہتے ہیں ضروری صفت البتہ کسی شے کی اس
 سے جدا نہیں ہو سکتی فرض کرو ایک بکری ہے اب اس میں ایک صفت جسمیت کی ہے یعنی
 طول عرض اور حجم اب اس سے تو کوئی بکری خالی نہیں ہے یہ صفت ضروری ہے دوسری
 صفت مثلاً دو سینک واجبے ہائیں ہونی یہ صفت ضروری نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ جس طرح
 گینڈے کے ایک سینک بیچ پیشانی پر ہوتا ہے بکری کے بھی ہو چیرل صاحب اسکو بھی محال
 کہتے ہیں اسلئے کہ انہوں نے ہزار بکریوں کو دیکھ کر اور تجربہ کر کے قانون قدرت (لائف پیر)
 یہی قرار دیا ہے کہ بکری کے بیچ میں پیشانی کے سینک نہیں ہوتا ہم کہتے ہیں ہرگز محال نہیں ہے
 اور کوئی دلیل عقلی اس پر قائم نہیں کہ بکری کے بیچ میں پیشانی پر سینک نہ ہو۔ ثبوت میں اس دعویٰ
 کے ہم ایک تاریخی واقعہ کا ذکر کریں حکیم انکس فور اس (۱۶۸۰ء) میں قبل حضرت عیسے کے گذرا
 ہے ایک روز کتبہ تیر قلیس میں بیٹھا تھا ایک بکری اسی وقت ایسی لائی گئی جسکے بیچ
 پیشانی پر ایک سینک تھا ملبوں منجم کہنے لگا کہ کروہ اسپین میں جو بیٹھ پڑے دو فرقہ ہو گئے
 ہیں یہ دو سینک کا ایک ہو جانا شارت دینا ہے کہ دو نو کروہ میں میل اور ملاپ ہو جائیگا اور جھگڑا
 لڑائی مٹ جائیگی انکس فور اس حکیم نے تقاعدہ علم طب و لوجی حکم لکایا کہ یہ ایک امر غلطی اور
 قدرتی ہے اس سے کسی امر نیک اور بد پر شکون اور بد شکونی نہ لینی چاہئے اور سبب طبعی
 اسکا تقاعدہ علم تشریح یہ ہے کہ اس بکری کا بھیجا یعنی مغز نہ اتنا زیادہ نہ تھا کہ ساری جھجک اس

(کھوپری) کو جو شکل بیضیہ کے ہوتی ہے بھر کر ان دو نو کناروں پر کھوپری کے ہونچیا جہاں پر سینک نکلتے ہیں چنانچہ اس بکری کی تشریح دماغی سامنے اسی جماعت حضار کے ملکی گئی وہی بات بھری جو انکسغور اس نے کہی تھی مگر باوجود صحت تجویز حکیم مذکور کے پھر بھی جو فال نیک منجھنے دی تھی وہ بھی پوری ہوتی اور منجم کا قول حکیم کی دلیل سے باطل ہو سکا یہی غلطی حکمائے ظاہری کی ہے کہ خواص غیر طبعی کے محض بے دلیل کی انکار کرتے ہیں پھر بعد ظہور اثر نہایت اٹھاتے ہیں آخر چند روز کے بعد فرقہ تو فودیش نے شکست پائی ہے اور سلطنت میر قلیس کی قائم ہو گئی اور ایک ہی گروہ ہو گیا ہیکو اس حکایت کے بیان کر میں اسے ثبوت منظور ہے کہ بکری کے دو سینک دو نو طرف ہوتی ایسی ضروری بات نہیں ہے کہ انکی ذات کا تقاضا ہوا اسلئے کہ اگر یہ وصف ذاتی ضروری ہوتا تو وہ بکری گینڈا بن جاتی لہذا ہم اسکو قانون الہی (لا آف نیچر) نہیں کہتے ہیں اور ہیکو عقیدہ ہے کہ خالق تعالیٰ شانہ کو اختیار ہے چاہے بکری کی پیشانی پر ایک سینک پیدا کر دے خواہ بے سینک کی بکری پیدا کرے یہ بھی اسی جگہ سمجھ لینا ضرور ہے کہ یہ سبب سمجھنے کے مقدار کم ہونیکا جو حکیم انکسغور اس نے تجویز کیا ہے محض لغو اور غلط ہے اسلئے کہ اگر یہ سمجھنے کی کمی بیشی سینک کی خلقت میں سبب ضروری ہوتی ضرور ہوتا کہ جس بکری کے ایک بھی سینک نہوا اسکے مغز سرور ابھی نہوا حالانکہ سیکڑوں بکریاں بے سینک کی ہوتی ہیں اور بھیجا آٹکے پورے مقدار پر ہوتا ہے اب ہیکو اپنے خدا کی قدرت اور اختیار ثابت کرنے کی غرض سے اور اس حکیم کے قول کا بطلان ظاہر کر لینے نظر سے اسی جگہ ایک آسمان تقریر کرنی ضرور ہے جسکے سمجھنے کے بعد ایک قانون فطرت (لا آف نیچر) کی حقیقت معلوم ہو جائیگی۔ بکرے کے سینک نہجانے کی لیاقت ذاتی اگر تمام مغز سر یعنی سارے سمجھنے میں ہے پھر تو لازم ہے کہ سارے سمجھنے کے سینک نہجانیں یا مغز سر کے کسی حصہ یعنی کسی تہ میں ہے پس جس جگہ خود بخود وہ حصہ ہے کا ہوگا۔ اسی جگہ سینک پیدا ہوگا اگر ایسا ہوتا تو بکری کے تمام سر میں سمجھنے آگے کبھی سمجھے کبھی دانے کبھی مائیں سینک نکلا کرتے یہ بھی نہیں ہر پاسے کے تمام کھوپری اور ہڈی میں یہ قوت ہے کہ سمجھنے سے سینک

بنالیتی ہے یہ بھی غلط ہے ورنہ تمام کھوپری پر سینک پیدا ہوتے یا فقط دو نو لکار دہانے
 باتیں کھوپری کے اُن میں بھیجے سے دو نو سینک بنانے کی قوت ہے اور کسی حصہ میں
 کھوپری کے یہ قوت نہیں ہے جیسے تھن میں خون کو دودھ بنانے کی قوت ہے یہ بھی غلط
 ہے ورنہ سچ پیشانی پر سینک کیونکر نکلتا جیسا کہ اس مثال میں گذرا ہے یا کھوپری کے دو نو
 کنارہ پر بھی ہے اور سچ پیشانی پر بھی یہ قوت ہے اگر بھیجا پورا اور دو نو طرف پہنچ گیا ہو دو نو
 سینک پیدا ہونگے اور سچ میں بھی ایک سینک نکلیگا اور اگر مادہ فقط دہانہ طرف پہنچا جائے
 طرف ہوگا سچ میں اور دہانہ طرف ہوگا یا باتیں طرف بھیجا پہنچا ہے جب بھی دو سینک
 ایک باتیں طرف اور ایک سچ میں ہوگا یہ بھی غلط ہے اور تجربہ اور مشاہدہ سے مخالفت ہے
 اب ناچار ہمو سی ماننا پڑیگا کہ نہ تو ذاتی لیاقت مل یا جزر بھیجے میں سینک بن جائے کی ہو اور
 نہ کھوپری کے تمام اجزا میں ذاتی قدرت سینک بنانے کی ہے اور نہ کمی بیشی مادہ مغز سر
 موقوف ہے بلکہ یہ لیاقت دینے والا کوئی اور حکیم قائل مختار ہے جس حصہ مغز سر کو اور جس جگہ
 استخوان سر کو چاہے سینک اُسی جزر مغز سر سے پیدا کر دے اور اگر یہ عادت اُس قادر مطلق
 نے دو نو طرف سینک پیدا کرنے کی رکھی ہے مگر کبھی بنظر ثابت کرنے اپنے اختیار کے سچ
 میں بھی سینک پیدا کر دیتا ہے اور یہی ہمارا خدا ہے جو یا نہیج کا نہیں ہے اس طرح جس قدر
 خواص کیمیائی اور کربائی اور آثار برقی ہیں سب کا ہونا اختیار قادر مختار ہے دوسری
 مثال اس سے بڑھ کر لیجئے تمام فلاسفہ طبعیین کا عقیدہ ہے کہ پھر میں چونکہ مادہ ارضی غالب
 ہے لہذا اسکی پیدائش زمین ہی پر ہوتی ہے زمین سے اوپر مثلاً گرہ قمر یہ خواہ آفتاب پر پھر
 پیدا نہیں ہو سکتا اور یہ ایسا قانون فطرت ہے جسکو سب فلاسفہ ضروری خیال کرتے ہیں
 انکسغور اس کو البتہ خط ہوا تھا کہ ایک روز آسمان سے پھر گرتے ہوئے دیکھا اسکو عقیدہ
 ہو گیا تھا کہ آسمان کی ساخت پھر سے ہے ایک روز کا عجب سانحہ لکھا ہے انکسغور اس
 نے پیشین گوئی کی کہ فلان روز آفتاب سے ایک پھر زمین پر گرے گا چنانچہ وہی ہوا کہ پھر قریب نہر
 اوغوس کے آفتاب پر سے گرا ہم کو فلاسفہ طبعیین سے جو آسمان سے پھر گرے گا انکار کرتے ہیں

فقط یہی پوچھنا ہے کہ اسکے محال ہونے پر کونسی دلیل تم نے قیام کی ہے سو اس کے اس کے کہ مادہ
ارضی زمین ہی میں ہے جب تمہارے عقیدہ میں یہ ثابت ہے کہ پہلے ایک بسیط مادہ انتہی سے مدیم
بنا پھر اس سے آفتاب و اقرباب اور سیارہ نکلے زمین بھی اسی آفتاب سے نکلی ہے جب زمین
بھی آفتاب سے نکلی ہے پھر چہر کا آفتاب سے نکلتا کیوں محال ہو گا کہ توکار زمین را کو سلسلے سے ہو کہ بر
آسمان تیر پر داختم زمین ہی کے موجودات کی اصلیت سے آیکو کیا واقعیت ہے کہ آپ
میریل کی دو زمین لگا کر آسمان کے موجودات کی تحقیق کر رہے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ آپ
لوگ کشش ارضی کا قانون قدرت اپنے تجربہ سے یہ بیان کرتے ہیں کہ جو چیز اوپر سے زمین
پر گرتی ہے جہاں تک سطح جہاں کی ہوا ہے پہلے تانبہ دسکنڈ میں سولہ فیٹ سے کچھ زیادہ
اترتی ہے اور پھر فی تانبہ سا فیٹ اسکے رفتار میں سرعت ہوتی ہے اور یہی قانون الہی لاؤن
پھر آپ نے گرنیوالی اشیا کا تجربہ کیا ہے یہ قاعدہ سطح جہاں کی ہوا میں جسکی لطافت اور
کثافت دریافت کر کے تجربی وزن جنفی تم کو معلوم ہوا ہے البتہ اگر درست پایا جائے تو شاید ہو
سکتا ہے اور جہاں سے یہ ہوا نہیں ہے اور آسمانی ہوا جو بقول فیثاغورس وغیرہ فلاسفہ
کی نہایت لطیف ہے اور جس قدر قرب آفتاب فرض کرو لطیف ہوتی جاتی ہے پس تم بعد میں
جو آفتاب کو زمین سے ہے مثلاً نوکر و میریل اسکی لطافت اور کثافت تو معلوم نہیں اور حکم لگا دیا کہ
زمین سے آفتاب کی طرف چڑھتی والی شے پہلے تانبہ دسکنڈ میں مہ سو چاس فیٹ چڑھ چکی یہ
کوئی قاعدہ ہے اور یہ کونسی عقل ہے اسکے علاوہ تم لوگ سطح جہاں کے ہوا کہ تشبیہ دینی ہوئی
روئی کی دھیر سے دیتے ہو مثلاً اگر چاس گز لائے ہوئے میں دسویں ہوئی روئی بھر کے کھڑا کر دیں
سب سے نیچے والی روئی پر دوا زیادہ ہونے سے اسکی پھولن کم ہوگی اور سب سے اوپر والی روئی زیادہ
پھولی ہوگی یہی کیفیت ہوا کی ہے کہ جس قدر زمین سے قریب ہے زیادہ دبی ہوئی ہے اور کثیف ہے
اور وزن بھی اسکا زیادہ ہے اور جس قدر زمین سے دور ہے متخلل اور لطیف ہے اور یہ قانون فطرت لاؤن
نیچرا ہوا کا ہے ۱ در سوچو کہ پہاڑوں کی بندی پر ہوا کی لطافت زیادہ ہے یہاں پر اتنا اور یہاں
کہ قند بکر کی زمین کا ہوا پر اسے جس سے وزن پیدا ہوتا ہے پھر تو آفتاب مرکز عالم کیونکر ہو گا

بلکہ ہوا اور پانی کا مرکزی زمین کا مرکز ہے اسکو مفصل آئندہ بیان کرینگے اچھا یہ تو ہم نے
 مانا اور یہ بھی آکا اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جسقدر ہوا کی کثیف میں قوت معادقت یعنی مزاحمت
 کی زیادہ ہے لطیف میں مستقدر کم ہے اور اسکا ثبوت علاوہ دلیل عقلی کے مشاہدہ سے کرایا
 جاتا ہے مثلاً اگر کسی کچھ کے تل کی ہوا کو ایک پستھ کمال ڈالیں اس میں روپیہ اور کاغذ کا ٹکڑا
 جو روپیہ کے برابر کتا ہوا ہو دونوں برابر کرینگے اسلئے کہ ہوا جو معادقت یعنی روکنے والی سرعت سقوط
 پرچہ کاغذ کی بھی باقی نہیں ہے اب تین قانون فطرت یہاں پر ہوتی رہا جسقدر گرنی والی شے قریب
 زمین کے آتی ہے جذب مرکزی اسکو زیادہ کشش کرتا ہے چنانچہ ہوائی میں ۱۴ فیٹ زیادہ اترتی
 ہے نسبت مسافت پہلے تانبہ کے اس قانون کا تاثر یہ ہوا کہ جسقدر گرنی والی شے پہلے زمین
 سے دور ہوگی اس پر جذب مرکزی زمین دائرہ اکشن آف گراویٹیشن اکالم ہوگا (۱۲) یہ قانون
 کہ آفتاب جو زمین سے نو کروڑ میل ہے وہاں پر جذب مرکزی اتنا زیادہ ہے کہ وہاں کو چڑھنے والی
 شے پہلے تانبہ (سکنڈ) میں ۲۵۴ فیٹ چڑھتی ہے اور سطح جہاں کی ہوا جو کہ چالیس میل تک
 بقول فلاسفہ بھی نہیں ہے اسکے اندر جو شے زمین پر گرتی ہے پہلے تانبہ میں ۱۴ فیٹ پس جذب
 مرکزی کا نو کروڑ میل مسافت پر زیادہ ہوتا اور قریب زمین کے کم ہوتا یہ کس قاعدہ سے درست
 ہو سکتا ہے اور قانون اول اور دوم کا اختلاف کیسے رفع ہوگا (۱۳) جہاں زمین کی سطح ہوا
 نہ ہو کاغذ کا ٹکڑا اور روپیہ برابر گرتا ہے جیسا بعض لکچروں میں چھپا ہوا دکھا ہے اس قاعدہ
 سے آفتاب کے طرف سے جو چڑھتی ہے ۲۵۴ فیٹ پہلے تانبہ میں اسکا چڑھنا کس قاعدہ سے
 درست ہو سکتا ہے میری یہ عرض نہیں کہ یہ تینوں قانون صحیح یا غلط ہیں بلکہ مجھے یہ دیکھنا
 منظور ہے کہ خالق عالم پائند کسی پھر کا نہیں ہے چاہے جو اثر اپنی مخلوقات میں پیدا کرے
 کوئی اسکا شریک نہیں ہے اور کوئی قانون اسکو پائند اور مجبور نہیں کر سکتا ہے نہ گلستان
 کند آتے برخلیل ہو گروے آتش بروز آب نیل یہی نظائر اسکو زیادہ تر تعجب میں ڈالتے ہیں
 کہ زمین کی چیزوں سے آسمان کی اشیاء کی تمثیل آئینہ دیکر اپنے حسابات اور قیاسات کو باخبر
 بنی کرنا یہ کون سا طریقہ ہے اس سے زیادہ عجیب یہ بات ہے کہ سطح جہاں کی ہوا نہ آگھ سے نظر

آتی ہے اور نہ گیلیلیہ اور ہرشل کی دوربین سے حالانکہ یہ ہوا کثیف ہے اور آفتاب کے پاس کی ہوا جو نہایت درجہ لطافت پر ہے اسکو ہرشل صاحب نے گھر بیٹھے دیکھ لیا اور اسکی پیمائش بھی کر لی چنانچہ کہتے ہیں کہ ہوا جو گردشِ شمس کے ہر کم سے کم اسکا عمق ۱۸۴۲ میل اور زیادہ سے زیادہ ۲۶۷ میل ہے اور قریب آفتاب کی ہوا غیر شفاف اور مثل ہواگوں کے ابر کے ہے یہ حقیقتات علوم جدیدہ کی ہے جسپر تاجِ پورپ کو بڑا فخر ہے قدیم ریاضی دان جب کہتے تھے کہ آسمان موجود ہے اور شفاف ہے نظر نہیں آتا ہے اور دیر ہے اور دہر کی پیمائش بھی ہر آسمان کی بتلاتی تھے وہ تو محض نادان اور جاہل تھے اور ہرشل صاحب کے چربا بات بڑے عمدہ اور واجب القبول اور گویا وحیِ آسمانی ہو گئی اگر آپ یہ کہتے کہ سطحِ سطحِ جہان کی ہوا خود آکھ سے نظر نہیں آتی ہے مگر جو چیزیں ہوائیں اڑتی ہیں خواہ اور آواز ہوا کے جو محض لمس وغیرہ سے محسوس ہوتی ہیں یا ذی روح کا تنفس جو مدار حیات ہے ان سب کے ذریعہ سے ہوا کی موجودگی مثل محسوسات کے بہکونابت ہوتی ہے اسبطحِ دوربین کے ذریعہ سے ہرشل صاحب نے بھی آفتاب کے قریب کی ہوا کا قیاس کیا ہے اور اس ہوا کی موجودہ اشیا کو دیکھ کر حساب جانچا ہے۔ اسکو ہم اریان بھی کہیں پھر بھی تو فلاسفہ مادّین جو کہتے ہیں کہ اہر تمام فضائی آسمانی میں بھرا ہے انکو آپ سمجھاتے اسبطحِ آفتاب کی گرمی کا قیاس جو محض ٹیگنی ہے حال کی تحقیق سے یوں ثابت کرتے ہیں کہ آفتاب کی گرمی اگر کچا کچا ہے اتنے برف کو جو تمام کرہ زمین پر ہوا اور گیارہ میل کا دل اسکا ہوا ایک روز میں پکھلا دی اور ہم تک حسبِ قدر گرمی آفتاب کی ہو سکتی ہے ۱۲۰ ارب ۳۲ کروڑ و س لاکھ حصّہ میں سے ایک حصّہ کے برابر ہوتی ہے ان حسابات کے نقل کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ آپ لوگ سمجھیں تو اسکے نہیں کہ جب تک یقین کامل کسی امر کا نہ کر لیں ہرگز اسکے ہونے اور نہ ہونیکا اقرار نہیں کرتے ہیں اب میسائل اجسامِ فلکی کے انہر یقین کر نیکا درجہ آپ کو کونسا ملا ہے ہم تو ان مسائل کو بوستانِ خیال کے لالہ و اور سپید دیو کے حالات سے کم نہیں سمجھتے ہیں اسبطحِ ہزاروں خیالی مسائل اور دیگر علوم کے میں حکوم ہم بھی مناسب مقامات پر بیان کرینگے باب جو پختا پیچر کے بلنگی مثالیں تاریخی واقعات سے اور بیانِ خرابی غفلت جو پیچر کے ماننے سے لازم آتی ہے عقلی دلائل سے

جو لوگ منکر وجود خالق ہیں انکے قول کا بطلان جب ہم وجود خالق کے دلائل عام فہم لکھیں گے
 بخوبی کر دیں گے اور جو لوگ بظاہر خدا کو مان کر اور پھر یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ صفات اور آثار پوشیا
 عالم میں خدا نے رکھ دیے ہیں انکے خلاف کوئی اثر نہیں ہو سکتا ہے انکو بھی ضرور خدا کی
 مجبوری اور پابندی نیچے کے ماننے سے خدا کا بیکار ہونا ماننا پڑتا ہے دیکھو سید احمد رضا
 صاحب نے اپنی تفسیر کے جلد اول صفحہ ۳۳ میں یہ کہہ دیا کہ نیچر کی پابندی جب سے ہوئی ہے
 جب سے کہ اس قادر مطلق نے اپنے انتظام کو قدرتی قوانین کا پابند کیا نہ اس سے پہلے
 پھر وہ سطر کے بعد کہتے ہیں پس نیچر کی پابندی ہم کو جب ہی سے چاہئے جب سے کہ اس قادر
 مطلق نے اپنے کاموں کو نیچر کا پابند کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کا پابند نیچر کے ہونا اس کا
 ظلم نہ ہو کہ نہ ہو۔ کیا خدا نے اپنے بندوں کوئی معاہدہ کیا ہے کہ ہمیشہ بارود کو آگ جلا یا کر
 گی اور کیا جس وقت قوانین قدرت نافذ ہوئے تھے کوئی نبی آدم (شکلا سید صاحب) ہی خدا کے
 قانونی جلسہ کے ممبر تھے ہر حال یہ پابندی خدا کی اور بیکارے دو حال سے خالی نہیں ہے
 یا تو نیچر خود بخود ہوتا جاتا ہے کوئی خالق اور آفریدگار نہیں ہے یا انیکہ خدا نے مجبوری سے یہ
 قانون جاری کیا ہے اور محض بے اختیاری خدا کو بروقت اجرائے قانون بھی تھی اور اب
 بھی ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اسی نیچر کی وجہ سے ہوتا ہے خدا کی مجبوری کا جو شخص خدا کو مانتا
 ہے کبھی معتقد نہ ہوگا ہر حال قانون قدرت الائن نیچر یا تو کسی قادر مختار کا بنایا ہوا ہے یا خود
 بن گیا ہے اور مانتا جاتا ہے اور حیوں حیوں ترقی موجودات کو ہوتی ہے جدید قانون کے قوانین
 پیدا ہوتے جاتے ہیں یہ بات فلاسفہ مادیین کے مذہب پر البتہ درست ہو سکتی ہے جو کہتے ہیں
 کہ فقط مادہ قدیم ہے اور اسکے حرکات روزانہ جدید ہو ہو کر اشیاء عالم پیدا کرتے ہیں اور جب کسی
 قادر مختار کو ہم خالق مانیں اس عقیدہ پر تو ہم کو نیچر کا بدل جانا کچھ دشوار معلوم نہ ہوگا اس لیے
 کہ قادر مختار تو وہی ہے کہ جو فعل کرے اسکے کرنے یا نہ کرنے پر اسکو ہمیشہ قدرت ہو اور مجبوری
 کسی قسم کی اسکو نہ مضبوط قانون فطرت کے ماننے والے اس پر جمے ہوئے ہیں کہ ہرگز یہ
 قانون بدل نہیں سکتا ہے اس لیے ہم لوگ جو کہ قادر مختار کی قدرت پر ایمان لائے ہیں اس پر

جمع ہوئے ہیں اور قوی دلائل سے اسکو ثابت کرتے ہیں کہ فادر مختار کی ضرورت اختیار ہے کہ ان
 قوانین کو بدل کر اور کوئی قانون جاری کرے فرق اتنا ہے کہ قانون فطرت جو امر عادی ہے
 اس کے مطابق لاکھوں نظائر وہ لوگ پیش کر سکتے ہیں اور ہم اس کے تبدیل پر بہت کم نظر کر سکتے
 ہیں منطق کے پڑھنے والے پر یہ بات محقق نہیں ہے کہ حکم کلی یا عام قاعدہ جو لاکھوں جگہ حل
 رہا ہو اگر ایک جگہ بھی اسکا خلاف ثابت ہو جائے وہ قاعدہ عام نہ رہیگا مثلاً اصول نصف یا اقل
 اور تجربہ سے ہم کو ثابت ہوا کہ جو حیوان ہے جنگالی کرتے وقت نیچے کا جبر اٹاتا ہے اور اسکو ہم نے
 عام قاعدہ میں لے کر لیا تھا کہ مذہبانے دراز کے بعد مسیح (مگر مجھ) ایک جانور ہم نے دیکھا کہ وہ
 جنگالی کرتے وقت نیچے کا جبر نہیں اٹاتا ہے اب ایک ہی جانور کے دیکھنے سے ہمارا وہ عام
 قاعدہ ٹوٹ گیا اور ہم کو خیال ہوا کہ اگر زیادہ تلاش کریں شاید دو چار دس سچاس اور بھی جانور
 ہم کو ایسے مل جائیں اسطرح آنکھ کے دیکھنے کا یہ تجربہ پر آشفتہ فیسوولوجین کا اجماع ہو رہا
 ہے کہ عمدہ شرط آنکھ سے دیکھنے میں وجود نور اور روشنی کا ہے اندھیرے میں ہرگز آنکھ کارگر نہیں ہو
 سکتی ہے اب لیجئے وہی فلاسفہ اور بڑے بڑے علما نامی گرامی اسی زمانہ میں امریکا کے ایک
 نوجوان عورت کی حکایت چشم دید لکھ رہے ہیں (دیکھو رسالہ حمید یہ کو) اس عورت کو ایک ایسا مرض
 لاحق ہوا کہ شب کو اسی مرض میں مبتلا ہو کر کھڑی ہو جاتی تھی اور عین حالت خواب میں بیدار
 بھی کرتی تھی اور جو کام بیداری میں آدمی کرتا ہے وہ خواب کی حالت میں کرتی تھی پھر جب اس
 مرض کی شدت اُسے ہوئی اور وہ کو بھی دورہ اسکا ہونے لگا اب بروقت شدت کے آنکھ کی
 ایسی بدلی ہوئی حالت میں ہوتی تھی کہ اس سے زیادہ عجیب حالت آنکھ کی دیکھی نہیں گئی
 اور نہایت باریک حرف کو تیار کی اور اندھیرے میں وہ میضد دلو آنکھیں بند کئے ہوئے برابر چھتی
 تھی اس کیفیت کو بڑے بڑے پیرل نے خود دیکھا ہے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ قانون فطرت کی پھر
 کے خلاف یہ کیوں واقع ہوتا ہو اب معلوم ہوا کہ آنکھ کے دیکھنے کا پھر روشنی کی موجودگی میں کھول
 کر دیکھنا جو ہم سمجھ رہے ہیں یہ بھی عام قاعدہ نہیں ہے اور خدا اسکا پابند نہیں ہے اسطرح حیوان
 کے بدن کو اگر کھٹا کر دو تین ٹکڑے کو دس مرچا لگا اور اسکو ہم پھر قرار دیتے ہیں اب لیجئے کہ ہسپدرا

ایک چھوٹا سا جانور ہے اگر اس کے بدن کے تین ٹکڑے کر ڈالو سر لگ اور دھڑ لگ اور دم لگ اور چنڈر
 اسکو پراسنے دو سطر جانیکا نیچر اور مر جانیکا نیچر جاری ہوگا بلکہ سر میں ایک بدن پورا پیدا ہوگا جس
 میں دھڑ اور دم ہوگی اور دم میں بھی اسید طرح دھڑ اور سر پیدا ہوگا اور نیچر کے دھڑ میں سر اور دم پیدا
 ہوگا ایک مردہ جانور تین زندہ جانور اسی قسم کے پیدا ہونگے اب معلوم ہوا کہ قانون قدرت نے
 خدا کو پابند نہیں کیا ہے کہ اس کے خلاف نہ کر سکے بلکہ ہر طرح سے وہ قادر ہے اب لیجئے دو دھڑ کا
 نیچر حیوانات میں جو اصول طب نے ٹھہرایا ہے کہ بدون حاملہ ہونے کے عورت کے دو دھڑ نہیں
 ہوتا یا اشتادہ اور کسی مرض میں جیسے اعتناق رحم یا حبس خون حیف یا جھوٹا حمل جسکو رجا
 بھی کہتے ہیں اسید طرح حیوانات کی مادہ جب گاہجن ہوں تب دو دھڑ پیدا ہوتا ہے قادر مطلق نے
 اپنی قدرت سخانی اور ناپابندی سے بعض درختوں میں دو دھڑ پیدا کر کے ہماری ہدایت فرمائی
 چنانچہ ہند میں ایک درخت ہے جسکو شجرۃ الحلیب کہتے ہیں شیر مادہ گاؤں سے زیادہ عمدہ دو دھڑ
 اسی میں ہوتا ہے اور برازیل میں ایک درخت ہے جسکو دھارما ساندو یا کہتے ہیں اسکی شاخ میں سے
 ایسا عمدہ دو دھڑ پیدا ہوتا ہے جسپر مدار حیات و مال کے اکثر باشندوں کا ہے غذا وہی اشیاء
 نباتی کا نیچر تجربہ کامل کے بعد ٹیسٹ کوکول کو دریافت ہوا ہے کہ اشیاء نباتی میں گھیوں سے
 زیادہ کوئی ایسا عمدہ نہیں ہے جو ہمارے غذا وہی میں بکارت مدہو یا نیچر فہرت ریشل اور اشیاء خوردنی
 کی طیار ہوئی ہے اسی میں گھیوں میں فی ہزار (۹۵۰) جزو پرورش کنندہ خدائے تعالیٰ گندم وہ دانہ
 ہے کہ ہمارے خدا علی حضرت آدم کو بہشت سے دنیا میں لایا ہے یہی گندم وہ دانہ ہے جسکی
 کاشت کرنے کی اور رو کرنا آٹا پسنا روٹی پکانی اور نوالہ توڑ کر مونہ میں رکھنے تک ایک ہزار
 کام حضرت آدم کو (اصول فلاح اور ٹیمپسٹری جبر لقیل اور کیمیا اور اصول تمدنی سے) کرنے کے
 بعد نوالہ مونہ میں رکھنا نصیب ہوا تھا یہی گھیوں وہ دانہ ہے جو ہمارے ملک ہندوستان میں
 اسکوڑ من پیدا ہوتا ہے اور یورپ کے زراعتا جبر ۱۶ کروڑ من جہازوں پر فلاحیت لادیا جاتے ہیں اور
 ہکو فقط ۵ کروڑ من بچنے سے اگر اس سیر کا رخ قبل از اس تجارت کے تھا اب دیتے تک نہیں ملتا
 ہے جیسا اخبارات میں پڑھا ہے بہر حال یہ جو خدو دکھاے خدا چار دکھنا۔ مکو تو گھیوں کی غذا

دہی کا بیج بیان کرنا ہے اس رائد دکھڑا رونے سے کیا فائدہ اگر اب ہم آپسے خبر اپنی چشم دید سے
 خواہ ۵۵ صکی بیان کریں کہ آسمان سے گہریوں برساتا تھا اور کانپور کا یہ واقعہ ہے اور وہ گہریوں نہایت
 موئے دانہ کا سپید اور تین چار لکیریں بھی اسپر تھیں جو کہ اسکو ساٹھ برس کا زمانہ ہوا اور اخبارات کا
 انتظام اسوقت ایسا تھا اور نہ ایسی بیدار مرقی سے سلطنت کی کارروائی تھی آپ ضرور
 ہمارے اس بیان کو ویسا ہی غیر معتبر سمجھ کر منس بٹینگے جسے حیدر آباد میں ہن برسے کی خبر
 پر آپ لوگ بے اختیار منسنے لگتے ہیں۔ اور پورے خیالات اور تاریکی جہالت پر اسکو محمول کرتے
 ہیں۔ لہذا ہمارے ضرور ہے کہ تحقیقات جدید علمائے نباتات سے آپ کو قدرتِ خدای تعالیٰ کی کھلیں
 کہ ہمارا خدا اسکا باند نہیں کہ فقط گہریوں میں دھڑا حصہ پرورش غذائی انسانی رکھے اور کسی
 چیز میں نہ کہ شے کے لئے چلے ہمارے ساتھ بعض جزائر باسفک میں اور دیکھئے اس درخت کو
 جسکا نام روئی کا درخت درختہ الخضر کہلا گیا ہے جس میں گول گول روٹیاں پیدا ہوتی ہیں
 چھوٹی سے چھوٹی روئی کا قطر ۴ انچ کا اور بڑی روئی کا ۸ انچ کا ہوتا ہے وزن روئی کا تخمیناً
 ۱۰۰ گرام یا ۱۰۰ گرام کا ہے اور آٹھ مہینہ برابر روئی درخت سے ملتی ہے اور حسب طرح مصنوعی روئی سے
 گہریوں کی خوراک آدمی کی چلتی ہے۔ اس طرح اس سے ویاں کے باشندوں کی خوش خدائی
 منقرض ہو جاتی ہے اور وہی غذائی اور وہی اوصاف سب اس قدرتی روئی میں موجود ہیں
 اور اسکو بڑے بڑے کیمسٹ اور نیچرل ویکھ کر حیران اور دم بخود ہو رہے ہیں کہ یہ گہریوں کہاں سے
 آتا ہے اور کہاں پیتا ہے اور کون آنا گوندھتا ہے اور کون روئی پکاتا ہے جمل جلالہ و عظمیٰ
 بنی اسرائیل پرین و سلوی نازل ہونا جو ہماری مقدس کتابوں میں وارد ہے اسکا انکار یہ تو آپ کو
 بڑا زور شور تھا کہ پھر کے خلاف ہے اب آپ اس درخت کو دیکھئے اور خدائی قادر توانا کے قدرت
 پر ایمان لائیے اور پھر کے پیچھے نہ پڑئے پیچہ کی پابندی ہرگز خدا کو مجبور نہیں کر سکتی ہے روح
 راہ پر کربے جان کنیہ انجیل و ہمت نیاید ان کندہ ہماری غرض اس قدرتی روئی کے بیان سے یہ
 بیسے ہم نے سنائے بعض کیمسٹ اس کے مدعی ہو چکے ہیں کہ انہوں نے گہریوں کے اجزاء مفردہ
 بندہ کیمسٹری معلوم کر کے اشتہار دیا ہے کہ مصنوعی گہریوں ہم بنائینگے اور گہریوں کی کاشت ہوگی

ہو جائیگی اگر ایسا ہوا تو ہمارے ہندوستان پر انکا بڑا احسان ہوگا جسکا اگر وہیں گیوں باہر نکل
 جانے سے ہمیشہ اسکو محفوظ رکھا سمانا رہتا ہے اسطرح عجائب مخلوقات جو ہمیشہ خلاف عادت ہوتے
 رہتے ہیں خداوند قادر نے اپنے کمال قدرت کے ثبوت کی نظر سے انکو پیدا کرنا منظور فرمایا ہے تاکہ
 ہلکے پسند خالق کو مجبور اور پابند نہ خیال کریں تاریخ کے علم اور نیز اخبارات مطبوعہ پر جسکو عورت
 وہ بخوبی جانتا ہے کہ روزانہ ایسے عجائب اشیا کے پیدا ہونے کی شہادت گذر رہی ہے اس فن کے
 کتب ہمیشہ تصنیف کرنے پر قدرت نے ہلکے آمادہ کیا ہے اور دونوں مذہب کے آدمی اپنی اپنی شخص
 سے عجائب مخلوقات کو تاریخی حالات میں درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں مگر یہ جو خدا کی عرض یہ ہے
 کہ مادہ اور حرکت مادہ سے طرح طرح کی اشیا کا ابتدا پیدا ہونا انکے عقیدہ کو بچہ ثابت کر دے مثلاً
 جاپان میں ہندو بار پھلی جسکا منہ مثل ہندو کی نال کے ہے دریائی جانور و شیر اپنے منہ سے
 پانی کا فیر کر کے نکل کر کرتی ہے یا ضلع متھرا میں ایک عورت ایک بیوس برس کے عمر کی تھی اسکے
 دانت منہ میں نہیں مگر تہ جے اور آخر مرتبہ کے دانت جو بے کے دانتوں کے برابر تھے اسطرح سے
 ہزاروں واقعات صحیح منکرین خدا کو اس عقیدہ پر پختہ کرتے ہیں کہ جو چیز نئی پیدا ہوتی ہے بعض
 (صدف) اور بلا سبب پیدا ہوتی ہے کوئی مبرا حکیم اور صلح آفریدگار ایسا نہیں ہے جسکو خدا پرست
 مان رہے ہیں بلکہ اسی مادہ اور حرکت مادہ سے جب کسی خاص انداز پر از خود ہوتی ہے کوئی جدید
 شے پیدا ہو جاتی ہے ذرا اس نادانی کو دیکھئے اور خدا پرست لوگ ایسے تاریخی واقعات کا ہونا
 اپنے اسی عقیدہ کی تائید خیال کرتے ہیں کہ خداوند عالم قادر بخون پابند کسی نیکو نہیں ہے جسطرح
 چاہے جس چیز کو پیدا کر دے اور جو قاعدہ چاہے ایجاد اشیا میں جاری فرمائے اور یہ سچ و وقاعدہ
 نہیں ہے جو اسکے پیدا کئے ہوئے اشیا میں ہم براہ غلط کاری تجویز کر کے قادر مختار کو انکا پابند خیال
 کرتے ہیں جلا انکہ قادر مختار ہرگز انکا پابند نہیں ہے بلکہ بنظر مجاہدی آسانی بسر رکھنے کے عادت اپنی
 ان قواعد مخصوصہ کے جاری رہنے کی نظر فرمائی ہے تاکہ انتظام عالم میں خلل نہ پڑے اسلئے کہ
 پابندی مجبور کو ہوتی ہے اور مجبور فاعل مختار نہیں ہے پھر کا دوسری طور سے بیان دنیا
 میں جسقدر چیزیں ہمارے مشاہدہ میں آرہی ہیں انکے خواص اور آثار دو قسم کے ہماری سمجھ

میں آتے ہیں۔ پہلے فرض کرو جسمانی چیزیں کہ انہیں کو ہم دیکھ رہے ہیں یا اور کسی طرح سے محسوس کر رہے ہیں۔ اب اجسام میں کچھ خواص اور صفات ضروری تو عام طور پر پائے جاتے ہیں اور انکا ہونا اس لئے درجہ کی عقل سے لیکر اعلیٰ درجہ کی فلسفی عقل کے نزدیک ضروری ہے مثلاً جسم کسی مکان میں ہونا جو طول عرض اور عمق میں اسی جسم کے طول عرض اور عمق کے برابر ہو یہ ایک ایسا قانون فطرت و نیچر ہے کہ ہرگز کوئی جسم بدون اپنی جگہ خاص کے پایا نہ جائیگا۔ اب یہ خاصہ جسم کا ضروری ہے اور کبھی بدل نہیں سکتا اور نہ قدرت موجد کی اسکے تبدیل سے منسلق ہوتی ہے (۲) اس سطح جسم میں طول عرض اور عمق کا ہونا جس کو ہم مقدار کہتے ہیں اب اگر اتصال کا مسئلہ ثابت ہو جائے تو یہ صفت بھی ضروری اور عام ہے کوئی جسم بغیر مقدار کے ہو گا پھر چونکہ مقدار کی ضرورتیں ہیں اور ہر صورت کو ایک یا دو خواہ سودو سو خواص مقدار کی لازم ہیں جنکا بیان علم ہندسہ اور حساب میں ہوتا ہے۔ اور اصول اقلیدس اور فروغ ہندسہ کا پیرھینو والا انکو جانتا ہے مثلاً دو ضلع کسی مثلث کے ملکر تیسرے سے ضرور بڑے ہوتے ہیں خواہ مثلث متساوی الاضلاع کا ہر ایک زاویہ برابر دو ثلث قائمہ کے ہوتا ہے اس سطح جسم قدر خواص مقدار ہی برہان سے ثابت ہو چکی اس لئے بھی قدرت کا تعلق ایجاد ہی ہوا اب وہ خواص ناقابل جسم اور سطح اور خط بدل نہیں سکتے اور یہ بھی عام خیال ہے جس کو ہم کسی جگہ باطل کر دینگے (۳) اس سطح اعتدال یعنی ایک جسم کے اندر دوسرے کا سما جانا کہ پانی سے زیادہ نرم کوں جسم ہے وہ بھی دوسرے جسم کو اپنے میں نہیں لیتا ہے (۴) اس سطح ایک جسم کا وقت واحد میں دو جگہ پر نہ ہونا خلاصہ یہ ہے کہ جو صفات اجسام میں ایسے ضروری ثابت ہو چکے انکا نیچر گز نہیں بدل سکتا ہے اب رہے خواص طبعی یا کیمیائی مثلاً (ایٹرکشن) یعنی کشش کی تینوں قسمیں یا مقدار اتصال (ایلیویشن) یا وزن متناسب یعنی (اسپیسفک گریوٹی) یہ خواص ایسے نہیں ہیں کہ جس کو کسی کی عقل ضروری اور ناقابل تبدیل تصور کرے اور سوائے تجربہ کے اور کسی عقلی دلیل سے ہم انکی ضرورت کا کسی جسم میں حکم کریں۔ طالب علم خواہ معمولی عقل کا آدمی اسی دھڑکے میں اگر کہنے لگتا ہے کہ نیچر کے خلاف ہونا محال ہے اسکو ہرگز معلوم نہیں کہ خواص لازمی

اور ضروری کو نفع میں اور خواص ممکن اور غیر ضروری کو نقص میں بحرانی فقط طرز تعلیم کی ہے
 لارڈ ہیکس کے جدید اور نئے خیالات سے جو محض تجربہ پر بنائے گئے تحقیقات علمی کو منحصر کر دیا ہے اور
 یہ طریقہ کو بالکل منسوخ کر دیا ہے اسکا نتیجہ اتنا تو ضرور عہد ہر آمد ہوا کہ جدید اصول اور نوابیس کا علم
 خوب ہو رہا ہے اور ضرور بھی اسکا استفادہ ہے کہ بحث حالت و ماحول سے لوگ بالکل غافل ہو گئے اور
 جو ضروری شرط اصول تصفیہ میں ربط حقیقی جاننے کی ہے اسکو کبھی فراموش کر دیا مثلاً ذیل سے
 خواص اجسام کا ضروری اور غیر ضروری ہونا سمجھو مقناطیس لوہے کو جذب کرتا ہے اب سوای
 اسکے کہ ہمو تجربہ سے معلوم ہوا ہے کوئی دلیل ہم ایسی قائم نہیں کر سکتے کہ لوہے کو جذب کیوں کرتا
 ہے اور چاندی سونے کو کیوں نہیں کرتا ہے اور نہ یہ جذب کرنا ایسا ضروری ہے جیسے کہ مقناطیس
 کا کسی مکان یا جگہ میں یا اجا تیسری ہوئی عقل والے آدمی سے اگر ہو کہ مقناطیس بدو نہ بھگن
 کے پایا گیا ہے کبھی باور نہ کرے گا اور اگر بڑے فلسفی نچرل سے کہو کہ ایک کڑا مقناطیس کا ایسا بھی ہے
 کہ لوہے کو جذب نہیں کرتا اسوقت سننے والے کو یہ کہنا مناسب نہ ہوگا ایسی بات ناممکن ہے بلکہ
 وہ اسکو تسلیم کر کے دینے تحقیق سبب ہوگا کہ آخر یہ قوت اس کڑے سے کیوں جاتی رہی پھر اگر وہ
 کیفیت یعنی بھگدان جذب آہن کی مقناطیس میں قریب بدزلزلہ کے پیدا ہوتی تھی اور زلزلہ آئینکے
 بعد وہی قوت مقناطیس کا پھر لوہے کو جذب کرنے لگا اب ہمو یہ معلوم ہوگا کہ سبب عدم جذب کا یہی
 تھا کہ قدرت نے زلزلہ کو یہی اثر دیا ہے کہ جذب مقناطیس ایسے آئینے سے چند منٹ باطل ہو
 جائے اب ہمو اس مثال کے بیان سے دو قانون فطرت دیگر معلوم ہوئے ایک تو مقناطیس میں
 قوت جذب آہن کا ہونا دوم زلزلہ زمین کا مطلق جذب مقناطیس ہونا اب کوئی فلسفی دنیا میں
 ایسا ہے جو ربط حقیقی ان دونوں میں ثابت کر دے اور بتلا دے کہ آخر مقناطیس کیوں لوہے کو جذب
 کرتا ہے اور چاندی سونے کو جذب نہیں کرتا یا اسکی اصلیت سے خبر دے کہ زلزلہ کے آئینے جذب
 مقناطیس کیوں باطل ہوتا ہے بخلاف اسکے کسی مبتدی طالب علم سے جس نے پہلے مقالہ اول قلیل
 کا مطالعہ کیا ہے اگر یہ کہو کہ دو ضلع مثلث کے مکر تیسرے کے برابر ہیں یا تیسرے سے چھوٹے فوراً وہ
 شغل ۲۰-۱ کو پیش کر کے آپ کے قول کو باطل کر دیگا۔ ایضا جذب مقناطیس کی وجہ طرح

زمین کا زلزلہ ایک وقت خاص میں باطل کرتا ہے اس طرح کشش ارضی راہبر کشش آف گریویٹی
بھی جب مقناطیسی کو باطل کرتی ہے فرض کرو کسی ٹکڑے میں مقناطیس کے سیر بھر لو ہے کی
جذب کی قوت ہے اگر سو اسیروں کا ہم ہاتھ سے چھو کر زمین پر گر آئیں اور مقناطیس کو سامنے کریں
جذب مرکزی زمین کا اسکو انہی طرف کھینچ لیگا اور مقناطیس کا کچھ اثر نہ ہوگا لیکن کشش ارضی
سے اگر قوت مقناطیسی زائد ہو چھو تو جذب مقناطیسی باطل نہ ہوگا ہاں زلزلہ کے قریب کشش ارضی
استدیر زیادہ ہوتی ہے کہ چاہو کسی قوت کا مقناطیس لوہے کے سامنے کرو کچھ بھی اثر نہ ہوگا نیز
نیچر کا معلوم ہوا اسکی دلیل بھی ہم کوئی بیان نہیں کر سکتے سوائے اسکے کہ فطرت نے یہ اثر دیا ہے
دوسری مثال آگ کا جلانا عام خیال میں تو ایسا ہی ہے کہ یہ اثر آگ کا لانی ہے مگر فلاسفہ کی تحقیق
سے معلوم ہوا ہے کہ یہ اثر آگ کا بعض اوقات باطل بھی ہو سکتا ہے پچھلے طبیبوں نے روغن
بلسان میں یہ اثر بیان کیا ہے کہ اگر انگلیوں پر کپڑا روغن بلسان میں تر کر کے لپیٹ لو اور جلاؤ کپڑا جل
جائیگا اور ہاتھ پر اثر آگ کا نہ ہو چھو چھو جدید تجربہ سے فاسر پروف آگ سے جلانے کو روکتا ہے بہر حال آگ
کا جلانا دیسا لانی اور ضروری اثر نہیں ہے جیسے جسم کیدے مکان اور مقدار اور خواص مقداری ضرور
ہیں خلاصہ یہ ہے کہ حسب قدر علوم آج کل اسکول اور کالج میں پڑھاتے جاتے ہیں اور حسب قدر آثار قدرت
کے طلبہ کو دکھاتے اور سناتے جاتے ہیں معلم اور ماسٹروں کے زبان پر یہی جاری ہے کہ اسکا (نیچر)
یہی ہے اور اسکے خلاف ہرگز نہ ہو نہیں سکتا ہے اصول کسٹری اور فروغ کیمسٹری اور جبر نفیل اور
فسیولوجی اور فلان اور فلان الغرض سب کے نتائج اسی قاعدہ عام پر تیار ہونے سے طالب علم کو اسکا
عقیدہ ہو جاتا ہے کہ نیچر ہی سب کچھ کرتا ہے اور نیچر ہی نیچر دنیا میں ہے کبھی کوئی ماسٹر کسی طالب علم
کو یہ نہ بتلائیگا کہ یہ اثر اس شے میں کس نے دیا ہے اور ربط حقیقی اس علت و معلول میں کس وجہ
سے پیدا ہوتا ہے پسمیری مثال جب ہم جذب مقناطیسی کے فروغ کو بتلائیگا ایک مسئلہ یہ بھی بیان
کرینگے کہ مقناطیس کی لانی سلی یا سلی کے دونوں سروں پر قوت جذب کی ہوتی ہے اور حسب قدر پیر
کی طرف بڑھو قوت جاذبہ کم ہوگی تاہنیکہ جھیک وسط میں ذرا بھی قوت جاذبہ نہ ہوگی اور یہی اسکا نیچر
ہے اب اسی سلی کو ہم سچ سے دو ٹکڑے کر ڈالیں اب جو دو جدید سرے پیدا ہونے قوت جذب ان میں

بھی پوری آجائیگی اس سے (ب) ایک تہی ہے جس کے (۱) اور (ج) سروں پر قوت جذب ہے
 اور (ب) مقام پر کچھ بھی قوت جذب کی نہیں ہے اب اگر اس کو (ب) مقام پر سے ٹوڑ ڈالیں اور دوسرے
 کیسے ہی پیدا کریں مثلاً (ب) اور (ب) دو نوں ٹکڑوں کے (ب) مقام پر بھی قوت جذب پوری
 ہوگی حالانکہ اتصالی حالت میں در اسی قوت جذب اس میں نہ تھی اب یہ خاصیت مقناطیس کی
 جو ہم نے بیان کی ہے کیا ایسی ہی بدیہی اور ضروری ہے جیسے کہ مقناطیس کا کسی مکان خاص
 میں پایا جانا یا اس میں طول عرض اور عمق کا ہونا کوئی نادان سادان بھی اس کو دیکھ کر ضروری
 نہ کہیگا اور نہ جذب مقناطیس کے باطل ہونے سے مقناطیس کا فنا ہو جانا ضرور ہے پس جب ہم
 طالب علموں کو خواص لازمہ اوصاف عامہ جسمیت اور مقدار پڑھا کر کہہ دیتے ہیں کہ دیکھو جسم کا پتھر
 یہی ہے کہ بدیہی مقدار اور مکان خاص کے نہیں پایا جاتا ہے پھر جب ان کو اصول کیمسٹری اور
 اور اصول تجزیل اور اصول علم نباتات اور حیوان اور علم معدنیات کی تعلیم کرتے ہیں جب بھی ہم
 ان کو خواص اور آثار اشیاء کو ان کا پتھر بتلاتے ہیں ان کو یہی عقیدہ ہو جاتا ہے کہ خلافت ان اصول
 اور اوصاف کے چیزیں ہرگز نہیں پائی جاتی ہیں اور پھر کی تبدیل محال ہے پھر کانیس سے طود
 سے بیان خالق عالم نے دنیا کی چیزوں میں جس قدر خواص اور اوصاف عطا فرمائے ہیں بعض
 اوصاف اور خواص تو ایسے ہیں کہ جب وہ چیز پائی جائیگی وہ صفت بھی ضرور اس میں ہوگی اور
 کسی اور شرط پر اس صفت کا ہونا متوقف نہیں رکھا ہے مثلاً جو عدد جفت ہے اس کے دو حصہ
 برابر ہا کہ ضرور ہو جاتے ہیں اب یہ صفت جفت عدد کی ایسی عام ہے کہ جس دھڑ کا عدد فرض کرو
 اور جس مادہ میں فرض کرو سب میں ضرور ہوتی ہے کسی مادہ اور نہ کسی مقدار اور نہ کسی اور شرط
 کی محتاج ہے چار روپیہ اور آٹھ پیسے اور بیس کوڑیاں سب کے دو حصہ برابر ہو سکتے ہیں یہ صفت
 عام اور ضروری جفت عدد کی ہے اب تمام اقسام کے اعداد میں عام صفت خدا نے یہ رکھی ہے
 کہ ہر عدد نصف مجموعہ طرفین ہوتا ہے یعنی جو عدد فرض کرو اس سے پہلے اور اس کے بعد جو عدد
 ہوں ان دونوں کو جمع کر کے نصف کرو الو حاصل تصدیف درمیانی عدد ہوگا۔ کوئی عدد مثلاً چار
 فرض کرو اب اس کے پہلے تین ہے اور بعد اس کے پانچ ہے پس $3 + 4 = 7 \div 2 = 4.5$ اب معلوم ہوا

کہ چار مجموعہ تین اور پانچ کے نصف کا ہے اسبطح سے دس جو بیچ میں لیا اور گیارہ کے ہے پس
 ۱۰ = ۲ + ۲ + ۱ + ۱ + ۹ ربط حقیقی اب دیکھو کہ ہم نے جفت عدد کی وہ صفت عام اور عام عدد
 کی یہ صفت عام دونوں کو تجربہ اور اصول تصدیق سے دریافت کیا یعنی جو عدد جفت ہم نے پایا
 اسکے دو برابر حصہ بھی ضرور ہے سر دیکھو اسبطح جو عدد جفت یا طاق ہم نے پایا اسکو نصف مجموع
 مقدم اور موخر بھی پایا تجربہ اور اصول تصدیق استقرا کا جو کام تھا وہ ہم ہو گیا یعنی دو قانون
 اور دو حکم عام ہو گئے تجربہ سے معلوم ہوئے اب ہمارا ربط حقیقی یعنی اور اک سبب کی فکر ہوئی کہ آخر کیا
 سبب ہے کہ جفت عدد کے دو حصہ برابر کسر نکلتے ہیں اور طاق عدد کے اگر دو حصہ برابر کر دے
 تو کسر ضرور پڑے گی۔ اب ہماری عقل نے ہم کو ہدایت کی کہ سب سے پہلے کون عدد ہے جسکے دو حصہ برابر
 کسر نکلیں گے یعنی زوج اول وہ ہم نے دیکھ لیا پھر جو عدد جفت ہے اسکو دو پر قسمت کر نیسے
 آسمیں کسر نہیں پڑتی لہذا ہم نے حکم عام کر دیا کہ ہر عدد جفت کے دو حصہ برابر کسر ہوتے ہیں
 اور یہی ربط حقیقی ہے اسبطح ہر عدد کا نصف مجموع مقدم اور موخر کا ہونا بھی ہمارے تجربہ سے
 معلوم ہوا تھا۔ پھر جب ہم نے سبب کو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جو عدد بیچ میں دو عدد کے
 درمیان چلے عدد سے ایک کو لیا اسکو اگر برابر چادیں اب دو برابر اسی طرح والے عدد کے ہوگا اور دونوں
 مجموعہ دو چند عدد درمیان کے ہے لہذا نصف اس مجموعہ کا برابر اس درمیان کے ہوگا مثلاً چار
 پہلے تین اور چار کے بعد پانچ ہے اب پانچ سے ایک کو لیکر تین پر چھایا دو نو چار چار تو چھ کا مجموعہ
 اٹھ ہوا اور اسکا نصف دس چار ہوا اب ہم جذب مقناطیسی کو اسجکے پھر یاد دلاتے ہیں کہ تو یہ کا جذب
 کرنا یہ اثر جو اس میں ہے اور تجربہ سے ہمارے ضروری ثابت ہوا ہے آخر اسکا سبب کیا ہے ایضاً مٹھاس
 کی قوت جاذبہ جو اطراف میں ہوتی ہے اور بیچ میں نہیں ہوتی اسکا بھی سبب کیا ہے ایضاً لالہ
 کی آمد سے پہلے یہ قوت کیوں فنا ہو جاتی ہے اور مٹھ کیوں لپٹ آتی ہے اب اگر لاکھ طریق قیاسی
 ہم جلدیں شہر کسی طریق سے ہمارا ربط حقیقی اور سبب اصلی ان چاروں شمار کا معلوم ہوگا اور جب
 سبب معلوم ہوگا تو ہم کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ مقناطیس کے اثر جذب کے شروط کس قدر ہیں اور ہوائے
 اس اثر کے کس قدر ہیں اب ذرا انصاف کرنا چاہیے کہ ہم کو نہ سبب پراس اثر اطلاع ہے اور نہ شہر

اور مواعظ کو ہم جانتے ہیں اور پھر ہم بیدار ہو کر دیکھتے ہیں کہ جذب مقناطیسی ایک قانون
 فطرت (لا آف نیچر) ہے کبھی بدل نہیں سکتا ہے اور اس اثر کو یا صفت خاص کو ہم انہیں
 اوصاف ضروری کے برابر سمجھ رہے ہیں جیسے جسم کا مکان میں ہونا یا عدد کا نصف مجھ طرفین
 ہونا یا صفت کا دو برابر حصوں پر بے کسر تقسیم یا نایہ کیسی مشدہری اور نادانی کی بات ہے اور
 یہی حال کل خواص اور آثار خاصہ اجسام کا ہے ہنگو لارڈ بیکین نے اصول تصدیق سے خواص
 اشیا کے جاننے کا طریقہ بتایا اور یہ نصیحت نہ کر کے کہ جو قاعدہ اصول تصدیق سے ہنگو معلوم ہو
 جب تک کہ ربط حقیقی اور سبب اصلی معلوم نہ ہو اسکو قانون الہی اور نیچر ہم کہہ سکتے ہیں۔
 نیچر کا بیان جو مجھے طور سے کل موجودات عالم کے ہنگو ہم اپنے خواص سے محسوس کر سکتے
 ہیں اور محسوس کرنے کے بعد ان کے خواص اور آثار کو ضبط کر لیتے ہیں اور انہیں خواص کے
 بیان کرنے کی واسطے جدا جدا علوم کی تدوین کرتے ہیں اور اس سے غرض ہماری یہی ہوتی ہے کہ
 کہ قدرت کے قواعد کو ضبط کر کے ایجاد اشیا اور ان کے پیدا ہونے اور فنا ہونے کے اصول ہم
 ہم پوری طور سے معلوم کر لیں و اگر کمزور نے اپنی تلیخ الحکمت میں اقرار کر دیا کہ حکما کے مذاہب
 اگرچہ صحیح ہیں مگر بجائے خود ناتمام ہیں اگر منقح امور کو بجا کر کے ترتیب دیکھ جائے تو فلسفہ کی عمدہ
 تکمیل ہو سکتی ہے یہ حکیم مراہے آج اس رائے کے ظاہر کرے کہ وہ اس میں ہونے اور ڈاکٹر
 برون جو مسئلہ میں پیدا ہوا تھا وہ بھی اسی حکیم کا ضرور معاصر تھا ڈاکٹر برون کو بالآخر یہی
 رائے اپنی پختہ معلوم ہوئی کہ انسان کو تجربہ یا نظر کے ذریعہ سے علم علت اور معلول کا سرگز
 نہیں ہو سکتا ہے اور یہ علم کسی نہیں ہے بلکہ وہی ہے اور اسی رائے پر قائم ہونے سے ڈاکٹر
 برون کو نیوم کے شہادت سے نجات ملی اور کوئی کیوں نہ ہو جب تک حکما موصدین کی راہ پر نہ
 چلیں گا اور جب تک سراسر تحقیق کی طرح یا بند مذہب نہ ہو گا سرگز اسکا انجام درست نہ ہو گا قوت
 نامیکہ نیچر اور طول عمر دیکھو اسی ٹی اور ہوا اور پانی سے خواہ اور بسا اٹھ سے جو حال کی تحقیق
 سے (۶۴) دریافت ہوئے ہیں آدمی اور جانور اور پرندہ کی پیدائش ہے اور یہ بھی ممکن ہے
 کہ (۶۵) سے زیادہ اور بسا اٹھ بھی ہنگو آئندہ معلوم ہوں اسلئے کہ استقرار اور اصول تصدیق سے اٹھنا

انہیں جو نسخہ میں ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ہے اور جب اس کا اذیت نہیں ہے پھر بعد از انصاف
 کے ٹرنے کی امید ہے جب ایسی بات ہے اور عناصر یعنی مفرد چیزیں قدرت ماکر ہمارا بدن پیدا
 کرتی ہے اور بعد ترکیب کے مفردات باہم ملکر ایک جسم مرکب بناتے ہیں جو آدمی اور حیوان اور نباتات
 میں لاکھوں قسم کا ہوتا ہے اور یہ ترکیب حقیقی ہے جس سے استحصال اور تغیر پورا ہو جاتا ہے اب ہم
 کیمسٹری کے اصول میں کسی ہی ترقی کریں اور ترکیب اور تحلیل پر کیسی ہی ہمو قدرت ہو کبھی
 ہم دریافت نہیں کر سکتے کہ ہم میں خواہ کسی اور حیوان یا نبات میں کس قدر اجزائے بسیطہ
 ہیں اور ان کے اجتماع سے نسبت خاص پر کیا اثر پیدا ہوگا اور کیوں ہوگا اس کا جاننا تو بہت
 دشوار ہے یہ مسئلہ ترکیب اجزای مفردہ کا ایسا نازک ورالسا کثیر الفلج ہے اور ایسی ہیچ
 ہمو اس مسئلہ سے ہے کہ بیان کرنا بیفائدہ ہے ۲۵ کیمسٹ جہوں نے جدید سائنس کو تجربات
 سے ثابت کیا ہے مثلاً بیلا رڈ صاحب اور شیل صاحب اور لوئی شر صاحب اور
 ڈیوی صاحب وغیرہ وغیرہ اور بڑے بڑے کیمسٹ کوئی اس کا دعویٰ نہ کر سکتا کہ ہم نے ایک
 ناقص اور بریکار گاہ کی ترکیب جن سائنس سے ہے انکو پوری طور سے معلوم کر لیا ہے یہ جانیکہ
 انسان ایسا مخلوق کہ جس میں بقول ہمارے آدمی برحق امیر المومنین علیؑ کے ہے **وَقَدْ كُنَّا**
اَنْطَوْنِي الْعَالَمِ الْاَكْبَرُ آدمی عالم کبیر کو شامل ہے پھر جب خالق یگانہ جس نے اشیا کو پیدا کیا
 ہے اور جس شے میں جتنے عناصر اور مفردات کی ضرورت تھی اسی مقدار سے اس میں داخل ہوتا
 نہ کم نہ زیادہ اور انہیں عناصر کے اوزان بدل بدل کر طرح طرح کی اشیا جدید پیدا کر رہا ہے اسکو
 پورا علم ہے کہ دس عنصر کے ملنے سے کیا اثر پیدا ہو سکتا ہے اور بیس کی آمیزش سے کیا ہو
 سکتا ہے ہموں ملائیں خواہ مختلف اوزان سے علم حیوانی کے فلاسفہ نے مقدار و کم حیوانات
 کو تجربہ سے دریافت کر کے ایک فہرست پیشل (بنائی ہے) مگر یہ بت نہیں لگتا ہے کہ عمر کی کتنی سی
 صامت کیوجہ سے ہے یا کہ مکان اور مولد کیوجہ سے دریائی جانور اور صحرائی اور پرند شاخدار
 اور پر دار نرم اندام اور سخت اندام سبکو دیکھا مگر کوئی قاعدہ قدرت دیکھ کر آج تک ایسا نہ درست
 پایا جس کے ذریعہ ہم حکم کر دیتے کہ مثلاً گد اور کوا آدمی کے برابر طول عمر کیوں رکھتا ہے اور کچھو او دو

بلبل برس اور مانگھی سو برس سے زیادہ کیوں زندہ رہتا ہے اور صحرائی مینڈک اپنے جھنڈے
 کے برابر کے جھنڈے حیوانات ہیں سب سے زیادہ طویل العمر کیوں ہوتا ہے اور زیادہ تر عجیب یہ امر
 ہے کہ ایک مینڈک ۴۳ برس زندہ رہا اور بال برابر بھی اسکی جسمت نہ بڑھی۔ گھوڑا تیس برس
 اور بھیڑ بندرہ برس اور گنا بیس برس بہر حال یہ طویل عمر حیوانات اور نباتات میں عام ہے
 نہیں کہہ سکتے کہ اسکا سبب کیا ہے اور کیوں ایسی کمی بیشی عمر میں حیوانات کے ہو رہی ہے
 اتنا ضرور ہماری عقل حکم کرتی ہے کہ یا تو یہ اختلاف مخر خالق عالم کی قدرت کی وجہ سے ہے کہ
 اُس نے جس مخلوق کو چاہا سو برس اور دو سو اور ہزار برس کی زندگی عطا فرمائی یا اینکه
 انہیں عناصر اور مفردات کی مقدار اختلاف جو حرکت مادہ سے خود بخود ہوتی رہتی ہے کسی خاص
 مقدار کے فراہم ہونے سے سچاس برس اور کسی سے ہزار برس کی عمر ہوتی ہے یہ بات بموجب
 عقیدہ دہریہ اور منکر خدا کے ہے بہر حال دونوں کے عقیدہ کے برابر طویل عمر کوئی امر محال نہیں
 ہے یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آدمی کی خلقت میں قوانین فطرت کی زیادہ تر اگت ہے۔ مگر
 قوت بناتی میں آدمی بھی مشابہت کے ہے اب ہم نباتات کی طویل عمر کو بھی بیان کریں
 علمائے علم نبات کی جدید تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ بعض درخت اسکٹلنڈ اسکاٹ
 لینڈ میں اتنے بڑے ہیں جیسا محبت یعنی دور دور ۹۰ فٹ کا ہے اور پانچ ہزار برس کی عمر کی
 حساب کی گئی ہے کالیفورنیا میں ایک درخت صنوبر کا تین سو فٹ اونچا ہے اور چھ ہزار
 برس کا ہو چکا ہے اس سے زیادہ عجیب ایک درخت بعض جزائر کناریا میں پایا گیا ہے اور چار سو
 برس ہوئے اس جزیرہ کو دریافت ہوئے آج تک اس درخت کی کوئی چیز نہیں بدلی جیوں کا
 تیوں جلا آ رہا ہے بعض علمائے علم نبات کا قول ہے کہ خلقت انسان سے سیکڑوں برس پہلے
 کا یہ درخت ہے خلاصہ یہ ہے کہ جب ہم کو اجزائے مفردہ اور بسائط اجسام کے تعداد کی تحقیق
 نہیں اور نہ ہم کو یہ معلوم ہے کہ آدمی یا حیوان یا کسی نبات میں کس قدر بسائط ملکر ان کی خلقت
 ہوئی ہے اور نہ ہم کو یہ معلوم ہے کہ ان بسائط کے باہم امتزاج اور آمیختہ ہونے سے کس قدر عمر اور
 بقائے اشیاء مذکورہ ہو سکتی ہے عام اس سے کہ انکا کوئی خالق اور قاور حکیم پیدا کرتا ہے یا خود

پیدا ہو رہی ہیں اور پھر باوجود ایسے جہالت اور نادانی کی ہم دعوے کریں کہ آدمی کی عمر طبعی کا پیچہ
 سو برس کا ہے خواہ ایک سو بیس برس کا اور پیچہ ہرگز بدل نہیں سکتا ہے یہ کیسی نادانی کی بات ہے
 بلکہ قدرت کا یہ کہے کے اثبات کی غرض سے جس طرح خدا نے ایک قدرت بعض جزائر کناریں ایسا پیدا کر
 دیا جسکو مخلوق قبل خلقت انسان سے موجود کہتے ہو کچھ دور نہیں کہ اقسام حیوانات میں بھی کوئی
 حیوان ایسا پیدا کیا ہو اور نیز اقسام انسان میں بھی ایک یا دو فرد کامل ایسے پیدا کیے ہوں مثلاً
 حضرت خضر اور حضرت ادریش علیہ السلام اور امام جہدتی جن کی عمر ہزاروں برس کی ہو اور
 اس قدرت نہائی سے یہ غرض ہو کہ ہم لوگ خدا کو پابند کسی پیچہ کا نہ بنائیں اور اعتقاد کریں کہ اللہ
 علیٰ کل شئی قلیوہ۔ خدا ہمارے ممکن چیز پر قادر ہے اس بیان سے ہمارے بخوبی ثابت ہو گیا کہ طول عمر
 نبات اور حیوان اور انسان کو خلاف عقل سمجھنا ہی نادانی اور بے عقلی ہے اور جو پیچہ ہزاروں برس
 یہی ہزار ہا بار بالکل جہالت کی بات ہے قدرت قادر توانا کی پابند کسی قانون کی نہیں ہے جو کہ
 وہی قانون ہے اور باقی رکھنا یا بدل دینا قانون کا سبب نہیں کہ اسے پھر کا یا پھر اس طرح سے
 پیچہ کے بدلنے کو جو لوگ محال کہہ دیتے ہیں انکو معلوم نہیں کہ محال کسکو کہتے ہیں لہذا ہر محال کے
 معنی سمجھانے کی ضرورت ہے محال کی دو قسمیں ہیں (۱) محال عقلی جسکا ہونا یا نہ ہونا کسی دلیل
 عقلی سے ناجائز ٹھہر جائے جیسے کوئی آدمی اپنے باپ کا باپ ہو اب ایسے آدمی کا ہونا ہر ایک
 عقل کی راہ سے بشرط عدم اعتقاد تنازع کے ناممکن ہے یا دو اور دو کا مجموعہ چار سے کم یا پیش
 ہونا اسکی طرح ہزاروں چیزیں ہماری عقل ناقص میں محال اور ناممکن ثابت ہو چکی ہیں ان اشیاء
 میں کچھ بدیہی اور واضح امور ہیں کہ فوراً عقل معمولی بلا دلیل انکو محال سمجھتی ہے اور کچھ ایسی
 چیزیں ہیں جنکا محال ہونا کسی دلیل بدیہی سے معلوم کرنا یا ٹھکانا ہے مثلاً گرہ کا جسم نصف یا نصف
 سے کم نظر آنا اسکو جب تک مناظر اقلیدس کی اشکال نہ پڑھو فوراً محال نہ جانو گے یا مرکز عقل جسم مخروط
 ناری کا مساوی ثلث ارتفاع کے نہ ہونا ارشمیدس کی کتاب مخروط جب تک نہ پڑھو گے محال نہ
 کہو گے اسی محال کو ممکن اور منفی کہتے ہیں اور اسی محال سے قدرت کسی قادر کے متعلق نہیں
 ہوتی اور نہ معجزہ کسی معجزہ نما کا اور ہم جو کہتے ہیں کہ قانون قدرت دیکھنا نہیں بدلتا اسکا بھی

مطلب ہے کہ عدم تعلق بقدرت کو ایجاد محال سے ہے خواہ فتنہ کرنے اور مٹا دینے کسی موجود ضروری سے ہے وہ نہیں بدلتا ہے دوسری قسم محال کی محال عادی ہے اور یہ دراصل محال نہیں ہے بلکہ ممکن ہے مگر عادت ہمارے خدا کی اسکے واقع کرنے پر ایسے جاری ہو رہی ہے کہ اب ہم براہ تجربات متواترہ اور مشاہدہ روزانہ کہہ دیتے ہیں کہ اس کا خلاف ہونا محال ہے مثلاً آنب کے درخت میں نیبو کا پھل پیدا ہونا یا کبری کے پیٹ سے آدمی کا سچہ نکلتا یا مرغی کے اندڑوں سے بدون مدین پچیس روز مرغی کے پیٹ سے نکلنے یا آدمی کی انگلیوں سے پانی کی وارکنی کہ سیکڑوں پیا سے اسی پانی سے سیراب ہو جائیں یا بے فصل خشک شدہ نار خواہ اپنے چھوڑے کے درخت میں فوراً سرسبز ہو کر سچہ نار اور خرما کا پھل جانا یہ سب محال عادی ہیں ان کے بدلنے پر بعد علم سبب اور ربط حقیقی کے جب ہماری قدرت متعلق ہو سکتی ہے جیسا ہم بیان کرتے ہیں پھر قلوب کیون حکیم مطلق کے قدرت کا تعلق کیوں محال ہوگا آن اشیا کا براہ عادت خاص طور پر واقع ہونا قانون فطرت ریخہ نہیں ہے جس کا بدلتا محال ہو جیسے قسم اول میں ہم نے بیان کر دیا ہاں اسکے ہونے کا سبب اصلی جس کو ربط حقیقی ان سے ہے اس کا بدلنا اللہ خلاف تجربہ ہے وہ نہیں بدل سکتا مگر اس کا معلوم کرنا دشوار ہے ایسے ربط حقیقی کے دریافت کرنے کو نامطعمہ تجربات کرتے کرتے علوم کے قواعد بن رہے ہیں اور اسی کو فلسفہ عقلی ہم کہتے ہیں ہمارے منطق سے چند طریقہ ربط حقیقی دریافت کرنے کی معلوم ہوئے مگر وہ بھی اوجھڑی اور ناقص ہے یقین کامل اُن سے نہیں ہوتا کبھی صحیح اور کبھی غلط اثباتات مثلاً بالاکے محال عقلی نہیں ہوتا مثلاً یہی مثال آنب کے درخت سے نیبو پھلنے کی علم فلاحیت ہو تو بتلانا ہے کہ جذب مشاکل کا قانون فطرت ریخہ عام ہے مگر ابھی تک ہمارا تجربہ اسی حد تک پہنچا ہے کہ آنب کے درخت سے نیبو یا کھیرا یا ناریل کی صورت خواہ مزہ کا پھل پیدا ہو اور حملہ صفات کا بدل دینا بھی ہمارے تجربہ میں نہیں آیا ہے مگر امید ہے کہ آئندہ یہ بھی آجائیگا کیوں ہمارے متصل ملیج آباد اور سندید میں جو باغ رسالہ ارشاد اودہ منسی بہ فقیر محمد خان نے طیار کرایا ہے اس میں آنب کے درخت سے پیٹھے نیبو کے مزہ کا آنب اور کھیری کے شکل کا خاردار آنب ہم نے خود دیکھا ہے اور

سوئے کی خوشبو کا آئب ہماری باغ جروں ضلع بہرائچ میں تھا دوسری مثال یعنی کبری کے پیٹ سے آدمی کا بچہ ہونا قدرتی طور سے اس کی شہادت ابھی ہموانا وہ شہر سے ملی ہے مگر تحقیق طلب ہے پورا ثبوت نہیں ہوا ہے مگر محال بھی نہیں ہے مرغی کے بچہ نکالنے کی کل طیارہ جو چکی کے پانچ منٹ میں انڈے سے بچہ نکالا جاتا ہے اور جس قدر گرمی مٹیں روز میں مرغی کے جسم کی بچہ نکالتی تھی قہر ماہیٹر سے اسکو جاکچ کر ہم نے اس قدر حرارت پہنچا کر انڈے سے بچہ پیدا کر لیا مصنوعی آکر نیا لیا گند انڈا پھر سے درست کر لیا اسکی ہوا کی خراب نکال کر طریقہ جالینوس کے زمانہ میں جاری تھا چنانچہ شیخ رئیس نے قانون میں اسکو لکھا ہے دیکھو ہمارے تجربہ قانون کو آدمی کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا اگر ہم ایٹ مسفرک ایر یعنی سطح جہان کی ہوا کو پانی نہانے کا خیال کریں چونکہ پانچواں حصہ آکسیجن کا اُس میں ہمراہ چار حصہ آئر جن کی مثال ہے اور پانی کے انجبرے بھی اس میں ضرور کسیدہ شے رہتے ہیں جن میں ہائیڈروجن بھی ضرور ہے ہر حال سطح جہان کی ہوا کا پانی ہو جانا جیسے عام طوفان نوع میں مشاہدہ ہو چکا ہے دوسرے احمد خان صاحب کے منکرموں اور روزانہ کیمیا کے اعمال سے بھی ہوتا ہے لہذا محال عقلی نہ رہا اب انگلیوں سے پانی کا نکلتا ہی غور طلب امر باقی رہا مگر علم نفس کے جانوروں کے اسکا انکد مگر نیک درخت کا فوراً طیارہ ہو کر پھلنا اور بچہ میوہ دینا مجھے ایک مخرزبے اسے خواہ ایم اے پنڈت ہرنا تھ صاحب دیوان ریاست گوالیار نے زور سے بیان کیا کہ سپید مرج کے روغن میں یہ اثر ہے کہ آم کی گٹھلی خواہ اور تم بونے سے درخت طیارہ ہو کر فوراً پھلتا ہے چونکہ ایک سچے ذی علم آدمی تھے اور پیلہ نچل خیال بھی اُنکے تھے لہذا میں یقین کرتا ہوں کہ بیان اُنکا غلط نہ ہو جس طرح انڈے سے بچہ نکلنا پانچ منٹ میں ہو سکتا ہے ہر حال عقلاً محال نہیں ہے ایسے طلبہ نیاتی اشیاء کا پیدا ہونا یقینی کا ساگ بعضے باورچی اتنی دیر میں پیدا کر لیتے ہیں کہ ادھر گوشت کا پکانا شروع کیا اور مٹھی بونی اور ساگ طیارہ ہو گیا اب نتیجہ ہمارے بیانات کا یہ ہے کہ محال عقلی خلاف نیچر ہے اور وہ بدل نہیں سکتا اور محال عادی کا بدلنا ممکن ہے اور اُنکے بدلنے سے نیچر نہیں بدلتا ہے باب پانچواں معجزہ خلاف نیچر نہیں ہے اسلئے کہ محال عادی سے

متعلق ہوتا ہے جس کا بدن گذشتہ ابواب میں ثابت ہو چکا جو لوگ معجزہ اور کرامات کو خلافِ بچر کہتے ہیں بعض لوگوں کو تو یہ شبہ ہے کہ معجزہ نامحال عقلی کے پیدا کرنے کا دعویٰ کرنا ہے اور جو لوگ فلسفہ کو جانتے ہیں اور محال عقلی اور محال عادی میں فرق ان کو معلوم ہے وہ معجزہ کا صدور جائزہ جان کر کہتے ہیں معجزہ نمائی اور باز گیری شعبہ بازی طلسم کاری جادو اور سب ایک ہی سی چیز ہیں اس مسئلہ کا بیان پورا پورا تو ہم کو باب اثبات نبوت میں کرنا مناسب ہے مگر بچر کے بیان کے ساتھ بھی چونکہ معجزہ کو بڑا تعلق ہے اسلئے کہ بچر کی بیکار فتنہ معجزہ ہی کی غرض سے ہو رہی ہے لہذا تھوڑا سا بیان معجزہ کا یہاں بھی ضرور کے آنے کی ضرورت کو تو ہم بات نبوت میں لکھینگے اور چونکہ نبی کے دعوے کی تصدیق معجزہ نمائی کے نہیں ہوتی لہذا ہمارے نبی صلعم سے بھی ہزاروں معجزات صادر ہوئے ایسا معجزہ دائمی جو کبھی باطل نہ ہو اور کسی شعبہ اور طلسم اور جادو اور باز گیری سے اسکو تشبیہ نہ دے سکیں اور کسی قدر فلسفہ کی ترقی ہو جائی اور معجزات انبیاء گذشتہ اور نیز ہمارے نبی کے بعض معجزات کو فلاسفہ اصول فلسفہ سے کر کے دکھلانے بھی لگیں مگر اس معجزہ خاص کا مثل کبھی نہ لاسکیں اور علم سائنس کا کسی حد کمال پر پہنچ جائے مگر اس معجزہ کے مقابلہ سے ہمیشہ عاجزی رہے اور بسطِ قوت بشری حیوان اور جاندار پیدا کرنے سے بیکار نامی نباتات اور معدنیات بسط کے پیدا کرنے سے عاجز ہے اسبط اس معجزہ کے مجموعہ کا مجموعی چھوٹی آیت کے مثل بنانے سے بھی عاجز تھا کہ اسکا محض قدرتی خیر مصنوعی ہونا ثابت ہو وہ قرآن مجید ہے جسکو خدا نے ہمارے نبی کے نبوت کی تصدیق کیواسطے انکو دیا ہے اور فرمایا کہ لَنْ تَفْعَلُوا کَیْفَی تَمَّ اَسْکَی اَیْکَ جھوٹا سا کلام بھی نہ بنا سکو گے اور ایسے فصاحت اور بلاغت پر کیسی ہی شوق کرو ہرگز قادر نہ ہو سکو گے اور اس دعویٰ میں خدا نے جن اولیاء اور ملائکہ تمامی مخلوقات کو عاجز فرمایا ہے اس معجزہ کے دینے کی بہت سے اسباب قدرت کو داعی تھے ان میں سے چند اسباب یہ ہیں پہلا سبب تو یہی تھا کہ سائنس کے ترقی نامحتمل دنیا ایسی ہوگی کہ شاید اکثر معجزات انبیاء کے جو تاریخی ذریعے سے معلوم ہوتے ہیں۔

سبکی مثل کرنے پر انسان ترقی سائنس سے دعوے کر سکے اور سب کو باز گرو کا تماشا بنا سکے
 اور اسکے وجہ سے انکی نبوت میں عوام کو شبہ پڑ جائے پھرنا بچہ اچکل اگرچہ ابھی سائنس کی ترقی
 پوری نہیں ہے مگر پھر بھی لاکھوں آدمی معجزات انبیاء کو باز گیری بتلا رہے ہیں کوئی شعبہ اور
 پیشہ کہ رہا ہے کوئی جادوگری بتلا رہا ہے کوئی اُمتہا نے سابقہ کو جن کے سامنے معجزات ہوئے
 تھے انکو جاہل نام ترتیب یافتہ نہ کہ رکھ رہا ہے کہ ہم ہوتے تو البتہ نبی صاحب کے ٹھکانے کو ظاہر
 کر دیتے ہر حال چونکہ معجزہ کا تعلق تعالٰیٰ عاوی سے ہے اور محال عاوی بجای خود ممکن الوجود
 سے ہے پس اسکے کرنے پر انسان کا قادر ہونا بعد تکمیل علوم فلسفہ کے خیال میں آسکتا ہے اور
 چونکہ معجزہ وہی ہے کہ جس اُمت پر کوئی نبی مبعوث ہو وہ اُمت اُسکو نہ کر سکے اور عاجز ہو لہذا
 خاتم الانبیاء صلی علیہ وسلم کو ایسا معجزہ دینا ضرور تھا کہ باقی دنیا اسکے مثل پر کوئی مخلوق اور کوئی
 فرد بشر قادر ہو دوسرا سبب تاریخی کتب سے حسبِ معجزات انبیاء ثابت ہوتے ہیں ان کے
 نسبت تعصب سے انکار بھی کر دینا کوئی نئی بات نہیں ہے اور چونکہ معجزہ نہ اب بظاہر ہمارے
 سامنے موجود نہیں لہذا ایسا معجزہ آخری پیغمبر کو ضرور درکار تھا کہ اُنکے زمانہ حیات اور بعدِ وفات
 وہی کام ہدایت کا دیتا رہے اور تمام مخلوق کو اُسکے مثل کے لانے سے عاجز کرنا رہے پس سبب
 جتنی کتابیں انبیاء سابق پر نازل ہوئیں اکثر کتب میں چونکہ ان میں معجزہ فصاحت کا نہ تھا لوگوں
 نے تحریف کر کے بہت سے امور خلاف شان اور خلاف واقع بڑھائے جن سے اُن حضرات کی
 نبوت اور عصمت میں فرق آتا ہے دیکھو توریت اور انجیل وغیرہ کو قرآن مجید ایسی کتاب خدا نے
 اتاری کیا مجال ہے کسی بشر کی جو ایک فقرہ اسکا بدل سکے خواہ اس میں کمی بیشی کر سکے اور فوراً
 پہچانا نہ جائے اور یہ شناخت ایسی بدیہی اور باعتراف تمام علمای علم بلاغت پابند مذہب اور
 لائذ مذہب کی وجدانی اور ذوقی ہے کہ جو لوگ زبان عرب بھی نہیں جانتے اور قرآن کے معنی اور جوہ
 بلاغت سے بھی بالکل جاہل ہیں مگر قرآن کا روان پڑھ لیتے ہیں اگر کسی جگہ نہایت فصیح و بلیغ
 عبارت انسانی کا کوئی فقرہ ملا کر اُنکو پڑھنے کو دیا جائے فوراً کہہ دینگے کہ یہ فقرہ تو قرآن کا نہیں
 ہے اور کبھی اُنکا ذوق سلیم اسکو آیت قرآنی ہونا بخیر نہ کرے گا اسکے فوائد غیر متناہی استعداد ہوتے

کہ قرآن مجید کے لاکھوں کروڑوں نسخہ ایک ہی عبادت سے تمام دنیا میں پھیلتے چلے جاتے
 ہیں جیسے آفتاب اور ماہتاب طرز واحد پر چمکوانی چمک دکھلا رہا ہے اسی طرح ہمارا یہ نورانی
 آفتاب چمکودلی روشنی دی رہا ہے چوتھا سبب جس طرح سائنس کی ترقی بے انداز ہوئی
 ہے ازاں جملہ علم آواز کے قواعد بھی روز افزوں دریافت ہوتے جاتے ہیں اور علم مخارج حروف
 کے قواعد بھی ترقی پذیر ہونے کے لائق ہیں میں ہندی موسیقی کے اصول پر نیا کر کے اس وقت
 دو چار باتیں متعلق حروف بھی کے آواز رہتے مناسب جسکو سرگم کہنا چاہئے بیان کرتا ہوں
 اور جائز نا جائز ہونا اشکو ہمارے اس بیان میں کچھ دخل نہیں ہے مگر افسوس ہے کہاں سے
 لاؤں اس وقت میاں امیر علی سوز نیانےوائے نایک جگت استاد لکھنوی کو اور شیخ عطا
 صاحب جنکی سوز دہرت انگ کے ہوتی تھی اور نواب حسین علی صاحب جتے سوز پٹ
 انگ کے مثل شوری موجد پٹ کے میں یا میان جہدی بخش جوشاگرد میان امیر علی کے
 تھے جسکو سردارنگ چھیلے مہر شاہ دہلوی موجد خیال کا نانی کہنا چاہئے ان لوگوں کے ذوق
 سلیم پر جو الفاظ کسی مسدس اور رباعی کے مناسب گوری اور بھیری وی اور پیلو اور جنگلی رچ
 تھے اور ہمہ پندورہ چھایا کالنگرہ اور بھاگ کے سرگم سے تھے اسی راگنی کا سوز اُسکا بنایا
 ہے اور جو الفاظ کسی مسدس کے سری راگ اور مندول اور مالکوس یا بھیر وں راگ سے مناسب
 تھے ان کی اسی طرح کی سوز بناتے تھے اور بعض جگہ تبدیل الفاظ بھی کر دیتے تھے چنانچہ مرزا
 فیصلہ مرحوم کے مرثیہ کا مطلع یہ صدف آرائی ہوئی جب کر با میں فوج شامی کی یہ اسکا سوز
 بھیری وی کامیان امیر علی نے بنایا اور ٹیپ میں اصلاح دی اسی طرح سے مرزا فیصلہ نے اپنا
 کلام انکو دیا چھوڑ دیا اگرچہ انکے استاد شیخ ناسخ نے پوری سفارش بھی کی اس قاعدہ کا
 سمجھنا اور اسکی تصدیق کرانی آج مجھ سے دشوار ہے ہاں جسکو ہزار پانسو سوز یاد ہوں اور
 نشست الفاظ کی مناسبت راگ راگنی کے سروں سے جانے وہ سمجھ سکتا ہے تاہم میں اتنا
 ضرور کہتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم نے **تَغْنِیْ فِی الْقُرْآنِ** کو جو حرام فرمایا یعنی قرآن کو کسی راگنی
 خواہ راگ اور دھن اور کسی مقام غم وغیرہ میں مجملہ بان مقاموں کے پڑھنا حرام کر دیا اسکا ایک سبب

شاید یہ بھی ہے کہ ہم کو پورا علم اسکا نہیں ہے کہ یہ آیت اپنے حروف کی وجہ سے براہ قواعد موسیقی
 کو نفسی لحن کے لائق ہے ایسا نہ ہو جاہل کسی دوسرے لحن سے پڑھ کر اسکے بعض حروف
 کو بدل کر نیکی لائق سمجھے اور گناہ گار موانہ خارج حروف کا علم اگرچہ اسکو بھی پوری طور سے
 ہم نہیں جان چکے اور بن مخبروں کی تقدیم اور تاخیر اور نظم صحیح پر حروف کے مرکب ہونے سے لفظ
 کی فصاحت پیدا ہوتی ہے اسکے اصول سے تو گویا ہم بالکل بے خبر ہیں بلکہ اکثر علمای علیہ السلام
 اسکے منکر میں تاہم ہمارے قرآن کے متبقدر الفاظ ہیں اسکے حروف کا نظم اور تقدیم تاخیر اور اسطرح
 رابطہ الفاظ کیے با دیگرے ایسے عمدہ اسلوب سے فرمایا ہے کہ ہرگز کوئی انکو بغیر فصیح نہیں کہہ سکتا
 ہے (گبارا) اور (فصیحہ) کو بعض متعصبان عرب نے غیر فصیح کہا تھا پھر آخر کیا موجب وہ
 صحرا میں بڑھا دوڑا گیا خود ہی بے ساختہ شنی گبارا پکارتے لگا اور قسمتہ خنیلے بھی بول
 ہی اٹھا یا پھر ان سبب جو معجزہ فرض کروا سکے فقرہ اور انکار کرنے کے اسباب اور دواعی طویل
 اور عالم نابینا اور بینا گوئیے اور ہرے اور فلسفی وغیرہ فلسفی ہر ایک کو کسی وجہ خاص سے علاوہ
 تعصب اور عناد اور علاوہ تسلیم اور اعتقاد کے ہوتی ہیں اور جب کوئی آزاد خیال ہوا اسوقت قول
 اسکا البتہ حق اور ناحق کے ثبوت میں کافی دلیل ہوتا ہے لہذا معجزہ دائمی جو ہمیشہ برقرار ہے اس میں
 ایسے صفات اور خوارق عادات کا فراہم ہونا ضرور ہے کہ ہر شخص کو بقدر اسکے فہم اور شعور اور ادراک
 کے ایسے امور اس میں تسلیم کرنی پڑیں جو طاقت بشری سے ہمیشہ باہر ہوں اور کسی زمانہ میں کیسا
 ہی انکار اور الحاد اور خصومت قرآن سے لوگ زیادہ کریں کوئی غفلت لفظی نہ معنوی نہ تاریخی
 نہ عقلی اس میں ثابت کر سکیں اور یہ سب وصف ہمارے قرآن میں موجود ہیں اور اگر کسی نے
 براہ تعصب اسکی فصاحت یا بلاغت یا تاریخی یا حسابی یا مسئلہ طبعی یا جیالوجی وغیرہ مضمون
 کی غلطی خواہ پیشین گوئیوں کی مخالفت ثابت کرنی چاہے جسے سید احمد خان صاحب اپنی
 تفسیر میں کرتے ہیں فوراً ہم نے اس شخص کی غلطی ثابت کر دی دیکھو تفسیر القرآن وغیرہ کتب اور
 ہماری کتاب انصار اسلام کو چھٹا سبب جسقدر کتب انبیا علیہم السلام کی دنیا میں میں بقول
 جان ڈیون پورٹ اور گین صاحب اور کوہ صاحب کوئی کتاب بجز قرآن کے ایسی نہیں

ہے جسکو پورا کلام خدا یا کلام نبی اللہ کہ سکلیں اور نہ کوئی کتاب مذہب اور اخلاق اور سیاست
 مدن تجارت عدالت انصاف جزائز نجات روحانی اور صحت جسمانی اور حقوق شخصی اور عمومی
 سب پر بحر قرآن کے شامل ہے اور جب ذکر خدا اُس میں آئے بڑی عزت اور احترام سے اور یا کی
 خدا کے عیوب سے آیا ہو اور جملہ خیالات باطلہ اور عیوب اور شہوات انسانی سے خدا کو شہوت
 نکلیا ہو سالتوان سبب قرآن مجید میں علاوہ اسکے فصاحت اور بلاغت اور جامع العلوم اور
 ہونے کے شفاوی امراض جسمانی اور روحانی بھی بطور معجزہ کے موجود ہے قیہ متفقہ
 للناس اور یہ ایسی بات ہے جسکو پورا تعلق اصول علم خواص الحروف سے ہے اگر علم
 ظاہر میں خواص حروف کے منکر میں اور انکا انکا مثل ابکار و گریہا رول علم اسرار کے مختص
 نادانی اور جہالت سے ہے اسوقت ہکلو اسے کچھ بحث نہیں ہے ہاں جو لوگ علم خواص
 حروف کو مان چکے ہیں اُسے رومی سخن کر کے ہم کہتے ہیں آیا یہ خبر ہی خدا کی کہ قرآن
 سے شفاوی امراض ہوتی ہے آپکی رای اور خبر میں درست ہے یا نہیں کیا سورہ فاتحہ
 میں کوئی حرف ظلمانی نہونے سے اسکو ایسے کلام پر جو بالکل حروف ظلمانی سے مرکب
 ہو یا کچھ حروف نورانی اور کچھ ظلمانی اُس میں ہوں پوری فضیلت نہوگی اور کیا دونو
 آیتہ القطب کو جو ۸ حروف ابجدی پر شامل ہیں منجملہ آیات قرآن کے جملہ خواص حروف کا
 مرکز قرار نہونے کے اسبطح ہزاروں فوائد شفاوی امراض جو آیات قرآنی کے ہمارے ہی اور وصیا
 نبی نے بیان فرمائی ہیں آپکے قواعد اور کلیات سے کبھی مخالفت ہو سکتے ہیں اہل اسلام کا
 تو قرآن میں اور ایمان ہے غیر مسلمین میں بھی جو گروہ علم اسرار حروف سے آگاہ ہے کبھی کہ
 نہیں سکتا ہے کہ یہ ارشاد ہمارے خدا کا اور یہ خواص فرمودہ ہی اللہ کے نسبت آیات اور سور
 ہائے قرآن کے غلط ہیں۔ اور اسی کو ہم معجزہ کہتے ہیں۔ اگر کوئی متعصب یہ اعتراض کرے
 کہ منتر جہنم میں تیتا میتا لو اچاری کا نام لیا جاتا ہے وہ بھی تو ایسے ہی خواص پر شامل
 ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ ہاں درست ہے مگر اُنکے پڑھنے سے آوی کافر اور مشرک بنے دیں ہو
 جاتا ہے چنانچہ ہمارا قرآن اسکی خبر دیتا ہے ہاروت و ماروت کے قصہ میں وارد ہے وہا

یَعْلَمَانِ مَنْ أَحَدُ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ مطلب یہ ہے کہ ہر
 ماروت کسی کو تعلیم عمل البغض کی نہیں کرتے مگر پہلے اُس سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم کو خدا نے
 امتحان اور آزمائش کی غرض سے مقرر کیا ہے تو ہم سے اُن باتوں کو سیکھ کر کافر نہ ہو جب ہمارے
 پروردگار کو ہماری پرورش کی نظر سے ضرورت اسکی تھی کیا ایسا کلام با اثر ہو کہ تعلیم فرمائے
 کہ بغرض محال اگر ہمارے وہی اغراض جو کلمات کفر اور شرک پڑھنے سے برآمد ہوتے اُس
 کلام پاک سے پورے ہوں جسکے پر مضمون ہمارا دین بھی نیچہ ہو جائے اور وہ اغراض بھی پورے
 ہوں اسی کو معجزہ کہتے ہیں۔ اور یہ سبب داعی ایسا جامع فوائد خلاق کا ہے جسکے بیان میں
 بڑی بڑی طوائف کتابیں علمائے علم خواص حروف نے بقدر اپنے ہم اور تجربات کے لکھ دی ہیں
 تاہم قطرہ انوریان فوائد کا بیان نہ ہو سکا ماروت کے قصہ میں جو سید احمد خان صاحب
 نے شبہ کیا ہے اُسکا جواب جدا گانہ ہم لکھینگے انشاء اللہ اٹھواں سبب جو عبارت اور جو
 کلام کسی زبان کا فرض کرو فارسی عربی ترکی۔ انگریزی۔ اردو جب اُس میں صنایع معنوی
 اور صنایع لفظی درجہ کا بیان علم بیع میں ہوتا ہے جیسے تجنیس خطی یا قلب جز اور قلب کل
 اور قافیہ اور سجع وغیرہ کا لحاظ کیا جائیگا ضرور اُس کلام میں وہ درجہ فصاحت کا جسکو آدم طبع
 کہتے ہیں باقی نہ رہیگا۔ اور آردو معنی تکلف اور بناوٹ پیدا ہو جائیگی اور غولہ کی بھرتی سی
 معلوم ہوگی قرآن مجید کے نازل کر نیسے یہ معجزہ خدا کو ظاہر کرنا منظور ہوا کہ باوجود شامل ہونے
 اس عبارت کے جملہ صنایع لفظی اور معنوی پر و نیز باوجود شمول عبارت قرآنی کے فصاحت
 اور حکمت ای ہشمار پر اور باوجود شمول خواص عظیمہ جن کی تفصیل علم خواص حروف میں
 کی گئی ہے اور باوجود تکرار قصص اور حکایات امتسای سابقہ کے یہ کلام ایسا برجستہ اور محض
 آدم طبع متکلم سے صادر ہوا ہے کہ ہرگز کسی جگہ بناوٹ اور تکلف کی بوجھ نہیں پائی جاتی
 ہے اور جسقدر صنایع لفظی اور معنوی پر و سورہ زیادہ شامل ہے اسقدر تکلف اور بناوٹ
 سے اسکو دوری ہو گئی ہے سبحان اللہ و بحدہ نوان سبب یہ بھی مطلوب الہی تھا کہ جو کلام
 اور عبارت کسی زبان میں کہوں نہ ہو اور کسی درجہ فصاحت اور بلاغت پر پہنچی ہو خاصہ

طبعی انسان کا یہی ہے کہ اسکو مکرر پڑھنے سے ضرور طبیعت اس سے بخوبی سیر ہو کر پختہ ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید کی عبارت دلچسپ ایسی ہے کہ لاکھوں مرتبہ اسکو پڑھو اور حفظ کرو ہر مرتبہ شوق طبعی اسکو پڑھنے اور سننے سے بڑھتا ہی جاتا ہے گو قہ موج مشہور کا قول بہر طائر الحق میں ہے کہتا ہے کہ قرآن ایسی کتاب ہے کہ پہلے تو پڑھنے والے کو اسکی عبارت سست اور بے لطف معلوم ہوتی ہے لیکن بعد ازاں اسکی خوبوں پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور آخر الامر اسکی خوبصورتیوں پر ایسا شیعفتہ ہو جاتا ہے کہ تاب طبط باقی نہیں رہتی میں کہتا ہوں تا انیکہ جو لوگ معنی قرآن کے نہیں سمجھتے اور محض طوطے کی طرح ذہنی جی بھیجو فقط الفاظ کو پڑھتے ہیں اور حافظ جی کہلاتے ہیں انسے بھی کبھی نہ سنا ہو گا کہ تکرار تلاوت قرآن سے انکو سیری ہوتی ہے نہ ہوا لمساک ماکو تہ تیضوع جیسے مشک خالص کا ناف جب اسکو کھولو پوری خوشبو سے دماغ معطر ہو جائے بہر حال چونکہ یہ باب فقط نیچر کے بیان میں ہے اعجاز قرآن کا ذکر اسقدر یہاں کافی ہے اور جو شبہات قرآن کے اعجاز ہونے پر دہریہ اور یہود اور نصاریٰ اور آریہ لوگوں نے کئے ہیں انکے جوابات میں کتب اسلامی موجود ہیں اور ہم بھی اس کتاب میں عام فہم شبہات کو رد کرنے کے لاء استدلالہ مثل کا شبہہ اگر تم کو شبہہ پیدا ہو کہ مثل تو ہر چیز کی براہ عقل محال ہے لہذا ہر نظم اور ترکیب مثل دوسرے نظم و شربانی بھی محال ہے اب تو ہر کلام پر معجزہ کا گمان ہو سکتا ہے قرآن کی تخصیص کیا رہی جسکو ہم معجزہ خیال کریں جواب اسکا یہ ہے کہ جو مثل محال عقلی ہے اس سے مراد یہ ہے بہم جہت دو چیزیں تامل اور تشابہ رکھتے ہوں کہ ہرگز کسی طرح کی تمیز اور فرق دونوں میں نہ ہو سکے اور یہی مثل حقیقی ہے ایسی مثل کا طلبگار کوئی دلیل نہیں ہو سکتا ہے چہ جائیکہ حکیم مطلق اور قرآن کا مثل جو مطلوب ہے اس سے یہ مراد ہے کہ ہزاروں صفات متعلقہ علم فصاحت بلاغت اور خواص لفظی اور معنوی جن سے قرآن موصوف ہے ان میں سے کسی ایک ہے صفت خواہ دو چار اوصاف پر وہ مثل تامل ہو اور ایسے مثل کا محال ہونا عموماً اگر تشبیہ کیا جائے تو جملہ ابواب تشبیہ اور استعارہ اور تمثیل سب باطل ہو جائیں اور کوئی مثال

مثل اہل اور کوئی مشتبہ و مطابقت نہ ہے لہذا شبہہ اگرچہ ماخذ اس کا قانون فلسفی ہے مگر
 محض مغالطہ اور فریب دہی کے طور پر وارد کیا گیا ہے سرسید احمد خان صاحب کی تقریر معجزہ
 قرآن پر شبہہ ڈالنے والی یا وجود دعویٰ زبانی اسلام کے یہ ہے تفسیر حصہ اول جلد بیوم ص ۲۲
 میں سید صاحب نے عجیب مضمون لکھا ہے کہ فصاحت اور بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر کسی کلام
 کا ہونا اس کا ثبوت نہیں ہے کہ وہ کلام خدا کا ہے بہت سے کلام انسانی دنیا میں موجود ہیں
 اور ان کا مثل آج تک نہیں ہوا (بقول بعض پاڈری صاحبان جیسے فارسی میں گلستان اور
 دیوان حافظ) یہ بھی سید صاحب کہتے ہیں کہ معارضہ اور طلب مثل قرآن کا تقاریر سے الکی
 فصاحت اور بلاغت پر نہیں چا ہا گیا اور نہ ان آیتوں میں سے جن میں طلب مثل کا حکم ہے کسی
 آیت میں اشارہ اس کا ہے کہ فصاحت قرآن کا معجزہ ہے اخیر میں یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان
 اسکی فصاحت اور بلاغت اسکی بے نظیر مادی ہونے کو زیادہ روشن و مستحکم کرتی ہے
 میں کہتا ہوں کہ معارضہ اور تحدیٰ اور باعلان پکار لکار کر فرمانا ہمارے نبی کا کہ قرآن
 کلام خدا ہے ایک فقرہ صحیح بھی اسکے مثل کوئی آدمی نہیں کہہ سکتا ہے یہ بات بجز تاریخ کے
 آج ہم کسی عقلی ذریعہ سے ثوابت نہیں کر سکتے اور تاریخ اہل اسلام کی سید صاحب کی رائے
 میں ہما بھارت اور امیر حمزہ کی داستان کے برابر ہے اگر تاریخ کو مانیں تو ہم علاوہ سیر و تاریخ
 اور حدیث اہل اسلام کی مسٹر کین صاحب مورخ اور مسٹر جان دیون پورٹ صاحب
 مورخ یوپی کے قول سے بھی ثابت کر دیں کہ قرآن کا معجزہ فصاحت و بلاغت سے ضرور
 مانا گیا ہے اور یہ روایات متواتر ہر طبقہ میں چلی آتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ایک خلفا
 راشدین یعنی جانشینوں نے اور صحابہ کرام نے اور علمای اسلام تا انیدم ہمیشہ قرآن کی
 فصاحت اور بلاغت سے معارضہ یا تحدیٰ کرتے تھے اور کرتے نہیں اور کرتے رہے ہیں جب
 سید صاحب ایسے متواتر خبر کا انکار کرتے ہیں کہ فصاحت قرآن سے معارضہ نہیں چا ہا گیا اسکا
 انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو ثابت کر دے کہ آگ میں گرمی نہیں ہے اور دن کو آفتاب نہیں
 نکلتا ہے مگر نزار غنیمت ہے کہ سید صاحب نے مطلق معارضہ کا انکار نہیں فرمایا اتنا

اقرار تو آپ کو بھی ہے کہ معارضہ ضرور کیا گیا ہے اب اسی پر بنا کر کہ ہم عقلی طریقہ سے
 ہیں کہ معارضہ کے کیا معنی ہیں معارضہ کے معنی اگر یہ ہیں کہ اپنے خصم اور مقابل
 بات میں اس سے بحث ہو اور جس امر میں اس سے نزاع اور خصومت ہو اور جس بات میں
 غواہ اور غور کرنا ہو اسی کا مثل اس سے طلب کیا جائے مثلاً دو گھڑی ساز اگر آپ

اپنی دستکاری سے بحث کریں کہ میں اچھی گھڑی بناتا ہوں یا تم اسوقت معارضہ ہی ہو۔
 تم اپنی مصنوعی گھڑی لاؤ اور ہم اپنی لائیں دو خیاط اپنے دوست ہیں معارضہ کریں گے دو
 شاعر اپنی نظم میں دو مثنوی اپنی شری فصاحت اور بلاغت میں دو ہادی اور دو ربیع
 اپنے امور ہدایت میں وغیرہ وغیرہ اب دیکھئے کہ قرآن مجید جس زمانہ میں نازل ہوا فصاحت
 عرب کے اور شعر انظم اور شری اپنی فصاحت اور بلاغت کے مدعی تھے ہاں اپنے
 ہادی ہونے میں اب ان سے حکم خدا ہمارے نبی صلح کا معارضہ کرنا اور یہ فرمانا کہ مجھ پر وحی
 الہی سے قرآن نازل ہوا ہے اور یہ کلام خدا ہے اسکی فصاحت ہی کا معجزہ دلیل ہے
 کلام خدا ہونے پر اور اگر ایسا نہیں ہے یعنی کلام بشر ہے تو لاؤ مثل قرآن کے ایک سورہ
 یا دس سورہ یا چند آیتیں یہ معارضہ فصاحت میں ہو گا یا ہادی ہونے میں۔ اور ربیع کا
 قصہ مظاہر الحق میں مسٹر جان ڈیون پورٹ صاحب لکھتے ہیں جو منجملہ سات شعراء
 عرب کے تھا جنکے قصاید سب سے متعلقہ کہلاتے ہیں اس نے ایک شعر ایسا کہا تھا جسکے جواب
 سے شعراء خارج تھے جب سورہ برات دروازہ کعبہ پر معلق کیا گیا اور ربیع چند آیتیں دیکھ کر متحیر
 ہوا اور کہنے لگا کہ ایسی آیات بدون وحی الہی کوئی نہیں کہہ سکتا ہے اور فوراً مسلمان ہو
 گیا۔ بہر حال قرآن کے مثل فصاحت اور بلاغت پر معارضہ نہ کرنا کسی کی عقل اسکو نہیں
 مان سکتی ہے اور یہ جو سید صاحب کو خیال ہوا کہ قرآن مجید کا پورا ہادی ہونا اسی میں کفار
 سے معارضہ کیا گیا ہے فصاحت میں نہیں اسکا جواب یہ ہے کیا فصاحت عرب اپنے کلام
 کو پورا ہادی ہونے کے مدعی تھے ہرگز نہیں بلکہ انکو تو غرہ اپنے فصاحت پر تھا ہادی
 ہونے کا دعویٰ نہ تھا پھر ان سے طلب مثل اپنے کلام سے جو ہدایت میں پورا ہو کہ نہ درست

ہو سکتا ہے فرض کرو کسی گھڑی ساز کو اگر دعویٰ اپنی گھڑی عمدہ بنانے میں ہوا اس سے
 ہم ایک عمدہ کوٹ تیار کر کے مثل طلب کریں کیا ہمارے اس فعل پر معمولی عقل کے آدمی بھی
 متنبہ نہ کریں گے کہ گھڑی ساز سے اور ورزی کے کام سے کیا نسبت ہے پس شعراے کفار سے
 قرآن کا مثل ہدایت میں کوئی کلام طلب کرنا اسکی یہی مثال ہے جیسے گھڑی ساز سے عمدہ
 کوٹ سیاہوا طلب کرنا سید احمد خان صاحب اپنے اس دعویٰ کے اثبات میں کہ قرآن
 کی فصاحت سے معارضہ نہیں کیا گیا حدیث مذکور میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ سورہ قصص میں
 آنحضرت صلعم کو حکم دیا گیا ہے کہ تو کافروں سے کہہ دے کوئی کتاب جو تورات و قرآن سے
 سے زیادہ ہدایت کرے وائے ہوائے لاو تورت کی عبارت فصیح نہیں ہے بلکہ عام طور
 کی عبارت ہے الی قول پس ظاہر ہے کہ قرآن کو کیسا ہی فصیح ہو مگر جو معارضہ ہے وہ اسکے
 فصاحت و بلاغت یا اسکی عبارت کے بے نظیر ہونے پر نہیں ہے بلکہ اسکے بے مثل ہادی
 ہونے میں ہے میں کہتا ہوں کہ تورت کے ساتھ قرآن کا ذکر تو اسی کو چاہتا ہے کہ جس طرح
 تورت غیر فصیح اور معمولی عبارت ہے قرآن بھی ویسا ہی ہے پھر سید صاحب اسکو اعلیٰ
 درجہ کی فصاحت پر کیوں فرض کرتے ہیں شاید اروہ دلی یہی ہے کہ قرآن بھی معمولی عبارت
 ہے اور آگے چلکر قرآن کا معجزہ فقط پورے ہادی ہونے کا جو لکھ رہے ہیں ہم سب مسلمان اسکو
 بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ضرور قرآن کا معجزہ اسکے ہادی کامل ہونے میں بھی منجملہ ہزاروں
 معجزات کے ہے اب رہا فصاحت کا معجزہ اس پر اصرار ہم لوگوں کو اس دلیل سے ہے کہ
 جس طرح قوم سفاک اور خون ریز جاہل مطلق عرب میں ایسا حکیم ادیب ایسی ہدایت کا کلام
 لائے جو بدون معجزہ کے نہیں ہو سکتا ہے اسی طرح جو شخص اُمّی محض ہو اور فن بلاغت اور
 فصاحت کا ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو اور نہ تعلیم علم بلاغت کی اسکو ہوتی ہو اور پھر
 ایسا فصیح اور بلیغ کلام فرمائے بدون اعجاز کے کیونکر کہہ سکتا ہے پس اگرچہ اور آدمی کا کلام
 جو فصیح اور بلیغ ہو بریا صحت اور مشاقی اور تعلیم اور تعلیم کی ہو البتہ دلیل اس کی نہیں ہے
 کہ وہ کلام خدا کا ہے مگر محض اُمّی کا ایسا بلیغ کلام ضرور حروف عادت اور معجزہ ہے جو سوا

خدا کے اور کسی طرف بواسطہ یا بلا واسطہ منسوب نہیں ہو سکتا ہے اور جب خدا کی طرف
 بالواسطہ یا بلا واسطہ یہ کلام منسوب ہوا پھر کیوں سید صاحب فرماتے ہیں کہ اسکی فصاحت
 اور بلاغت دلیل کلام خدا ہونے کی نہیں ہے این گل دیگر شگفت ہائے بوڑھا یا
 اور واہ رے معجزہ قرآن سید صاحب کو ایسا جلد نسیان عارض ہوا اور ابھی حصہ اول
 جلد سیوم کے ص ۱۶۲ مقدمہ دوم میں اور نیز مقدمہ سیوم ص ۱۶۸ میں قرآن کی فصاحت کو معجزہ
 تسلیم کر چکے اور معجزہ ہوا ہی خدا کے اور کسی کا کام ہے اور اب تفسیر کے حصہ اول میں اسکا
 انکار کرتے ہیں ص ۱۶۳ کی عبارت یہ ہے قولہ جب قدر کلام الہی محمد رسول اللہ صلعم سے پہلے
 انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا اس میں معجزہ فصاحت مقصود نہ تھا ص ۱۶۸ مگر
 ہمارے پیغمبر خدا صلعم پر جو وحی نازل ہوئی اس میں بالذات ایک اور معجزہ فصاحت
 کا بھی مقصود تھا نا کہ اسکی سی فصاحت انسان سے نہ بن سکے ص ۱۶۸ مقدمہ سیوم چہر

ہمارے پیغمبر خدا صلعم پر وحی نازل ہوئی اس میں علاوہ احکام کے فصاحت کا بھی معجزہ
 مقصود تھا اب اگر فصاحت کا معجزہ مقصود تھا پھر معارضہ کرنا کفار سے فصاحت قرآن
 پر چٹکے عاجز کرنے کی غرض سے معجزہ فصاحت قرآن میں ہے یہ کیونکر درست ہوگا ایضاً جب
 سید صاحب کا عقیدہ ہے کہ معجزہ دلیل ثبوت نبوت نہیں ہے دیکھو ص ۱۲۹ سے لغایت خدا
 پھر معجزہ قرآن محض بے فائدہ ہے بہر حال سورہ قصص کی آیت میں جو قرآن اور توریت کی
 باوی ہونے پر معارضہ کا حکم ہے اس آیت میں معارضہ اور طلب مثل قرآن اور توریت کا
 فقط کلام ہادی کا اسی نظر سے فرمایا ہے کہ توریت کی فصاحت معجزہ نہیں ہے اور یہ معارضہ
 فصاحت عرب سے طلب کلام فصیح میں نہیں تھا بلکہ اہل کتاب سے جو قرآن کو کتاب خدا نہیں
 مانتے تھے اور اگر توریت میں بھی مثل قرآن کے فصاحت کا معجزہ ہوتا تو خاص معارضہ ہوتا
 کا ذکر نہ ہوتا لہذا یہ تخصیص اس آیت میں بوجہ ذکر توریت کے ہمارے قرآن کے ہے اور جہاں
 فقط قرآن کا ذکر ہے وہاں فصاحت کا معارضہ نہ ماننا باوجود اقرار اعجاز فصاحت قرآن کے
 یہ کون تسلیم کرے گا قرآن مجید کا یہ بھی معجزہ ہے کہ سید صاحب کے تناقض اقوال ہی سے انکا جواب

پیدا ہو گیا ہے۔ پس تجربہ کر دیکھ دریں دیر مکافات ہو۔ یاد رکشان ہر کہ در افتادہ بر افتادہ آب صبر
 کیجئے تما قضا کلام سید صاحب اور بھی بہت سا لکھو گا انشاء اللہ یا دومی ضروری ہے جو پھر
 شکس مثالیں بہت سی دیں اور ان سے یہ ثابت کر دیا کہ خلاف پھر فرضی کے یعنی خلاف قانون عادی
 کے ہمیشہ ہو کرتا ہے اور خوارق عادات کو خدا اپنے اظہار قدرت کی نظر سے ہمیشہ دکھلا رہا رہتا
 ہے کچھ ہی نہیں ہے کہ فقط انبیاء کی تصدیق ہی کی نظر سے خرق عادت ہونا ان کی نبوت کا ثبوت
 کیوں ہو گا اسلئے کہ جس طرح ان مثالوں سے خدا کا پابند پھر ہونا ثابت ہوا اس طرح معجزہ کا دلیل
 نبوت انبیاء ہونا بھی باقی رہا اور مشکطین اسلام کا جو یہ دعوئے ہے کہ خرق عادت سوای زمانہ نبی کے
 اور کبھی نہیں ہوتا ہے یہ بھی درست باقی رہا۔ اس شبہ کے جواب میں ہم یہ کہتے کہ خوارق عادات
 کا ظہور تین طرح پر ہوتا ہے ایک تو وہ امور جن میں انسان کا کچھ لگاؤ نہ ہو جیسی مثالیں ہم نے اوپر
 بیان کی ہیں مثلاً بکری کے سچ پشانی پر سینگ یا رونی کا درخت وغیرہ ایسے خوارق عادات کو خدا نے
 قادر اپنے قدرت اور اختیار کے اثبات کی غرض سے ہمیشہ ظاہر کرتا ہے دوسرے وہ خوارق عادات
 جن میں آدمی کی حرکات روحانی خواہ بدنی کو دخل ہے اور آدمی محض فلسفہ اور حکمت عملی جسمانی
 یا روحانی کے زور سے کرتا ہے جیسے مسیح مزم کے آثار خواہ شعبہ اور نیرنج اور طلسم وغیرہ اور وہ امور
 جو از قسم خواص حروف ہنر لہ سحر اور جادو کے ہیں بشرطیکہ وہ آدمی مدعی اپنے نبوت کا نہ ہو بلکہ وہ
 قسم خوارق عادات کی کچھ انکو تخصیص زمانہ نبی سے نہیں ہے اور انکو ہم لوگ پابند مذہب کی
 معجزہ نہیں کہتے تیسری قسم خوارق عادات کے جنکو ہم معجزہ کہتے ہیں ایسی چار شرطیں ہیں
 پہلی شرط یہ ہے کہ جس اُمت پر وہ نبی مبعوث ہوئے ہوں وہ اُمت ایسے خرق عادت کو نہ کر
 سکے جیسے معجزہ قرآن دوسری شرط یہ ہے کہ وہ خرق عادت خاص خدا کا فعل ہو یا نبی کا فعل
 حکم خدا ہو تیسری شرط یہ ہے کہ زمانہ تکلیف میں یعنی جب سے خلقت آدم ہوئی ہے اور جب تک
 دنیا رہی اسکی اسی زمانہ میں ظاہر ہوا اسلئے کہ قیامت کے آنے سے یہ عادت الہی جو کہ اب جاری ہے
 بدل جائیگی تا انیکہ آفتاب مغرب سے طلوع کر لگاے ان زمین را آسمانے دگرست ہو چو تھی شرط
 یہ ہے کہ وہ خارق عادت نبی کے دعوئے نبوت کرنے کے بعد بغرض تصدیق انسی دعوئے کے ظاہر

ہو اور اسی کو ہم معجزہ کہتے ہیں۔ مثلاً اہل اسلام نے جو یہ فرمایا کہ زمانہ نبی میں ظاہر ہوا اُس میں دو گروہ ہو گئے ایک نے تو زمانہ حیات نبی کے تخصیص کی اور دوسرے گروہ نے کہا کہ زمانہ نبوت نبی میں اگرچہ بعد وفات کے بھی ہو اور یہ نزل لفظی ہے اسلئے کہ اگر ہمارے نبی صلعم نے بطور پیشین گوئی کے خبر دی ہو کہ میرے بعد میری امت کے چند اشخاص جو بصفت علم اور طہارت اور عصمت موصوف ہوں اُن سے بھی میری نبوت کی تصدیق میں جو خرق عادت صادر ہو وہ بھی میرا معجزہ ہے اب دونو گروہ اس معجزہ نما کے معجزہ کو اپنے نبی کا معجزہ تسلیم کرینگے ورنہ سچے نبی کی پیشین گوئی غلط جانینگے اب معلوم ہوا کہ یہ اختلاف اہل اسلام کا ایسا نہیں ہے جس سے ایک گروہ دوسرے کو اسلام سے خارج تصور کرے مطلب دونوں کا واحد ہے میری غرض اس تنبیہ کے لکھنے یہی ہے کہ ہم نے دیباچہ کتاب کے صفحہ دوم میں جو لکھا ہے کہ ظہور خوارق عادات غیر نبی سے جو ہم تجویز کرتے ہیں وہ خوارق عادات قسم اول اور قسم دوم کے ہیں اور انکو ہم ہم معجزہ نہیں سمجھتے لہذا اگر ہم تمام عجائب مخلوقات کو اور تمامی امور خوارق عادات کو صحیح بھی مانیں اور کسی قدر کثرت وقوع انکی ثابت کریں ہمارے نبی صلعم بلکہ تمامی انبیاء کی معجزہ نمائی پر اسکے اقرار سے کوئی شبہ وارد نہ ہوگا۔ عام خلافت کو ایسا خیال نہ کرنا چاہئے کہ جب خوارق عادات کا ظہور بدون وجوہی کے بھی ہوتا ہے پھر نبی کے نبوت کی تصدیق معجزہ سے کیونکر ہوگی اسلئے کہ معجزہ جیسا ہم نے بیان کیا وہ قسم سیوم کے خوارق عادات ہیں اور اسکی چاروں شرطیں بھی ہم لکھ چکے اس مطلب کو ہمارے ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے ہر حکمہ ہماری کتاب میں بکار آمد ہے ورنہ اکثر اہل اسلام کو اشتباہ پیدا ہوگا اور اس مطلب کو پھر ہم بحث نبوت میں لکھنے انشاء اللہ واللہ ہو الہادی و بیدہ از منۃ الایادی باب چھٹا سید احمد خالص صاحب معجزہ کو نبوت نبوت کی دلیل نہیں مانیں جسے قاضی ابن الرشید صاحب چونکہ نیچے کے بیان کے ساتھ معجزہ کا ذکر بھی مجبوری ہنکو کرنا پڑا اور سید صاحب کے اقوال نسبت انکار معجزہ قرآن کے بھی گذشتہ باب میں باضطرار ہم نے لکھی اب ہم نے تفسیر سورۃ الم بقروہ ص ۱۲۹ میں دیکھا تو سید صاحب لکھتے ہیں معجزہ نبوت نبوت کے کیونکر دلیل ہو سکتا ہے۔ اثبات نبوت کے لئے اول خدا کا وجود اور اسکا

متکلم ہونا اور اس میں اپنے ارادہ سے کام کرنے کی قدرت کا ہونا اور اسکو تمام بندوں کا مالک ہونا ثابت کرنا چاہئے (۲) پھر اسکا ثبوت چاہئے کہ وہ اپنی طرف سے رسول اور پیغمبر بھی کرتا ہے (۳) پھر یہ ثابت ہونا چاہئے کہ جو شخص دعویٰ ثبوت کرتا ہے وہ درحقیقت اسکا بھیجا ہوا ہے ہم پہلے دو باتوں سے قطع نظر کرتے ہیں کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں ایسے مقامات پر اکثر اہل کتاب مخاطب ہیں جو ان دونوں پہلی باتوں کو ماننے سے تھے اور اسلئے معجزات سے صرف تیسری بات کا ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے مگر وہ تیسری بات بھی معجزہ سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے اسکے بعد سید صاحب نے ایک طولانی تقریر قاضی ابن الرشد کی دوبارہ ثبوت اپنے دعویٰ کے لکھی جس میں دلائل منطوق سے بڑے زور سے دکھایا ہے کہ معجزہ سے نبوت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی ہے اور ہمارے نبی صلعم نے کسی شخص کو معجزہ دکھا کر دعوت اسلام نہیں فرمائی بلکہ قرآن مجید سورہ بنی اسرائیل میں وارد ہے کہ جب کفار نے آنحضرت صلعم سے معجزہ طلب کیا کہ زمین بھاگ کر چشمہ پیدا کر دیا تم پر آسمان کے ٹکڑے گرادیا آسمان چرچہ جاو وغیرہ وغیرہ اسکے جواب میں ہمارے نبی صلعم نے یہی فرمایا کہ میں ایک بندہ فرستادہ خدا ہوں اور کوئی معجزہ نہ دکھلایا بعد پوری تقریر قاضی عبد الرشد کے سید صاحب نے واسطے آسانی تفہیم عوام کی اس پوری تقریر کا خلاصہ بھی ص ۱۳۶ میں کر دیا چنانچہ لکھتے ہیں قاضی ابن الرشد نے جو اتنی بڑی بحث لکھی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ اگر خدا کو موجود و مرید و متکلم و قادر و مالک عبد و تسلیم بھی کر لیا جاوے اور یہ بھی مان لیا جاوے کہ وہ رسول بھی کرتا ہے اور معجزات کا بھی وقوع قبول کر لیا جاوے تب بھی معجزات کے وقوع سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے کہ وہ شخص خدا کا رسول ہے مختصر طور پر اسکی دلیلیں یہ ہیں (۱) جو امر کہ واقع ہوا (یعنی معجزہ) اسکی نسبت اس امر کے لزوم کا ثبوت نہیں ہوتا کہ جس شخص سے وہ واقع ہو وہ رسول ہوتا ہے (۲) کوئی خرق عادت ایسی معلوم نہیں ہے جو بطور خاصہ رسولوں سے مخصوص ہو (۳) کچھ ثبوت نہیں کہ خرق عادت سے رسالت کو کیا تعلق ہے (۴) اسکا ثبوت نہیں ہوتا کہ اسکا وقوع قانون قدرت کے مطابق نہیں ہوا کیونکہ بہت سے عجائبات اب بھی ایسے ظاہر ہوتے ہیں جو فی الحقیقت الکا و وقوع قانون

قدرت کے مطابق ہوتا ہے مگر وہ قانون لا معلوم ہے (۵) اسکا کچھ ثبوت نہیں ہوتا کہ جو امر واقع ہوا وہ خواص نفس انسانی سے جو ہر ایک انسان میں ہے کچھ تعلق نہیں رکھتا ہے (۶) اخیر انبیاء سے جو امور خرق عادت کے واقع ہوتے ہیں ان دونوں میں کوئی ملکہ الٰہیہ نہیں ہے (۷) یہاں تک کہ اہل منبر سے جو امور واقع ہوتے ہیں ان میں خرق عادت میں امتیاز نہایت منکمل ہے میں کہتا ہوں کہ سید صاحب نے اپنے دعوے پر دلیل قاضی ابن الرشید کے کلام سے کئی نقوشاں سے خوشتر ان باتوں کے تردید پر ان کو گفتہ آید و حدیث دیگر ان سے اور چونکہ لارڈ و انکار اس دلیل کو پسندی کیا ہے لہذا ناظرین کو یہ شبہ نہ ہو کہ سید صاحب تو دوسرے کا قول نقل کرتے ہیں اب ہم اس کو اور دلیل پر غور کریں کہ آخر کہاں تک درست یا درست ہے خدا کا وجود اور اس کے صفات کا ثبوت منکرین خدا کے مقابلہ میں کیا جائیگا اور نبی کی ضرورت کو سید صاحب تبیین الکلام مقدمہ اولی ص ۱۵۶ میں خود ثابت کر چکے ہیں یہاں سید صاحب کو اس کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے شاید عقیدہ کا اظہار فقط زبانی تھا قلبی نہ تھا بہر حال جو شخص منکر خدا اور منکر ضرورت نبوت ہو منکر لازم ہے کہ پہلے وجود خدا اور ضرورت نبی پر بحث کرے جب یہ دونوں امر اس پر ثابت ہو جائیں اب نبی کی شناخت کا مسئلہ اس کو سمجھانا چاہئے پھر اس وقت تک تو فقط معجزہ دلیل نبوت ہو نیکی انکار پر پورا کلام کرنا لازم ہے جبکہ انکار سید صاحب کر رہے ہیں۔ سید صاحب اور قاضی ابن الرشید صاحب جو منکر نبی کی ضرورت کو مانتے ہیں ان سے ہم یہی پوچھینگے کہ جب نبی کا آنا ضرور ہے تو ہر کوئی کا یہی ماننا بھی ضروری ہے اور شناخت نبی کا ذریعہ ایسا قوی ہو سکتا ہوتا لازم ہے کہ پھر کس طرح کا شبہ ہو نبی کے شناخت میں باقی نہ رہے ہم اپنی چند روزہ زندگی کے ذہنی امور میں بھی جب کسی غیر کے قول پر اعتماد کرتے ہیں مثلاً علاج امراض خواہ مقدمات ریاست اور داد و ستد میں تب بھی ہم طبیب یا ڈاکٹر یا وکیل یا دلال معتمد کو پہلے قابل اطمینان کے ہم ہونچا لیتے ہیں تب اس سے اپنا کام لیتے ہیں اور نبی سے تو ہمارے دین کا معاملہ ہے جو حیات ابدی کا ذریعہ ہے اسکی پوری شناخت میں ہر کوئی بشرط عقیدہ مذہبی سے زیادہ احتیاط کرنی لازم ہے۔ اب ذریعہ شناخت نبی کو معلوم کرنا ضرور ہے کہ ایسی کوئی پہنچ بات ہو جو کبھی خطا نہ

کرے اور کوئی مشبہہ کبھی ازل سے ابتدائے اُس پر وارد نہ ہوتا کہ ہم نبی کو پہچان کر اُس کے ارشاد کو ارشاد
 خدا سمجھا کریں۔ یہ ذریعہ شناخت اگر ایسا ہے کہ انسانی طاقت سے کوئی اور غیر نبی اُس سے
 موصوف ہو سکتا ہے اور معلومات انسانی جو روزانہ ترقی پر ہیں اُن کی ذریعہ سے غیر نبی بھی آج
 خواہ کسی زمانہ میں وہی فعل کر سکتا ہے پھر تو ہرگز یہ ذریعہ شناخت قابل اطمینان نہ ہوگا اور اگر یہ
 ذریعہ ایسا ہے کہ سوائے نبی کے کسی مخلوق الہی سے کبھی وہ کام ہو نہیں سکتا بلکہ تمام افراد
 بشر اُس کے کرنے سے عاجز ہیں ایسا ذریعہ البتہ نبی کی نبوت پر دلیل بھی ہے اور نبی کی شناخت بھی
 اُس سے پورے طور سے ہوگی اور اسی کو ہم معجزہ کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ معجزہ کے سوا اور کوئی
 ذریعہ ایسا نہیں ہے جس سے نبی کی شناخت ہو پھر وہ ذریعہ شناخت دو حال سے خالی نہیں ہے
 یا تو اُن صفات بشری سے جو جنس آدمی موصوف ہو سکتا ہے جیسے جسمانی صفات کہ روز قوت جسمانی
 نبی میں ایسی ہو جو کسی بشر میں نہ ہو سکے یا تیز رفتاری خواہ تیز نظری کہ پیش رو اور پس لشت خواہ
 اندھیرے میں بھی مثل اجالے دیکھتا ہو خواہ اور قوت ہائے جسمانی مثلاً بے لکھے پڑھے لکھے حکماء کو کھانا
 بھی سکا اور پیچ بھی سکا اگرچہ اس کا ثبوت کہ ہرگز اسے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا اور محض اتنی ہی
 بہت دشوار اور استیطرہ دیگر افعال جسمانی جو یا صحت بڑھتے ہیں ان میں بھی سوائے اُن لوگوں کے جو نبی کے ہم
 صحبت ہوں عام لوگ ہرگز پورا یقین نہ کر سکیں گے اور شناخت ہی کی ایسی علامت سے دیگر
 ہے جس کو عام لوگ تسلیم کر لیں پھر جب خواص جسمانی کا یہ حال ہے کہ ان کا ذریعہ شناخت نبوت ہونا
 عام طور سے مشکوک ہوا مگر خواص لوگوں کو البتہ ایسے امور سے شناخت نبوت کی ہو سکتی ہے
 پھر بھی مشبہہ رہیگا کہ شاید آئندہ ایسی قوت اور ایسے صفات جسمانی اور کسی میں پائے جائیں
 جو نبی نہ ہو اب اخلاق کو لے کر چوکے چوکے اخلاق مثلاً سچا ہونا سخی ہونا امین ہونا پاکباز ہونا
 حلیم اور شجاع ہونا وغیرہ وغیرہ یہ سب امور اختیاری ہیں اور ہمیشہ ان کے بدلنے کا آدمی کو
 اختیار ہے جب تک آدمی زندہ ہے ضرور اندیشہ اس کا ہے کہ سچا یا سچا کبھی جھوٹ بھی لو لے
 اور طرا امانت دار کبھی خیانت بھی کرے پھر محکو اخلاق کے ذریعہ سے شناخت نبی برحق ہو نہ کی
 کیونکہ نہ ہو سکتی ہے جب تک اس کا اطمینان کسی اور دلیل سے نہ ہو جائے کہ اس شخص کے اخلاق

ہمیشہ اچھے رہینگے خراب نہ ہونگے۔ اور یہ وہی عصمت ہے اور محصوم ہونا بھی معجزہ ہے جو
 محتاج ثبوت میں کسی اور دلیل کا ہے کیونکہ بہت سے فیزی آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ بغرض مکر و فریب
 وہی کیسی اخلاق اپنے درست کر لیتے ہیں اور اور مطلب ہو گیا اور پھر بد اخلاقی شروع
 کی ہم فلاسفہ اخلاقی کے نظائر کسی باب میں لکھنے کے باوجود کمال علم اور عمل اخلاقی کے
 انکار کیسے بد اخلاق اور بے تہذیب ہو گئے اب ذرا کمال علم اور عقل کو فرض کیجئے اگر کوئی
 شخص اعلیٰ درجہ کے علم اور عقل پر ہو کہ بحیر الہام کے جب کا ثبوت مشکل ہے اور کسی طرح
 آدمی اس درجہ علم پر نہیں پہنچ سکتا ہے یہ دعویٰ بھی ہمارا ایسا ہے کہ شاید عام طور پر مسلم
 نہ ہو گا عقل اور علم کے مراتب کا تفاوت کھلی ہوئی بات ہے۔ اور پھر اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ
 نبی میں ایسی قوت علمی ہوتی ہے کہ کسی بات کے جواب میں عاجز نہیں ہوتا ہے اور کیسا ہی
 سخت سوال کیا جائے صحیح جواب دے سکتا ہے پھر تو معجزہ یہ بھی ہو گا اور اسی سے ثبوت ثابت
 ہو گی اور خرق عادت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گی۔ مگر منکر اور مخالف ثبوت کو پھر بھی گنجائش
 باقی ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ شاید یہ نبی آئندہ کسی سوال کے جواب میں عاجز ہو جائے اسلئے کہ اس کے
 عاجز نہ ہونے کی کوئی دلیل عقلی نہیں قائم ہوئی بہت سے آدمی حاضر جواب اور ہمہ دان ایسے
 ہوتے ہیں کہ مدتوں جواب وہی کر چکے اور کسی وقت عاجز بھی ہو جاتے ہیں اب رہا یہ خیال کہ
 تمام قوت ہائے جسمانی اور روحانی اخلاقی اور علمی کا ذات نبی میں جمع ہونا بھی ذریعہ شناخت
 اس کے ثبوت کا ہے اگر ایسا فرض کیا جائے پھر تو یہ بھی وہی خرق عادت اور معجزہ ہو گا اور اگر
 حد اعجاز کو نہ پہنچ گیا پھر وہی احتمال اور وہی شک باقی رہے گا اب ناچار محکوم شناخت نبی میں
 یہی کہنا اور اسی کا اعتقاد کرنا ضرور ہو گا کہ جو فعل یا وصف نبی میں ہو غیر نبی میں اس کا ہونا ممکن
 نہ ہو اور کوئی دلیل عقلی بھی اس پر قائم ہو کہ غیر نبی میں یہ بات ممکن نہیں ہے اور جب کوئی فعل
 کسی نبی کا ایسا ہو کہ معلوم ہو گا جس کو کسی غیر نبی نے اس طرح سے کر دیا ہو جس طرح نبی نے کیا تھا
 ہم اس فعل کو علامت ثبوت اور خواص انبیاء سے نہ کہنے کے بلکہ وہ فعل افعال مشتکہ انسانی
 سے ہو گا مثلاً حضرت عیسیٰ کا مردہ کو زندہ کر دینا یا کورماور زکو کو جس کے دونوں آنکھیں چہرہ پر نہوں

محض بذریعہ دعا کے مینا کر دینا کہ دونوں آنکھیں پیدا ہو جائیں خواہ مبروں یعنی جسکو برص
 حقیقی ہوانہ وضع جسکو اطباء برص حقیقی کہتے ہیں فقط ہاتھ پھیر کر برص کو دور کر دینا اگر یہ
 خوارق عادات حضرت عیسیٰ کے صحیح بھی مانی جائیں چونکہ ممکن ہے کہ ترقی علم طب جانی
 یاروحانی سے ہم بھی انکو کر سکیں لہذا ان خوارق عادات کو ہم خاص لوازم نبوت سے نہ کہنے
 جب تک کوئی ایسی قید نہ لگائیں کہ دوسرا آدمی غیر نبی کبھی انکو کر سکے بہت بڑی تحقیق
 حکمائے دیندار ہابند فلسفہ الہی نے کر کے ہی رائے اپنی بختہ ظاہر کر دی کہ نبی کے اظہار خرق
 عادت اور غیر نبی کے خرق عادت میں فرق اگر ہے تو فقط یہی ہے کہ نبی توحیدی یعنی دعویٰ نبوت
 کر کے اپنے دعویٰ کی تصدیق خرق عادت سے کرتا ہے اور غیر نبی جھوٹا دعویٰ نبوت کا
 کر کے وہی خرق عادت ہرگز نہیں کر سکتا ہے اور اسکی دلیل وہی ہے کہ خدا کو نبی میں کوئی
 ایسی علامت دینی ضرور ہے جس سے اسکی غیر نبی سے شناخت ہو جائے اب ہم مختصر طور سے
 کہتے ہیں کہ جب بقول سید صاحب ہندج ص ۷۷ مقدمہ اولیٰ تبکیں الکلام میں یہ بات مسلم ہو
 چکی کہ انسان کے نجات کو انبیاء کا آنا ضرور ہے اور ہر شخص کی شناخت خاص اسکی کسی ایسے
 ہی وصف سے ہوتی ہے جو دوسرے میں پائی جائے پس نبی کی شناخت کا بھی کوئی
 ذریعہ بجز اسکے نہیں ہے کہ اس میں ایک یا ہزار ایسے صفات ہوں جو دوسرے میں پائی جائیں
 اور وہ شناخت سوای توحیدی یعنی دعویٰ نبوت کر کے خرق عادت کرنا اور کوئی نہیں ہے
 پس اب نتیجہ یہی ہوا کہ نبی کی شناخت اور نبوت کی دلیل سوای معجزہ کے جو توحیدی کر کے
 ہو کوئی نہیں ہے اور یہی ثابت کرنا تھا توحیدی سے کیا مراد ہے اور اسکا کیا مطلب ہے اسکو
 سمجھ لینا ضرور ہے جسقدر امور خرق عادت کی دنیا میں ہوتے رہتے ہیں اور ہمیشہ ہوتے رہیں گے
 میوں جیوں ترقی ہمارے معلومات کی ہوا کر گی ان میں کوئی بات ایسی نہیں ہے کہ نبی غیر نبی
 کی شناخت محض اظہار خرق عادت سے ہم کر لیں اور شناخت نبی کی ہر صورت جن وجوہ سے
 ہے اسکو خاص بات ضرورت نبی میں ہم نے بیان کر دیا ہے سید احمد خالص صاحب اور قاضی
 ابن رشد صاحب جو کہ نبی کی ضرورت کو بظاہر تسلیم کر چکے ہیں انہر ہر صورت آمد نبی کو لایا

ظاہر کرنے کی حاجت نہیں بہر حال جب خرق عادت ایسی بات ہے کہ نہ صرف کافی سے ہو کرتی ہے اسکا انکار وہی شخص کرے گا جو کہے کہ دن کو آفتاب نہیں دیکھی ہے یہی مذہبی بنی متکلمین نے عموماً ایسا خیال کیا کہ دنیا میں ہر ایک علم اور فن کے جاننے والے ایسے ہی ہوتے ہیں جتنی سخت رکھی ہے کہ جس علم و ہنر کا جو شخص مدعی ہوا اپنے دعوے کے ہمراہ کوئی ایسا شخص جو اسے بھی پیش کرے جس سے اسکا دعوے سچا ہو جائے گھڑی ساز کو لازم ہے کوئی اپنی مصنوعی گھڑی پیش کرے نوکری کی امیدوار کو لازم ہے جس عہدہ کا طالب ہے اس کی سند حاضر کرے بی اے ایم اے درجہ کے پاس شاہ کو لازم ہے کسی کالج کا سرٹیفکیٹ دکھلانے۔ اسطرح بلا تشبیہ نبی کو بھی لازم ہے کہ اپنے نبوت کی کوئی دلیل بروقت دعوے نبوت کے پیش کرے پھر چونکہ عموماً لوگوں کے دعوے علم و ہنر کی سند لانے میں دو صورتیں ہوتی ہیں کبھی تو کسی شخص کا دعوے فقط اپنے اظہار لیاقت کا ہوتا ہے۔ اور کسی دوسرے پر اپنی فوقیت اور اپنا غلبہ ظاہر کرنا اور دوسرے کو اپنے سے ناقص اور کم ثابت کرنا منظور نہیں ہوتا اور کبھی یہی عرض ہوتی ہے کہ مجھے بڑھ کر فلاں گھڑی ساز یا مجھ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی ایسا کیمسٹ یا ڈاکٹر نہیں ہے اسوقت تھدی کے پورے معنی صادق آتے ہیں عرب کہتے ہیں تَحْلُتُ فُلَانٌ اِذَا دَقِيقَةً وَنَادَعْتُهُ فِیْ فِعْلٍ یعنی فلان شخص سے ہم نے جھگڑا اور مباحثہ کیا کہ جس کام کو تم کرتے ہو ہم تم سے اچھا کرتے ہیں اور تم پر ہم کو غلبہ ہے اب چونکہ نبی اللہ کا دعوے یہ ہوتا ہے کہ میں خدا کا فرستادہ ہوں اور کوئی اسوقت میرا ثانی تم لوگوں میں نہیں ہے اور جو سند میں اپنے سچے نبی ہونے کے کسی خرق عادت وغیرہ سے لایا ہوں کوئی آدمی تم میں سے اسکو نہیں کر سکتا ہے اور حکم خدا ہی ہے کہ میرے خرق عادت کے مقابلہ میں کسی کو اسکے کرنے پر قدرت نہ ہوگی لہذا اس نبی کی سچائی محض اس خرق عادت کے اظہار سے نہ ہوگی بلکہ امت کا اسوقت عاجز ہونا ایسے ایسے خرق عادت کے کرنے سے یہی بڑی دلیل نبی کے سچائی پر ہوگی۔ پس نبی کا اظہار خرق عادت کر کے یہ دعوے کرنا کہ تم لوگوں سے قدرت ظاہر کرنے اس خرق عادت کے خدا نے میرے مقابلہ میں چھین لی ہے اگر صحیح ہے تو ہرگز کسی کی مجال نہیں کہ اسوقت ایسے خرق عادت

پر قادر ہو اور اگر قادر ہوگا تو بنی کا دعویٰ غلط ہو جائیگا اور ہرگز اسکو ہم نبی نہ مانینگے اگرچہ وہی
 خرق عادت دوسرے وقت ہم سے ہوتی ہو اب معلوم ہوا کہ سجدی کر کے اگر نبی اللہ خرق عادت
 نہ کریں یا اسی کو دوسرا غیر نبی کرے تو انکے دعویٰ کی صداقت کبھی نہ ہوگی یہی ریت کہ جو خرق
 عادت ہم سے ہوتی ہے اس سے ہماری قدرت بمقابلہ نبی کے کیونکر اٹھ سکتی ہے یعنی خدا
 کو اختیار نہیں ہے کہ ہماری قدرت کو ہمارے اختیاری امور میں داخل کر دے یہ بات جو شخص
 خدا کو قادر مطلق مان چکا ہے وہ کبھی نہ کہیگا اور نہ خدا کے چپ کرنے کو پہلے خدا کا وجود اور
 اسکا اختیار ثابت کرنا ہوگا یہ بحث نبوت کے مسئلہ سے پہلے طے کرنی چاہئے۔ پھر حسب طرح نبی
 کے مقابلہ میں غیر نبی خرق عادت کرنے پر قادر نہیں ہے جسکو نبی نے اپنے نبوت کے ثبوت میں
 دکھلایا ہے اسبطح کوئی شخص جو بھٹھا دعویٰ نبوت کا کرے ہرگز کسی خرق عادت کے اظہار
 پر قادر نہیں ہے اسلئے کہ اگر ایسا ہو تو جھوٹا نبی اور سچا نبی دونوں پر اب ہو جائیں اور قانون قدرت
 جو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کرنے کا جاری ہے ملٹ جائے اور انتظام عالم خراب ہو جائے
 اگر جھوٹے کو قدرت سچا کرتی ہے تو سچے کو جھوٹا بھی کر سکتی ہے اور وہ دوا امر کوئی عاقل آدمی
 قدرت اور فطرت کے قانون سے پسند نہ کرے گا قاضی ابن الرشد کہتے ہیں اور جو شخص رسول
 نہیں ہے اور وہ یہ دعویٰ کرے کہ میں رسول ہوں میں نے معجزہ کو دکھانا چاہتے تو نہ دکھا سکیگا یہ
 ایک ایسی بات ہے جسپر کوئی دلیل نہیں ہے نہ تو اسکا نشان منقولات میں پایا جاتا ہے اور
 نہ عقل سے معلوم ہو سکتا ہے دیکھو حدیث تفسیر الم بقرہ سید احمد خان کو میں کہتا ہوں کہ
 عقلی دلیل تو ہم نے بیان کر دی کہ اگر جھوٹا شخص دعویٰ نبوت کرے کوئی خرق عادت دکھلا
 سکے تو خدا پر ہی پورا الزام ہوگا کہ اپنے بند و نکو دھوکھا دے رہا ہے اور غیر نبی کو نبی ثابت
 کر رہا ہے اور فرب دہی کا کام نہیں ہے۔ یہی نقلی دلیل اسکو ہم آئندہ قرآن مجید سے لکھنے
 ذرا صبر کیجئے قاضی ابن رشد کا قول سید احمد خان صاحب یوں لکھتے ہیں کہ آنحضرت
 صلعم نے نہ کسی ایک شخص اور نہ کسی ایک گروہ کے ایمان پر دعوت کرتے وقت یہ نہیں کیا
 کہ اس سے پہلے اسکے سامنے کوئی خرق عادت کے ہو اور ایک چیز کو دوسری چیز میں بدل دیا

ہو یعنی لکڑی کا سانپ اور سانپ کی لکڑی
 اسلام لانے کی دعوت کی بوقت کوئی کرامات اور
 نہیں ہوئے اور اگر ظاہر ہوئے تو معمولی حالت میں
 کیا ہو میں کہتا ہوں کہ سید صاحب کو تہذیب کی پابندی ہے
 معجزات سے قطعاً انکار کرتے ہیں اور قاضی ابن رشد کے آڑ میں
 الفاظ ارشاد کر رہے ہیں حضرت موسیٰ کا دعویٰ نبوت کر کے لکڑی کو منہ
 بنانے کا معجزہ تو قرآن میں صاف لکھا ہے اُسی پر یہ منہ زور بیان ہو رہی ہیں
 اب آپ کو یہ معلوم رہے کہ پیغمبر خدا کے حکم اور حکمت سے اُسے معجزہ کے دکھلانے
 ہوتی ہے جس امر کا چرچہ امت میں زیادہ ہو اور جس پر غرور آدمیوں کا بڑھ کر خدا
 اور کفر اور شرک کا غلبہ ہو اس پر معجزہ اور زیادہ کا چرچہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں زیادہ تھا لہذا اب
 سحر کا معجزہ حضرت موسیٰ نے دکھلایا بغیر خواب حضرت یوسف کے زمانہ میں اور علاج امراض
 حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں ایسی طرح ہوتی کہ وہی معجزہ ضرور تھا جو اُس وقت زیادہ معجزہ ہوا اور جس کا
 چرچہ امت میں زیادہ ہو فصاحت اور بلاغت اور شجاعت عرب کا چرچہ ہمارے نبی کے زمانہ میں
 زیادہ تھا لہذا قرآن مجید معجزہ یعنی عاجز کنندہ فصاحت عرب ہے ۳۳ برس برابر آنحضرت صلعم
 نے تحدی کر کے اپنی نبوت کا ثبوت ظاہر فرمایا اور یہ خرق عادت لکڑی کو سانپ بنانے سے
 خواہ مٹی کا سونا بنانے سے کی طرح کم نہیں ہے کہ محض اُمی سے ایسا کلام صادر ہو جس کو بڑے بڑے
 فصحا اور شعرا سن کر دنگ ہوں اور ۳۳ برس میں ایک فقرہ بھی اُس کے مثل نہ بنا سکیں اور نہ
 آج تک بن سکا ہے۔ پس ہمارے نبی صلعم کو ایسے خرق عادت دکھلانے کی زیادہ ضرورت تھی
 جس پر عرب کے شعرا کو غرور اور فخر بڑھا ہوا تھا اور تیر بعد اپنے نبی بہت ثابت کرنے کے بعد اہل اعجاز
 قرآن پھر دوسرا معجزہ شجاعت کا بھی اپنے خاص جہادوں میں دکھلایا جس کا انکار کوئی شخص
 آج نہیں کر سکتا ہے اور کوئی نہیں کر سکتا ہے کہ شجاعت میں اُس وقت ہمارے نبی سے بڑھ کر کوئی
 آدمی تھا اور یہ معجزہ شجاعت کا حضرت سے لیکر زمانہ خلافت علی ابی طالب و محاربات صفین

اور ہر حال میں نصرت کافی
 سب سے پہلے ہی
 صحیحہ اسطیعنی
 کتبہ خلق
 چرچہ

پر قادر ہو اور اگر آخر کو اس سے واقف کر لیا میں آپ کے فرزند امام حسین نے ایسا دکھلایا جسکو خیرین
 خرق عادت میں زور سے لکھ رہے ہیں اور یہ سب کچھ دعویٰ نبوت یا تصدیق نبوت ہمارے نبی
 نہ کریں یا ان کے بنا پر تھک رہے اور معجزات ہمارے نبی کے جو ایک ہزار سے زیادہ اہل سیر اور عین
 عادت لے رہے ہیں اور جنکو قاضی صاحب خواہ سید صاحب معجزہ نہیں سمجھتے ہیں ان کی تفصیل
 کے ساتھ ہے کہ چونکہ نبی السلام عام خلافت پر بھیجے جاتے ہیں لہذا انکا معجزہ بھی عام طرح کا ہونا ضرور
 ہے ہمارے نبی صلعم جس زمانہ میں نبوت پر رسالت ہوئے ضرور وہ زمانہ جہالت کا علوم سے
 تھا مگر دنیا کبھی خالی اہل علم اور عقل سے نہیں رہتی ہے لہذا اسوقت کے لوگ بھی باعتبار علم
 اور عقل چند درجہ کے تھے عقلا اور فہمیدہ اور ذہین لوگ انکو تو فقط ہمارے نبی صلعم کا عمدہ
 خلاق سے متصف ہونا اور باوجودیکہ صحبت میں انہیں جہال اور بد اخلاق کے حضرت کی عمر
 بسر ہوئی اور پھر کسی قسم کا اثر جہالت کا اسحضرت میں نہ ہوتا بلکہ سرسرم علم اور حکمت اور استبدی
 اور طہارت اور جملہ صفات کاملہ اور اخلاق حمیدہ سے آپکا متصف ہونا ثبت پرستوں میں پرورش
 پاکر اعلیٰ درجہ کی توحید کا اعلان فرمانا جو نوح اور ظالموں میں پیدا ہو کر سرسرم اور نرم دلی سے متصف
 ہونا۔ تندخوا اور بد زبانوں میں رہ کر شیریں گفتاری اور محض جاہلوں میں رہ کر اعلیٰ درجہ کی حکمت
 اور علوم سے ماہر ہونا کہ جب کوئی بات نکلیسی ہی دقیق کسی علم کی پوچھی گئی پر محل ایسا جواب
 دینا کہ عمر ہزاروں سال کیلئے بلکہ ہزاروں سال کیلئے بیات اس سے ممکن اور نصیب
 نہ ہو الغرض کہاں تک بیان کروں اور قرآن مجید خود گواہ کامل موجود ہے بہر حال جو لوگ علم
 فصاحت اور بلاغت اور علم تاریخ اور علم طبعی اور الہی اور سیاست متری اور سیاست ملکی اور
 اور علم آسمانی اشیا وغیرہ وغیرہ کار کہتے تھے انکو تو ایسے ایک شخص کا جسکی ولادت اور
 پرورش محض جہال وغیرہ میں ہوئی ہو اسی پر نظر کرنے سے تصدیق اسکی ہو گئی کہ جو دعویٰ
 محمد صلعم اپنے رسالت کا کر کے ان اوصاف کو بطور خرق عادت ظاہر فرماتے ہیں ضرور یہ معجزہ
 ہے اور خدا کی بیعت سے ہے اور آپکی سچائی پر پوری دلیل ہی سب امور میں اور یہ وہ معجزہ
 ہے جسکو پورا خلاق رسالت سے ہے اور کسی شبہ سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا ہے ایسے حواری

عادات کا مجموعہ ذات مقدس نبوی کا ہونا اہل عقل اور فہم کو ثبوت نبوت میں آنحضرت کے کافی
 ہو گیا اور ایسے لوگ جو کسی علم اور مہر میں دستگاہ رکھتے تھے یا عقل تھے سب سے پہلے ہی
 ایمان لائے انہیں میں فصیحائے عرب اور شعرا بھی داخل ہیں اور اہل اسلام کے فلاسفہ یعنی
 متکلمین جو خوارق عادت میں تحدی کی شرط کرتے ہیں اول درجہ کی تحدی جو کہ گئی وہ خوارق
 عادت ایسے ہی امور میں پھر چونکہ عوام جہاں جنکو علمی امور سے کچھ مس نہ ہو اور اونے اور جہ
 کے عقل رکھتے ہوں انکو ان باریک مسائل سے کیا نسبت ایسے لوگ خواہاں ایسے خوارق
 عادت کے ہوتے ہیں اور ہوتے بھی جسکو عام حضار جہاں ایک بڑی کرامت اور بزرگی سمجھیں
 اور انکو اسکی کیا خبر ہے کہ ایسے خرق عادت سے ہمیشہ نبوت ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں انکو تو
 فقط تماشا دیکھنا اور ہو ہو کر دینا منظور تھا اور نبی اللہ کو ہم حکیم اور مشرف بالہام ربانی ثابت کر
 چکے ہیں وہ ایسے جہاں کی درخواست کو ہمیشہ رد فرمادی اور ناکردنی پورا کر کے پسندیدہ عطا فرما
 نہیں ہو سکتا ہے اسلئے کہ اپنی نبوت کے دلائل بشیار کو قایم کر چکا ہے۔ پھر بھی اگر کوئی مصلحت
 اظہار میں ایسے خوارق کے ہونگی شاید کہ بھی دے اور ایسے معجزات ہمارے نبی صلعم کے نہیں
 لوگوں کی تسلی کی نظر سے تھی جن کی عقلیں علمی امور اور امور حکمت کے سمجھنے سے قاصر ہیں
 اور وقایع حکمت کو جو شریعت محمدی میں رکھے ہوئے ہیں جنسے ہمارے کتب فقہ اور اخلاق
 بھرے ہوئے ہیں اور بعض بعض مسائل کو ہم بھی لکھیں گے بہر حال عالم اور عاقل کو ایسے
 معجزات کی طلبگاری بعد ظہور ایسے خوارق عادت کے ہرگز نہیں ہو سکتی تھی اب ذرا قاضی
 صاحب کا قول سمجھنا ضرور ہے کہ ہمارے نبی صلعم خوارق عادت معمولی حالت میں دکھلایا
 کرتے تھے معاذ اللہ میری زبان بجا لائے اگر میں اس معمولی حالت کی پوری توضیح کروں
 اسکا تو کہلا ہوا مطلب یہ ہے کہ جیسے اور باز گیر ڈھٹ بند شیعہ باز بطور تماشا اور کھیل کے
 خرق عادت کو دکھلاتے ہیں اسی طرح معاذ اللہ ہمارے نبی صلعم نے بھی باز گروں کی طرح تماشا
 اور کھیل اپنی معجزاتی کو کر رکھا تھا۔ قاضی صاحب اور یہ صاحب تو مسلمان ہیں یا یہ کلمہ تو
 انہیں کفار کی زبان پر اب بھی جاری ہے اور پہلے بھی جاری تھا جو حضرت کو سحر اور جادو

باز گھر گئے تھے اور کہتے ہیں چنانچہ وہی آیت جبکہ قاضی صاحب لکھ رہے ہیں اُسکا ترجمہ سید
 صاحب کی تفسیر میں یہ ہے وَلَنْ نُوْصِنَ لَوْ قِيْلَ لِمَ اے محمد تمہارے منتر جتن پر ایمان نہ لائینگے
 ہر حال معمولی حالت میں خرق عادت کا ظہور ہمارے نبی صلعم سے ہونا اسکے دومی معنی ہو
 سکتے ہیں یا تو یہ معنی ہیں کہ جب سطح معمولی حالت میں باز گھر اور شعبہ باز خرق عادت کو ظاہر
 کرتے ہیں اُس سطح ہمارے نبی بھی کرتے تھے اور جب سطح وہ لوگ دعویٰ کرامت کر کے خرق عادت
 نہیں کرتے اُس سطح ہمارے نبی بھی اظہار خرق عادت سے دعویٰ کرامت اور نبوت نہیں
 کرتے تھے۔ یا یہ معنی ہیں کہ خرق عادت ایک معمولی فعل ہمارے نبی کا ہو گیا تھا اور اکثر اُسے
 ہوا کرتا تھا کوئی بات کرامت کی نہ تھی جیسے کسی کی خلقت اور ساخت اور انداز ایسے ہی
 ہو کہ خرق عادت کے امور اس سے بلا قصد اظہار کرامت ظاہر ہوا کریں اب دونو معنوں
 سے کوئی بزرگی اور کرامت ہمارے نبی کی ان امور کے اظہار سے ثابت نہ ہوتی اور یہی مطلب
 اُن کفار کا بھی ہے جو منکر ہمارے نبی کے نبوت اور معجزات کے تھے اور اب بھی ہیں بلکہ دو
 مسلمانوں کا یعنی قاضی صاحب اور سید صاحب کا اقرار کرنا یہ تو اور بھی منکرین نبوت کے
 واسطے پوری دلیل ثابت ہوگی مگر ہم مسلمانوں کا اپنے نبی بلکہ حمداً انبیاء کے نسبت یہ عقیدہ
 ہے کہ وہ بزرگوار ہمیشہ اُسی حالت نبوت میں رہتے تھے کبھی معمولی حالت میں ہو کر کوئی فعل
 لغو نہیں کرتے تھے مجھے سخت حیرانی ہے کہ قاضی صاحب اور سید صاحب آنحضرت صلعم کو
 نبی بھی اعتقاد کرتے ہیں اور پھر انکو باز گھر اور شعبہ باز بھی قرار دیتے ہیں نبوت نبی کا قائل
 تو کبھی اپنے نبی کو کھلاڑی شعبہ باز بھانستے اور تماشا کرنا والا نہ کہ کتاب مجھے اس بات کا
 نبوت لکھنا پھر ضرور ہے کہ ہمارے نبی نے ایک معجزہ یعنی خرق عادت فصاحت قرآن کا ضرور اپنے
 دعویٰ نبوت کے ہمراہ ہمیشہ تحدی کر کے دکھلایا اور دوسرا معجزہ شجاعت اور بہادری کا بھی
 اپنے نبوت کے دعویٰ کے ہمراہ برابر دکھلایا پس قاضی صاحب کا قول بلکہ سید صاحب کا کہ ہرگز
 آنحضرت سے کوئی خرق بروقت دعوت اسلام کے ظاہر نہیں ہوئے اُسکا جواب تو ہو چکا کہ خود قرآن
 میں حضرت کو حکم ہے کہ کفار سے قرآن کے مثل بنانے کی زور سے تحدی کرو قاضی صاحب

نبوت نے طلب کیا تھا) ظاہر نہ فرمائی اس سے حضرت کی اس معجزہ نمائی کا انکار نہ ثابت ہوگا کہ جو بعد اعلیٰ نبوت ہمارے نبی صلعم خواہ اور انبیا فرماتے تھے ہاں اس آیت مقدس سے یہی امر ثابت ہوا کہ ہمارے نبی نے کفار کی درخواست یہودہ جن خوارق عادت کے ظاہر کرنے کی تھے انکو ظاہر فرمایا اور ساتھ ہی اسکے جو منصب نبوت کو لازم ہے وہ بھی حضرت نے بحکم خدا اسی آیت میں ظاہر بھی کر دیا اسلئے کہ صاف ارشاد فرمایا کہ **هَلْ لَّنْتُ الْاَنْبِيَاءَ اِنْ سَاَلُوْا** جبکہ ترجمہ سید صاحب نے یوں کیا ہے کہ پاک ہے میرا پروردگار میں تو کچھ نہیں ہوں مگر رسول۔ اس ترجمہ میں لفظ بشر کے جوڑے عمدہ لفظ ہے سید صاحب نے سزا کر دی جسکی فوائد کو ہم آئندہ لکھنے کے غرض حضرت کی یہ ہے کہ پاک ہے میرا خدا یعنی بزرگ اور بزر ہے اس کی حکمت اور دانائی کہ تمہارے یہودہ خواہش پر ایسے امور کو ظاہر کرے جو لغو اور ناممکن ہیں اور پھر خدا نے اپنی قدرت اور حکمت کے ثبوت میں یہ بھی اسی آیت میں فرمادیا کہ ہم اور ہمارے نبی کو آیت مفیدہ اور خوارق عادت صحیحہ کے ظاہر کرنے سے عجز اور درماندگی نہیں ہے لیکن چونکہ کھلی امتوں نے انبیا سے خوارق عادت کو طلب کیا اور انہوں نے ظاہر بھی کیا مگر پھر بھی انکو ان لوگوں نے جھوٹا لایا سیطرح اب بھی تم جھوٹا لائے گے لہذا ہم اور ہمارا نبی تمہاری درخواست پر اظہار ایسے خوارق کا نہیں کریگا اسی آیت میں یہ بھی فرمایا کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر رسول اور رسالت کی شان سے معجزہ نمائی بعد تحدی کے ہے یعنی میں دعوے رسالت کر کے اپنے دعوے کی تصدیق معجزہ سے کرتا ہوں تمہارے درخواست سے خرق عادت کرنا یہ مجھکو ضرور نہیں ہے (اور کیوں ضرور نہیں اسکے دلائل ہم آئندہ لکھنے گے) اور یہ ارشاد حضرت کا کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر رسول یعنی میں کچھ باز گیر اور تماشا کرنیوالا خواہ شجہہ باز و منٹ بند بشر نہیں ہوں کہ تمکو تماشا دکھلاؤں بلکہ میں وہ بشر ہوں جو رسول اور فرستادہ خدا ہوتا ہے کہ بحکم خدا اپنے دعوے پر تحدی کر کے اظہار خرق عادت کرتا ہے۔ اب اسی آیت میں سب کچھ خدا نے فرمادیا اور اور متکلمین اہل اسلام نے جو تحدی کی شرط فرمائی ہے اسی آیت سے اس شرط کی صحت

بھی ثابت ہو گئی جسکو قاضی ابن رشد کہتے ہیں کہ تحدی کی شرط کا نہ دلیل عقلی اور نبیل
 نقلی سے ثبوت ملتا ہے یہ بھی جانتا ضرور ہے کہ خرق عادت جو نبی اللہ حکم خدا بعد دعویٰ
 نبوت ظاہر فرمائے اور جو خرق عادت آدمیوں کی درخواست سے دکھلائے دو نو میں فرق
 کیا ہے جو اول کو ہم نے ضروری اور لوازم نبوت سے کہا ہے اور دوسرے کو ضروری واجب
 التعمیل نہیں مانا ہے اسکو ہم آسانی سے عبارت سلیس عام فہم بیان کر دیں تاکہ ہر ایک
 پابند مذہب آسمانی اور برادران اسلامی کے سمجھ میں آجائے پہلا فرق کوئی امر عجیب غریب
 عادت فرض کر جب تک اسکا ظہور کبھی کبھی شاد و نادر ہوتا ہے اسکی قدرت اور منزلت ہمارے
 نزدیک رہتی ہے اور جب بکثرت ہوا ایک امر معمولی اور امر عادی ہو جاتا ہے پھر اسکی کچھ
 بھی وقعت نہیں رہتی ہے اور نہ اسکے واقع ہونے سے اسکے کرنے والے کی کوئی بزرگی
 خواہ اعلیٰ اور جو کا علم خیال کیا جاتا ہے۔ دیکھو حقیقت امور قدرت الہی کے روزانہ واقع ہو
 رہے ہیں کیسے کیسے دقیق حکمت پر مشتمل ہیں مگر ہم چونکہ انکے روزانہ اور بکثرت واقع
 ہونے کے عادی ہو رہے ہیں کبھی انکے ہونے سے خیال ہی نہیں کرتے کہ ان افعال
 کا کرنا والا خدا ہی بہتر کیسا حکیم اور قادر ہے۔ خدا کی بات تو جانے دو انسانی مصنوعات
 میں فرض کرو تار برقی اور ریل گاڑی جب مسافر ہجری میں ہمارے لکھنؤ میں ٹلیگراف
 قائم ہوا تھا خوب یاد ہے پہلے تو ہم لوگوں کو یہی خیال تھا کہ محض غلط ہے بھلا ایسا
 ہو سکتا ہے کلکتہ کی خبر لکھنؤ تک ساڑھے سترہ ٹانہ (سکنڈ) میں آجائے پھر جب اس
 پانچ خبریں ملگوا میں اور پوری تصدیق ہو گئی تھوڑے دنوں ایسی عظمت اور ایسی قدر اس
 کی ہو گئی کہ بلا ضرورت بھی محض بطور تماشا اور تفریح طبع کی خبریں منکواتے رہے اور
 موجد تار برقی ایس ایف بی موس صاحب کو بڑا حکیم اور کامل سمجھتے تھے جس نے
 شاہدہ میں یہ ایجاد کی ہے آج وہی خبر ہے اور وہی تار برقی ہے مگر ہمارے ماری
 پھرتی ہے کبھی خیال بھی نہیں ہوتا کہ اسکا موجد کیسا تھا اور کیسی دردمندی سے یہ
 صنعت اس نے جاری کی تھی یہی حال ریل گاڑی کا ہے اور یہی حال کل مصنوعات

انسانی اور مصنوعات قدرتی کا ہے کہ جب بکثرت انکا ظہور ہوگا کچھ اسکے ہونے سے اثر
 ہمارے طبائع پر نہ پڑیگا یہی حال بازگیر اور بھانبتی اور پہلوان اور کل عجائب نما اور تھمیر
 والوں کا ہے۔ بلاشبہ یہی حال معجز نما کا سمجھو اگر ہمارے درخواست سے ہر روز معجزہ اور خرق
 عادت ظاہر کرنا اختیار کرے دو چار روز تو ضرور قدر ہوگی اور پھر کبھی کوئی خیال بھی نہ کرے گا کہ یہ
 نبی ہے فرستادہ خدا ہے بلکہ جب ذکر آئے گا یہی کہینگے کہ ہاں صاحب انکو تو روزانہ یہی تماشا
 دکھانا رہتا ہے چلو اپنا کام کرو کہاں کے نبی اور کہاں کا خدا۔ لیکن اب وہ غرض جو معجزاتی
 سے تھی کہ ہدایت ہو اسکا تو کہیں پتہ بھی نہ رہا بلکہ اسنے نبی پر تماشا کرنے والے کا الزام قائم ہوا
 لہذا یہ بکثرت خرق عادت حسب درخواست امت یا بلا درخواست نبی کو منصب نبوت کی
 نظر سے ضروری نہ ہوئی بلکہ منافی اور مخالف غرض ہوئی عوام اور جہاں تو درکنار آپ دیکھئے
 کہ قاضی ابن رشد اتنے بڑے عالم اور فلسفی اور سید احمد خالص صاحب ایسے دانا اور مدعی فلسفہ
 جبکہ اسے شرح دماغی کی غرض سے کئی مرتبہ ڈاکٹروں نے خرید کیا وہ بھی کہہ رہے ہیں کہ جو خرق
 عادت ہمارے نبی صلعم سے ہوتی معمولی حالت میں تھی اور اسکی وجہ یہی ہے چونکہ ان دونوں
 صاحبوں کو یہ گمان ہے کہ آنحضرت صلعم معاذ اللہ بلا ضرورت اظہار خرق عادت فرماتے
 تھے حالانکہ یہ بات نبی کی شان سے نہایت بعید ہے اور نہ کوئی خرق عادت ہمارے نبی نے
 معمولی حالت میں بلا ضرورت دکھلائی ہے دیکھو کتاب معجزات کو لہذا قاضی صاحب اور
 سید صاحب کو ایسا خیال بجا ہوا بہر حال ہمارے دعوئے کو صحیح رکھا کہ بکثرت اور بلا ضرورت
 شدید کے اظہار امور عجیبہ کرنے سے عظمت باقی نہیں رہتی نبی کرے خواہ کوئی اور کرے
 اور جب نبی اپنی خواہش سے اپنے رسالت کے اثبات میں کبھی کبھی معجزاتی کرے گا ضرور اسکا
 پورا اثر ہوگا دوسرا فرق جس طرح طبیب اور ڈاکٹر اصلاح امراض جسمانی کرتا ہے اُس سے
 زیادہ نبی اصلاح امراض جسمانی اور روحانی امت کی کرتا ہے امت کو بیمار مرض جہالت
 فرض کرو اب کسی کی عقل اسکو پسند کرے گی کہ طبیب اور ڈاکٹر جو خواہش بیمار کی ہے اشی کے
 موافق تجویز دوا اور غذا کرے نہیں بلکہ جیسی رومی طبیب کی ہوگی اور جو مناسب قانون

علاج کے ہے اسطرح پیش آمد طبیب کو کرنی لازم ہے یہی حال بالمشبہ نبی کا جہاں امت
 کی نسبت ہے اس سے زیادہ آسان مثال طلبہ کالج اور اسکول کی لیجئے اگر سٹڈنٹس خواہ
 پرنسپل طلبہ کی درخواست کے مطابق انکی بھرتی اوی کلاس میں کر دیا کرے ہرگز کوئی اسکول
 اور کوئی کالج درست انتظام پر نہ چل سکے بدل کلاس والا کب نہیں چاہتا ہے کہ اسٹرنس
 میں بھرتی ہو اسطرح ایف اے کو بی اے درجہ کے اور بی اے کو ایم اے کی خواہش
 ہوتی ہے پھر اگر کسی اسکول اور کالج کی کارروائی حسب خواہش انکوں کے ہوگی انجام
 میں ضرور بدنامی انیسروں کی ہے۔ اسطرح کل ریفاہ اور کل مصلح قوم اور منتظم اور
 حکام اور کونسل اور پارلیمنٹ کا حال ہے کہ جو مناسب جسکے متعلقین اور رعایا کے ہے
 وہی اپنی رائے اور تجویز سے کر لیا اور اگر اہل اغراض کی خواہش کے موافق جا بیجا کارروائی
 کرے ضرور خرابیاں پڑیں گی جب یہ قانون فطرت دنیوی انتظام میں جاری ہے پھر نبی
 کا عہدہ جسکی نگرانی ہر وقت خدا کے حکم سے اور خدا کی مرضی پر منحصر ہے انہیں بندوں
 کی درخواست سے کارروائی کسطح مناسب ہو سکتی ہے اسطرح بہت سی خرابیاں لازم
 آتیں اگر رسول خدا ہمیشہ امت کی درخواست سے معجزہ دکھایا کرتے دعوتے نبوت کی
 مثال دنیوی امور کے دعوویوں سے قابل غور و کلام اور پیرسٹر اور حاکمان عدالت
 و عمال وغیرہ واسطے آسانی تفہیم کے ہم اپنے نبی صلعم کو دعوی اور امت کو مدعا علیہ اور
 عقل خدا داد کو بطور حاکم اور قاضی کیجئے فرض کریں نبی صلعم کا دعوتے یہ ہے کہ میں
 تمکو سیدھی راہ نجات دنیوی و آفات دنیوی اور آخرت سے بتلانے آیا ہوں بلکہ خدا اور دلیل میری
 نبوت کی یہ ہے کہ میں قرآن کا معجزہ لایا ہوں جسکے مثل کوئی قصیح بلکہ تم میں سے ایک
 فقرہ نہیں کہہ سکتا ہے اور اس دلیل کو پیش کرتا ہوں اور باوجودیکہ میری ولادت اور حجت
 جہاں میں ہوئی تمامی علوم کا عالم ہوں اور تمام اخلاق سے منصف ہوں اور حسب قدر تمہاری
 حاجات ضروری دنیا اور آخرت کے میں سبکی حاجت روئی اسی قرآن سے اور دیگر اقسام
 کی وحی سے جو وقتاً فوقتاً خدا مجھ پر نازل کر لیا اب بھی کر رہا ہوں اور آئندہ بھی کروں گا علو

معجزہ قرآن کے اور معجزات اور خوارق عادات کی جسوقت ضرورت ہوگی اور میری بچائی پر براہ عقل وہ معجزات پورے دلیل بھی ہوگی اور انکے واقع کرنے سے کوئی فعل بخو یا کوئی محال یا امت کا ضرر متصور نہ ہوگا (سوائے اس ضرر رسانی سے جو منکرین نبوت کے بعد پوری نصیحت اور تمام حجت کی واجب ہے اور وہ کسی طرح قابل رحم نہ ہینگے) اور ان معجزات کو بھی وقتاً فوقتاً ظاہر کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ دیہوی مقدمہ کی نظیر اب فرض کرو کہ زید نے اپنی کسی حقیقت کا دعویٰ بکبر پر کسی محکمہ عدالت میں دائر کیا اور وجہ ثبوت کامل بھی گذرانا گواہ اور دستاویز تحریری وغیرہ سب زید نے پیش کر دی اور بکبر مدعی علیہ نے دعویٰ زید سے بلا دلیل انکار کیا اور کہا کہ یہ جس قدر وجہ ثبوت مدعی پیش کرتا ہے یہ نہ سنا جائے بلکہ اور دلائل حقیقت دعویٰ کی اور گواہ بھی علاوہ گواہان پیش کردہ مدعی مثلاً فلان اور فلان کو عدالت طلب کرے۔ اب اسوقت حاکم عدالت کو براہ قانون انصاف فقط بکبر مدعی علیہ کے کہنے سے کل وجہ ثبوت اور گواہان مدعی کو ساقط کر کے سب درخواست مدعی علیہ کا رنبدی کرنی لازم ہے یا کہ مدعی کے وجہ ثبوت کو خود حاکم عدالت اپنی تحقیق سے اگر ناکافی سمجھے یا کہ مدعی علیہ سے باطل کرانے کی درخواست کرے جب مدعی علیہ ان وجہ ثبوت اور گواہان کو باطل اور منسوخ کر دے تب بکبر کی درخواست کے مطابق مدعی سے دوسرے قسم کا وجہ ثبوت اور گواہ طلب کرنا چاہئے انصاف تو یہی کہتا ہے کہ اگر حاکم عدالت کے پختہ برامی میں وجہ ثبوت پیش کردہ مدعی سے کافی ثبوت ہو جائے اور مدعی علیہ کسی قسم کے جرح وجہ ثبوت مدعی پر نہ کر سکے اور بکبر انکار زبانی کے اور حیلہ حوالہ نامعقول پیش کرنے کے ابطال دعویٰ مدعی نہ کر سکے اسوقت حاکم عدالت ضرور فیصلہ کر کے حکم اجبر تحقق مدعی جاری کر دے اور اگر وجہ ثبوت پیش کردہ مدعی کو کہ اس کے دعویٰ کے اثبات میں کافی ہے مگر حاکم عدالت بنظر مزید احتیاط اور قسم کا وجہ ثبوت بھی مدعی سے طلب کرے تو اپنی تجویز سے طلب کر لیا یا کہ مدعی عدالت سے درخواست ہی پر لحاظ کر کے مدعی کو دق کر لیا اسلئے کہ ایسا مدعی علیہ جو مدعی کے لی بہت گذارینہ پر کسی قسم کی جرح

نہیں کر سکتا اور محض براہِ یامِ گذاری جلد و حوالہ میں ٹالنا چاہتا ہے وہ تو جو کچھ ثابت
 پانے گواہ طلب کرے گا ضرور کارروائی عدالت کو الجھاؤ میں ڈالنے والے ہوئے خصوصاً
 اگر جدید وجوہ ثبوت مطلوبہ مدعی علیہ حاکم عدالت کے نزدیک بھی محض ناقابل التفات بلکہ محض
 لغو اور محال اور مضرب حق عام خلاف ہوں اسوقت تو حاکم عدالت ہرگز مدعی سے انکو طلب
 نہ کرے گا۔ اور اس سے زیادہ تر عدم التفات کے لائق کلام مدعی علیہ اسوقت ہوگا جبکہ
 مدعی علیہ یہ بھی کہتا ہو کہ اگر مدعی میرے طلب کردہ وجوہ ثبوت اور گواہ پیش بھی کر دے۔
 جب ہی میں مدعی کے دعوے کو صحیح نہ مانوں گا بلکہ محض مکر اور فریب کی نسبت بطرف
 مدعی کے زیادہ کروں گا ایسے وقت کون حاکم عدالت ایسا ہوگا کہ بشرط پندی عقل و انصاف
 پھر مدعی علیہ ناحق کوشش کے عذرات یا کی سماعت کرے گا یہی نظیر نعیمہ ابو جہل وغیرہ
 کی اس قصہ میں ہے جبکہ منکرین نبوت بہار بنی کے اور سرمد صاحب رحمہ اللہ ہیں اور بیت سورہ
 بنی اسرائیل کی پیش کرتے ہیں اسلئے کہ جب بہار بنی صلعم نے معجزہ قرآن اور دیگر معجزات
 حسب حکم خدا اپنے دعوے کی تصدیق میں پیش فرمائی تو خداوند حکم کرتی ہے کہ
 ابو جہل وغیرہ منکرین نبوت کو پہلے تو لازم تھا کہ جو معجزہ قرآن وغیرہ حضرت نے پیش کیا تھا اس کے خلاف
 ہونسی دلیل پیش کرے یا اس کے مثل ایک آیت بنالائے اور یہ بھی وہی تو جو خوارق عادات آنحضرت
 صلعم سے علاوہ قرآن کے صادر ہوتے تھے ان میں کوئی غلطی یا دھوکہ دہی ثابت
 کرتے یا جو ضروری خدای پاک کی اور کتب آسمانی میں حضرت کی نسبت ہوتی تھی
 اور آنحضرت صلعم توریت اور انجیل وغیرہ سے انکا ثبوت اپنے نسبت بیان فرماتے
 تھے انہیں میں کوئی غلطی حضرت کی پکڑتی اور یہ بھی نہ سہی تو جو خوارق عادات ان کفار
 نے حضرت سے طلب کئے تھے وہ ہل اور محال نہ ہوتی اور یہ بھی نہ سہی جو بعض خرق
 عادات قابل کرنے کے تھے اسکی ظاہر کرنے کے بعد آنحضرت صلعم پر ایمان لانے کا وعدہ
 کرتے اور محض عداوت اور عداوت پر کمر بستہ ہو کر یہ نہ کہتے کہ تم لاگھ معجزہ دکھاؤ ہم پر پر گزرا
 نہ لائینگے اب انصاف کی نظر سے کسی کی عقل تجویز کرے گی کہ ایسے لوگوں کی درخواست کا

پورا کرنا کسی طرح سے ہمارے نبی صلعم پر واجب تھا اسی سبب سے حضرت نے ان خوارق
 کو ظاہر فرمایا اور عین الصاف وہی ہے جو حضرت نے کیا ہمارے نبی صلعم نے یہ چاروں
 خرق عادت کیوں نہ ظاہر فرمائی جبکہ سید صاحب دلیل عدم اظہار معجزات لکھ رہے
 ہیں بہکو چاہئے کہ اب اصلیت اس قضیہ کی اور معجزاتی اپنے نبی صلعم کے اسی قصہ میں
 بیان کریں تاکہ تصدیق ہماری بیان تمثیلی کی پوری ہو جائے اور عقلی دلیل مطابق نقلی
 کے ہو جائے اور جن وجوہ سے حضرت نے موافق سوال کفار کے معجزات نہیں ظاہر فرمائے
 انکو اپنے رسول صلعم کی زبانی بطور اختصار بروایت امام عسکری مندرجہ احتجاج طبر سے
 بیان کریں یہ جھگڑا ابو جہل وغیرہ مکہ معظمہ کے کفار قریش سے ہوئے عبداللہ بن ابی معجمی
 نے گفتگو آنحضرت صلعم سے کی تھی اور یہ معجزات جناب رسول صلعم سے طلب کئے تھے
 جنکا ظاہر کرنا نبی کی شان سے بعید تھا چنانچہ ہمارے نبی صلعم نے پہلے تو اُسی عبداللہ
 کو یہ جواب دیا کہ تو نے جو ہم سے (چاروں) خوارق عادات کو طلب کیا ہے ان میں سے بعض
 تو ایسی باتیں ہیں کہ اگر میں انکو ظاہر کر دوں میرے نبوت پر دلیل نہیں ہو سکتی ہیں۔ اور
 اور رسول خدا ایسا فعل نہیں کرتا ہے جس سے اسکی نبوت ثابت نہ ہو میں کہتا ہوں
 ذرا خیال کیجئے کہ ہمارے نبی تو یہ فرماتے ہیں اور سید صاحب ہمارے نبی کے معجزات کو
 معمولی حالت میں بتلاتے ہیں افسوس صد افسوس (۲) بعض ایسی باتیں ہیں کہ اگر میں
 انکو ظاہر کروں ناحق بنیگاں خدا کی ہلاکت انہیں ہوگی اور رسول خدا پہلے ایسی دلیل
 اپنی نبوت پر لاتا ہے جس سے وہ زندہ رہ کر خدا پر ایمان لائیں اور پروردگار عالمیاں اپنے
 بندوں پر نہایت رحیم ہے اور انکی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے اور انکے ہلاکت بر طبق
 انکی خواہش کے نہیں کرتا ہے (۳) کچھ ایسی توینے درخواست کی ہے جنکا ہونا محال اور
 ناجائز ہے انکی شناخت رسول خدا (محمد صلعم) سمجھے کر لئے دیتا ہے اور تیرے سارے عذاب
 فاسدہ کو قطع کر دیتا ہے (۴) کچھ ایسی درخواست کرتا ہے کہ تو محض دشمنی پر یکراں بندھی ہے
 کیسی ہی دلیل ہم پیش کرینگے تو ہرگز مانینگا ایسے منکر کی دوا یہی ہے کہ عذاب الہی سے

اسپر آسمان سے آگ برسے خواہ دوستان خدا کی تلواروں سے اُسکی گردن اور اوچا ہے
 اب یہ چار قسم کے معجزہ جو اس آیت میں مطلوب تھی اُنکے کرنے کی جمعی دلیل تو حضرت
 نے بیان فرمادی اور ثابت کر دیا کہ ہم کو عجز نہیں ہے مگر اُنکے اظہار سے بجز ضرر کے کوئی
 فائدہ نہوگا پھر حضرت نے چاروں کے کرنے کی دلیل تفصیلی بھی بیان فرمائی داناہرو
 کے جاری کرنے سے اپنے پوچھا کہ اگر میں زمین کہ پر نہیں اور چشمہ جاری کروں جس طرح
 اے عبد اللہ تو نے طائف میں باغ لگائی اور اُنکو شاداب کر دیا اور تیری امثال اور
 لوگوں نے بھی زمین طائف کو جو ایسی ہے سو کھی اور بے آب و گیاہ تھی جیسی زمین
 مکہ کی ہے اس میں نہ کر دیا کیا اس فعل سے تو اور تیرے امثال نبی ہو گئے عبد اللہ نے کہا
 کہ نہیں حضرت نے فرمایا پھر میں نہروں کے جاری کرنے سے نبی کیونکر ہو سکتا ایسا سوال
 کیوں تجھ سے کرتا ہے جو دلیل نبوت کے نہو یہ تو خیال اور ضعفاء عقل کے نزدیک البتہ
 ہے کہ امارت اور ثروت کو دلیل بزرگی کی جانتے ہیں نبی ایسے فریب دہی سے بری
 ہے (۲) آسمان کی مگری گرانے میں تو اپنی ہلاکت کی درخواست کرتا ہے اور رسوال خدا
 پہلے حجت اپنی قائم کر لیتے ہیں پھر جب عناد ہی پر امت نبی تلجائے اسوقت بھی حسب
 درخواست امت کے عذاب نازل کرنا مصلحت الہی کے مخالف ہے اسلئے کہ بندگاں
 خدا جاہل ہیں اُنکی اور خدا کی مثال مریض اور طبیب کی ہے بندوں کو جاہالت سے
 کیا خبر ہے کہ ان کی صلاح حال اور فساد کس چیز میں ہے لہذا ان کی خواہشیں ایسی
 مختلف ہوتی ہیں کہ انکا واقع ہونا حکیم سے اسوقت محال ہوتا ہے کیا تو نے اے
 عبد اللہ کسی طبیب کو دیکھا ہے کہ مریض کا علاج اُنسی کے حسب خواہش مضرد و اور
 غذا سے کرے یا کسی حاکم (جج) کو دیکھا ہے کہ مدعی علیہ کے حسب خواہش مدعی سے
 گواہ اُسکے دعوے پر طلب کرے اگر حاکم عدالت ایسا کرے کسی ذہن کی حقیقت ثابت
 ہونہ کسی مظلوم کی داد دے گی ہواور نہ کسی جھوٹے اور سچے میں فرق باقی رہے اس
 کی توضیح ہم نے تمثیلی بیان میں کر دی ہے (۳) فرشتوں کے ہمراہ خدا کا لانا کہ تم لوگوں

کے سامنے خدا کھڑا ہو جائے اور تم اسکو دیکھ سکو یہ سوال محال ہے خدا ہمارا ایسا نہیں ہے جو نقل اور حرکت مثل جسمانی چیزوں کے کر سکے جیسے تم نے بت بنائے ہیں اور ان کو جہان چاہتے ہو لیجائے مودہم) سونے کا گھر سونے سے عظیم مصر (بادشاہ مصر سے مراد ہے) کے کس قدر سونے کے گھر میں کیا اسکی جہت سے وہ نبی ہوگی عبد اللہ نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کہ میر میں کیونکر ایسے گھر بنانے سے نبی ہو جاؤ لگا رہا کتاب یعنی خط کا تیرے نام پر خدا کی طرف سے آنا ہو سکتا ہے مگر تو کہتا ہے کہ اسے پڑھ کر تمکو اختیار ہے ایمان لائیں یا نہ لائیں بلکہ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ چاروں معجزہ کرنے میں بھی تم کو ٹوٹھ بند کہینگے اس سے تو کہنے ہوئی عداوت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے اسکی دواد وستان خدا کے ہاتھ سے خواہ ملائکہ خدا جو دوزخ کے موکل ہیں انکے ہاتھ سے ہوگی اب خدا نے مجھ پر تیرے سوالات کی بطلان کی حجت نازل کر دی جسکو میں ظاہر کر چکا۔ اسکے بعد ابو جہل نے کہا اے محمد صلعم اب ایک سوال ہمارا اور باقی رہا حضرت موسیٰ کی امت نے خدا کے دکھانے کا جب سوال کیا تھا۔ ان پر بجلی گری اور ہم تم سے خدا کے لانے اور دکھانے کا سوال اس سے زیادہ سخت کرتے ہیں اگر تم نبی ہو تمکو بھی مثل انہیں لوگوں کے جلاوا اسکے جواب میں ہمارے نبی صلعم نے پہلے حضرت ابراہیم کا قصہ (جو شامل خدا کی رحیمی اور درگزر کرنے پر ہے) بیان فرما کر یہ ارشاد کیا اے ابو جہل ضرور تجھ پر اور تمام کفار قریش پر جنہوں نے یہ سوالات کئے ہیں عذاب نازل ہوتا مگر تیرے صلب میں عکرمہ پیرا بیٹا ہے اسبطح ان سوال کرنے والوں میں بعض لوگ خود اور بعض لوگوں کی اولاد میں ایسے لوگ ہیں جو مجھ پر ایمان لائینگے انکی ولادت سے امور مسلمین میں خوبی پیدا ہوگی لہذا ان صالحین کو جو بے تم میرے عذاب نازل نہیں ہوتا چنانچہ یہ پیشین گوئی ہمارے نبی کی صحیح ہوئی دیکھو یابیس کی کتب کما دیکھو معجزہ نمائی ہمارے نبی کے اسی قصہ میں اسکے بعد حضرت نے ابو جہل سے فرمایا کہ دیکھ سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا ابو جہل نے کہ دروازہ ہائے آسمان کھل گئے اور آگ کے شعلہ سروں پر ان کھا کے اترنے لگے تا انیکہ انکی حرارت نشاء خواہ موٹڑھوں میں محسوس ہوئی اور مارے خوف کے

اُنکے جوڑ بند ہونے لگے آنحضرت صلعم نے فرمایا اور موت خدا تم کو ہلاک نہ کرے گا یہ بات محض عبرت
 کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔ پھر دیکھا انہیں لوگوں نے کہ اُنکی پشت سے نور چمکتے ہوئے
 نکلتے جنہوں نے شرارہ مارے آتش کا مقابلہ کر کے مٹا دیا کہ وہ شرارے اپنی جگہ آسمان پر ٹپ
 گئے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ نور کچھ تم میں سے اُن لوگوں کے ہیں جو خود مجھ پر ایمان لائے
 اور کچھ اُن لوگوں کے ہیں جو تم میں سے اولاد پیدا ہوگی کہ وہ مجھ پر ایمان لائیں گی میں کہتا ہوں
 قاضی ابن رشد اور سید صاحب جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے کوئی خاص معجزہ اپنی
 بندگی کے ظاہر کرنے کے لئے نہیں دکھایا لیجئے اسی قصہ میں حضرت کی معجزہ نمائی مذکور ہے
 اور اس سطح سیکڑوں نظائر تاریخی بتواتر معنوی موجود ہیں اب ماننا نہ ماننا آپ کا فعل ہے
 معجزات کو دیکھ کر بھی تو سب دیکھنے والے ایمان نہیں لاتے تھے اب تو سنی سنی بات
 ہے واضح ہو کہ ان منکرین پر خوارق عادات ظاہر نہ کرنے کے دلائل تو حضرت نے ارشاد فرما
 کر آپ کو سب سے زیادہ مانع قویٰ ہی تھا کہ عبداللہ نے اخیر میں یہ بھی کہا تھا چنانچہ کتب
 سیر میں بھی مذکور ہے کہ اگر اے محمد یہ سب معجزات تم ظاہر بھی کر دو اور ہکو آسمان پر بھی لیچلو
 جب بھی تم یہی کہیں گے کہ تم نے دیکھ باندی نظر بند کی کی ہے۔ اور جادو سے یہ سب کچھ کیا ہے
 اور ایمان نہ لائیں گے۔ پھر جب ایسی دشمنی پر یہ لوگ تلے ہوئے تھے اُنکے سامنے معجزات دکھلانے
 سے کیا فائدہ ہوتا اسی آیت کو سید ہمارے نبی کے عاجز ہونے میں اظہار خارق عادات پیش
 کرتے ہیں یہ انصاف سے نہایت بعید ہے ہم نے اس شبہ کے جواب میں طول تقریر اسوجہ سے
 کیا ہے کہ اکثر اریہ صاحبان اور پادری صاحبان بھی ایسی آیت سے عام مسلمانوں کے سامنے
 پیش کر کے ہمارے نبی صلعم کا عاجز ہونا اظہار معجزات سے ثابت کرنا چاہتے ہیں لہذا سب کو
 معلوم رہے کہ یہ آیت کسی طرح ہمارے نبی کے عاجز ہونے پر دلیل نہیں ہے۔ قرآن مجید میں پورا
 قصہ مذکور نہیں ہے جب کوئی منکر نبوت ہمارے نبی کا خواہ کسی نبی کا کوئی الزامی دلیل کو
 پیش کرے اسکو لازم ہے کہ اُس مذہب کی مذہبی کتابوں سے پوری سند بھی بیان کرے ورنہ
 کبھی اُسکا الزام قابل جواب نہ ہوگا سید صاحب اور قاضی ابن رشد صاحب اگرچہ ظاہر

انکار نبوت نہیں کرتے مگر چونکہ معجزہ کا انکار بغرض باقی رہنے پیچھے کے پیچھے پرست لوگ کرتے ہیں یعنی پیچھے نہ بگڑے چاہے اسلام جائے چاہے رہے لہذا ہم دونوں صاحبوں کو اور آریہ اور دہریہ اور پادری صاحبوں کو اس بحث میں ایک ہی سمجھ کر سب کا جواب ایک ہی طرز بیان سے دینے کے مجاز نہیں واللہ المستعان وعلیہ الکفالتان قانون قدرت اور فلسفہ الہی نبی کو اظہار معجزات میں کہاں تک اجازت دیتا ہے اب ہم نتیجہ کل اقوال مذکورہ بالا بطور خلاصہ کے لکھیں۔ اور معجزہ اور خرق عادت کی ضرورت بحسب مدارج عقول انسانی اور مراتب معجزات کو سمجھائیں۔ ہمارے نبی اور محمد انبیاء ہدایت میں برابر ہیں لہذا جو کچھ ہم منصب نبوت کے بارے میں لکھتے ہیں وہی ہر ایک نبی کو ضروری تھا۔ پس جو نبی تمام مخلوقات کی ہدایت کی غرض سے آیا ہوا اسکو کل مخلوقات کے اخلاق اور عادات اور بات چیت عقل اور فہم سب سے اطلاع ہونی ضرور ہے اور ان سب امور پر اطلاع کی ضرورت ایسی بکلی ہوتی ہے جسکو زیادہ بیان کرنا درکار نہیں ہے اب دیکھو ہمارے نبی صلعم نے دعویٰ کیا کہ میں نبی ہوں اور خدا نے مجھ کو تم سبکی ہدایت راہ راست کرنے کو بھیجا ہے اور یہ دعویٰ علی روس الا شہاد مجمع عام میں آپ نے فرمایا خیال کرو کہ اس دعویٰ کے سننے والے اسوقت کس قدر فرقہ کے لوگ تھے پہلے تو وہی لوگ جو منکر خدا دہریہ اور فلاسفہ پیچھے دوم بت پرست سیوم منکر نبوت انبیاء عموماً جنکو براہم کہتے ہیں چہدم منکر نبوت خاص ہمارے نبی کی اور اس فرقہ میں دو گروہ تھے کچھ لوگ تو ایسے جو کسی نبی کے امت میں تھے اور انکے دین کو ہمیشہ جاری رہنا اور منسوخ ہونا خیال کرتے تھے جیسے یہود حضرت موسیٰ کے دین کو اور کچھ لوگ محض عدوت ذاتی سے ہمارے نبی صلعم کے نبوت کا انکار کرتے تھے۔ اب پہلا امر یہ سمجھو کہ ہمارے نبی صلعم نے یہ دعویٰ کہاں فرمایا جہاں آپ کی پیدائش اور پرورش ہوئی یعنی مکہ معظمہ میں کہیں دور اوس میں جا کر مدعی نبوت نہیں ہوتے اور خوب ظاہر ہے کہ وطن کے لوگ جس قدر عیب و صواب پر اپنے دیسی بھائی کے واقف ہوتے ہیں پر دیسی کو ایسی اطلاع ہرگز نہیں ہو سکتی ہے مکہ کے رہنے والے بخوبی جانتے تھے کہ محمد صلعم نے

کسی مکتب میں بیٹھ کر نہیں پڑھا۔ کسی سے خط و کتابت نہیں کی کسی سے آداب اخلاق کی تعلیم نہیں پائی کوئی علم عقلی اور نقلی کبھی اُسکا کوئی مسئلہ وقت یا سہل آنکھ نہیں پڑھا لگیا۔ توریت انجیل زبور اور دیگر صحف انبیاء کا کبھی کوئی نسخہ انہوں نے آنکھ سے نہیں دیکھا خصوصاً قریش اور بنی ہاشم اور اسبطح اور خندقبائل عرب جو حضرت کے ہم قبیلہ تھے اُنکو تو از روز ولادت آنجناب تا روز دعائی نبوت کمتر کوئی ایسی بات ہوگی جو معلوم نہ ہو اب پہلے خرق عادت اور پہلا معجزہ جسکو حضرت نے اپنے دعوئے نبوت کی تصدیق میں پیش کیا ہے وہ یہی ہے کہ میں اُمی ہوں اور پڑھا لکھا نہیں ہوں اُسکو تم سب جانتے ہو اور کل علوم عقلی اور نقلی کا تعلیم الہی سے ماہر ہوں اور حسب قدر آدمی اسوقت دنیا میں عرب سے عجم یعنی غیر عرب تک میں سبکا سوار ہوں اور سب سے ہر امر میں افضل ہوں اور یہ بات براہ فہم نہیں کہتا ہوں بلکہ بنظر ضرورت نبوت عادت انبیاء کی جس عقل کی خاک ہے اُسکی نظر سے یہ دعوئے کس قدر بظاہر نامناسب ہے اسلئے کہ جو شخص کسی رفعت اور تہ کا طالب ہو اور اپنے کورئیس اور سرکرز کرنا چاہے اصول تمدنی کے نظر سے اسکو لازم ہے کہ یہ تدبیر ایسی جگہ سے شروع کرے جہاں اسکے بدخواہ اور دشمن کم ہوں اور حسد اور کینہ اس سے نہ رکھیں وطن کے لوگ ضرور اپنے برابر خواہ انہی سے کمزور کو بھلا کر ایسا ہونا چاہیں گے اور یہی سبب تھا کہ عقل معمولی کے لوگ آپ کو مجنون کہتے تھے اور اب بھی جو شخص دقائق حکمت الہیہ کو نہ جانتا ہو ضرور ایسے مدعی کو مجنون ہی خیال کریگا اور جب اہل مکہ پر خواہ آج ہم تم سب پر ثابت ہو گیا کہ اس دعوئے کو حضرت نے منجھولی ثابت کر دکھایا اب ناچار اقرار کرنا پڑیگا کہ یہ امر خلاف عادت اور خلاف عقل ظاہری یا عقل فلسفی کے ضرور فعل عقل الہی کا تھا اور یہی وہ معجزہ ہے اور وہ خرق عادت ہے جس سے نبی اور غیر نبی کی شناخت ہوتی ہے یہی وہ معجزہ ہے جسکو آپ لائق تخریج یعنی قانون فطرت کے خلاف کہتے ہیں جو سراسر مطابق اُس قانون قدرت کی ہے جسکو قاضی ابن رشد اور سید صاحب قانون لا معلوم کہتے ہیں جو سوائے ممویدین اللہ کے اور جس آدمی کو فرض کرو

حرف عادت
معلوم
ہی

ہرگز معلوم نہیں ہو سکتا ہے اور جس کو خدا یہ قانون تبارے اور اپنے دعو پہائے دوران
 قیاس کو بخوبی ثابت کر دے وہ بنی فرستادہ خدا ہوتا ہے۔ دیکھو حضرت موسے کو کیا اگر
 مدین میں دعوے نبوت کرتے تو بنی نہ ہوتے مگر نہیں خدا نے حکم دیا کہ پہلے جہان پیدا
 ہوئے ہو اور جہان پرورش تم نے پائی ہے یعنی فرعون کے سامنے اور جو لوگ تم کو
 ذلیل سمجھ رہے ہیں انکے سامنے ہمارے دعوے نبوت کرو۔ پھر جس طرح حضرت موسے کے جملہ
 حالات پر مضر کے لوگ واقف تھے اور کوئی حال حضرت موسے کا سن طفولیت سے تا
 سن بلوغ ان سے پوشیدہ نہ تھا اسی طرح ہمارے بنی اشرف الانبیاء صلعم کے حالات سے کہ
 معظمہ کے لوگ پورے آگاہ تھے لہذا حکم ہوا کہ پہلے مکہ ہی میں دعوت اسلام کرو۔ پھر چونکہ حضرت
 موسے کی زبان میں لگنت تھی اور اسے عیب کے ظاہر کرنے کے غرض سے فرعون نے
 خاص خطاب حضرت موسے سے کر کے کہا تھا مَنی دیکھا یا موسیٰ اور خدا نے اپنے بنی
 کو بے عیب کر کے مخرجانی کو بھیجا تھا کس فصاحت سے آپ نے جواب فرعون کو دیا کہ حضار
 کے ہوش بے ساختہ ہو گئے پھر بھی چونکہ لگنت کا دور ہو جانا کسی تدبیر علانی سے ممکن
 ہے مگر یتیم بے سر و سامان اور اُمّی محض کا عالم ہو جانا بدون اس پورے امداد الہی کے
 ہرگز نہیں ہو سکتا ہے لہذا یہ معجزہ ہمارے بنی صلعم کا معجزہ طلاق تسانی حضرت موسے
 سے بہت بڑھا ہوا ہے اسی پریم زندگی اپنے بنی کی حضرت موسے سے قیاس کر سکتے ہیں
 اب دیکھو ہمارے بنی نے اپنے مولد اور موطن میں جب اتنا بڑا دعوے فرمایا۔ سوائے چند لوگوں
 کے جسکو عداوت خاندانی اور بغض اور کینہ قلبی تھا اور تمام اہل مکہ معظمہ کو ضرور خیال
 پیدا ہو گیا کہ ابھی چند روز ہوئے کہ یہ یتیم بے پدر شخص مثل ہمارے افعال شبری میں شریک تھا
 اور آج ایک بالی احرکیات ہے جو الیاد دعوے کرتا ہے اور ہم کو خوب معلوم ہے کہ یہ شخص
 بالکل اُمّی محض ہے اور کب سے پہلے اسکی لیاقت علمی کا تو امتحان کریں جو کسی طرح حدود
 تعلیم الہی اور القای ربانی کے محض امی کو ہو نہیں سکتی اور یہ خرق عادت اور معجزہ
 ایسا نہیں ہے کہ جس میں نظر بندی اور شجہہ بازی اور یا بازیگری کا شبہ ہو سکے خصوصاً ان

دیکھو
 حضرت موسے

لوگوں کو جو حضرت کے امی ہونے سے پورے آگاہ تھے۔ ہاں مجنون ہونے کا شبہ اُس وقت تک ضرور ہو سکتا ہے جب تک آپ پورے دلائل بکثرت مباحثہ میں قائم نہ کریں چنانچہ ایک بار ۲۵ آدمی یہود اور نصاریٰ اور شرک بت پرست اور تنوع یعنی نور اور ظلمت کو خدا کا نام لے کر آئے اور وہ یہ حضرت سے مناظرہ کرنے آئے یہود حضرت عزیزؑ کو خدا کا بیٹا اور نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اور بہت بڑا مناظرہ ہوا اور سب کو حضرت نے قائل کر دیا اور سب سے یہ بھی فرماتے رہے کہ مجھ میں کوئی بات جنوں کی تم نے پائی ہے سبھوں نے کہا کہ نہیں اور چند روز کی سبھوں نے مہلت طلب کی کہ ہم تمہارے دلائل کو خوب جانچ لیں آخر بعد تین روز کے بقول جناب امام جعفر صادقؑ وہ سچپس کے سچپس مسلمان ہو گئے اسٹیطاح امتحان حضرت کے علمی امور کا یہود نے تو ریت اور نصاریٰ نے انجیل اور دیگر صحف انبیاء کا لینا شروع کیا اور آنحضرتؐ نے ظاہر کر دیا کہ ساری کتب آسمانی صحیح صحیح حق الفاظ سے ہیں آپ کے سینہ میں محفوظ ہیں دہریوں نے فلسفی دلائل مشرکین نے دلائل توحید بت پرستوں نے اپنے مذہب کا ابطال سن سن کر سب کو حیرت ہوئی آخر جو لوگ طالب حق اور انصاف پسند تھے اسلام میں داخل ہونے لگے پھر جب خاص محو طعن اقرا نہوت اور علم کامل امی محض کا کرچکے اگرچہ فیصدی بائیس ہی مسلمان ہوئیں اب دور بت کے لوگوں کو کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ ادھر قرآن مجید کا نزول شروع ہوا اور شرع اسے مکہ بلکہ دور دور کے فصی انہوں نے پہلے آنحضرتؐ کا امی ہونا چشم دید تو اہل مکہ نے اور غیر اہل مکہ نے تو اتراہل مکہ سے نکل کر اور پھر جب یہ معجزات قطعی آپ دکھلا چکے اور صداقت اپنے دعوے کی ہزاروں پر ظاہر کر چکے گو تعصب اور جہالت سے وہ سب لوگ مسلمان نہ ہوئے ہوں مگر دلوں میں سیکے ضرور اپنے طریقہ باطل کا دغہ پیدا ہو گیا اس معجزہ نمائی کی بعد اب کا بھی وقت آگیا کہ امور طبعیہ کو خلاف ذیچرا یعنی قانون عادی کرنے کا دعویٰ بھی حضرت نے کیا اور جو لوگ کم علم اور ادنیٰ درجہ کی عقل رکھتے تھے جنکو علم اور حکمت اور فصاحت اور بلاغت سے کچھ بھی بہرہ نہ تھا انکے اوپر تمام حجت کی غرض سے درخت کو بلانا تھا اور

سے کھائے ہیں بہت سے آدمیوں کو شکم میر کھانا سنگرزہ اور دیتوں سے اپنے نبوت کی گواہی
 دلوانی یہ بھی حضرت نے کر دکھایا اسلئے کہ نبی اللہ درجہ کے عقل کی ہدایت کیواسلئے آئے ہیں
 اور ایسے خوارق عادات جن میں اشتباہ نظر بندی شعبہ وغیرہ کا ہو پہلے نبی اللہ کو ہرگز دکھانا
 بچا ہے جب تک کوئی بڑا معجزہ اپنی صداقت کا ایسا ظاہر نہ کرے جس میں کسی طرح اشتباہ شبہ
 وغیرہ کا نہ ہو سکے اب جو شخص ہمارے نبی کے تاریکی حالات پر ٹھیکہا اسکو بخوبی معلوم ہوگا
 کہ اسی ترتیب سے حضرت نے اظہار خوارق عادات فرمایا ہے یہ بھی سمجھنا ضرور ہے کہ ایسے
 خوارق عادات جن میں اشتباہ نظر بندی وغیرہ کا ہو سکتا ہے اسوقت ضرور معجزہ سمجھتے جا
 میں جب کہ نوالا ان خوارق عادات کا ایک سچا معجزہ کسی بڑے معجزہ نامی سے بخوبی ثابت ہو چکا ہو
 عوام جہاں تو دیکھنا بڑے بڑے ولیم اور فلاسفر بھی جب کسی ایسے معجزہ نامی سے ایسے ارق
 عادات (جن میں اظہار اشتباہ نظر بندی وغیرہ کا ہو) کا ظہور دیکھنے کے صاحب معجزہ کی
 وجاہت اور صداقت اور استواری کردار اور انکو ضرور مادی ہو گے کہ اس خرق عادات مشتبہ
 کو بھی سچے اور واقعی معجزہ پر حمل کریں مثلاً اگر کسی بڑے حکیم فلاسفر کو جو اعلیٰ درجہ کے
 دقیق مسائل کا ماہر ہو آپ عام فہم مسائل کا لیکچر دیتے ہوئے دیکھیں مثلاً ایل ایل ڈی
 درجہ کے ماسٹر کو مڈل کلاس کے آسان تجربات دکھاتے ہوئے آپ دیکھیں اسوقت آپ کی
 عقل سلیم ضرور حکم کرے گی کہ ایسا عالی دماغ اور کامل یہ اونے درجہ کے مسائل خواہ تجربات
 کو ضرور ہی کسی غرض صیح اور حکمت سے بیان کر رہا ہے اور آپ کو ضرور خیال کرنا لازم ہوگا
 کہ جو غرض اس حکیم کی ہے وہ دقیق مسائل کے اظہار سے پوری نہوتی ہوگی تب اس نے
 اپنے درجہ سے کمتر مسائل اور تجربات کو دکھلانا اختیار کیا ہے یہی حال ہمارے نبی اور کل
 انبیاء علیہم السلام کا ہے کہ جب پہلے کسی بڑے معجزہ سے اپنی صداقت اور اپنا موبدین اللہ
 ہونا خواص امت پر ثابت فرماتے تھے (اور یہی قانون قدرت انکی نسبت جاری ہے)
 اسکے بعد عوام امت جو دقایق امور کے سمجھنے سے عاجز تھے انکے ہدایت کی غرض سے ایسے
 خوارق عادات بھی ظاہر فرماتے تھے نہایت نادانی اور سراسر انصافی ہے کہ ایسے

امور کے اظہار سے ہم اُن حضرات پر الزام شعبہ بازی کا لگائیں اور انکو باز کر اور بھانسی
 کہنے لگیں اور اُنکے ایسے خوارق عادات کو شخص لغو اور بیکار فعل بحث خیال کریں بلکہ انکو
 یوں سمجھنا چاہئے کہ حسبِ طرح کسی دقیق مسئلہ کا جواب ہماری ہدایت کیواسطے کافی ہے اگر
 وہی مسئلہ کسی جاہل اور کم فہم کے سامنے بیان کیا جائے ہرگز ہرگز اسکی فہم اور عقل کے
 مناسب نہیں ہے حسبِ طرح کوئی آسان مسئلہ پیش پا افتادہ ہمارے واسطے کافی ہوگا
 پھر یہ بھی مجھے اسی جگہ کہہ دینا ضرور ہے کہ ہمارے ہی صلح نامے نے اگر کوئی ایسا معجزہ دکھلایا
 جسکا سبب دریافت ہونے سے آجکلے فلاسفر افسوسکد شعبہ کہتے ہیں اگرچہ اُس زمانہ کے بڑے
 بڑے فلاسفر اسکو معجزہ ہی جانتے تھے پھر بھی آنحضرت نے اپنی سچی معجزہ نمائی کے اثبات
 پر ایسی دلیل قائم کر دی ہے کہ بشرط انصاف ہم آج بھی اسکو پورا معجزہ کہہ سکتے فرض
 کرو کہ درخت اور سنگریزہ کا اپنی نبوت پر گواہی دینی جسکو آج کے فلاسفر فوٹو گراف یعنی
 نقل آواز اور حفظ صوت کے طریقہ کو جان کر یہ شبہہ کرتے ہیں کہ معاذ اللہ یہی شعبہ
 حضرت بھی کرتے تھے کہ بولتے تو تھے اور حضور کو درخت وغیرہ سے آواز نکلتی ہوئی
 سنانی دیتی تھی۔ لہذا اُس عالم علم لدنی نے اُس شبہہ کے مٹانے کی نظر سے ایسا بہت
 دوامی فرمایا کہ اُنکے چھوٹے فرزند ابام حسیب نے بعد شہادت کے جب سراقس کو فہ اور شرف
 میں نیزہ پر لایا گیا تلاوت قرآن اور خصوصاً سورہ کہف کی ہزاروں کے مجمع میں فرمائی
 اور بلکہ علاوہ تلاوت قرآن کے بعض لوگوں کا جواب سوال بھی دیا ابن وکیدہ کے دل
 کے راز کو ظاہر فرمایا جس نے سراقس چورائے کا ارادہ کیا تھا۔ یہ معجزہ اگرچہ ہزاروں قسم کی
 ہدایت پر شامل تھا یہ بھی غرض اس سے برآمد ہوئی کہ میرے نام کے رسالت پر جو شجر
 اور حجر گواہی دیتے تھے وہ اصول فوٹو گراف کا شعبہ نہ تھا بلکہ سچا معجزہ تھا دیکھو غصو
 بے جان سر میر اقرآن پڑھ رہا ہے اللہ صلی علی محمد وال محمد اور دوسری غرض
 اظہار معجزہ ہذا سے یہ بھی کہ میرے جد بزرگوار نے جو پیشین گوئی فرمائی کہ قرآن اور اہلیت
 کا تاقیامت ساتھ ہے دیکھو سچائی نبی اللہ کی کہ ہم بعد موت ظاہری کے بھی قرآن

کی تلاوت کر رہے ہیں اسبی طرح اور معجزات جو ہمارے نبی سے ظاہر ہوئی اور ہم اہل اسلام انکو سچے معجزات کہتے ہیں اسکی دلیل یہی ہے کہ ایسا سچا معجزہ تھا جسکے بڑے بڑے معجزات صحیحہ اسکی سچائی پر قائم ہو چکے ہوں اور اسکے اخلاق اور علم اور فضل و کمال اور مویہ میں البدھونے کی پوری صداقت عالم پر ظاہر ہو چکی ہو جو خرق عادت ایسا بزرگ شخص دکھلائیگا کبھی اس میں شبہ نہ کر اور فریب کا خواہ نظر بند ہی اور ٹھٹھ بند ہی کا ہو نہیں سکتا باقی رہی یہ بات کہ ایسے خوارق عادات جن میں اشتباہ نظر بند ہی وغیرہ کا ہے کیوں حضرت نے ظاہر فرمائے وہی معجزات عظیمہ اثبات نبوت میں کافی تھے جن میں قرآن بھی داخل ہے اسکا جواب خود سید صاحب ص ۲۳۱ میں لکھتے ہیں قولہ انبیاء کا کام صرف سمجھ دار لوگوں پر منحصر نہیں ہے بلکہ اکثر عام لوگوں سے کام پڑتا ہے میں کہتا ہوں اور عام لوگوں میں یہ نازک خیالی جیسی قاضی ابن رشد اور سید صاحب میں ہی نہیں ہوتی عام لوگ بیچارے خرق عادت اور نبوت میں علاقہ تساوی اور لزوم خواہ عموم خصوص مطلق یا من وجہ یا تباہن کے احتمالات نہیں کر سکتے۔ مجھے ایک طالب علم فلسفی کی حکایت یاد آئی کسی تیلی کے گھر تل خریدنے گئے تھے دیکھا کہ اسکا بیل کوٹھو میں چل رہا ہے اور گھنٹی گلے میں بندھی ہوئی بج رہی ہے۔ تیلی سے پوچھا کہ یہ گھنٹی کیوں باندھی ہے اُس نے کہا کہ اگر یہ بیل ٹھہر جائے تو گھنٹی نہ بجے گی میں اٹھ کر اسکو ہنکا دوں گا۔ طالب علم نے کہا کہ بھلا اگر یہ بیل کھڑا ہے اور اور گروں ہلایا کرے تب کیا ہو۔ تیلی نے جھلک کر کہا کہ چلے جاؤ میرا بیل طالب علم نہیں ہے۔

المختصر عوام کے ہدایت کے طریقہ اور میں اور خواص کے اور میں اور بنی اللہ کو جب زیادہ کام عوام سے پڑتا ہے پس انہیں کی ہدایت کا بند و بست بنی کو زیادہ کرنا لازم ہے اور ساتھ ہی اسکے جو خرق عادت عوام کی ہدایت کے طریقہ سے ظاہر کیجائے اس میں دو امر کا لحاظ بنظر قانون قدرت واجب ہے اولاً تو جس وقت وہ خرق عادت ظاہر کیجائے اسوقت سے پہلے بنی اللہ اپنا سچا ہونا کسی اور معجزہ سے بخوبی ثابت کر چکا ہوتا کہ فریب

کاری کا شبہ نہ رہے۔ وہم ایسے لوگوں کی ہدایت کی غرض سے وہ خرق عادت دکھائی جاتے جنکی عقل اور فہم کو پوری مناسبت اسکے معجزہ سمجھنے کی ہوتا کہ غرض نبی اللہ کی یعنی ہدایت کا اثر پورا ہو جائے اور یہی طریقہ کل انبیاء اور ہمارے نبی کا ہمیشہ رہا ہے چنانچہ تاریخ ہم کو پوری خبر ایسی دیتی ہے۔ قیاسی اور خیالی باتوں سے کام نہ چلیگا۔

باب ساتواں نبیجری مذہب کی ابتدا اور اسکے اغراض اور مقاصد نظام عالم کے برہم کر نیوالے اور الباطل انکا اور اصول باحت اور اشتراک عام ہمارے بعض ہندوستانی بھائی جو توحیدیت کا دم بھرتے ہیں انکو تو یہ بھی خبر نہیں کہ نبیجری فرقہ کے اصول کیا ہیں اور ان اصول کے جاری ہونے سے اس دنیا میں کیسی خرابی پیدا ہوتی ہے (دین نو درکنار) لہذا ہم کو ضرور ہے کہ نبیجری فرقہ کی ابتدا جس سے یہ جاری ہوا اور اسکے اصول برہم کنندہ انتظام عام اور اسکے فرقہ اور گروہ جس قدر پیدا ہو چکی اور جو خرابیاں ان بدکاروں کی وجہ سے سلطنت ہائے دنیوی اور انتظام دینی میں ہوتیں ان سبکو عام ناظرین کے آگاہ کرنے کی جس سے لکھیں اور تاریخی ثبوت کے علاوہ عقلی دلائل سے بھی نبیجری خیالات کا خراب اور مضر بحق خلائق ہونا ثابت کریں اور وہ دلائل ایسے عام فہم اور بدیہی ہوں جنکو اہل مذہب اور لامذہب دونوں تسلیم کریں نبیجری کے معنی طبیعت کے میں اور فرسخ زبان میں (ناقور) اسی نبیجری کو کہتے ہیں یہ فرقہ وہی فرقہ دہریہ کا ہے جو حضرت عیسیٰ کی ولادت سے پہلے ایک سو برس تھا کچھ کم و بیش پیدا ہوا ہے اور یونانی حدود میں پہلے اسکا ظہور ہوا ہے اور پھر جابجا پھیلا ہے (۱) دیو جنس (۲) اقراطیس (۳) بیرون (۴) بقور (۵) یون (۶) استیب (۷) دی کارش (۸) جان لاک (۹) بیشاپ برکلی (۱۰) ہیوم اور اسطیج بہت سے دہریہ اور تخیل گذرے ہیں جنکے اقوال و اہم سے تاریخی کتب بھری ہوئی ہیں۔ تاریخ جہان یہ بتلاتی ہے وہاں فساد جو اس گروہ نے برپا کئے ہیں وہ بھی ظاہر کرتی ہے اصول نبیجریہ عام اصول میں فقط وہی اصول ایسے ہیں جنہر بنا اس مذہب کی ہے (۱۱) اباحت عامہ یعنی ہر چیز ہر شخص کو مباح اور جائز ہے (۱۲) اشتراک عام یعنی ہر ایک چیز میں کل افراد انسانی کا حق برابر ہے اور سب شریک

ہیں اور ان دونوں اصول کا پورا رواج بدون اس کے نہیں ہو سکتا ہے کہ دین کوئی شخص
 کرو حجت تک اسکی پابندی (تقلید) ترک نہوگی ہرگز اباحت عامہ اور اشتراک عام جاری
 نہوگا پھر چونکہ قانون سلطنت بھی قریب قریب قانون مذہبی کے ہوتا ہے لہذا سلطنت
 نوعی اور شخصی دونوں کے قانون کی پابندی سے عام اباحت اور عام شرکت کا قانون جاری
 نہوگا۔ پس بادشاہ کا قتل کرنا اور سلطنت کا مٹا دینا یہ بھی ضرور ہے چنانچہ فرقہ بابی
 اہل اسلام میں اور نیشنلسٹ انارکسٹ وغیرہ جو آجکل یورپ میں ہیں اور شاہ ایران اور زار
 روس اور پرسیہٹ امریکہ جو ابھی چند روز ہوتے قتل ہو ایسے سب نتائج افکار انہیں فرقہ
 ہائے منجریہ کے ہیں۔ اباحت عام کا نتیجہ یہ ہے کہ زمین اور مال گھر بار کل اشیاء موجودہ
 دنیا کسی کی ملک خاص سے نہیں بلکہ سب آدمی ہر چیز میں برابر شریک ہیں جو جسکو چاہے
 اسکو تصرف کرے مباح ہے اور قبضہ کسی کا دوسرے کے تصرف کو مانع نہیں ہے اس قاعدہ
 کے صحیح ماننے سے جس قدر قوانین استحقاق اور ملکیت اور قبضہ اور اثبات حقوق کے ہیں
 سب باطل ہو گئے اور دیوانی بلکہ عدالت مال کے قوانین سب لغو ہو گئے موصوہ سلطنت
 کے تو ایسی قانون اباحت عام نے باطل کر دے مثلاً سب سے دوسرا روپیہ قرض
 لئے چونکہ وہ روپیہ ہمارے تصرف کرنا بہ نظر اباحت عام کے جائز تھا اب ادائی قرض کی ضرورت
 نہیں ہے یعنی وہ روپیہ دراصل قرض دہندہ کا نہ تھا جو اسکو استحقاق ملکیت کی راہ سے
 ہمپر و عموماً کریم کی قابلیت ہو۔ اب اباحت عامہ کی نظر سے ان روپیوں کا تصرف کڑا نا
 ہمکو مباح تھا اسبطح حق (بضیع) یعنی جو حق نکاح کر نیسے مرد کو اپنی منکوہ سے پیدا ہوتا
 ہے وہ بھی کوئی حق نہیں ہے بلکہ وہی عورت ہر ایک مرد پر مباح اور جائز ہے۔ بھائی پر
 بہن اور باپ پر دختر اور سپر پر مادر وغیرہ وغیرہ اور برادر س جگہ نے اپنی مان سے دن دا
 زنا کیا ہے اباحت عام کے اصول پر آپکو یاد دلاتا ہوں کہ مورثہ آخری جنرل بحیرل جو کہ پہلے
 ممالک انگلین میں تھا اور آخر میں امریکہ پہنچا اور وہاں جا کر اباحت اور اشتراک کی ترویج
 کی نظر سے دو کمپانی شکلیں بنائیں ایک مرد و مومن دوسری عورت مومنہ اور کہہ دینا کہ

ہر ایک مرد و عورت پر نظرِ اشتراک اور اباحتِ عامہ کے تصرف کر سکتا ہے اور ایسی وجہ سے
 اسکے فرقہ کی کسی عورت سے اگر پوچھا جائے تو کسی عورت نے کہیگی زن کیا فی اور چو اکی
 اولاد سے پوچھا جائے کہ تو کس کا بچہ ہے جواب دے گا کہ جماعت کا بچہ ہوں۔ ملا جمال الدین
 حسینی کہتے ہیں کہ ابھی شرارہ شریفہ اس گروہ کا چاہ ویل کیا فی سے باہر نہیں آیا ہے
 اور خدا جلنے کی سبقت شرارہ اسکا دنیا میں پھیل کر خان ماں انسان کو خراب کر گیا۔ میں
 کہتا ہوں اور گویا چشم دید حکایت ہے مگر ثبوت اسکا میرے پاس نہیں ہے لہذا درج
 کتاب کرنا مناسب نہیں ہے ورنہ لکھنؤ پورانی نکال کے سامنے جو قصہ ایک دہریہ پرانی
 اور اسکی تعلیم اباحت اور اشتراک عام کا گنہگار ہے اور میرے ایک بزرگ حکیم سید اکبر علی
 مرحوم جنہوں نے حیدر آباد میں ابھی چند روز ہوئے انتقال فرمایا ہے مجھ سے بیان کیا ہے اس
 تاریخی بیان ملا جمال الدین صاحب کی پوری نظیر ہے۔ اسی عجمی تعلیم کا ایک نمونہ حاجی محمد
 اسماعیل خاں صاحب کی تقریر دربارہ رسم و رواج کا وہ جملہ بڑھ لیجئے جو معاصرت جلد انہر و مطبوعہ
 یکم باج سولہم کے صفحہ ۳۷۷ کالم اول میں درج ہے قولہ حیدر آباد اور بمبئی میں ایسے مسلمان
 جنٹلمین موجود ہیں جنہوں نے پردہ نسوان کی مخالفت عملاً ثابت کر دی اور انکے خاندان کی
 لیدیائیں بے تکلف باہر نکلتی ہیں مگر چونکہ اسوقت تک مسلمان لوگ اس رسم کے قبول کرنے پر
 آمادہ نہیں ہوئے ہیں اسلئے چند روشن ضمیروں کے اس عمل کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ انتہی میں
 کہتا ہوں کہ یہ عورتوں کو سربازار پھیرنا جسکو مولوی محمد اسماعیل خاں صاحب روشن ضمیری سے
 ملقب فرماتے ہیں اسی قاعدہ اباحت پر مبنی ہے یعنی ہر شخص کو ہر چیز حلال ہے یا اشتراکِ عام
 کے قاعدہ پر یعنی ہر کوچہ و بازار کی سیر اور ہر نامحرم سے نظر بازی اور اختلاط اور ہر شرک اور مجمع
 عام میں پھرنا جیسا کہ مردوں کو روا ہے اسی طرح عورتوں کو بھی اسلئے کہ چشم بننا پھر نے دونوں
 کو اشتراک دی ہے پھر کیا سبب ہے کہ مرد کی آنکھ ان اشیاء کی طرف دیکھنے سے خشکی حاصل
 کرے اور عورت کی آنکھ اس تماشائے عالم کے دیکھنے سے محروم رہے روشن ضمیری پوری
 پوری تو یہ ہے کہ مسجد میں شراب پیکر حقیقی بہن اور دختر سے ہم بستری کی جائے اور جلدت

اشوقت پیدا ہو زبان پر یہ کلمہ جاری ہو کہ شریعت محمدی نے جو دھوکہ دیکر دختر اور خواہر اور
 ماور سے ہم بستری کو حرام کر دیا تھا آج اباحت کی روشنی نے وہ پردہ اٹھا دیا اور آنکھیں کھل
 گئیں میں گواہاں روایت واقعہ ہذا لایسے مجبور ہوں ورنہ صاف کہہ دیتا کہ یہ واقعہ ہو چکا اور
 مگر تہود و رس حکیم اور استیب فیلسوف کی تعلیم کو پیش کرتا ہوں جس نے صاف کہہ دیا کہ زنا اور
 شرک اور چوری سب کچھ آدمی کو جائز ہے اور کچھ قہاحت نہیں جب آدمی سمجھ لے کہ یہ سب
 باتیں جاہل اور عوام کے خیال میں بری ہیں ورنہ دراصل ان میں کوئی برائی نہیں ہے نہ رونا
 نظر نہ تاریخی فرقہ وارانین اور کلیسیا کے موجود ہیں جسے تاریخ کی کتب پہری ہوتی ہیں
 آپ کو روشن ضمیری کے لفظ جو حاجی محمد اسماعیل خان صاحب بولے ہیں اسی سے
 تصدیق ہو جائیگی کہ وہی لوگ روشن ضمیر ہیں جو اپنی عورتوں کو بے دھڑک سر بازار
 لے کے ہوئے پھیریں ورنہ تیرہ دروں اور کوہ باطن میں اور اسی نمبر معارف کے صفحہ
 ۲۶ میں سر سید صاحب کے لاپت میں مولوی حالی صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ سر سید نے
 تقلید کی جڑ کاٹی ہے۔ انکا بھی مطلب یہی ہے کہ مذہبی تقلید کی جڑ سید صاحب نے کاٹی ہے
 تقلید سے مراد پابندی اصول مذہبی یا اصول عقلی کی ہے نہ پیر لوں کی کاروائی کے طریقہ
 اشتراک عام اور اباحت عامہ انہیں دونوں اصول پر بنا مذہب کی بھیری اور قوانین
 سلطنت اور نیز قوانین شریعت دونوں اشتراک اور اباحت کے دشمن ہیں اور نظام عالم
 بدون اسکے درست نہیں رہ سکتا کہ حفاظت حقوق انسانی بلکہ حقوق حیوانی کی پوری کیجائے
 مہل مال اور ملک مخصوص دوسرے کے دست برد سے بچا ناخواہ دست برد زریعہ غضب
 کے ہو یا جھوٹی ناش فریاد کر کے حاکم کو دھوکہ دی دیکر اور فروخت کرنے والے کا حق و اجی
 خریدنے والے کے حق سے جدا کیا جائے کیسی زل منکوصہ پر بدون افتراق صحیح کے جو جسکا
 طریقہ ہے دوسرا صرف نہ کر کے کیسی زمین موروثی پر دوسرا شخص بدون استحقاق صحیح
 کے بجا مداخلت نہ کر کے ازین قبل جمہ قوانین تمدنی اور اشتراک اور اباحت عام ان سکی
 جڑ کاٹنے کے اصول میں۔ اب پہلے سب نیچری فرقہ کا اتمام ہی ہوتا ہے کہ سلطنت

قواعد یا شریعت کے اصول جب تک درہم برہم نہ ہوں گے اشتراک اور اباحت کے اصول کی پابندی اور رواج نہ ہو سکے گا۔ کرک (یونان) اور جم اور فرانس اور دیگر سلطنت اور سلاطین کی ہلاکت اور تباہی اور بالفعل باقی فرقہ کے ہاتھ سے ایران میں ہزاروں کی فوجیں یہ سب کچھ اسی فرقہ کے ہیں جنکو میں جہتہ بہتہ بیان کروں گا انشاء اللہ عوام ہند بلکہ اکثر اوسط درجہ کے آدمی چونکہ نتائج فاسدہ اباحت اور اشتراک سے آگاہ نہیں ہیں اور دام ترو میں آکر راہ راست سے بہک جاتے ہیں لہذا ہم کو ضرور ہے کہ اصول فریب دہی پھر یاں کو مع ان کے فروغ اور نتائج کے یہ تفصیل بیان کریں اور عقلی دلائل کے ساتھ تاریخی واقعات بھی بطور سند پیش کریں۔ انتظام عالم کی بنیاد تدریج سے آدمی کو یہ سبب پابندی کسی مذہب اور دین کے ہیں امور اعتقادی اور تین خصلتیں ایسی حاصل ہوتی ہیں کہ ہر ایک ان امور شش گانہ میں سے ایک رکن مضبوط ہے بقاء دین اور بقاء اجتماع افراد انسانی کا اور حسب قدر عمل کی اور ترقی اور استحکام قومی پیدا ہوتا ہے انہیں چھ امور سے پیدا ہوتا ہے پہلا اعتقاد کہ آدمی اشرف مخلوقات ہے۔ دوسرا اعتقاد کہ میرا دین سچا ہے اور سب دین باطل اور مگر اسی کے ہیں تیسرا عقیدہ یقین اس بات پر کہ آدمی اس دنیا میں کہ درحقیقت میت الاخران ہے اسی غرض سے آیا ہے کہ دوسرے عالم جاوے گا اور اسے کمالات لایقہ حاصل کرتے تاکہ عالم دیگر میں کہ افضل اور اعلیٰ ہے متصف بہ کمال ہو کر پہنچے اب دوسرا عقیدہ کہ میرا سچا دین ہے اگرچہ ہر اہل مذہب کو ہے کہ ان میں ادیان باطلہ بھی داخل ہیں مگر یہی عقیدہ ہر صاحب مذہب کو تحقیقی مذہبی پر آمادہ کرتا ہے اور سچا دین اسکو نصیب کر دیتا ہے جسکو میں صفحہ ۱۱۴ میں لکھ چکا ہوں۔ اب رہے تین صفات اور تین خصال حمیدہ جو پابندی مذہب سے پیدا ہوتے ہیں پہلی خصلت حیا کی ہے دوسری خصلت امانت کی ہے تیسری خصلت صداقت اور راست گفتاری کی اب یہ امور شش گانہ ایسے ہیں کہ بقاء نظام عالم اور خواہش تکمیل افراد انسانی اور حفظ ناموس اور درستی سلسلہ انتظام دنیا بس انہیں پر موقوف ہے تفصیلی بیان فوائد اور نتائج شش گانہ کا طویل ہے مگر تمنا میں ضرور کہوں گا کہ اگر آدمی کو اپنے اشرف مخلوقات ہونے کا عقیدہ نہ ہو مگر اشرف

اعمال کے درجے نہ ہو گا و کچھ لیجئے کہ نذیل قوم آدمیوں میں جیسے بھنگلی اور چار وغیرہ چونکہ انکو
 اول خلافت ہوئی کا عقیدہ ہوتا ہے وہی اعمال تحسبہ کرتے ہیں جو زوال کے لائق ہے اس
 عقیدہ کے تورنگلی فکر یعنی انسانوں مخلوقات ہے کیچڑیوں نے یہ کی ہے۔ ابیہوور حکیم کہتا ہے
 کہ آدمی بہ سبب خود پسندی کے چونکہ مبتلا ہے کبر اور غور ہے ایسا خیال کرتا ہے کہ جمیع مخلوقات
 سے افضل ہے اور جملہ اشیا اس کے واسطے مخلوق ہوتے ہیں حالانکہ آدمی کو کسی حیوان پر
 فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی چیز میں حیوانات سے افضل ہے عقل انسانی اور عقل حیوان
 میں فقط کمی بیشی مقدار کا فرق ہے بلکہ براہ فطرت آدمی جملہ حیوانات سے کمتر اور ناقص
 ہے جس قدر صنایع آدمی کو بہم پہنچی ہیں سب حیوانات سے اس نے سیکھی ہیں کیڑا بننا
 مکڑی سے عمارت بنانی شہد کی مکھی سے محل اور صوامع درگجا طیار کرنی سپید چوٹی سے
 ذخیرہ جمع کرنا غلہ کا مورچہ سے فن موسیقی بلبل سے آدمی نے سیکھا ہے پھر کیا فخر اسکو
 ہوا یہ بھی کیچڑیوں کا قول ہے کہ بندر کی اگر تعلیم کی جائے وہی کام کریگا جو آدمی کرتا ہے اور
 دراصل بندر اور آدمی ایک ہی چیز ہے مطلب اس دہریہ کا یہ ہے کہ حسب طبع حیوانات اشتراک
 اور اباحت میں بے کھٹکے بسر کرتے ہیں نہ ماں کی تمیز اور نہ بہن کی اور نہ دختر کی اور پوری
 لذت انکو نصیب ہے اسطرح آدمی کو لازم ہے کہ تقلید اوام و اہم کو چھوڑ کر آزادی سے
 کھانے پینے میں اور دیگر لذات جسمانی میں بسر کرے۔ یونانیوں کی بربادی کیچڑیوں
 کے سبب سے یہ فرق یعنی ابیہووریاں کا ظہور یونان میں ہوا اور بنام حکیم مشہور ہوئے اور
 وہ زمانہ ترقی یونان کا جنکو یہ عقیدہ تھا کہ انکی قوم اشرف جمیع عالم کے ہے انہیں عقائد
 جلیلہ مذکورہ بالا کی بدولت علاوہ ترقی کمالات علمیہ کے سلطنت فارس کا سالہائے
 دراز تک مقابلہ کیا حالانکہ سلطنت فارسہ نواحی کا شغریے استنبول تک پہنچ گئی
 تھی اور اپنی خواری اور رنگ کا خیال کر کے کہ ہم دوسری قوم کے غلام نہ بنیں آخر کار
 سلطنت فارسہ کو زیر کر کے ہندوستان تک دست درازی کرنے لگے امانت کی
 صفت ان میں ایسی تھی کہ اپنی موت کو خیانت پر ترجیح دیتے تھے چنانچہ ثور سور کلب

باوجودیکہ یونانیوں نے اسکو بعد بجا آوری خدمت نمایاں اور غالب کرنے فارس پر ملک بدر کر دیا
 تھا اور لیچار ہو کر فارس میں پناہ گزین ہوا تھا اور اپنی قوم سے بڑا رنج اسے پہونچا تھا مگر جب
 مکر کس نے اسکو حکم دیا کہ امیر لشکر فارس ہو کر یونان کو فتح کر اوسے حمیت قومی اور امانت نے
 اسے مجبور کیا کہ نہ ہر کھا کر مر گیا اور راضی نہ ہوا کہ اپنی قوم یونانی سے خیانت کرے مگر بخیر خیالات
 فرقہ اسکوری نے یونانیوں کو ایسا خراب کر دیا کہ شرم اور حیا سب کچھ ان سے جاتی رہی پہلی
 تعلیم تو اسکوریوں کی یہ تھی کہ آدمی اشرف المخلوقات نہیں ہے بلکہ جملہ حیوانات سے بھی بدرجہ
 حیثیت کم اور پر گندہ ہمارا زمانہ کے نیمچرل بھی قفا خیر بجا کی سرخوں سے اپنی اپنی آرمیکلوں میں
 انسانی مغائرت کو دلائل و اسبہ سے مثالی پوری کوشش کر رہے ہیں دیکھو صفحہ ۲۸۱ نمبر ۹
 مذکور معارف کو اور اسکو ہم پھر آئندہ لکھنے کے بعد جب اسکوریوں نے دیکھا کہ انکی تعلیمات یونانیوں
 میں بسبب شرم اور حیا کے ہرگز اثر نہ کر سکی اب دوسرے اسکے ہوئے کہ شرم و حیا کی خرابیاں ظاہر
 کریں دیوینیس حکیم نے صاف صاف کہہ دیا کہ حیا کا سبب ضعف قلب ہے قوی دل آدمی
 کبھی شرم و حیا نہیں کرتا ہے اسنے تو عام طور کی حیا کو ضعف قلب سے منسوب کیا اور ہمارے فلس
 نے میتر و قلیس کو گوزے شرم مانے پر بڑی توجہ کر کے اسکو بے حیا کر دیا دیکھو صفحہ ۲۸۱ اتصالاً
 کو یعنی عملی کارروائی بھی کر کے دکھا دی جیسے بقول محمد اسماعیل خان صاحب بمبئی اور حیدر آباد
 کے جنٹل مین اپنی عورتوں کو سر بازار لئے پھرتے ہیں یہ عملی کارروائی بھی شرم اور حیا کے توڑ پھینک
 ہے یہ جنٹل مین بھی فرقہ کلیبیہ اور ابقوریہ کے مقلد ہیں پھر حیا کے ترک کرنے پر ابقوریہ نے یونانیوں
 کو یہ بھی تعلیم کرانی کہ عادت یا رسم و رواج کی پابندی یہ بھی خراب خصلت ہے ہر انسان کو لازم ہے
 کہ عادت کی تقلید سے رہا ہو جائے تاکہ جملہ افعال جو براہ عادت یا رسم و رواج قبیح معلوم ہوتے
 ہیں ان سبکو آزادانہ طور سے آدمی کر سکے انجام اس فرقہ کا یہ ہوا اور اسی بے حیائی پر اشتراک اور
 اباحت کے اصول سے مکر باندھی کہ جہاں کسیکی دعوت طعام ہوتی اور دسترخوان چنا جائے بے حیا
 بلا طلب جا کر اس کھانیکو لوٹ لوٹ کر کھاتے تھے اسی وجہ سے انکا نام فرقہ کلیبیہ رکھا گیا ہے ہمار
 زمانہ میں بھی نیمچرل صاحبان کو رسم و رواج کے مثالی پر بڑا بردست خیال ہے چنانچہ معارف نمبر ۹

مذکورہ بالا میں بڑے زور کی تقریر چھپی ہے۔ اگرچہ رسم و رواج کی پابندی عموماً تو ہم بھی پسند نہ
 کریں گے مگر ہم اسی رواج کو ناپسند کریں گے جو کسی عقلی یا شرعی دلیل سے خراب ہے۔ ہجریوں کا قاعدہ
 یہ ہے کہ پہلے اپنے مطلب کو ایسے ایسے نظائر دکھلا کر درست کرتے ہیں پھر آخر کو عام آزادی
 جو ان کا خاص مطلب ہے اس پر نتیجہ انکی کارروائی کا ہوتا ہے یونانیوں میں چونکہ خیالات شش گانہ
 پورے جھے ہوتے تھے مدت ہائے دراز کے بعد ہجریوں کی تعلیم نے اثر کیا اور آخر کو خرد مندی
 انکی پیادت سے بدل گئی اور علم و حکمت کی کسا و بازاری ہوئی اخلاق انکے خراب ہو گئے
 امانت کی جگہ خیانت اور حیا کی جگہ بے حیائی اور شجاعت کی جگہ جبن اور محبت قومی کی جگہ
 محبت شخصی پیدا ہو گئی اور ہر ایک خصال شش گانہ انسے زایل ہو گئے اور روم یعنی جنس لائیک
 ہاتھ اس پر ہو گئے اور برسوں بدولت اسی تعلیم خرابے غلامی میں گرفتار رہی حالانکہ وہ ہی یونانی اسی
 دنیا میں پوری بادشاہ بلا معارض شمار کئے جاتے تھے قوم فارس کی تباہی تیرہ یونانی تعلیم سے ہوئی کسی
 میں نہیں چھ عقاید اور خصال کے پورے برتاؤ سے اس درجہ سعادت اور عزت پر پہنچی تھی اور اپنے
 کو اس قدر شریف سمجھتی تھی کہ اور اقوام کے جو لوگ ان کے زیر حکومت آباد ہوتے تھے خواہ
 ان کے قرب و جوار میں جو لوگ ان سے میل جول رکھتے تھے شرافت کو مخصوص اپنی
 اولیائے لواحق کی قوم فارس سمجھتے تھے امانت اور صداقت اول دینی تعلیم انکی تھی
 تاہم انیکہ اگر محتاج ہو جاتے فرض لینا حرام سمجھتے تھے ہاں خیال کہ ایسا نہونا جاری کیوہم
 سے ادائی قرضہ میں ہکو جھوٹ بولنا پڑے مراد یہ ہے کہ وعدہ کریں اور وفا نہو خواہ حاکم کے
 روبرو انکا قرضہ کا کرنا پڑے بوجہ ناداری کے (اور ہمارے زمانہ کے دیوانی مقدمات اور
 بیرسٹر اور وکلا کی کارروائی بھی یاد کیجیگا) انہیں خصال شش گانہ مذکورہ بالا کی وجہ سے
 فارس کی سلطنت اس قدر بڑھ گئی تھی جسکے بیان کو شاہنامہ درکار ہے۔ فرنیسیں
 لزمان مورخ کہتا ہے کہ دارائے اکبر کے زمانہ میں سلطنت فارس سے مرو اکیس والی نشین
 تھے یعنی اکیس سنگاہ ان میں تھیں ایک والی نشین انکا کسی سوا حل سجر قلم و بلوچستان
 اور سندھ کا حکمران تھا اور کسی وقت قوم فارس میں کسی قسم کا فتور آجاتا تھا انہیں اصول

صحیح شش گانہ کے برتاؤ سے تھوڑے دنوں میں اسکی اصلاح کر کے پیرانکی حکومت بحال
 خود پلٹ آتی تھی تاہم زمانہ قبا و بادشاہ میں مزدک پجری نے آپکو نام رافع ظلم ظاہر کیا
 یعنی میں مظلوم آدمیوں کی داورسی کے قواعد جاری کرنے پر آمادہ ہوا ہوں (جیسے ہمارے
 زمانہ میں سرسید احمد خان صاحب نے یتیم اور بیکیس اطفال مسکین کی داورسی پر کمر باندھی تھی
 جسکا ذکر آئندہ کرونگا) مزدک پجری کی تعلیم سے نیک بختی قوم فارس کی بالکل برباد ہو گئی
 اس پجری نے پڑھایا کہ جس قدر قوانین شریعت اور سلطنت کے آدمیوں نے بنائے
 ہیں سر اسر ظلم پرانکی بنائے اور سب باطل ہیں شریعت مقدسہ پجری یعنی طبیعت کے ابھی
 تک منسوخ نہیں ہوئی ہے حیوانات اور بہائم میں بھی محفوظ ہے اور کونسی عقل اور دانش
 ایسی ہے جو کہ یا یہ پجری کو پہنچ سکتی ہے پجری نے سب کھانے پینے کی چیزیں اور سب منکوحہ
 یعنی جن سے جماع کر سکتے ہو بطور شرکت عام کے پیدا کئے ہیں کوئی چیز خوردنی اور کوئی
 چیز نوشیدنی اور نہ کوئی منکوحہ کسیکے واسطے مخصوص ہے پس اپنے اپنے جعلی اور مصنوعی
 قانون سے جو شخص وہی اصول میں ماں اور بہن اور دختر کو اپنے اوپر حرام کر دیا ہے دیکھو
 اپنا خاص خون جس سے ملائے اسے ساتھ مقاربت کرنے جو لذت ملیکی غیر عورت سے وہ
 لذت مل سکتی ہے پس تم سب لوگ عورت اور مرد مظلوم ہو کہ اپنی مومہ و قوانین سے اپنے
 اوپر ظلم کر رہے ہو۔ اسکے کیا معنی کہ آدمی کسی مال مشترک کو جس میں کل آدمی شریک ہوں اپنے
 تصرف کیس لائے اور دعویٰ کرے کہ اسکا مالک خاص میں ہوں یا کوئی عورت (جسکو پجری نے
 سبکی منکوحہ ہوئی لیاقت عطا کی ہے) اپنے نکاح میں لا کر مدعی ہو کہ میں اسکا شوہر اور خاص
 مستحق ہوں ان دونوں مثالوں میں کیسا ظلم شدید عام خلافت پرانکے حق مشترک کے غضب
 کر نیسے لازم آتا ہے۔ اور یہ قانون غاصب حقوق کو اصلی مالک بنانے میں کس قدر ظلم پر
 شامل ہے لہذا ہر ایک آدمی پر لازم ہے کہ یہ زنجیر اور طوق ظلم قانون کے اپنی گردن سے نکال
 ڈالے اور شریعت مقدسہ پجریہ کی پابندی کر کے غاصبین حقوق مشترک کو اس جبر اور ظلم
 سے باز رکھے میں کہتا ہوں کہ اس شبہ کے جواب میں ایک باب خاص ہم نے لکھا ہے۔ جو

ملاحظہ ناظرین میں آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ الغرض جب ایسے ایسے خیالات مزوک نیچرل کے قوم فارس میں پھیلے اور ان عقاید پر لوگ مائل ہوئے جیسا اور شمر ان سے جانی رہی اور عذراور خیانت فاش ہو گئی اور سفلہ کی پیدا ہو گئی اور بہائم کی خصلتیں ان میں پیدا ہو گئیں اور ذلیل و خوار ہو گئے نوشیرواں نے اگرچہ مزوک نیچری اور بعض اسکے پیرواں کو قتل کیا مگر ان تعلیمات فاسدہ کے مٹانے پر نوشیرواں کو باوجود سلطنت کے قدرت نہ تھی اسی نیچری تعلیم کی خرابی سے مزوک کی آخر فارس کا یہ حال ہوا کہ ایک حملہ عرب کا جو زمانہ خلافت شامہ میں ہوا انوکھ سکے حالانکہ ان کے ہم عصر یعنی روم قرون متعدد تک عرب سے جنگ و جدال کرتے رہے۔ پھر آخر کیا ہوا عرب کی غلامی کا طوق اہل فارس کی گردن میں ڈالا گیا معذرت نہایت اہل اسلام آپکو یہ خیال نہ ہو کہ اہل فارس کا مطیع الاسلام ہونا میں ان کی بد انجامی سمجھتا ہوں معاذ اللہ بلکہ میری غرض یہاں تاریخی واقعات کے لکھنے سے ہے اور مورخ کو بہ لحاظ تیاریخ نگاری کسی مذہب کے حق اور ناحق ہونے سے غرض نہیں ہوتی اور اگر ایک مورخ مسلمان بنکر اس واقعہ کو لکھوں تو یوں لکھوں گا کہ چونکہ تعلیم نیچری سے اہل فارس کو اصول حقہ مذہب اسلام کا قبول کرنا نصیب نہ ہوا اور لاندہ پی سے اٹھو آخر زور شمشیر اسلام ان عقاید دہریت سے الگ ہو کر راہ راست دیکھنی پڑی جب بھی اصول نیچری کی خرابی ثابت رہی کیا وہ غیر مسلمان جو زور شمشیر باکراہ دین اسلام قبول کریں جب تک عقاید اسلام میں پرہیزگاروں کا ایمان نہ لائیں ان کا اسلام ظاہری برابر اسلام ان لوگوں کے ہو سکتا ہے جو بلا کراہ و اجارہ صدق دل سے قبول اسلام کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ اہل فرانس میں نیچریوں کی وجہ سے کیا خرابی پیدا ہوئی یہ تو ابھی پینتیس چالیس ہی سال کا قصہ ہے جسکے دیکھنے والے کروڑوں موجود ہیں۔ فرانس وہ لوگ ہیں جنکی علم اور کمال اور صداقت اور جوانمردی کا شہرہ تمام دنیا میں ہے اور بعدہ وہ مانیوں کے پھر ان سے بڑھ کر یورپ میں کوئی قوم سربرآوردہ نہیں تھی اور صفات شمش کا نہ مذکورہ بالا میں پوری اور ثابت قدم ہی قوم تھی اور تمام بلاد مغربیہ میں انکی حکومت کی دھوم تھی میرا سن آج پچھتر سال کا ہے جب سے مجھے

ہوش ہوا ہے فرانس کی جو انگریزی راستبازی اور دیگر محاسن کو سنتے سنتے کان بھر گئے ہیں
 فرانس میں اٹھارہویں صدی عیسوی میں دو شخص نچری پیدا ہوئے ولتیر اور سوائے کے
 نام میں اپنے لقب انہوں نے رافع الخرافات اور منور العقول بنائے (جیسے ہمارے زمانہ
 میں روشن ضمیری کی تعلیم سرسید احمد خان صاحب سے منسوب ہے) یہ دو نو نچری فرانسیسی
 ایسے پیدا ہوئے کہ انہوں نے ابقیہ و ہریرہ کی قبر کھود کر اسکی پوری بڈیوں کو از سر نو زندہ کر دیا
 اور حسبہ قانون شریعت عیسوی یا قانون ملکی ایسے ہیں جن سے آدمی پابند اور متعلق ہو
 جاتا ہے ان سبکو توڑ کر آزادی یعنی اباحت اور اشتراک عام کا تحم از سر نو انہوں نے بویا اور
 تقلید کی جرکائی (جیسے بقول سیروان سید احمد خان صاحب کہ انہوں نے بھی تقلید کی
 جرکائی ہے) آداب اور رسوم یعنی رسم رواج کو محض خرافات سمجھے (جیسے ہمارے جٹل میں
 حاجی محمد اسماعیل خان صاحب دیکھو معارف نمبر ۷ جلد ۱ مطبوعہ حکیم مارچ ۱۹۰۵ء) دین اور
 مذہب کو ان دونوں نچریوں نے اختراعیات انسان ناقص العقل کا کہنا اور دونوں
 پکار پکار کر خدا کا انکار اور انبیاء پر طعن اور تشنیع کرتے تھے۔ ولتیر نے تو چند کتابیں انبیاء
 کی خطا کاری میں لکھیں اور کوئی دقیقہ تسخیر اور تشنیع اور مذمت انبیاء کا اسنے اٹھانہ رکھا
 و افسوس ہے ہمارے سرسید صاحب کو وہ کتابیں دستیاب نہوتیں (یہی اقوال نچری فرانس
 کی اکثر طبائع میں اتر کر گئے اور یکبارگی دین عیسوی کو چھوڑ کر نچری اصول یعنی اباحت
 کے اجر پر آمادہ ہو گئے یہاں تک نوبت پہنچی اکیروز ولتیر نے ایک خط کو لاکر جا لکھ کر محراب
 میں چھوڑ دیا اور اس قوم کے سردار خواہ سچ کو پکار کر کہنے لگا کہ ایہا الناس آج سے اب کسی
 کو یہ خیال نہ ہو کہ آسمان کی گرج (رعد) اور بجلی کی چمک تمہارے ڈرانے کی واسطے خدا کے آسمان
 نے تجویر کی ہے بلکہ یہ سب کچھ آثار طبیعت سے ہے اور سوائے (نا تور) طبیعت کے اور
 کوئی موثر عالم میں نہیں ہے اب تم ہرگز اوام مذہبی کی پرستش نہ کرو (ہمارے پچھلے ہندو بتا
 بھی اوام مذہبی کے لفظ کا سخن نگیر رکھتے ہیں) اور محض گمان باطل سے کوئی خدا اپنے
 واسطے نہ بناؤ اگر تمہاری ہی خواہش ہے کہ ضرورت کسی کی پرستش کرنی چاہئے یہ دیکھو گرجا

گھر کی محراب میں مد موازل مثل و نیب یعنی تصویر دندان فیل کی کھڑی ہے اسکو پوچھا یہ
دونوں شخصوں کی خراب خراب تعلیم سے فرانس میں خرابیاں اور بھوٹ پڑتے پڑتے ان کی
حکومت بچھ اور پورب دیو نو طرف کمزور ہو گئی۔ نابلیوں اول نے اگرچہ دین مسیحی کو دوبارہ
جاری کیا پھر بھی ان کی تعلیمات خراب کا اثر چھوٹا چھوٹا بہت کچھ باقی رہا آخر کار جرمنی کے
ہاتھ سے کیسی شکست اٹھائی کہ اسکا جبر و نقصان برسوں تک بھی نہ ہو سکا انہیں خراب
تعلیم بھری سے فرقہ سوسا لیتست یعنی فرقہ اجتماعی لوگوں کا فرانس میں پیدا ہوا جسکا ضرر
جرمنی ضرر سے کچھ کم اہل فرانس کو نہ پہونچا پھر اگرچہ پابند مذہب اور اصول ششکانہ مذکور
صدر بحث کی پامردی کرتے اور اچھے عقاید اور خصال پسندیدہ سے تدارک اس تعلیم
خراب کا پورا کرتے قوم فرانسوی زیر و زبر ہو کر خاک میں مل جاتی امت عثمانیہ کو بھری
عقاید سے کیا ضرر پہونچا چند امرا اور صاحبان ثروت گروہ عثمانیہ کو یہی خطہ تجارت
کا ہوا تھا اور یہ آخری محاربہ جو عثمانیوں سے ہوا ہے انہیں بھری خیالات کے لوگوں
نے خیانت کر کے وہی افسران لشکر باعث تباہی اور بربادی بن گئے ہوئے اور یہی لوگ
طریقہ بھری پر چلتے تھے اور اصحاب افکار جدیدہ گئے جاتے تھے تعلیم بھری سے
انکو ایسا گمان تھا کہ آدمی بھی مثل حیوان کے آزاد اور شتر ہے ہمارے اور یہ اخلاق
اور خصال حمیدہ جسکو موجب فضیلت حیوانات پر خیال کرتا ہے یہ سب برخلاف
ناگور یعنی طبیعت کے ہیں اور محض بیکار میں ہر شخص کو لازم ہے لذت اور شہوات
حیوانیہ کی تحصیل کی اپنے واسطے کوشش کرے اور خرافات یہود اور وہابیات قوا
مصنوعہ انسانی کا پابند نہ ہے اور چونکہ آدمی بھی مثل حیوانات ایک روز فانی ضرور ہوگا
پھر کیا چیز ہے اور امانت اور صداقت کیا چیز ہے ایسے ایسے خیالات فاسدہ
سفلگی قبول کر کے انہوں نے سالہائے دراز کا شرف اور بزرگی عثمانیوں کی بربادی
کردی اور آخر کو یہ ہوا وہ ظاہر ہے۔ اہل اسلام میں بھری تعلیم کا اثر پہلے کیا
ہو چکا ہے اور کیسی خرابی ان کو نصیب ہوئی ہے۔ چونکہ شیکہ اور اہل سنت

دونوں فرقوں میں اس قسم کے لوگ راجن کا ذکر میں اب کروں گا اپنی ہوتے اور دونوں کے فساد
 برابر بخیر دین اسلام میں پرزور ہو چکے ہیں لہذا دونوں مذہب اہل اسلام سے میں پہلے
 معافی طلب کرتا ہوں کہ میرے بیان کو تعصب مذہبی پر محمول نہ کرینگے مگر پھر بھی بہتر سی
 ہے کہ میں ایرانیوں میں جو شیعہ میں انہیں کی خرابیاں زبانی بلا جہال الدین چمیاں کروں
 اہل اسلام وہ قوم تھی ریاض شجرہ کہ سبب انہیں عقاید اور خصال شنگانہ کے جوہر
 ایک فرو میں آن کے راسخ ہوتے تھے۔ قرون یعنی سو برس میں ابتدائی ظہور دین محمدی
 سے الگ کے پہاڑوں سے تادیو اور چین ان کے تحت و تصرف میں آگیا تھا اور بڑے بڑے
 پادشاہ اور سلاطین کی عزت کو خاک میں ملا دیا تھا حالانکہ ٹھوڑی سی جماعت انکی تھی اور
 اخلاق فاضلہ ان کے اس درجہ پر پہنچے تھے کہ انہیں اخلاق کے جذب مقناطیسی کی وجہ
 سے قریب تنو ملیوں کو اپنے مذہب میں لائے تھے حالانکہ غیر مذہب کے لوگوں کو مسلمانوں
 نے اختیار دیا تھا کہ چاہیں جزیہ دیکر اپنے مذہب پر رہیں اور جبراً ضرور داخل دین اسلام نہ کرے
 تھے پھر بھی ان کے اخلاق اور اسلام کے اصول کی عمدگی نے انکو اسلام ہی قبول کرنے
 پر آمادہ کیا تھا۔ تاہم جو تھی صدی ہجری میں محمدی فرقہ اہل اسلام کا مصر میں پیدا ہوا
 اور اپنا نام انہوں نے باطنیہ اور صاحب السیر مشہور کیا ظاہر میں تو مسلمان اور درود اسلام
 کی جڑ کاٹنے والے۔ اس فرقہ نے اپنی شرارہ ہائے فتنہ و فساد ہر طرف کو بڑھائے تھے خصوصاً
 ایران میں فرقہ باطنیہ کا بڑا اثر پڑا۔ ان پیچیدوں نے جب دیکھا کہ نور شریعت محمدیہ کا تمام مسلمانوں
 کو منور کر چکا ہے اور علمائی محمدی کمال علمی کے ساتھ بڑی بیداری اور ہوشیاری سے حراست
 دین اسلام کی کر رہے ہیں اور دوستی اخلاق مسلمان میں پوری سرگرمی علما کو ہے لہذا اب
 اس فرقہ کو یہ سوچھی کہ پہلے اہل اسلام کے عقاید کو بہ نسبت علما کے مشکوک کرنا چاہئے مثلاً
 بھیک مانگنے کا الزام اور مال مرقم خوری کی ہمت علما پر کرنے لگے جیسے ہمارے سید احمد خاں
 صاحب بھی علما اسلام کو اس طرح سے یاد کرتے تھے اور ان کے پیرو بھی اس طرح کہتے پھرتے
 ہیں اب پھر جب علما کی طرف سے اہل اسلام بد عقیدہ ہو گئے اب اُن سے عہد و پیمان لیکر اپنے

مرشد کامل در جنرل نیچرل (نک) انگو پونچا نے لگے یہ بھی انکا قول تھا کہ معلم اصول نیچر یہ کو لازم ہے کہ ہمیشہ روستا اور امرای اسلام کو اپنے دام نزویہ میں پھنسانا رہے اور ایسی فریب دہی سے کام لیا کرے کہ امرائے اسکے دام نزویہ سے نکل نہ جائیں دیکھیں ناظرین کتاب بڑا کیا انگو ہمارے جنرل نیچرل کے حالات سے خبر نہیں ہے (یہ بھی ان نیچریوں کی تعلیم تھی کہ معلم عقاید نیچر یہ کبھی آپ کو ناکام تصور نہ کرے۔ بہت کار بار دار و پھر جب کوئی مسلمان مرشد کامل کے دام میں جا پھنسا۔ اب پہلی تعلیم شاہ صاحب کی یہ تھی کہ میاں ظاہری اعمال مثلاً نماز روزہ وغیرہ یہ ان لوگوں کی واسطے مقرر ہوئے ہیں جو حق کو نہ پہونچا ہو اور حق سے مراد مرشد کامل ہے اور جب تم حق کو پہونچ گئے اب سب چھوڑ چھاؤ فکر مرشد سے لو لگاؤ روزہ نماز عاشقان ترک وجود است کسی نے یوں کہنیا دیکھو رسول صلعم نے فرمایا ہے الصلوٰۃ حراج المؤمنین نماز مؤمنین کے واسطے زینہ حق پر چڑھنے کا ہے پھر جب تم چھت پر پہونچ گئے اب زینہ کی کیا حاجت اور ضرورت رہی ہے بے سجادہ رنگین کن گرتا پیر مغاں گوید۔ کہ سالک نیچر نہ بود راہ و رسم منزلہا۔ میری چشم دید حکایت ہے ایک مجنون قوم کا دہتا (نڈاں) شراب خوار بدست جوولی (مجنوب) مشہور تھا میرے وطن میں آیا اسوقت میں اپنے ایک بزرگ عالم حنفی المذہب کے پاس بیٹھا تھا اور وہ تلاوت قرآن کریم کر رہے تھے کسی نے خبر دی کہ مستان شاہ شیوالال کلوار کی دوکان پر شراب بیٹھی رہے ہیں سنتے ہی اس خبر کے وہ بزرگ قرآن کو لپیٹ کر چلنے پر آمادہ ہوئے میں نے کہا کیا تلاوت قرآن سے بڑھ کر یہ فعل آپ کا ہے۔ کہنے لگے کہ اگر مستان شاہ مجھے علم دیں (معاذ اللہ) تو اس قرآن کو شراب سے آلودہ کروں (یا دھو ڈالوں) میری آنکھوں میں دنیا سیاہ ہو گئی اور چمکا چلا آیا۔ حافظ شیراز نے تو سیاہ کو شراب سے رنگین کرنا شاعرانہ خیال ہے کہا یہاں تو معاذ اللہ قرآن کو شراب سے آلودہ کر نیکی طیاری ہے۔ الہی توبہ الہی توبہ بہر حال جب مرشد کامل کے زیر تعلیم وہ ایرانی مسلمان آگیا اور روزہ نماز چٹ کرنے لگا اب تھوڑے دنوں بعد یہ تعلیم شروع ہوئی کہ حسب قدر احکام شریعت کے ظاہری اور اعتقادات قلبی اور باطنی ہیں اور حسب قدر فیود حلال اور حرام کے مقرر ہوتے ہیں وہ سب ناقص لوگوں کی واسطے ہیں۔

جو بمنزلہ بیمار کے ہیں اب کہ تم کامل ہو چکے لازم ہے کہ سب جھگڑے اور کھٹیرے چھوڑ کر مردانہ
 اباحت ہو جاؤ یعنی سب تم کو حلال اور مباح ہے حلال کس جانور کا نام ہے اور حرام کس چیز کا
 کہتے ہیں امانت کیا چیز ہے اور کیوں اور خیانت میں کیا برائی ہے اپنا مال مشترک ہی بننے
 لیا تو کیا اور تم نے لیا تو کیا اور جھوٹ میں کونسی برائی ہے اور سچ بولنے کی ضرورت کسے کو
 سے ہے اچھے اخلاق کی پابندی بڑے اخلاق سے بیزاری سب لغو اور بیکار ہے گالیاں
 دیتے میں کچھ خوف نکرہ اور گالیاں کھانے سے رنجیدہ نہ ہو ہمہ اوست کے مشرب میں سب
 طح سے آرام اور آزادی ہے خود کو زہ خود کو زہ کرو خود کو گل کو زہ تمہاری ماں بہن بیٹی حبسطح
 تمہرے حلال ہے اسطرح اشتراک اور اباحت کی راہ سے خود تمہارے اور تمام دنیا کے آدمیوں پر حلال
 ہے پھر گالی سے کیوں براماتے ہو جسکے گھر چاہو تم پھاندو اسکا جی چاہے تمہارے گھر میں
 بے روک چلا آئے اسکا گھر تمہارا گھر ہے اور تمہارا گھر اسکا گھر ہے۔ ایسی ایسی تعلیم سے
 جب آزادی اور اباحت کا رنگ خوب چمک اٹھتا اور شریعت انبیاء کے البطل سے طریقت پرو
 مرشد کی پوری جاری ہو چکی اب خدا کے انکار کا طریقہ تعلیم کرنے کے پہلا فقرہ انکار الہوت
 کا یہ ہے کہ خدا اگر موجود ہے ضرور مشابہ موجودات سے ہوگا۔ یعنی کسی موجود سے ضرور کسی
 چیز میں اسکو مشابہت ہوگی۔ اسلئے کہ اگر وجودی اشیاء میں کسی سے مشابہ نہ ہو پھر تو اسے موجود
 کیوں کہیں گے اور اگر خدا معدوم ہے ضرور معدوم امور سے مشابہ ہوگا حالانکہ خدا مشابہ موجود
 کے ہے نہ معدومات سے لہذا خدا نہ موجود ہے اور نہ معدوم مطلب یہ ہے کہ خدا کا نام ہی نام
 لیا کرو اور دراصل خدا کوئی چیز نہیں ہے جسکی نافرمانی کا کوئی خوف ہو یا جسکی فرمانبرداری سے
 تمکو امید ہو یا وہی آخرت ہو بعض تجویروں نے یہ بھی شبہ ڈالا کہ جب خدا ہر شے سے غنی ہے۔
 ہماری عبادت سے اسکی رضا اور ہماری معصیت سے اسکی ناراضی کیوں ہوگی پھر ہم
 کیوں پابند اسکی رضا کے ہوں اور ناک ان امور کے ہوں جسے اسکی ناراضی کو ہم اپنی
 عقل ناقص سے تجویز کرتے ہیں سب غلط ہے باطنی فرقہ اس میں کشفی اور کاظمیہ پر و کاظم
 رشتی یہ شبہ گروہ ہیں مدت سے خفیہ طور سے ایسے ایسے اخلاق کی تعلیم کر کے اخلاق مسلمانوں

کے خراب کرتے رہے اور اب بھی کرتے ہیں تا انیکہ علمائے دین اور ائمہ اور رؤسا اس فساد پر جب مطلع ہوئے اور اس فرقہ کا استیصال کرنا چاہا انکی بھی جمیعت زیادہ ہو گئی تھی اپنی آرائی باطلہ کی ترویج کی غرض سے ہزاروں علما اور صلحاء امت محمدیہ کا خون ناحق کر دیا بعض فرقہ باطنیہ کے مکاروں نے ممبر الموت پر چڑھ کر بار بار بلند یہ ظاہر کیا کہ جب قیامت قائم ہوگی کوئی تکلیف ظاہری اور باطن کی انسان پر نہ رہے گی اور قیامت سے مراد یہ ہے کہ قائم بحق پیدا ہو اور میں ہوں وہی قائم بحق (مہدی) اب جسکا جو جی چاہتے بے روک پورا عمل کرے کہ تکلیف اٹھ لے یعنی انسانیت کے دروازہ بند ہو گئے اور حیوانیت کے دروازے کھل گئے خلاصہ یہ ہے کہ اسی باطنیہ فرقہ نے جو ان کا اصلی مقصود تھا انکار الوہیت خدا کا یگانہ کا اسکو اہل اسلام میں اچھی طرح سے شرق سے غرب تک پھیلا دیا جائے مسجد کے چراغ کو کتہہ لیجائے تو کہیں کہ اپنے گھر کا چراغ آپ ہی لے جاتے ہیں کسی نے حلول اور کسی نے عنیت اور کسی نے ہمہ امت کا اعتقاد جمایا ہے حکیم اسپانیوز ابھی تمام عالم کو خدا جانتا تھا اور ڈی کارلش کا نامی شاگرد ہے وکٹر کرن کہتے ہیں کہ اسپانیوز اسوای ذات باری کے اور کسی کے وجود کا قائل نہیں ہے تاریخ الحکما ص ۵۰۷ جب اہل اسلام میں ان منجریوں کے (جو بہ لباس فرقہ باطنیہ تھے) ایسے ایسے خیالات پیدا ہوئے (اور اب بھی تو ہیں) انکی شجہ اور لیری جن اور بنو دلی سے بدل گئی اور امانت اور صداقت خیانت اور دروغ گوئی سے اور محبت اسلامی محبت شخصی سے آخر شہم ہجری میں یا یا بیچوس قرن میں اہل فرنگ نے شام کی آبادیوں پر هجوم کر کے سیکڑوں قریہ اور شہر ہائے مسلمین کو خراب اور لاکھوں کا خون کر ڈالا اور قریب دو سو برس کے ان فرنگیوں کے ہاتھ سے مسلمان عاجز رہے حالانکہ اس فساد سے پہلے قوم فرنگ کو مسلمانوں کے ہاتھ سے اپنے خاص ملکوں میں راحت اور آرام نصیب نہ تھا اسبطح کردہ او باش ترک و تاتار و مغول نے ہمراہ چنگیز خان کے اگر اکثر شہر ہائے محمدیوں کو ویران کر دیا اور مسلمانوں سے انہیں عقاید فاسدہ کی وجہ سے اسقدر نہ ہوسکا کہ اس بلا کو اپنی قوم سے دور کر دیتے حالانکہ ابتدائی اسلام میں قلت جماعت سے بھی سو صدین تک ان کے

گھوڑے دوڑتے تھے پھر چونکہ اخلاق اسلامی بالکل ہر شخص سے زایل نہوتے تھے لہذا
سالہائے دراز کے بعد ہزاروں شش و جان بازی آراخی شامیہ کو پھر مسلمانوں نے فرنگیوں
سے نکالا اور جنگیں خانیہ کو مشرف باسلام کر لیا مگر بالکل اُس کمزوری کو دور نہ کر سکے اسلئے کہ وہ
خرابی پیچہ عقیدہ ہجریہ کی تھی اگرچہ اہل تاریخ انخطاط مسلمانوں کو جنگ صلیب سے شمار کرتے ہیں
مگر لائق یہ ہے کہ مسلمانوں کا ضعف اسی زمانہ سے شمار کیا جائے جب سے یہ فرقہ پیچہ سے
رابطہ کشیفہ صوفیہ (ان میں پیدا ہو کر انکے خصال ششگانہ کو خراب کر دیا ہے پوشیدہ رہے
کہ یہ فرقہ بانی کہ آخر زمانہ میں ایرانیوں میں پیدا ہوا ہے اور ہزاروں ہندگان خدا کا خون ناحق کر دیا
ہے یہ بھی مرید اوپر سوا اسی فرقہ الموت کا ہے اور انکی تعلیم نمونہ تعلیم انہیں پیچہ یوں کے ہے
خدا مظلوم کھے ابھی ان کے فتنہ سے کیسے کیسے فسادات برپا ہو چکی امید ہے جو اہل ایران

میں یہ لوگ کریں گے۔
باب آٹھواں ہندوستان کے پیچہ فرقہ اور انکے خنیکار وائی یا جاہلانہ خیالات کے
بیان میں۔ اس باب کے پڑھنے والے کو اسکا خیال ہو کہ مجھے کسی خاص مذہب یا خاص
کسی پیچہ سے کسی قسم کی عداوت ہے اور نہ اسکا خیال ہو کہ دل کا حال کسی کا کون جان
سکتا ہے سوائے خدا کے پھر مجھے پیچہ یوں کے ارادہ ہائے قلبی پر کیونکر اطلاع ہوتی۔ لہذا میں
پہلے اسی کو بیان کروں کہ ہمارے ہندوستانی بھائی جو پیچہ کا دم بھرتے ہیں۔ جہاں ان کی
اور ہزاروں باتیں تنزل کی ہیں ایک یہ بھی نشانی ادبار کی ہے پیچہ فرقہ ہمیشہ فلسفی اور
حکما کا چلا آتا ہے جو سوائے اس خراب عقیدہ انکار الوہیت اور انکار شریعت کے علوم اور فنون
مروجہ زمانہ موجودہ میں پوری دستگاہ رکھتے تھے اور رکھتے ہیں سوسائلیسٹ اور کمیونسٹ
اور نیہلیسٹ اور انارکسٹ یہ سب اسی پیچہ گروہ کے جدا جدا نظام فرقہ ہیں مگر باطن میں سب
ایک اور وہی دہرہ اور پیچہ کے باب میں پڑھیے کیجئے کہ فرقہ پیچہ کیسے رنگ بدل بدل
کر اپنا کام کرتے چلے آتے ہیں کبھی تو ہندو کبھی رافضی کبھی ریشنی پھیلانے والے
کبھی قوی ہمدردی پیدا کرنے والے کبھی علم باطن کے معلم کبھی روشن ضمیری کے پیدا

کر نیوالے بہر حال جو رنگ انہوں نے اختیار کیا اس میں پورے اور ڈوبے ہونے تھے اور اسکا
 سرمایہ علمی اور عملی اُن کے پاس پورا تھا کسی غیر سے عربی اور انگریزی اور لاطینی اور عبرانی
 یونانی زبان کا ترجمہ کرانے کے محتاج نہ تھے کسی علمی مسئلہ میں جیسے جرتھیل کا کوئی قاعدہ خواہ
 ہندسہ کا کوئی مسئلہ یا جبر و مقابلہ کی کوئی مساوات اسکا حل کرنا اس میں اُن کو مترجم یا اسٹنٹ
 یا سکرٹری کی حاجت نہ تھی آپ سمجھے یا نہیں اسکا کمال الدین صاحب دینی جو پہلوان پٹنہ
 کے عجیب لفظ لکھ رہے ہیں اُنکا مطلب یہ ہے کہ یہ سچری ہندوستانی اور اُن کے جنرل سچرل
 باوجود اس قدر بے علمی کے اور مدعی فلاسفر ہونیکے ہوتے ہیں۔ ان سے تو اہل علم کو خطاب ہی
 کرنا چاہتے ملا صاحب کو ہندوستان سے کوئی تعلق نہیں اور ہما کو تو ہمیں مرزا اور ہمیں جینا
 ہم بھلا کب اسکو گوارا کریں گے کہ ہندوستان کے سچری معززوں سے خطاب نہ کریں۔ اب اصلی
 مطلب پر آیا ہوں ایک میرے دوست ایم اس نے مجھے بیان کیا کہ ایک پروفیسر عربی کسی
 کالج کے انہوں نے نجب انصار الاسلام کے اجرائی میں کہنے لگے کہ ابھی مولانا صاحب وارہ
 پر شہر سچر کے نہیں پہنچے تھے یہ سنکر افسوس ہوا کہ اگر پروفیسر صاحب کو ہمدردی اسلام پر
 تو مجھے تعجب کریں کہ شہر سچر کا نقشہ کیا ہے طول اور عرض جغرافیائی اسکا بیان فرمائیں اور اگر
 میری کم علمی جیسی کہ ہے اس پر پروفیسر صاحب خیال کر کے غرض ان کی یہ ہے کہ میرا منصب
 یہ نہیں ہے کہ میں اس مرحلہ عظیم کو طے کروں اسکا تو مجھے ضرور اقرار ہے کہ مجھے علمی ایسا
 بہت کم بلکہ دراصل کچھ بھی نہیں ہے۔ مگر افسوس ہے کہ جنگو لیاقت ہے جیسے پروفیسر صاحب
 ان کو اسلام سے ہمدردی نہیں ہے لہذا مجھ کو اس بار عظیم کا اٹھانا اور اپنے اسلامی بہائیوں کو
 اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے اور ہزاروں خانوادہ اسلامی کو جلا چکے بچانا ضرور ہے اب میں
 سمجھا کہ پروفیسر صاحب کی یہ ہی ایک چال تھی جو چلی تھی تاکہ میں جی چھوڑ دوں اور ہمت مار کر
 سچریوں کا حال ظاہر کروں ہاں خباب سچر کوئی قلعہ یا کوئی بڑا بھاری شہر یا کوئی بڑی بھاری
 کوٹھی یا فرامیس گھر نہیں ہے اصول سچری وہ ہی دو ہیں جو اب دے میں لکھے گئے یعنی
 اشتراک عام اور اباحت عام البتہ چونکہ اس فرقہ کے لوگ پورے فلاسفر ہوتے ہیں اُن کی خواہ

دہی کی چالیں ضرور سرسری نظر سے معلوم نہیں ہوتی ہیں۔ تاریخ مکتوبہا ہی ہے کہ فرقہ چہارگانہ
 موسیٰ بیسٹ وغیرہ کا ایک یہ بھی بڑا بہاری کید اور مکر تھا کہ اپنی قوت سے یا چندہ سے مدرسہ
 اسکول جاری کئے اور ماسٹر وہی لوگ مقرر کئے جو ان کے ہم مشرب تھے اب تعلیم اطفال پورین
 جب ان کے قبضہ میں آئی۔ آہستہ آہستہ عقاید بخیری کی تعلیم اطفال کو شروع کرا دی یہ کہنا ہے
 العلم فی الصغر کا نقشہ فی البحر لکھن سے جو بات آدمی کے دل و دماغ میں دراتی ہے پھر
 کی لکیر ہے وہ کبھی نہیں مٹتی ہے کچھ لوگ تو باتے مدرسہ بنے اور کچھ لوگوں نے بابا دیورپ میں
 متفرق ہو کر مدرسوں کی ماسٹری اختیار کی اور اسی ذریعہ سے اپنے عقاید میں پختہ ہو گئے
 جیسے محمدن کالج علی گڑھ کے اب ان کی جماعت بڑھ گئی اور روس کی سلطنت میں ان
 کی زیادہ کثرت ہوئی جنگوم نہیلیسٹ کہتے ہیں بے شبہہ اگر یہ فرقہ قوت پکڑ گیا تو نوع انسان
 کی بربادی پوری پوری اسی سے ہوگی۔ ہمارے ملک میں کانگریس کی جماعت بھی سلطنت کے
 مقابلہ میں پیدا ہوئی تھی۔ اگر سرسید احمد خان صاحب پورے پچرل ہوتے تو مسلمانوں کو انٹی
 کانگریس قائم کر کے ہندو سے مخالف نہ کرتے جس کا نفع اور ضرر کسی اور مقام پر لکھو گا اور لکھنے
 کی ضرورت ہی کیا ہے آج مسلمانوں کو جو ضرر پہنچ رہا ہے اس کو کون نہیں جانتا ہے بلکہ کانگریس
 کے ممبروں کو پھر میں کہوں گا کہ اگر وہ علوم و فنون حاصل ہوتے جو امریکا والوں کو ہیں یا اہل یورپ
 کو تو ضرور بڑا فائدہ انگوار اور نہیں صبیغہ تجارت اور صنعت ہی میں پہنچتا اور گورنمنٹ بھی راہی
 رہتی مگر افسوس ہماری لاعلمی پر اب میں ہندوستان کے معزز جٹلمیوں سے مخاطب ہو کر پوچھتا
 ہوں کہ بخیری اصول جواب دہ میں لکھے گئے اگر آپ کو ان اصول سے ظاہر خواہ باطن میں
 اتفاق ہے ان کی خرابی عقلی تو میں آئندہ لکھو گا۔ اور اگر ان اصول کو آپ پسند نہیں کرتے
 پھر تو ہمارے اور آپ کے کچھ نزاع اور مخالفت نہیں ہے۔ جو کوئی آپ کو بخیری کہے ہم اس کے ویسے
 ہی دشمن ہیں جیسے آپ اس لئے کہ پابند مذہب اسلام کو بخیری کہنا ایسا ہی برا ہے جیسے اس کو
 کافر مذہب دین کہنا مگر آپ کی مخالفت اصول بخیری سے کیونکر مانی جائے اس لئے کہ جو بطریق فرقہ
 بخیری کے خیرب اخلاق کے ہیں وہ تو سب ہم آپ میں دیکھ رہے ہیں اشتراک عام کی اصل پرگو

آپنے ابھی دختر اور خواہر اور مادر سے ہم بستری کو بطاہر مباح نہیں کیا ہے مگر تعلیم نسوان مثل
 مہروں کے اور انکاسرمدار پھر انامیہ تو آپ ضرور کر رہے ہیں اور یہ تجویز کہ عورتوں کو لیاقت علمی
 برابر مردوں کے ہو جائے۔ قطع نظر اسکے کہ شریعت انبیاء کی مخالف ہے۔ عقلی دلائل سے بھی
 اسکے فسادات کو ہم ظاہر کرینگے یہ بھی اسے اشتراک عام پر مبنی ہے پچھلے پچھل صاحبان
 شرائع انبیاء کو ظلم صریح اور پابندی قیود پر کیا کہتے تھے آپ ذرا پروہ اور آٹھ میں ہو کر ابطال
 شرائع اس تقریر سے کرتے ہیں کہ جو احکام شریعت مخالف عقل کے ہیں وہ سب غلط اور
 ناقابل العمل ہیں۔ اور یہ محض وضو کھانے کی بات ہے اور جابل فری ہے عوام بیچارہ کیا سمجھ
 سکتے ہیں کہ اسکی ہم کیا ہے اصلی مطلب اسکا یہ ہے کہ جب احکام شرائع مطابق فلسفہ کے
 ہیں پھر تم کو نبی کی پیروی کیا ضرور ہے نبی بھی وہی کہتے ہیں جو سہارا فلاسفہ کہتے ہیں پھر ہم
 نبی کی تقلید کی بیڑیاں کیوں نہیں بطریق شرع یا عقل سے مطلب ان دشمنان دین کا یہ
 ہے اگر آپکا بھی یہی مطلب ہے تو کھٹل جاتی پروہ کیا ضرور ہے اور کہہ دیجئے حسب طبع براہمنہ منکریت
 ہمیشہ سے کہتے چلے آتے ہیں کہ بعثت انبیاء محض لغو ہے۔ اسلئے کہ اگر نبی مخالف عقل حکم
 دیتا ہے رو کرو اور موافق عقل دیتا ہے اسکو تو ہم پہلے سے جانتے ہیں چنانچہ صفحہ ۳۳
 انصار الاسلام میں گندھ چکا اب اگر تم آپ کا یہ قول تسلیم بھی کر لیں کہ سرسید احمد خاں صاحب نے
 اپنے مسائل کو عقل سے مطابق کر دیا اور آیات قرآنیہ کی تفسیر بھی ایسی ہی کر دی کہ مطابق
 عقل کے ہو گئی تو اسکا نتیجہ کیا ہوا یہ ہی ہوا کہ دین اسلام وہی فلسفہ ہے جو ادیبوں کا بنایا ہوا
 ہمیشہ سے جاری ہے قرآن کوئی وحی آسمانی نہیں ہے بلکہ وہی باتیں قرآن میں ہیں جو سہوم
 اور ذی کائناتس وغیرہ ہر یوں کی کتابوں میں برابر درج ہوتی چلی آتی ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی
 علیہ وسلم کو کوئی کتاب بھی پہنچ گئی تھی انہوں نے براہ خود نانی آپ کو نبی اور قرآن شریف کو آسمانی کتاب
 ظاہر کر دیا جیسے اہل مہود کہتے ہیں کہ چاروں کتب آسمانی ہمارے وید سے چھانٹ چھانٹ
 بنائے گئے ہیں اب معلوم ہوا کہ آپ کے پیرو سپہ احمد خاں صاحب دوستی کے پیرائے میں اسلام کی
 جڑ کاٹنے والے تھے حامی دین اسلام وہ شخص ہو سکتا ہے جو اس فلسفہ کی جڑ کاٹتی ہیں

کی اشاعت سے دہریت اور انکار میں اور معاد لازم آتا ہے اور کیوں بات اختصار الاسلام
اب جاہل بچارہ اس تذکرہ میں پہنچ سکتا ہے اسے جب یہ سنا کہ ہمارے اسلامی شریعت پر جو
شعبہ فلاسفہ کرتے تھے کہ خلاف عقل ہے اسکو سرسید صاحب نے دفع کر دیا وہ تو ہزاروں
گرویدہ ہو جائیگا اسکو کیا خبر ہے کہ مطلب سعدی دیگر است اب میں کہتا ہوں کہ کارروائی
فرقہ پر یہ نے ابتدائی نشوونما کی فرقہ ہذا سے تخریب دین اور دنیا کی غرض سے کی ہیں جبکو
ہم نے باب ۱۹ سے لکھنا شروع کیا ہے۔ وہ سب ہمارے ہندوستان کے نچرل صاحبوں
نے پیری سے اپنے سرسید صاحب کی میں فرق اتنا ہے کہ ہر فرقہ گذشتہ نے ایک
پادو باتیں سکھائیں اور جنرل نچرل انڈیا نے سب کی سب تعلیم کریں۔
حسن یوسف عیسائی یہ بیضا داری اور انچہ خواہاں ہمہ دارند تو مہا داری۔ اور پھر لطف
یہ ہے کہ وہ نچرل یہ دشمن دین کہلاتے تھے اور ہمارے سرسید صاحب حامی اسلام اور سیرت
مسلمین کہلاتے گئے باغ لگے اور لگنے پنائے یہی تو خوبی ہے کہ اسلام کی جڑ بنیاد اوکھڑ جائے
اور پھر حمایت اسلام کا لقب ہاتھ سے نہ جائے۔ سہ مہنے دیکھی نہیں اس کاٹ لی لو کہیں
نگہ یار سوارند دل پر سوز خم بدن پر کہیں آثار نہیں۔ کہو کہتے اسے کیا۔ آپ خیال کیجئے کہ جو
شخص اسلام کے نام پر فدا ہوا اور مسلمانوں کے حال زار پر آنسو کے دریا بہاتا ہوتا ہے آنسو
اگر آنکھوں میں کان کا میل بھی لگا یا جائے کبھی نہیں نکل سکتے اور دن رات ہی اسلام
ہاں اسلام سوا اور کچھ بھی صدا اسکی نہ مسلمانوں کی تعلیم کو واسطے در بدر بھیک مانگتا
پھر کبھی کوئی کیسا ہی کم عقل یا ذی عقل اسکو دشمن اسلام کہتا ہے ہاں جب عملی
کارروائی تعلیم اور تعلیم کی دیکھی جاتے اسوقت البتہ راز سرسید کھل سکتا ہے آپ ضرور کہیں
کہ سرسید کا ذکر ہر جگہ کر لیتے نفسانیت پیدا ہوتی ہے مگر میں مجبور ہوں اسلئے کہ میرے ہی مسلم
نے فرمایا ہے مَنْ سَنَّ سُنَّةً مَّبْتُعَةً فَعَلَيْهِ وَرْثُهَا وَوَرْثُهَا مِنْ عَمَلِ جَهَنَّمَ اَلْوَحْمُ
الْقَبِيحَةِ جو شخص کوئی بڑی بات سکھلائے پھر جائے اسکا وبال خاص اسی پر اور جو کوئی
اس پر عمل کرے قیامت تک رہیگا۔ آپ لوگوں کے پاس تہذیب الاخلاق (تخیر الاخلاق)

چیز کا آدمی ہادی رہیادہ معلم ہو پہلے خود اپنی لیاقت علمی اور عملی تو اس میں پیدا کرے
 ایک اور دوسرے یہ کہ اسکو اپنی قوم کی ترقی بھی منظور ہو اور جہاں دونوں باتیں نہ ہوں پھر ترقی
 کیسی صبیحہ قانون ملکی خیریاں ہند کو فقط یہی پڑھایا گیا ہے کہ علمی ترقی میں قانون ملکی
 پاس کر کے بیسٹریٹ لایا جائے اور اسکے دو فائدہ ظاہری دکھائے گئے ہیں۔ اگر کوئی ٹو
 تو تم کمشنر اور جج ہائی کورٹ ہو گے ورنہ بیسٹری کرنا اور یہ بھی نہ تو لیجس لیٹ کی کونسل کی ہوتی
 تو کہیں نہیں کئی یعنی قانون ملکی بنائے میں تمہاری رائے شریک ہوگی بہر حال سلطنت کی
 مہمات میں دخل رہنے سے صبیحہ حکومت میں ہر طرح سے مداخلت کا موقع رہے اور یہ
 پہلی بات پھر یوں کی قوانین سلطنت اور شریعت جب تک مٹاتی نہ جائیں اشراک اور
 راجت کے اصول ہرگز نہ جاری ہونگے اور سلطنت کی بیج کئی دو ہی طرح سے ہو سکتی
 ہے یا دشمن بیرونی کو آمادہ کر کے جنگ و جدال کرائی جائے تاکہ رعایاے سلطنت کو برباد
 سے پیدل اور ناراض کر کے دشمن خانگی اور مارا ستین بنایا جائے یہ زائد شائبہ نشاۃ ال
 راجت اشراک است ہمیرا منصب اس کتاب میں اگرچہ نہیں ہے کہ میں احکام امور سلطنت
 میں بحث کروں۔ گدا کے گوشہ نشینی تو حافظا محروش۔ مگر یہ نظر اسکے کہ میں بھی ایک فرد
 رعایاے سلطنت سے ہوں کہتا ہوں کہ جو قانون مشاۃ حقوق زمینداران اور کاشتکاران
 کا ایسا ہو کہ اس سے دونوں فرقہ میں مخالفت پیدا ہو اور دونوں دل ہو جائیں اور دلوں میں
 رعایا کی سلطنت کا عدل ثابت نہ رہے اور مخالفت پیدا ہو اگر یہ قانون فرقہ پھر ہر کا
 بنایا ہو اور کا ضرور اس کا منشا یہی ہوگا کہ سلطنت کے خانگی دشمن پیدا کر کے بنیاد سلطنت
 کی متزلزل ہو جائے یہ میری عرض نہیں ہے کہ اسوقت کوئی قانون ایسا جاری ہے۔ یا
 ہو نیوالا ہے بلکہ میری عرض یہ ہے کہ پھر یہی فرقہ چونکہ دشمنی سلطنت کے اسکے اصول میں
 داخل ہے جہاں تک ممکن ہو انتظامی امور سلطنت میں انکو دخل کرنا ہرگز مناسب نہ ہوگا
 کیا فرقہ نہ لیٹ اور انارکسٹ اور موسیالپیٹ وغیرہ کو اگر معزز عہدہ ہائی ملکی و جاگیر
 یا واضعان قانون کی مجلس کے اراکین ہی لوگ مقرر ہوں ان سے کسی سلطنت پر جو

کو امید ہے کہ بقائے سلطنت کی فکر کرینگے۔ پھر چونکہ ہمارے زمانہ کے اراکین سلطنت کی بیدار مغزی پوری پوری ہے ہلکے زیادہ توضیح اس مطلب کی کرنی ضرور نہیں ہے۔ ایک ممبر پارلیمنٹ لندن جو بحال تھے اور ایک بڑے جنرل میں مسلمان کلکتہ جو بحیرہ خیالا سے بہکے ہوئے تھے ان دونوں کی خبر گیری حکام نے بخوبی طور سے کر لی ہے اور اس طرح آئندہ بھی امید ہے کہ ہوا اگر کی انشاء اللہ۔

اہل اسلام ہندو بلکہ تمام دنیا کو بحیرہ تعلیم سے خبردار کروینا لازم ہے۔ اب میں صاف صاف بیان کروں کہ ہمارے ہندوستان کے اہل اسلام پر بحیرہ تعلیم سے دنیا اور دین دونوں کا ضرر کتنا ہے۔ اور اگر تدارک نہ کرینگے تو یونانیوں اور افراس اور عثمانیوں اور فرانسیزیوں سے ہزاروں جزیرہ زیادہ ان کو خرابی اور مذلت کا سامنا ہوگا پہلے دینی ضرر کا بیان چونکہ یہ کتاب مذہبی کتاب ہے لہذا پہلے دینی ضرر فرقیہ بحیرہ کا مجھے بیان کرنا ضرور ہے دیکھو براہِ راست اسلامی اب تمہاری دینی خرابی کا دیر بہرہ بیان ہو چکا کہ حضور اقصیٰ کو زیر بہادر ممالک مغربی و شمالی و او دھ نے بھی اپنے لیکچر میں زور شور سے بیان فرمادیا کہ اہل اسلام کو ان کی مذہبی تعلیم پوری دلائی ضرور ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام کی تعلیم مذہبی کی نسبت جو لکھیاں کلی گڈہ محسن کالج میں ہوتی ہیں وہ اب محسن الملک بہادر بالکتاب کے اسپیشل جو اس وقت میرے پاس نہیں ہے حسبِ کاغذ اور تاریخ لکھوں اس میں صاف درج ہے کہ مذہبی تعلیم کے واسطے چند رسائل اردو چھوٹے چھوٹے تصنیف کر کے داخل کورس کئے جائیں اسلئے کہ اسلام سچا اور واضح دین ہے جس کی خوبیاں ایسی مخفی نہیں ہیں کہ زیادہ تعلیم کی ضرورت ہو پھر اگر مراد نواب صاحب بہادر کی ادنیٰ اور جبہ کی تعلیم ضروری ہو پھر درست ہے مگر اعلیٰ درجہ کی تعلیم مبنیات کا کوئی دوسرا لیکچر میری نگاہ سے نہیں گذرا ہے اگر ہے تو خیر ورنہ اسلام کی دینی تعلیم چھوٹے چھوٹے اردو رسائل کرانے میں اسلام کی دینی سچ کنی پوری ہوگی اسلئے کہ اردو زبان سے اگرچہ ضروری مسائل اعتقادی بچوں کی سمجھ میں آجائیں مگر چونکہ ہمارا قرآن اور علم حدیث زبان

عربی میں ہے اُس سے ہموار بالکل مجانبت ہو جائیگی اور اندیشہ ہے کہ شاید ہماری نماز بھی اردو زبان میں پڑھنے کی تجویز ویسی ہی پیش ہو جیسے لیورپول میں مسٹر کولٹن صاحب کو بعض علمائے اسلام نے تجویز کروایا کہ انگریزی زبان میں نماز پڑھا کرہ اور مذہب خاصان کی جگہ دو پرگ سبز کہنا پچھلے بعض فقہانے بھی جائز رکھا ہے جس پر عمل درآمد اہل اسلام نے اسی خوف سے نہ کیا کہ قرآن اور حدیث کا علم بے متروک ہو جائیگا۔ دوسرا ضرر چھوٹے چھوٹے رسائل نو ایجاد سے یہ بھی ہے کہ طرز تعلیم مذہبی جو اہل اسلام کا مستمر ہے۔ اس میں شیعہ اور اہل سنت دونوں فریق میں چھوٹے چھوٹے رسائل تعلیم و نیات کے موجود ہیں ان کو پائندہ کر کے جدید رسائل کی تصنیف سے پوری غرض یہی ہے کہ نیکوئی طریقہ سے ان کی ترویج اور ترتیب ہو تاکہ وہ خیالات پنجگلی اسلام کی ابتدا ہی سے بچوں کے دماغ سے نکال دئے جائیں اور جدید روشنی جو تطبیق شرع بالعقل کی پیدا ہوئی ہے وہی روشنی بھیلانی جائے سرشتہ تعلیم کا اپنے ہاتھ میں رکھنا یہ پہلا بیج اس اکھاڑہ کا ہے جس میں ہمارے پہلوان پنبہ بقول ملا جمال الدین حسینی اترے ہیں جیسے اوپر بیان ہو چکا۔ تیسرا ضرر اس تعلیم مذہبی کا یہ ہے کہ جب علوم اسلامیہ کی اس قدر کمی تعلیم میں ہوتی اور فلسفہ کی تعلیم درجہ اعلیٰ پر جس کی کوئی حد نہیں ہے یا اگر ہے تو ان حضرات کو معلوم نہیں اب ضرورت بہت جدیدہ علوم جدیدہ سے پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کے دفع کرنے پر یہ تعلیم یافتہ ہرگز قادر نہیں گئے خیال کیجئے کہ اہل اسلام کے قدیم علوم کے تعلیم یافتہ اگرچہ اعلیٰ درجہ علمی پر پہنچ رہے ہیں ان شبہات جدیدہ کے دفع کرنے میں سردست ان کو درماندگی ہوتی ہے۔ پھر جب اردو رسالہ کے تعلیم یافتہ ہمارے اطفال ہوں گے۔ وہ بیچارہ کیا کر سکیں گے اب زیادہ بحث اس تجویز پر کیا ضرور ہے۔ آپ دیکھ لیجئے جس قدر تعلیم یافتہ اس کالج کے سنی اور شیعہ پاس شدہ موجود ہیں ان کی لیاقت علمی و نیات میں کیسی ہے اور وقت ان کو دینی تعلیم کا کس قدر ملتا ہے اور ان کے عقائد مذہبی کیسے ہیں اور یہ کھلی بات ہے۔ کہ سرکاری کالج اور اسکول کے پڑھنے ہوئے ایسے پھل نہیں ہوتے جیسے محمدی

کالج علی گڑھ یہ برعکس ہند نام زدنگی کا فورے ہوتے ہیں۔ اگر میں یوں کہوں کہ
 دین محمدی کی تخریب کے واسطے یہ کالج بنایا گیا ہے اس وقت البتہ محمدی کالج
 کے معنی درست ہو سکتے ہیں پھر چونکہ تعلیم و نیات کی کمی یہ جماعت اسی غرض
 سے تجویز کرتی ہے تاکہ تعلیم علوم و بیویہ اچھی طرح سے ہو۔ چنانچہ اب یونیورسٹی
 کا بھی جذبہ چل رہا ہے خیر دین تو رخصت ہوا۔ اب دنیاوی تعلیم کو لیجے۔ دنیاوی
 ضرر تعلیم پوری کا۔ اس ضرر کا بیان کرنا ایک طولانی تقریر کا محتاج ہے۔ اور اسکے دھاکو
 اور دلائل کو وہی لوگ سمجھیں گے جنکو آج یورپ کے علوم جدیدہ سے کسی قدر کڑی
 ہے پھر ہم مجلی بیان ایسا کریں کہ ہر شخص اس کو تسلیم کرے۔ بشرطیکہ اپنے ملک کی
 فلاح اور بہبود پر پوری نظر ہو۔ انیکہ میں میں شیخ فرید اور خلیفہ ایٹھین ہاں جناب
 اگر آپ کو جدید تعلیم سے پوری لیاقت نہیں پیدا ہوتی ہے۔ تو اخبارات یورپ کے
 ضرور نظر سے گذرے ہوں گے۔ وہ بھی ایک عمدہ ذریعہ آپ کو اپنی دنیاوی ترقی کی
 راہ دکھلانے کا ہے۔ اسلئے کہ جب مجھ سارو دوخوان اس قدر جانتا ہے۔ تو ہمارے
 معزز بے۔ اے ایم۔ اے۔ کو مدبر زیادہ معلوم ہوگا۔ اس وقت یورپ کے اہل
 علم اور صاحبان عقل ہرگز وہ تعلیم ذریعہ ترقی دنیوی نہیں خیال کرتے جس سے کسی
 گورنمنٹ کی نوکری ان کو ملے بلکہ اس کو تنگ و عار اور آزادی کے سراسر خلاف جانتا
 ہیں۔ اور جیسا کہ عقل صحیح کا مقتضی ہے کہ نوکری بدتر از غلامی ہے۔ اسی طرح
 وہ بھی کار بند ہو رہے ہیں۔ آپ دیکھ لیجئے کہ بڑا عمدہ گورنری کا ہے۔ وہ بھی منٹ
 منٹ میں مقید کیا جاتا ہے۔ پھر جو ہماری تعلیم انہیں علوم اور فنون کی تحصیل صاف
 کراتے ہیں جس سے امور سلطنت میں ہموار اخلت رہے۔ قطع نظر اس بدگمانی
 کے جو اوپر لکھی گئی۔ ہماری آزادی اور حریت کے بھی کس قدر مخالف ہے۔ اور
 پھر چونکہ نوکری ایک محدود صیغہ ہے۔ اور بقول بعض حکام عالی مقام کے
 ہماری علی سندیافتہ انٹرنس سے لیکر ایم اسے درجہ تک اس قدر ہو چکے کہ

اگر تمام یورپ اور ایشیا اور افریقہ کے محکمات میں فقط ہندوستانی کی
بھرتی ہو۔ پھر بھی نصفی تعداد کو نوکری نہ ملے۔ اسی نظر سے قدمی فلاسفہ نے
بھی مزاج ملک اور مزاج نظام عالم کو مرکب چار عنصر سے تجویز کیا ہے۔ اس
میں سے ایک عنصر نوکری بھی ہے۔ ہمارے پیرل صاحب نظام عالم کو بیسٹ
یعنی ایک ہی عنصر سے غلط خیال کر رہے ہیں یہی سبب ہے کہ ہمارے تعلیم
یافتہ بعد فراغ تعلیم کے اٹھی تباہی میں گرفتار رہتے ہیں جس میں کہ پہلے سے
تھے۔ اب یورپ کے علوم جیسے ذریعہ سے ہم آزاد آدمی رہ کر اپنی دنیوی
ترقی سے مالا مال ہوں ان کی تفصیل مجھ سے سن لیجے۔ سب سے پہلے علم میٹری
(کیمیا) جو سو برس سے علم کے درجہ میں پہونچا ہے۔ راول یورپ میں (اور اسی
زمانہ میں اس قدر ترقی اس کی ہوئی ہے۔ جو اور کسی علم نے نہیں کی ہے)
تا ایک سو نے چاندی بنانے کا انکار جو عالمگیر تھا۔ اب ایک ڈاکٹر نے اصل چاندی
اور ایک امریکن نے سونا بھی بنا دیا۔ ہکویہ دکھانا ہے۔ کہ اس علم کے علمی
فوائد اس قدر ہیں۔ اور ہماری دنیوی ترقی کا آلہ اس سے بڑھ کر شاید اور کوئی
نہوگا۔ فرض کرو۔ اسٹریٹ کینڈل یعنی چربی کی بتی جس کا خرچ آج بھی ہمارے
ملک میں فقط شہر کلکتہ کی گھوڑا گاڑی کرایہ کی جس کا شمار لاکھ سے زیادہ
ہے۔ اس میں ایک مرتبہ میں نے حساب کیا تھا۔ روزانہ دس ہزار روپیہ کی
بتی کا خرچ تھا۔ ہندوستانی بتی چونکہ اس میں چربی ڈالو کے تینوں جز ہوتے
ہیں۔ اسٹریٹ یعنی کھلی (اولین) یعنی چربی کا تیل (گلیرین) یعنی چربی کا شہد
اسی وجہ سے دیر پا نہیں اور انگریزی بتی فقط اسٹریٹ یعنی کھلی کی ہوتی ہے
لہذا دیر پا ہوتی ہے۔ اب میری غرض یہ ہے کہ کیمسٹری کی ترقی سے چربی
کے تین جز مفید الگ نکالے گئے۔ اور بڑا فائدہ انسان کو پہونچا۔ اسی طرح
ہزاروں اشیاء جیسے لونا اور چمڑا اور رونی اور سن مجیڈ وغیرہ اگر ہمارے

معزز اطفال کو فروغ کیمسٹری کی تعلیم دلائی جائے۔ لاکھوں طرح کے ہنر
ان کی روزی پیدا کرنے کے ایسے اب یورپ سے ہم سیکھ سکتے ہیں۔ کیمسٹری
فونکری کی ہمو پروا بھی نہ رہے۔ اسی طرح جیالوجی اور پالائوجی میکینک یعنی
زمین کے طبقات کی پیداوار کا حال زمین کی معدنی اشیاء کی شناخت کہ
بعض اہل یورپ مزہ چکھ کر مٹی کا اور بعض اور طریق سے بتلا دیتے ہیں
کہ اس زمین خواہ اس پہاڑ میں فلاں معدنی شے نکلے گی۔ دریاؤں کی
اشیاء کا علم علم ہوا کے ذریعہ سے سیکڑوں آلات اور اشیاء کی ایجاد ہوتی ہے
علم فلاح کی پوری ترقی سے ایک ہی کاشتکار امریکہ میں لاکھ بیگہ کا کھیت
دھانی انجن سے طیار کرتا ہے جس کی آمدنی مہاراجہ گوالیار کی ملکی آمدنی
سے برابر اخبارات میں درج ہے۔ اگر میں تفصیل ان علوم اور فنون کی لکھوں
ایک جداگانہ کتاب طیار ہو۔ اور سب جانے دیجئے جس قدر آلات اور میسر یعنی
پیمانہ اب طیار ہوتے ہیں۔ مثلاً بیرو میٹر ہوا تپنے کا پیمانہ ایر لو میٹر اور
لکٹو میٹر جس سے ڈاکٹر پیشاب کی گریوٹی یعنی وزن صنفی دریافت کرتے
ہیں۔ اور لکٹو میٹر سے دودھ میں جس قدر پانی ملا ہوتا ہے۔ اس کی شناخت
ہو جاتی ہے۔ اور مخبر زلزلہ جو کہ زلزلہ کے آنے کی خبر پہلے سے دیتا ہے۔ یہ
کتاب عروس بدیعہ موجود ہے۔ اور اسکول اور کالج میں یہ سب اصول
اور فروع تھوڑے تھوڑے پڑھائے بھی جاتے ہیں۔ ہزار افسوس نہ ہمارے
رفیاق مروج کو اس قدر لیاقت ہے۔ کہ ہمارے اطفال کو اس کی ہدایت کریں
اور نہ ہمارے تعلیم یافتہ ایم۔ اے۔ بی۔ اے۔ کو اتنی سمجھ ہے۔ کہ اپنے
نفع اور نقصان کو پہچانیں۔ لہذا سبج فلاحیت اور وقت اور پریشانی کے اور
کچھ نتیجہ اس تعلیم کا اگر ہے۔ تو یہی ہے۔ کہ نیچرل بنجاء۔ دین سے بھی ناتھ
اٹھاؤ جس طرح دنیا خراب کر دی میرے معزز تعلیم یافتہ دیکھو اگر تم کو فقط اس

آلات کے بنانے کا علم یعنی علم میکانیکی پڑھایا جائے۔ یا تم کو فقط کینچ
ڈانے کا ہنر سکھایا جائے۔ یا تم کو فقط لوہا گلانے کا طریقہ معلوم ہو یا تم
کو فقط لیدر یعنی چمڑا صاف کرنے کا ہنر سکھایا جائے۔ یا تم کو فقط جواہر اشیا
بنانی اور معدنی کا بنانا آجائے یا تم کو سینگہ ڈھالنے کا ہنر بتلایا جائے
یا تم کو انیل چار کول یعنی حیوانی کوئلہ بنانا اور حیوانی کوئلہ سے رشتوگر
یعنی بلوری شکر بنانی سکھائی جائے یا تم کو ربڑ کی چیزیں بنانی آجائیں
یا تم کو سوڈا بنانا خواہ سن اور سنٹی سے عمدہ اطلس بنانے کا ہنر آجائے
یا تم کو (بوراکس) سو اگہ صاف کرنا یا تم کو کلاک اور ٹیم پس اور لیور جینوا
اقسام گھڑیوں کے پرے بنانے معلوم ہوں اور کچھ نہ تو فقط چھتری جو
ہندوستان میں چار کروڑ سالانہ فروخت ہوتی ہیں تم کو یہی صنعت آ
جائے اور کہاں تک لکھوں۔ تم کو فقط ڈاکٹر واٹ صاحب کی ڈکشنری جو
سورہپیہ کو آتی ہے خواہ ڈاکٹریوز کی ڈکشنری مطبوعہ لندن ۱۸۸۵ء جو پچھتر
روپیہ کی آتی ہے اسی کے مطالعہ کرنے کی توفیق ہو تو یہ ہمارا دکھڑا رونا ہمارا
بربادی اور تباہی کا بالکل بدل جائے۔ میں اور بھی سیکڑوں قسم کی صنعت
جدیدہ کو لکھوں مگر جب کہ تعلیم نیچری اسی قسم کی ہے اور تمام ریفارمر ہمارے دھوکے
میں پڑ کر اٹھی ڈھڑے پر چل رہے ہیں کیا اثر ایک آدمی کی تحریر اور تقریر کا مقصود
ہے مسلمانوں کی ترقی اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہر زمانہ کی ترقی کے اسباب
اور طریقہ جدا جدا ہوتے ہیں اور اس میں ضرورت شبہ ہے کہ بدون سلطنت کی امداد
ترقی دینیوی ناممکن ہے۔ ہاں سلطنت کا حال تین طرح کا ہوتا ہے (۱) ہماری ترقی
کی مددگار ہے (۲) ہماری ترقی کی مخالف ہے۔ (۳) نہ مددگار ہے اور نہ مخالف ہے
اسی طرح ذریعہ ہماری ترقی کی تین قسم کے ہیں (۱) بدون امداد سلطنت کے ہم اس
ذریعہ کو پورا نہیں کر سکتے (۲) کچھ بھی امداد سلطنت کی ہم کو حاجت نہیں ہے جو جب

تک سلطنت کی مخالفت نہ کریں وہ ذریعہ پورا نہ ہوگا پھر چونکہ سلطنت کی ترقی
 وہی ترقی رعایا کی ہے لہذا ہماری ترقی کا روکنا اسی سلطنت کو مقصود ہوگا
 جو اپنی ترقی کو مٹانے کے واسطے ہے اب فرض کیجئے کہ زبان انگریزی کی تعلیم
 کی ہم کو ضرورت اس وقت کیوں ہے۔ اولاً تو حاکم کی زبان ہے جس سے ہمارے
 معاملات کا تعلق ہے اور معاشرت پوری پوری اسی وقت ہوتی ہے جبکہ حاکم
 اور محکوم کی زبان متحد ہو قاعدہ انصاف تو یہی چاہتا ہے کہ حاکم زبان رعایا کی
 سیکھے مگر خیر اس وقت کی سلطنت کا یہی منشا ہے کہ رعایا زبان پادشاہ کی سیکھے
 کچھ مضائقہ نہیں ہے علم زبان سیکھنے میں مگر یہ فائدہ صرف معاشرت سلطان اور
 رعایا کا ہے جو انگریزی زبان سیکھنے سے حاصل ہوگا اور اس فائدہ سے فقط زبان انگریزی
 کا سیکھنا ضرور ہوا اب زبان دان کی واسطے احکام (منطق) اور فلسفہ عقلیہ اور فلسفہ
 طبیعیہ وغیرہ دیگر علوم کو انگریزی زبان میں پڑھنا ضروری ہوگا اور سمجھنے میں بھی مانا کہ
 مہولت تعلیم اسی میں ہے کہ ایک ہی زبان میں جملہ علوم پڑھائے جائیں۔ اب
 ان علوم کی غرض اور غایت معاشرت سلطان کی نہیں ہے بلکہ اپنی تکمیل علمی اور
 علمی غایت ان علوم کی ہے پھر چونکہ دنیاوی فوائد علوم علمی سے پیدا ہوتے ہیں
 اب فرمائی کہ ہماری تعلیم یافتہ اعلیٰ درجہ کے پاس شدہ ان کو علمی فوائد اس تعلیم
 سے کیا ہوتے ہیں ہماری ریکارڈ میرٹل صاحب بہادر جو ہر آرٹیکل میں ارشاد کرتے
 ہیں کہ انگریزی تعلیم کی ضرورت انجمنی اہل ہند پر بخوبی ظاہر نہیں ہے۔ وہ ضرورت
 کوٹنسی ہے وہ ہی نوکری اور سیرٹری یا اور کوئی ضرورت ہے بڑا حوصلہ اگر ہمارا
 ہو تو ولایت جا کر سول سروس کا امتحان دیا اور سیرٹری کی سند لائے۔ یا
 میڈیکل صیفہ سے پاس ہو کر سول سرجن تو کیا اسسٹنٹ سول سرجن بن کر آئے
 یا شافو ناؤر علم علامت میں پاس ہو کر آئے اور محکمہ زراعت کی افسری کا عہدہ
 ملا بہر حال وہی حکام کی نوکری کی غلامی سے آزاد نہوں اسی کو غایت اور غرض

تعلیم انگریزی قرار دی ہے۔ دیگر سچ کسی پورے سند یافتہ کو آپ نے سنا ہے۔ کہ
 بجای خود اپنے علم سے بدون تعلق گورنمنٹ کے کچھ کام کر سکتا ہے۔ حالانکہ علوم
 حدیدہ کے اصول اور فروع ایسے ہیں کہ آدمی آزاد ہو کر اپنی معاش کی تدبیر خود آپ
 ہی کر سکتا ہے۔ ان علوم اور فنون کا تو نام بھی نیچرل صاحب خواب میں نہیں لیتے
 اور ہاتے ہاتے کے نعرہ بلند اور قومی تنزل کے مرثیہ نظم اور نثر میں برابر پڑھے جاتے
 ہیں شاعر نے خوب کہا ہے۔ ہم تم کریں حسین کا لوٹیں سن پورہ قوم کی تباہی پر زار قطار
 تو ضرور آپ روتے ہیں مگر تدبیر ترقی کی وہ ہی کرتے ہیں جس سے رہی سہی ہماری
 مقوڑی سی خوش حالی وہ بھی جاتی رہے۔ کوئی رسالہ یا کوئی پرچہ اخبار جس میں کوئی
 آریٹیکل قومی ہمدردی کا آپ نے پڑھا ہے جس سے قومی ترقی جو علوم کے ذریعہ سے
 آج ہو سکتی ہے اسکی طرف اشارہ بھی ہو تو میں ٹوپی کلاکٹری سالانہ محفل کا لچ کے
 سند یافتہ کیواسطے گورنمنٹ نے سنتے ہیں کہ منظور کی ہیں اگر سچ بھی ہو! اپنا سند یافتہ
 جو ہر سال کا اوسط کی سطح تین سو چھ ہوا گا وہ بیچارہ کیا خاک بھانک کر بسر کرینگے
 اور بڑا فخر اسکا کہ ہم تین معزز سند یافتہ کو ہر سال گورنمنٹ نے اپنی غلامی میں لینا منظور
 فرمایا ہے خاک ایسے فخر اور مباہات پر مجھ سے میرے معزز دوست عالی دماغ ہنر
 پرور منشی نول کشور متوفی نے اپنی بلاغت (سوانح عمری) کا آخری قصہ یہ بیان کیا کہ
 جب ملک اودھ کو آئے لگا لیک فقیر گرو جی الہ آباد کے پاس گیا کہ میرے واسطے عا
 کیجئے کہیں دو پیسہ کی نوکری مل جائے۔ گرو جی نے کہا نوکری کیسی تیرے واسطے
 ایسی دعا کرتا ہوں کہ سیکڑوں آدمی تیرے نوکر رہیں۔ اور کسی کلا غلام نہ رہے گا
 چنانچہ میں لکھنؤ میں آیا اور اودھ اخبار جاری کرنے کا خیال میرے دل میں آیا۔
 اور منشی رام دیال صاحب تحصیلدار کی بدولت اس کام کو شروع کیا آج لیک ہزار
 روپیہ روز کا چھ ملازمان کا میں تقسیم کرتا ہوں اور لاکھوں کا سرمایہ نقد اور
 جنس موجود ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تہذیب تعلیم کا جو اصلی نتیجہ ہے۔ کہ ہم آزاد

اور قید نوکری سے آزاد ہوں اس کو نیچری فرقہ نے بالکل خراب کر دیا ہے اور
 قومی ترقی جو اس زمانہ میں آسانی سے ہو سکتی ہے اسکے پورے مخالف ہی لوگ ہیں
 جنکا اصلی منشا یہ ہے کہ آدمی مثل ریچھ اور بندر کے حیوانی افعال سے متصف ہو مگر ارادہ
 تھا کہ علوم جدیدہ سے جو فواید ہمو ہو سکے ہیں ان کو پوری تفصیل سے لکھوں مگر یہ
 تقریر میری موضوع بحث کتاب سے خارج ہے لہذا ایک جواب ضروری شبہ نیچریہ
 کا لکھ کر اس بیان کو ختم کرتا ہوں بعض نیچریوں سے جب میں نے پوچھا کہ سرسید
 صاحب کالج کھولا مگر ابھی کوئی درجہ آرٹ سکول یعنی درجہ صنائع کا اس کالج میں نیچریہ
 نہ کیا نیچرل صاحب جواب دیا کہ مولانا صاحب کے دماغ میں صدر اشمس باز غم بھرا ہوا ہے
 ملکی مصالح (پولٹیکل) پر ان کو نظر نہیں ہے ابھی ہم لوگ اس قدر علمی لیاقت کو نہیں پہنچے
 کہ آرٹ سکول کی تعلیم ہمو دلائی جاتی میں نے کہا دستکاری اور صنائع کے واسطے ایسی
 لیاقت کی کیا ضرورت ہے یہ تو بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ ہم کسی صنعت کے سیکھنے میں بجز
 اصول علمی اور علوم کے محتاج نہیں ہیں یہ اولیٰ بات آپ نے کیوں ہی نیچرل صاحب آپ کی
 اولیٰ رائی اسی سے تو ہم لوگ ملاؤں گے معتقد نہیں ہیں اور سب جانے دیجے یورپ
 کی صنائع جہتہ ہیں سب دفانی انجن سے چل رہی ہیں باریک جیز جیسے کہ سونی لوہے
 کی اور مٹا کام جہاز کا لنگر آہنی دونوں انجن سے بنتے ہیں اور انجن کا بنانا اور اسکے پرزے
 ڈھالنا آپ کو معلوم ہے کتنے علوم پر موقوف ہے پھر اگر ہم کوئی کارخانہ جاری کریں اور انجن
 ولایتی کے محتاج ہیں فرض کیجئے کہ اہل ولایت ہمو انجن نہ دیں یا اثر شدہ کی مرمت
 نہ کریں اب فرمائی گئے ہمارا لاکھوں روپیہ کا سرمایہ جو خراب ہو گا اسکا تاوان کون دے گا
 آپ دیکھ گامیں نے کہا پہلے تو آپ کی یہی بات ناوانی کی ہے کہ بدون دفانی کل سے
 کوئی صنعت چل نہیں سکتی ہم سیکڑوں اشیاء مصنوعی ایکو تہاٹے ہیں کہ ہرگز انھیں انجن
 کی ضرورت ہی نہیں ہے اور کتنی صنائع یورپ کو دیکھنے اور بغض محال انجن بنانے
 کا صنعت اسکا سیکھنا ہمو کوئی دشوار ہے اور وہ کون کونسی علم آسانی ہے جسکی تعلیم

ہر ایک صنایع ہستدر اپنی دستکاری اور قدرتی مصنوع میں فرق کر سکتا ہے دوسرا آدمی
 جو اس کام کو بنانا نہ ہو وہ سمجھتی نہیں کر سکتا ہے لیکن چونکہ عوام مختل بلکہ بعض خواص
 کو خصوصاً اس زمانہ میں جب سے (پلانچٹ) یعنی سختی اور مزید اور انکو بھی اور کھڑی طلسمی
 خواہ مقناطیس مصنوعی اور کرشل جادو وغیرہ جن سے عمل مسخیرزم میں مدد ملتی ہے
 بکثرت شائع ہوئے ہیں بہت بڑا شبہہ معجزاتی میں اس عمل اور علم عام کی وجہ سے پڑتا
 جاتا ہے لہذا ہم لوگ پابندان مذہب اسمانی پر نہایت ضرورت رکھتے ہیں کہ اس علم اور
 عمل سے جو آثار عجیبہ صادر ہوئے ہیں ان میں اور معجزات انبیاء میں پورا فرق ایسا دیدہ
 نہایت کریں کہ عوام بچاؤ جو زیادہ تر محتاج ہدایت میں آئے عقاید میں خلل نہ پڑے۔ اگرچہ یہ
 دعویٰ کرنا مجھے اپنے کم علمی کی نظر سے مناسب نہیں ہے لیکن چونکہ بعض ابطال شہادت
 میں بھی بوجہ کفائی اسکا تجربہ کرچکا ہوں لہذا شاید میرا بیان مختص قیاحی اور فرضی
 نہ ہوگا اسلئے کہ یہ گفتن تاہر کون فرق باشد وھل فیستوی الذین یعملون ولذین
 لا یعلمون ان میرے معجز پابندان مذہب اسمانی اب ذرا توجہ کر کے اپنے بادبان بحث
 انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے تاریخی حالات پر اور عالمان مسخیرزم کی موجودہ حالات پر غور کرو
 اور بعد غور کرنے کے انکے معجزات اور ان حقائق عادات میں جو عالم انسانی اور خاص کر
 مسخیرزم اور علم خواص عرفیہ سے ظاہر ہوئے ہیں انکے فرق کو سمجھ پھلا فرق میں کلمہ ہے یعنی
 رفتہ رفتہ ادنیٰ سے اعلیٰ درجہ علم اور عمل پر پہنچنا اور یہ فرق جملہ علوم اور اعمال و ہنر
 اور کیمی میں ہے جس طرح کسی مبتدی متعلم علم مذہبہ اور حساب کو بہت دشوار ہے کہ شکل
 ۱۶۹ اقلیدس میں (۱) کو بدوں ان سب شکلوں کے سمجھے ہوئے جان سکے چہرہ شکل مکمل ہو
 ہے یا بدوں عمل تفریق اور ضرب کے عمل قسمت کو پورا کر سکے اسبطح عامل مسخیرزم سے
 ممکن نہیں کہ بدوں تکمیل ضبط و خیال کے اپنا پورا اثر کسی معمول پر ڈال سکے۔ چہ جاکہ
 خود ہی عامل ہو اور خود ہی معمول اور پھر درجہ انکشاف پر جسکو مسکوت اعلیٰ کہتے ہیں پہنچ
 جائے۔ اب کوئی منکر موت کسی نبی کا اور خاص کر ہمارے نبی اُمّی عربی تہامی صلعم کا ہتھو

تاریخ سے بتلا سکتا ہے کہ ہمارے بچے نے کبھی کسی معمول پر مشق کی غرض سے کوئی عمل کیا
 تھا اگر استبازی کا پتہ پوچھنا تو یہی دلیل کافی ہے کہ ہمارے بچے صلح مرکز عمل مسہریم
 کے عامل نہ تھے اور تعصب اور ہٹ دھرمی کا تو علاج ہی نہیں ہے ایسی طرح خواص
 عا حروف کے آثار اور عجائب نتائج کا بھی حال ہے جسکو میں باب آئندہ میں لکھ چکا ہوں
 فرق جب قدر اعمال نفسانی اور روحانی میں ان میں شریکیت ہے کہ تخلیہ اور اجتماع
 حواس اور بے تعلقی امور دنیاوی سے ہوا اور جتنے امور نشوونما ظنون اور تردد خاطر اور
 اضطراب قلب اور فکر اور غم کے ہیں ان سب سے عامل کو دوری ہو انبیاء علیہم السلام
 کے معجزات ہزاروں اسی قسم کے ہیں کہ عین حالات اضطراب اور پریشانی خاطر بلکہ محاصرہ
 اور نزع اعدا اور منکرین میں خاص کر انکا ظہور پورا پورا ہوتا تھا بلکہ مجھے تاریخ بتلا رہی ہے
 کہ جب قدر شروط کی کمی بلکہ شروط کا عدم ہوتا تھا اسی قدر ان حضرات کے معجزات اور بھی
 ظاہر ہوتے تھے صلوات اللہ علیہم اجمعین اب اگر وہ مسہریم کوئی دوسرا علم وہی ہے
 جسکو ہم نہیں جانتے ہیں اور اسکے شروط ہمارے مسہریم سے جدا گانہ ہیں اب تو ہم اسی
 کو علم الہی مان کر انبیاء کے معجزات پر ایمان لائیں گے تب مسہریم و فرق جب قدر آلات اور وسائل
 اور ذریعہ قوت نفسانی (اوڈال) کے بڑھانے کے آج تک معلوم ہوئے اور جو اشیاء مضامین
 نورانی اثر کے ظاہر ہونیکے ہیں انبیاء علیہم السلام نہ کسی آلہ کے محتاج تھے اور نہ کوئی چیز انکو
 معجزہ نمائی سے کبھی روک سکتی تھی وہی ایک ذات مقدس تمام شروط اور آلات اور اسباب
 سے الگ ہو کر اپنا نورانی اثر حکم خدا ظاہر کر دیتے تھے چوتھا فرق جب کوئی عامل مسہریم
 وغیرہ اپنا اثر نفسانی کسی دوسرے پر جو غالب ہو بغرض جذب یا سلب اعراض وغیرہ
 پہنچانا چاہتا ہے اسکو کسی واسطہ اور رابطہ کی حاجت ہوتی ہے جس میں اپنے اوڈال
 (اثر نورانی) کو بذریعہ پاس کرنے کے بھرتیا ہے مثلاً کپڑا رولی یا پانی مقناطیس مصنوعی
 شیشہ کو تلاء وغیرہ ایسی ہی چیزوں میں طریقہ معلوم ہے وہ اثر بھر جاتا ہے اور جریض کے
 پاس انکو پہنچاتا ہے میں انبیاء اور ائمہ علیہم السلام اپنے معجزہ نما اثر کرنے میں کبھی اسکے محتاج

نہ تھے۔ انکو خدا نے یہ طاقت دی تھی کہ ادھر منہ سے فرمایا اور فوراً آثار ظاہر ہو گئے پس
 کرنا اور چھوچھپکا وغیرہ یہ سب امور ناقص لوگوں کے ہیں جو اعمال کے پائندہ نہیں ہیں اسی
 درویش کے ہیں معتقد جس نے جو کچھ منہ سے کہا ہو گیا۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔
 پانچواں فرق معمول مسیحیزم پر جب حالت غائب بینی پیدا ہوتی ہے اسوقت اسکے حواس
 خمسہ ظاہری بالکل مفلوج ہوتے ہیں نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ گرمی سردی کے امتیاز
 اس میں ہوتی ہے اور یہ کیفیت کل معمولین کی ہے چاہو کسی غیر پر عمل کرو چاہو خود اپنے
 اوپر یہ حالت وجد اور استغراق کی پیدا کرو تجربہ بھی اسکا شاہد ہے اور برہان عقلی بھی
 اسی پر قائم ہے کہ قوائے باطنی کے غلبہ سے قوائے ظاہری مغلوب ہو جاتے ہیں اور
 قوائے ظاہری کے غلبہ سے قوائے باطنی مغلوب اور مضطرب ہو جاتے ہیں انبیاء علیہم
 الصلوٰۃ والسلام جب کسی کو کوئی امر غائب کا باعجاز ملاحظہ کراتے تھے وہ شخص اسی معمولی
 حالت میں اپنے حواس خمسہ پر باقی رہتا تھا اور کسی طرح کا فرق اسکو کسی حس میں نہیں
 محسوس ہوتا تھا اور خود وہ حضرت بھی ہمیشہ بجا لیت روشن ضمیری یعنی وجد اور اشتغاف
 (نفوذ بالہ) میں معمولی حالت سے جدا نہیں ہوتی تھی یہ بھی جانتا ضرور ہے کہ جنوں
 کی حالت کو جو زیادہ مشابہت خواب مقناطیسی سے ڈاکٹر گریرے صاحب وغیرہ علمائی
 علم مسیحیزم دے رہے ہیں اور سید احمد صاحب بھی کنایتہ کر رہے ہیں کہ ہمارے نبی صلعم
 کو بھی کفار مجنون کہتے تھے اسی شبہ کے مٹانے کی غرض سے ہمیشہ ہمارے نبی صلعم
 کفار سے جب مناظرہ اور مباحثہ فرماتے تھے اُسے بار بار استفسار کرتے تھے کہ مجھ میں
 کوئی بات جنون کی تم پاتے ہو چنانچہ تم نے ص ۲۵۵ میں اسکو لکھا ہے اور اس جگہ لکھو ہرانا
 اس بات اسلئے ضرور ہے کہ جنون ایک مرض غیر اختیاری ہے جسکو طبیب دلائل عشرہ
 مذکورہ علم طب سے بخوبی پہچان سکتا ہے اور وجد اور استغراق اور خواب مقناطیسی یہ
 امر اختیاری ہے اور انبیاء علیہم السلام کی حالت معجزہ نمانی وہ تیسری بات ہے جو سب
 سے الگ ہے۔ کسی دیندار کو ان فلاسفہ منکرین نبوت کا یہ قول شبہ میں نہ ڈالے کہ معاذ

حضرات انبیاء جنوں کی کیفیت ہمیشہ یا کبھی کبھی پیدا ہوتی تھی چھٹا فرق مسیحیہ میں
 کے پورے اثر ہونے میں شرط ضروری یہ بھی ہے کہ جس پر اثر والا جاتا ہے وہ منکر اس اثر
 کا نہ ہو یا تو اسکے سچے موثر ہونے کا معتقد ہو یا خالی الذہن ہو کہ نہ منکر اور نہ معتقد اور منکر
 کا انکار جس قدر زیادہ ہوگا اس قدر اثر اس پر دشوار بلکہ اکثر کچھ بھی نہ ہوگا۔ انبیاء اپنی معجزاتی
 خاص منکرین نبوت ہی پر فرماتے تھے اور معتقد پر انکو حاجت اعجاز نہائی کی نہ تھی اور جس قدر
 انکار کسی کا شدید ہوتا تھا اسی پر معجزاتی پوری ہوتی تھی جیسا کہ ہمکو تاریخ بتلا رہی ہے
 ساتواں فرق قابلیم اثر کے جو اصول اس علم میں مقرر ہوئے ہیں مثلاً قوی دل نہوا
 اختلاف مزاج سوداوی صفر اوی وغیرہ اور کم عمری خواہ عورت ہونا نرم اندام وغیرہ یہ
 سب امور معجزاتی انبیاء میں ہرگز ملحوظ نہ تھے بلکہ وہ شخص کسی مزاج اور طبیعت کا ہوا اور
 کیسا ہی قوی دل اور مستن اور محرم ہو مگر شخص پر انکی معجزاتی برابر ہوتی تھی اٹھواں فرق
 کیسا ہی زبردست عامل مسیحیہ میں ہوا اور کیسا ہی عمل خواہ جس حروف میں اور کیسا ہی ساحر
 اور جادوگر ہو نبی اللہ اور اوصیاء انبیاء ہرگز انکا عمل کارگر نہیں ہو سکتا اور یہ بھی
 ایک بڑا فرق نبی اور غیر نبی میں ہے اور ہی اللہ کا اثر اعجاز کوئی عامل کیوں نہ ہو نہ وہ
 سکتا ہے اور نہ عکس عمل سے انکو مٹا سکتا حضرت موسیٰ کی نسبت جو قرآن مجید میں
 وارد ہے کہ آپکو جادو گراں فرعون کی رسیوں اور لٹھیوں کے سانپ کی طرح دور سے
 سے خوف ہوا یہ خوف اس کے سحر کے اثر سے حضور کو نہ تھا اس لئے کہ حضرت موسیٰ کو خدا نے
 ہر طرح سے خوف کر کے مقابلہ فرعون اور اتباع فرعون کیوں اسے بھیجا تھا اور وعدہ نصرت
 اور ظفر لور اگر لیا تھا چنانچہ قرآن مجید میں سب مذکور ہے باوجود ایسے سختہ وعدہ کے نبی اللہ
 کو اگر خوف ہوتا معاذ اللہ انکے ایمان میں ضعف پیدا ہوتا ہے کہ خدا کے وعدہ ہانے
 حتمی پر آپکو بھروسہ نہ تھا ایسا ضعیف الایمان کوئی آدمی درجہ کا بشر بھی نہیں ہو سکتا
 ہے پیچھا کہ نبی اولوالعزم بلکہ حضرت کو خوف اسکا ہوا تھا کہ یہ ہزاروں آدمی آپکی امت
 کے جو اسوقت حاضر معرکہ امتحان میں ایسا ہوشیل طور پر معجزہ کے مارے خوف کے بھال

جائیں اور میرا معجزہ عصا کے بھاگنے سے پہلے اس سحر کو باطل نہ کر سکے اور دور دور خبر
میرے مغلوب ہونے کی پہونچنے سے ایک بُری بدنامی پیدا ہو اور یہ ہدایت کامل جو
اسوقت ہوئی ہو الی ہے۔ اس میں برسوں کی محنت اور جانفشانی کا وقفہ ہو جائے اور
اور ابھی ابتدائی حالت نبوت کی ہے اور ابتدا میں ہر ایک امر اہم کے انجام دینے میں
پورا خیال ہوتا ہے پس یہ خوف حضرت موسیٰ کا اپنی ذات پر نہ تھا اور اسی نظر سے خدا
نے فرمایا لا تخف انک انت الہ علی نہ درو تم ضرور فتیاب اور غالب ہوئے جاتے
اور یہ خیال کرنا کہ بشریت اسوقت حضرت موسیٰ پر غالب ہوئی تھی نہایت ناروا خیال ہے
بشریت کا غلبہ عین بوقت کار نبوت یعنی مقابلہ اور معرکہ نامی اور ہدایت کے اگر انبیاء پر
فرض کیا جائے پھر ان سے عہدہ نبوت کا سرانجام نہ ہو گا اس کے علاوہ ضعف ایمان
اور عدم وثوق وعدہ مانے الہی پر جو عام خلائق کی حاصلت ہے۔ اسکا الزام بھی حضرت
موسیٰ پر لازم آتا ہے لہذا یہ خوف کسی طرح اس جناب کو اپنے نسبت نہیں تھا۔ ایضاً
جیسے اس قصہ میں بعض ناقلیں اخبار یہود اور مفسرین اہل اسلام کو غفلت ہوئی اسی
طرح ایک روایت صحیح غلط ہمارے نبی صلعم کے نسبت بھی نقل کر دی کہ آنحضرت
صلعم پر سحر نے اثر کیا تاہیکہ آپ پر ایسی حالت بیخودی کی پیدا ہو گئی تھی کہ جو کام نہیں
کیا تھا اسکو خیال فرماتے تھے کہ کر چکے ہیں اور معاذ اللہ جس طرح کفار کہاتے تھے فصل
تلقون الاسراجلا مسجوراً۔ اسے پیروان محمد صلعم تم لوگ ایسے شخص کی پیروی
کرتے ہو جو سحر میں گرفتار ہے۔ پس واضح ہو کہ یہ روایت عقیدہ اسلام اور دلیل عقل و دل کے
مخالف ہے اگر ایسا ممکن ہوتا کہ نبی اللہ پر سحر کا اثر ہو تو کوئی نبی ان لوگوں کی ضرورت سے
زندہ نہ سکتا یا ہمیشہ مسجور اور گرفتار سحر ہو کر امر ہدایت سے بیکار ہوتا اور قول کفار آپ کے حق
میں صحیح ہو جاتا کہ مسجور ہیں یہ بات کہ حضرت کو حکم تھا کہ اثر سحر سے پناہ مانگنے کی دعا
کی کریں اس سے لازم نہیں آتا ہے کہ سحر کا اثر بھی آپ کو ہوتا تھا بلکہ جس طرح آپ خطا اور نسیان
سے بچنے کی دعا باوجود معصوم ہونے کے کرتے تھے۔ براہ تعبد اسکی بھی دعا کرتے تھے۔

اگر یہ شبہ کسی کو ہو کہ جس طرح فطرتی اشیا جیسے زہر اور تلوار وغیرہ کا اثر آپ پر ہوتا تھا۔
 اس طرح آثار نفسانی اور سحر جادو کا اثر بھی فطرتی ہے اسکے موٹیکار کیا کیوں کیا جائے
 جو قانون قدرت (الاف نیچر) کے مخالف ہے مطلب یہ ہے کہ فطرتی آثار کے انکار
 کرنے سے قانون قدرت (الاف نیچر) بگڑ جائیگا پس ممکن ہے کہ عمل روحانی مثلاً مسیحی
 خواہ سحر کا اثر ان میں ہوتا ہو مگر وہ اپنی قوت خدا داد سے اسکو دفع کر دیتے ہوں خلاصہ
 یہ ہے کہ نیچر کے خلاف یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء پر مسیحیزم اور سحر وغیرہ نہیں چلتا تھا جواب
 اسکا یہ ہے کہ جب انبیاء کے حملہ معجزات کو ہم خلاف نیچر یعنی خلاف قانون عادی کے
 ثابت کر چکے پس یہ ایک بڑا معجزہ کہ ان حضرت پر کسی کا سحر وغیرہ نہیں چلتا تھا اسکے
 ماننے میں ہم کو کونسا امر مانع ہے بلکہ نیچر فرضی غیر اصلی کی پابندی اپنے نبی کے معصوم
 محفوظ ہونے میں کیوں ضروری ہوگی۔ اب رہا سمیات اور تیر اور تلوار کا اثر جسمانی اور
 موثرات نفسانی اور روحانی اور خواص حروف اور سحر وغیرہ کی تمثیل اس میں مطابقت
 محض اور مثل کی شرط ہے کوئی شخص ان دونوں اثر کو یکساں نہیں ثابت کر سکتا ہے
 اور وجہ فرق موثرات جسمانی اور غیر جسمانی کے بہت ہیں اور تمثیل سے کسی عقلی بات کا
 ثابت کرنا یہ نہایت خراب طریقہ ہے بلکہ فلاسفہ قدیم اور جدید بھی مثل لارڈ سٹون اور دے
 کارنس اور لاک وغیرہ اسکو ضلالت اور گمراہی کہتے ہیں المختصر انبیاء کی فطرت کو ہم
 اسی عملی پر خیال کرتے ہیں کہ ان پر سحر وغیرہ کا اثر نہیں ہوتا تھا اور یہی فرمایا ہے الفرق ہم
 میں اور انکی ذات مقدسہ میں ہے اور عقل بھی اسی کو ضروری مانتی ہے عقلی دلیل
 دیکھو شکون اور بد شکونی کی نسبت ہمارے نبی صلعم نے فرمایا کہ تم اہلبیت طہات ہیں
 نہ تم کسی چیز سے بد شکونی لیتے میں اور نہ ہماری کسی کمصیبت وغیرہ سے کسی کو شکون
 بد لینا چاہیے۔ اسی قسم کے اور بھی احادیث بے شمار ہیں جنسے ہمارے اس عقیدہ کی
 پختگی ظاہر ہوتی ہے کہ آنحضرت پر سحر اور جادو وغیرہ کچھ اثر نہیں کرتا تھا اور اثر ہونے
 کے بعد اس اثر کو دفع کر دینا اس میں لوہم اور انبیاء برابر ہیں پھر ہم میں اور انبیاء میں فرق

کیا رہیگا۔ اور اس مسئلہ کو پھر ہم لکھیں گے اور یہ جو خراب عقیدہ ہے کہ انبیاء کی روح کو ہوائے
 میں یہ بھی باطل ہو گیا مگر اتنا پھر بھی کہو گا کہ بعض اعمال سحر اور آثار نفسانی اور خواص
 حروف کے ایسے جٹ پٹ اثر کرنے والے ہیں کہ مہلت اُنکے اگلے اور دفع اثر کی
 مل نہیں سکتی اور اسکو وہی جانتا ہے جو کہ ان علوم سے واقف ہو لہذا انبیاء کی ذات
 مقدسہ کو منجانب اللہ ایسا ہونا ضرور ہے کہ ان پر ان امور سے کچھ اثر ہی نہ ہو ورنہ پوری
 خرابی لازم آئے خدا کا وہ ہر حال ہو کہ خواص علم حروف سے اور نیز دیگر علوم سے بخوبی معلوم
 ہے کہ بعض اشیاء میں خدا نے یہ اثر دیا ہے کہ اُنکے پاس رکھنے سے یا کھانے پینے سے
 کسی قسم کا سحر اور جادو منتشر نہ ہو مگر ہم پر اثر نہیں کر سکتا ہے اور ہمارے نبی اور ائمہ
 صلوات اللہ علیہم نے ہمکو بھی بعض دعائیں اور آیات قرآنی ایسی تعلیم فرمائی ہیں
 جو ہمکو سحر اور جادو وغیرہ سے محفوظ رکھتی ہیں بشرطیکہ ہم اُنکو شرط صحیحہ سے استعمال کریں
 پھر خود انبیاء علیہم السلام کو اگر ہم پناہ بخدا فرض بھی کریں کہ اثر نفسانی اور جادو وغیرہ
 انہیں چل سکتا تھا تو وہی چیزیں اُنکی حافظہ بھی ہو سکتی ہیں بلکہ بالاولیٰ ہوتی ہوگی یہ
 تقریر ہمارے بعد فرض اور تسلیم اس بات کی ہے کہ انبیاء پر بھی اثر اسکا ہو سکتا تھا مگر
 مگر تعلیم الہی اُنکو ایسے امور کی تھی کہ وہ ہمیشہ محفوظ رہتے تھے اگر محفوظ نہ
 ہوتے تو اُنکے قول و فعل کو ہم حجت کیونکر مان سکتے ہیں نواب فرق اکثر لوگ بعض اعمال
 خراب اور کفر اور شرک کے جیسے عمل ہمیں خواہ عمل مرتجع و نہرہ وغیرہ (جبکہ بیان علم نسخہ
 ارواح اور نفوس میں کیا گیا ہے) خواہ وہ عمل شیطانی تسکیر عوام ہزار کا عمل کہتے ہیں الغرض
 ایسے اعمال سے اُنکو قوت تصرف یا تصریف کی پیدا ہوتی ہے جسکو عالمان عمل علوی
 معذور باللہ انبیاء کی طرف بھی نسبت دیتے ہیں دیکھو کتاب شمس المعارف ابوالعباس
 بونے وغیرہ کو اور ان اعمال سے اکثر طبیب کو تشخیص اعراض پر اور نیز تدبیر سابق
 پر مریض کی اطلاع ہو جاتی ہے اور بعض پر ہاتھ رکھ کر بتاتے ہیں کہ تم نے کل برسوں خواہ
 چند ماہ گزرے یہ بیمار کھائی تھی اور یہ کیا تھا ازیں قبل دیگر حالات مریض کو بیان کر دیتے

ہیں اور یہ قوت غائب بینی کے اعمال محققہ مذکورہ سے بھی پیدا ہوتی ہے اور محض
 سمجھہ اولیں نفس پر قادر ہونے سے بدون کسی عمل کے بھی پوری پیدا ہوتی ہے جسکا
 میں بھی تجربہ کر چکا ہوں اور جو تشابہ یعنی خواص نجوم اور سرودھ اور جفر اور رمل کے قواعد
 ضمیر اور حسی تہائے سے بھی اور بعض طریقہ ایسے مجرب اور آسان ہیں کہ ۲۲ روز میں
 آدمی کو یہ قوت پیدا ہو جاتی ہے اگر استاد کامل تہائے والا تحقیق ہو تو پانچ چھت اور
 طاق بوجھنے کا طویل پتوں کو اسی قوت کے پیدا ہونے کی واسطے سکھائے ہیں جسکی قوت
 سے ہزار مرتبہ بوجھنے میں خطا نہیں کرتا ہے۔ ایضا شیطان لعین نے آدمی کے میدان
 اور مشرک بنانے کی غرض سے بعض ایسے ایسے اعمال بھی سکھائے ہیں کہ ہمیشہ
 آلودہ منجاسات رہنا اور غسل جنابت نہ کرنا مارگ الصلوٰۃ ہونا ستارہ پرست رہنا بھی ان
 افعال قبیحہ کو پورا اثر ایسی روشن ضمیری میں ہے اور عزیمت کائن کی جو اصطلاح قائم
 ہوتی ہے اور اس میں استمداد شیطانیات اور روحانیات سے ہوتی ہے اور وہ سب
 کفر اور الحاد محض ہے میری غرض اسوقت یہ ہے کہ اگر کوئی طبیب ایسا ہو کہ نبض پر ہاتھ
 رکھ کر علاوہ قواعد طب کے میرض کا مرض اور حالات گذشتہ پورے پورے بتا دے
 پھر اسکو اس امر کا معلوم کرنا کہ یہ مرض فلاں دوا سے فلاں روز جاتا رہے گا کیا دشوار
 ہوگا اور اگر ایسا کوئی طبیب ہو پھر تو یہی بات ہے کہ دنیا میں سوائے اُنکے دوسرے طبیب
 باقی نہ رہے اور محض کی طرف کوئی اپنا علاج رجوع نہ کرے ہم نے ایسے مدعی جمہود دیکھے
 بجز اسکے کہ حالات میرض کو البتہ خصوصاً گذشتہ بتلانے میں اُنکی دستگاہ پائی اور شفاء
 امراض میں اگر سچ مچ علم طب جانتے تھے تو برابر انہیں رسمی اطباء کے بلکہ اُنکے کمتر
 پایا۔ اور ہرکو بنظر قواعد علوم اسرار اور برہان کے اچھی طرح سے معلوم ہے کہ طبیب گذشتہ
 امور کا جاننا ان قواعد اور اصول مذکورہ بالا سے بہ نسبت آئندہ امور کے آسان ہے اس طرح
 اُن لوگوں کو بھی شفا دہی امراض میں دشواری زیادہ ہے۔ اور علم طب حسانی سے کس طرح
 ایسے اعمال کو متعلق نہیں ہے عرض اصلی اس جگہ ہماری اس تقریر اور بیان سے یہ ہے

کہ انبیاء پر تہمت کرنی کہ نفوذِ اللہ وہ بھی عامل انہیں اعمالِ علوی کے تھے کیسے صحیح و درست
 نہیں ہے اسلئے کہ وہ برگزیدگانِ خدا شرک اور کفر مٹانے کو آئے تھے یا امت کو مشرک
 اور کافر بنانے کو اور انکی قوتِ نورانی باریا صفت محض قدرتی اور فطرتی تھی کوئی ایسا
 عمل جس میں ستارہ اور شمس پرستی کی بوجہ آتی ہو نہ خود وہ حضرات کرتے تھے نہ حکمو
 اُسکے کرنے کی اجازت دی ہے محض افترا اور بہتان ہے اگر کوئی شخص ایسے عامل
 کو ان حضرات معصومین کی طرف نسبت دے یہ بھی جسطرح کسی پریشانی کو مناسب نہیں ہے
 کہ ایسے اعمال انبیاء کی طرف منسوب کرے اسی طرح منکر نبوت نبی کو اسکا خیال کرنا درست
 نہ ہو گا کہ مقدس ذواتِ انبیاء کو ایسے امور کا عامل بخوبی کرے جو انکی شانِ نبوت اور خدا
 پرستی سے منافی ہوں اور بالفرض اگر ایسے اعمال کو ہم موثر بھی مانیں تو یہی بڑی دلیل
 ہے کہ انبیاء کے معجزات اور کرامات بالکل جدا تھے ان خوارقِ عادات سے جو ایسے
 اعمال کفر اور الحاد سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی سبب سے ہم نے دعویٰ کیا ہے کہ ان
 علوم کا جاننے والا پورا فرقِ معجزات نبی میں اور ایسے خوارق میں کر سکتا ہے و سوا
 فرق اور اسی فرق پر اس تقریر کو ختم کرتا ہوں واضح ہو کہ یہ حبقدر وجوہ فرق ہم نے اوپر
 لکھے اگرچہ بمثل قطرہ از دریا میں اور عالمِ علوم اسرار کو صد اطرح کے فرق معجزاتِ انبیاء اور
 خوارقِ عادات انسانی میں معلوم ہیں پھر بھی عوام کو گنجائش باقی ہے وہ کہہ سکتے ہیں کہ
 یہ سب خیالی اور فرضی باتیں ہیں آج تو کوئی معجزہ نہا موجود نہیں ہے ہم ان باتوں کی تصدیق
 کیونکر کریں۔ مگر خداوند قادر اور حکیم چونکہ ہمیشہ اپنے بندوں کی ہدایت کے اسباب کو ہوتا
 کرتا رہتا ہے۔ آج بھی اگر اسکے بندگانِ مطیع خواہ سرکش اصل معجزات اور کراماتِ انبیاء
 اور خوارقِ عادات انسانی جو بذریعہ سیم زعم و خیمہ دیگر علوم کے ظاہر ہوتے ہیں ان میں
 فرق سمجھنا قصدا کریں آسان طریقہ اسکا یہ ہے کہ انہیں کے ایجادی اشیاء اور آلات جیسے
 آلہ ریلوے یعنی تختی طلسماتی خواہ انگشتری کراماتی خواہ گھڑی حاضر قاتی جسکے فروشنده
 بہت سے لوگ ہیں اور رام کرشن فیض آبادی کو تو خم ٹھوک کر یہ دعویٰ ہے کہ سوامی جی

کے دیا اور کرپا سے یہ انگشتری کراماتی انگوٹھی ہے اور سمورے پیرمانہ دینے کا اشتہار ہے
 اگر اثر کرے بہر حال ان آلات کے ذریعہ سے اگر عمل مقناطیسی پورا ہوتا ہے خواہ اور طریقے
 عمل کے جدید اور قدیم جسکے عامل اکثر لوگ پورے اور ہندوستان میں موجود ہیں ان سب
 کو جب تسخیر ارواح کا پورا ملکہ ہے اور انکو پورا یقین ہے کہ ہم جسکی روح کو چاہیں بلوا کر اس
 سے امر حق اور باطل کو تحقیق کر لیں جب ایسا ذریعہ کامل انگوٹھی سر موچکا جسکے ذریعہ
 سے معاذ اللہ پیغمبر الٰہی خداداد حوائے نبوت کرتے تھے اور تمام خلائق کو اپنا مرید کر لیتے تھے
 پھر یہ لوگ عاملان مسعیر زم ان سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا کہ اپنے نفع و ضرر دنیوی کے امور
 پر انہیں ارواح سے پوچھ کر آگاہ ہو جائیں۔ اور اگر سوائے اس دنیا کے کوئی اور دنیا پیدا
 ہو نیوالی ہے یا یہی لوگ مرنے کے بعد پھر دوسرے عالم میں رہنے کی واسطے عذاب یا ثواب
 میں ٹھائے جائینگے جسکی خبر پھر ان برحق ہمیشہ دیتے گئے ہیں اگر انکی مشین کوئی اسی مسعیر زم
 کے ذریعہ سے تھی پس ضرور ہے کہ معمولان مسعیر زم اب بھی وہی مشین کوئی کرینگے اور یہ
 جھگڑا جو پابندان مذہب آسمانی اور دہریہ مہول میں انکار اور اقرار و شکر کا ہے۔
 اسی طریقہ سے طے کر لیں اور (کلیر و انیس) اور (سوم نام مل اسم) ایسے مسعیر زم اور علم
 الارواح سے پورا فائدہ اٹھائیں اسلئے جب روحانی طاقت آدمی کو پوری ہو جائے پھر
 اسکو کسی امر مشکل میں اگر لگ کر کیا حاجت رہسکی اتنا اثر اسچا ہادی اور مشکل کا حل کر نیوالا
 طریقہ جسکو معلوم ہوا اور پھر وہ سب زیادہ جاہل اور پادری گل جملہ امور میں ہو۔ اب نتیجہ ہمارے
 بیان کا یہ ہوا کہ طریقہ تسخیر ارواح کے اور یہ اعمال مسعیر زم جو آج کل شائع ہو رہے ہیں یا تو
 عام لوگوں کو انکی سچائی پر پورا یقین نہیں ہے (۲) یا یہ طریقہ خود لغو اور مہمل ہے کہ اسنے
 کاروائی اور حاجت براری خلائق کے مشکلات دنیوی اور قہمات دینی میں نہیں ہوتی ہے
 بلکہ حسبِ بھانسی اور بانیگر تاننا کرتے وقت عجائب امور دکھاتے ہیں مثلاً ٹھیکری کا
 روپیہ بنا کر دکھاتے ہیں اور اسکو غور دہ کرنا یا اس سے نفع اٹھانا مثل حسن خاں جی کے
 اسپر انکو قدرت نہیں ہوتی اسلئے یہ سختی اور میز اور انکو کھی فلسفہ جانی بھی ایک دل ملی اور

دل بہلانے کی چیز ہے دراصل کچھ بھی نہیں پھر ایسے طلسم اور شعبہ کو کچی کرامات اور
 معجزات انبیاء علیہم السلام سے کیوں تشبیہ و تمجید کی ہے جس کے آثار صحیحہ اور برکات یقینہ
 دائمی اور پائدار تھے اور ایسے انوسمیرزم کو کیونکر خیال کیا جاتا ہے کہ پناہ بخدا انبیاء بھی
 اسی کے عامل تھے۔ کیا ہمارے نبی صلعم نے جو سو کھے درخت خرما کو ہرا اور بارور کیا اور
 انبیوت بے فصل اس کے خرما لوگوں نے کھائے اور پھر وہ برابر پھلا ہوا میوہ دیتا رہا وہ
 معجزہ بلاشبہ نقل کفر کفر نبیانی تماشائے جیسا کوئی مداری بجا منتی آنک کا درخت
 لگا کر اور اشکو پھلا ہوا دکھا کر اور پھر اسکو غائب کر دیتا ہے اور اگر بالفرض کوئی بڑا کامل
 علم فلاح کا کسی ذریعہ سے کوئی میوہ دار درخت فوراً تیار بھی کر دے تو اسکی نظیر بھی یہ
 معجزہ ہمارے نبی صلعم کا نہ ہوگا اسلئے کہ وہ شخص اصول علم فلاح سے چند تہذیبیں
 کر لیا اور یہاں تو فقط لہجہ نیاک سے (روحی فدا ہما) حکم کرنے کی دیر تھی اور درخت ہرا
 بھی ہوا اور پھلا پھولا اور سب کچھ ہو گیا ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک پھر یہ بھی محو
 اور موسومہ شیطانی میں نہ آو کہ اگر مسمرزم ابھی تک اعلیٰ درجہ پر نہیں پہنچا ہے۔ خواہ اس
 عامل ابھی درجہ اعلیٰ پر نہیں پہنچے مگر امید ہے کہ پہنچ جائیں اور وہی قوت جو
 انبیاء کو اظہار معجزات میں تھی ہر ایک مسمرزم کو حاصل ہو جائے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے
 کہ پچھلے لوگ عاملان مسمرزم انہوں نے تو جس قدر کوشش اور طاقت علمی بھی صرف
 کر کے جبکہ تعصب نہ تھا وہ تو پیغمبران برحق پر اپنے مکاشفات صحیحہ کے سبب سے ایمان
 لائے اور اقرار کر گئے کہ انکے اعمال انسانی معجزات انبیاء سے کرام سے ہرگز متشابه نہیں
 اور متعصبین اور ناحق کوش باوجودیکہ انہر حقیقت انبیاء کی ظاہر ہو گئی مگر اپنے تعصب
 اور باطل پرستی پر قائم رہے۔ اب جدید مسمرزم یورپ کے اور جہول انکی کتابیں پڑھتے
 پڑھاتے ہیں وہ اس بدل کو محض ایک فعل محبت اور تماشائے سمجھ رہے ہیں اور اس کے
 نقصان کے دور کرنے کی تدبیر میں ہیں دیکھا جائے کہ ہزار برس میں مکمل ایسی ہوتی ہے
 اور یہ زمانہ جو گذر رہا ہے جس میں مرگ انسان برابر فنا لے اشخاص کر رہی ہے۔ آخر یہ لوگ

جو مرتے جاتے ہیں اور انکو کیسوی اس امر کی نہیں پہنچتی ہے کہ کیا قتل ایسا کا جو
 معاذ اللہ اسی عمل مسیحیہ میں درجہ کمال کو پہنچے تھے اور بالا اتفاق ہر ایک نبی اور نبی
 بنی نے خلائق کو خبر دی کہ دوسرا عالم بعد حشر و نشر کے ضرور آئیوا لائے اور سزا اور جزا احسا
 کتاب ضرور ہوگا اور یہ فرمانا انکا براہ عقل بھی صحیح اور درست ہے پس ہم انبیاء کو اگر فرستائے
 خدا نہ بھی مائیں بلکہ نعوذ باللہ ایک مسیحیہ ہی تصور کریں اور جسطرح اور فلاسفہ طبیعیین
 کی خواہ مخیمین اور خفا اور مال کی پیشین گوئی خواہ طبیب اور ڈاکٹر کی پیشین گوئی کو صحیح
 مان کر ہم اپنا حفظ و تقدم اور پوری احتیاط کسی مصیبت یا مرض آئندہ کے روکنے میں
 کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کاش اسی قدر ہول قیامت سے ڈر کر ہم اپنے انجام اور عاقبت
 سنوارنے کی فکر کریں۔ ابھی چند تہذیبہ کی بات ہے فلاسفہ طبیعیین اور منجمین نے خبر دی
 تھی کہ ۱۵۔ نومبر ۱۹۹۷ء سے ۱۲ نومبر تک اور پہلی دسمبر سے تیسری دسمبر کو قیامت ضرور آئیگی
 اور دنیا کا خاتمہ ہو جائیگا عوام تو درکنار بڑے بڑے پچرل اور فلاسفہ خواہ اس باختہ ہو کر ٹری
 ٹری دور سے دور ہیں اور دیگر آلات ہمراہ لے ہوئے اسی دم دار ستارہ کے نظارہ کو اسطے
 دوڑتے پھرتے تھے اور تھلکہ عظیم برپا تھا حالانکہ محض لغو اور مہمل پیشین گوئی تھی اسلئے کہ اس
 علم پر اسکی بنا تھی وہ خود مہمل اور لغو ہے۔ اور انبیاء کی لاکھوں پیشین گوئیاں ہمیشہ صحیح
 اور بے خطا ظاہر ہو چکیں اور کہیں نہوں انکے علوم خواہ انکی روشن ضمیری اعلیٰ درجہ کی
 آپ لوگ سہی تسلیم کر چکے پھر انکی تہدید اور ترغیب پر کچھ بھی التفات نہ کرنا اور ان فلاسفہ
 منجمین کے مہمل اور غرافات پر ایمان لانا اسی کو عقل صحیح کہتے ہیں آئے ہم اور آپ
 پھر ذرا غور کریں اور مستقدر وسائل اور ذریعہ خدا نے ہم کو حق اور ناحق میں تمیز کرنے کے
 عطا فرمائے ہیں انکو تحقیق حق میں صرف کریں یہی علم مسیحیہ اور اسپرکچو ایزم اور یہی
 قوت روحانی حبیبی سید احمد خاں صاحب (ایسے منکر معجزات انبیا اور ایسے پابند پیر جو
 اپنے خدا کو بھی یابند اسی نیچر کا کہتے کہتے مگر گئے) وہ بھی اسکی صحت کا اقرار کرتے ہیں۔
 اور لاکھوں آدمی اب روزانہ تھی اوٹیز اور انکو مکی کے ذریعہ سے اسکی سچائی کے متعلق ہیں

ان میں دہریہ منکر خدا اور رسول بھی اور عیسائی اور اہل اسلام میں جاہل اور بعض اہل علم
 اور صاحبان عقل بھی۔ اور بعض لوگ تو ایسے گرویدہ اور جان وادہ اس عمل پر ہیں ان کو
 ایسے محال کا عقیدہ ہے کہ روح سے افعال جسمانی بھی پیدا ہوتے ہیں روح بابت بھی
 کرتی ہے روح کا غریب سوالات کے جواب بدوں دوات اور قلم کے لکھ بھی دیتی ہے شاید
 عالم ارواح میں دوات قلم بھی تیار رکھا ہوا ہے جو روح کے ہمراہ آتا ہے یا یہ کہ روح کو
 اسباب ظاہری کی احتیاج نہیں ہے خود کوزہ گرو خود گل کوزہ۔ اور یقیناً اس قدر ہے کہ
 اگر یہ آثار سختی وغیرہ سے نہ ظاہر ہوں سو روپیہ جرمانہ دینگے جب ایسا سچا آلہ خدا بنے تو
 دیاتے کہ ہزاروں باتیں گذشتہ اور آئندہ کی اور سیکڑوں مسائل دقیقہ تم فقط مینر اور سختی
 سامنے رکھ کر اور روح سے پوچھ کر حل کر سکتے ہیں۔ ایک روز ہماری خاطر سے ڈراؤنی مجلس
 اور برکلی اور ہیوم وغیرہ جتنے فلاسفہ گذرے ہیں ان میں سے کسی کی روح کو بلوائے اور
 اُن سے پوچھئے تو سہی کہ یہ انبیائے اولوالعزم جو گذر گئے جب بقدر احکام وہ بیان کر گئے
 وہ صحیح تھے یا غلط اور یہ قوت مسیحیزم کے عمل سے انکو معجز نمائی کی تھی یا کوئی قوت خدا
 واد علاوہ مسیحیزم کے تھی۔ اگر آپ کو سچا عقیدہ روح کے آنے اور اسکے جواب دینے کا
 ہے اور یہ عمل بھی سچا ہے۔ اس وقت ہمارے دعوے کی تصدیق آپ کو ہو جائیگی جب برکلی
 اور ہیوم اور ڈی کارنس کی روح آپ سے باتیں کریگی۔ اور اگر یہ فلاسفہ تنکومے ہوتے
 سیکڑوں برس گذرے ہیں۔ اور شاید بنا بر عقیدہ تناسخ سے بھی سبز بارہا روئیدہ ام
 مفقودہ ہفتاد و قالب دیدہ ام۔ انکی ارواح میں کسی اور قالب میں ہونے سے تغیر ہو گیا ہو
 ابھی سید احمد خان صاحب تنکو ٹھوڑے دن ہونے عالم روحانی میں شریف لگتے اور بعض
 مریدان خاص نے انکو بہشت بریں میں ٹرے کر وفر سے عالم رویا میں دیکھا بھی ہے
 چنانچہ اسی سانس میں اُس خواب کو بیان بھی فرمایا ہے۔ اچھا انہیں سید صاحب متوجہ
 شیخریان کی روح کو بلوائے اور ذرا اسی روح سے پوچھئے کہ انکار معجزات انبیاء کے صلہ اور
 جاننے میں آپ کو کوئی بہشت کا درجہ ملا سید صاحب تو بہشت کا قطعی انکار کرتے تھے

مگر مریدان خاص انکو بروستی بہشت میں رونق افروز عالم رویا میں دیکھ رہے ہیں
 اگر مسمریزم کوئی سچی علم اور عمل سے ضرور آپکو تحقیق ہو جائیگی کہ انبیاء کا معجزہ بھی مسمریزم
 سے بھائی کہ قوت الہی اور فیضان انوار دوسری قسم سے ہوتا تھا تو کوئی عمل مسمریزم کو سچی
 اعتقاد کر رہے ہیں اور سیکڑوں روپیہ خیرات میں خرچ بھی کر رہے ہیں اور بڑے بڑے
 بزرگان دین کی ارواح سے نعوذ بالائتدائیں بھی کر رہے ہیں انہیں سے ہم بصد منت اور
 سماعت امید کرتے ہیں کہ ہماری اس درخواست کو پڑھنے کے بعد ضرور سچے سچے اس
 مسئلہ کی تحقیق ارواح سے کریں کہ انبیاء کے معجزات بذریعہ مسمریزم کے تھے یا نہیں
 اور جو لوگ منکر اس عمل کی صحت کے ہیں ان سے تو ہواطمینان ہے کہ ہمارے نبی صلعم
 پر بہت اسکی نگرینیکے کہ وہ بھی اسی مسمریزم سے اظہار معجزات فرماتے تھے اب مجھے
 ضرورت ہے کہ بیان اصلیت اس عمل سے درگزر کر کے سبب اسکے حرام ہونیکا
 اندوے شریعت انبیاء بھی بیان کروں۔ واضح ہو کہ علوم اسرار جیسے رمل اور جفر
 اور نجوم اور عمل تنجیر ارواح یا مسمریزم وغیرہ جتنے ایسے علوم ہیں جنکے اصول سے
 وہ آثار نمایاں ہوتے ہیں جو ہماری ظاہری کارروائی و نبوی کے مخالف ہیں اور دوسرے
 عالم سے انکو تعلق ہے۔ ہمارے پابندان مذہب آسمانی الہی اصلیت سے ضرور عقیدہ
 میں مگر انکے سیکھنے اور سکھانے سے اور انپر عملدرآمد کرنے سے ہمارے شریعت
 مجبوری بلکہ جمیع شریعت ہائے انبیاء نے اس واسطے منع فرمایا ہے کہ اس کارخانہ و نبوی
 کے جس قدر امور میں انکا انتظام حکیم مطلق جل شانہ نے فقط اسباب عادی ظاہری
 پر رکھا ہے ہمارے نبی صلعم اور انکے اوصیا و برحق ضرور سچے اصول ان علوم
 کے جانتے تھے مگر باوجود کمال علم اور کمال عمل کے ہمارے نبوی امور خواہ جن امور
 میں انحضرات کو ہم سے معاشرت اور اختلاط ضروری تھا بلکہ خاص اپنے ذاتی
 امور مثلاً علاج امراض یا تحصیل رزق ضروری وغیرہ وغیرہ کہ ان میں فیصلہ مقدمات
 بھی داخل ہے ان سب کاموں میں انکو بھی حکم ہی تھا کہ ظاہری اصول اور مروج

علوم کے موافق کاربندی فرمائیں اگرچہ کبھی کبھی منظر تصدیق اور سچا ثابت کرنے
 ان خواص مذکور کے خرق عادت اور معجز نہانی کر کے یہ حضرات ان اصول کی حقیقت
 ثابت کر دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے پاس جبرائیل ہیں ہمارے پاس جبر
 احمر ہے ہکو وہ علم نجوم ہے جو سچا ہے ہکو وہ علم طب ہے جو بخطائے اور یہ فرمانا حضرت
 کا اسی غرض سے تھا کہ لوگ اصلی قدرت ہائے غیر متناہی خدا کا انکار نہ کریں۔ ناوان
 اور جاہل حکمت الہی سے اور غافل مصالح انبوی سے ان حضرات پر ہمیشہ دو قسم
 کے اعتراض کرتے رہے ہیں جو لوگ منکر عالم غیر مادی اور آثار عالم مجر و اور عالم
 روحانی کے ہیں وہ تو ہمیشہ سے کہتے رہے اور اب بھی کہتے ہیں کہ سب غلط اور
 محض دھوکھا دینے کے غرض سے انبیاء ایسی ایسی باتیں کرتے تھے دراصل
 نہ کوئی اور عالم ہے اور نہ کوئی اور اثر غیر آثار مادی کا ہے۔ اور جنکو انکار عالم غیر مادی
 سے نہیں ہے وہ کہتے تھے کہ ان علوم کو فقط اسی غرض سے انبیاء نے چھپایا ہے
 تاکہ مملوک انکی برابری نہ کر سکیں اور ہم پر وہ اسرار ظاہر نہوں جو انبیاء ظاہر ہوتے
 ہیں۔ انبیاء کو قانون قدرت کی پابندی نے ان علوم کے ظاہر کرنے سے مجبور کیا تھا
 چنانچہ قرآن مجید یہ حکو پورا علم ہے کہ انبیاء جانتے ضرور تھے ولا یظہر علی غیبہ
 احد الا من امر لعلی من رسول۔ یعنی خدا اپنے علم غیب پر کسی کو آگاہ نہیں
 کرتا ہے بجز اپنے رسول کے جو پسندیدہ خدا ہو اور راز الہی کا کھل کر سکے عقلی فوائد
 علو ام اسرار کے چھپانے کے اب چونکہ علم اسرار کا ذکر آچکا ہے لہذا ہم کو ضرور ہے
 کہ انکی اصلیت ثابت کرنے کے بعد اسکے اسباب بھی بیان کریں کہ خدا کی مصلحت
 انکی مخفی کرنے کی کیا ہے اور کیوں انبیاء نے ان علوم کی تعلیم عام طور سے نفرمانی
 پہلا سبب دنیا کے جتنے امور میں سب میں امید اور بیم کا رہنا یہی جزر اعظم انتظام
 کہ ہے۔ اور جب کوئی ایسی بات کسی امر میں پیدا ہو جائے کہ امید قطعی اسکے ہونے کی
 ہو یا کہ یاس اور نومیدی اسکے نہ ہونے سے ہو جائے بڑے بڑے فسادات اور نقصانات

آدمی کو پہونچے ہیں۔ بنی اسرائیل پر من و سلوی نازل ہونے سے انکو جو بے فکری
 پیدا ہوئی تھی۔ اسکے فسادات کو جانے دیجئے۔ ہمارے زمانہ میں ایک آمدنی وثیقہ آتا
 اور وثیقہ ضمانت کی خواہ پر ایسری نوٹ کی ایسی جاری ہوتی کہ ان لوگوں کو اطمینان
 اور بے فکری نے اسی درجہ دہرائی پر پہونچایا کہ فی صدی چار آدمی بھی کمالات انسانی
 سے منصف باقی نہ رہے۔ بہر حال جب ہم لوگ قسم ممکنات سے ہیں اور ممکن وہی ہے جو
 ہمیشہ محتاج رہے۔ لہذا ہماری شان سے یہی ہے کہ ہم احتیاج سے ہر وقت ہنگامہ ساز اور
 احتیاج کو لازم ہے کہ ہم بحالت امید و بیم رہیں۔ ورنہ غنی اور بے پروا ہو جائیں۔ اسلئے کہ اگر
 ہمکو نفع کا پورا یقین ہو شادی مرگ اور ضرر کے یقین سے زندگی تلخ۔ لہذا حکمت الہی اسی
 کی خواہش کرتی ہے کہ ہم اپنے ضرر اور نفع کا یقین نکرں اور دونوں کی امید و بیم میں رہ کر
 تدبیر ظاہری سے کسی وقت الگ نہوں۔ علوم اسرار جتنے غائب امور کا یقینی علم ہوتا ہے
 انکی تعلیم ہمکو کسیدہ ہمارے نمایان نہیں ہے دوسرا سبب علم غیب کے جاننے سے
 ایک بڑا ضرر یہ بھی ہے کہ راز کے امور اپنے اوپر رائے اگر ہمیر کھلی جائیں یہ ردہ جو ہمارے سامنے
 غیب پوشی خلافت کا پڑا ہوا ہے جس سے ہزاروں طرح کے فوائد ہمکو حاصل میں وہ پردہ بالکل
 فاش ہو جاتے اور طوفان عام پیدا ہو جسکا انجام خونریزی اور عدوت باہمی اور نقصان
 جان و مال کے سوا اور کچھ نہیں سبب قانون قدرت (الاف نیچر) کے بدلنے پر جو ہمکو
 خدا پرست اڑے ہوئے ہیں اور اپنے خدا کو پابند نیچر کا نہیں قرار دیتے ہیں اسکی بھی وجہ قوی
 یہی ہے کہ اگر ہمارا خدا ہمکو جن اصول غیب دانی سے قانون قدرت (الاف نیچر) کے قوی
 واقفیت ہوتی ہے تعلیم کرتا اور یہ قانون عادی جسکے بدلنے کے نظام ہم اسی کتاب میں کیڑوں
 دکھلا رہے ہیں اسپر مدار ہمارے انتظام و نبوی کا نفرینا ضرور ہمکو اطمینان کامل اور بے فکری
 لاکھوں امور کی واقع ہوتی اور نہونے میں ہو کر روزانہ ترقیات علمی اور عملی سے محرومی ہوتی
 اور ہزاروں قسم کی آزادی اور بے فکری ہمکو ہو جانے سے اپنی ترقی معلومات سے ہم بالکل
 جدا ہو جاتے بلکہ ہم اپنے خالق اور رازق اور ماریو اے اور جلائیو اے کے بھی کچھ محتاج

نہ ہتے فرض کرو اگر ہم کو واقعی سبب نطفہ قرار پائے گا اور اسکا وقت اور وہ عورت جسکے رحم
 میں ہمارا نطفہ قرار پائیگا۔ کسی ذریعہ یقینی سے معلوم ہوتا اسی عورت پر انحصار کرنے میں
 ہمارا کیسا ہی ضرر ہو تا ہم کو تا ہی کرتے اور سوائے اسی وقت خاص کے بغرض تو والد و
 تناسل ہرگز ہم اس سے ہم بستری کرتے اور اسکا ضرر براہ قواعد طب حسب قدر ہے بخوبی ظاہر ہے
 اور اب کہ ہم کو ہر ایک عورت سے اور ہر مرتبہ ہم بستری کرنے سے امید استقرار نطفہ ہو رہی
 ہے۔ اور پھر اسکے ساتھ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہمارا خدا قادر ہے۔ اسی کے فضل سے ہم
 صاحب اولاد ہو سکتے ہیں یہ بات ہماری آزادی اور بینہ کو بخوبی روک رہی ہے دہریہ
 اور نچرل جو اسی پر زور دیتے ہیں کہ نچر نہیں بلتا ہے انکا مطلب یہ ہے کہ جو قانون
 فطرت نے جاری کر دیا ہے۔ پس اب ہم کو اسی پر بھروسہ کر کے خوف اپنی کارروائی میں
 آزادی ہے۔ اور ہرگز ایسا اطمینان براہ حکمت اور مصلحت ہم کو خدا نے نہیں دیا ہے
 اور نہ ہماری شان احتیاج کے یہ امر نمایان ہے جیسا کہ سبب دوم میں گذر چکا۔ علوم ہرگز
 جنسے غیب دانی پیدا ہوتی ہے وہی علوم ہیں جن سے واقعی علم اسباب حقیقیہ کا ہوتا
 ہے لہذا اسکو خدا نے خاص اپنی ذات سے رکھا اور اپنے رسولوں کو بھی انکی تعلیم
 سوائے وقت ضرورت کے بطور وحی کے اور عام طور سے نہیں فرمائی اور یہی ہمارا
 عقیدہ قرآن اور حدیث سے بخوبی ثابت ہے اور ہمارے نبی کے زبانی جو قرآن مجید میں
 وارد ہے کہ مجھے علم غیب نہیں ہے یا کہ معجزات خدا کے پاس ہیں ان سب آیات کیا ہی
 مطلب ہے کہ انبیاء بروقت ضرورت خدا کے بطرف سے مؤید ہوتے تھے خود ذاتی علم
 غیب یا معجزات کے اظہار پر انکو قدرت نہ تھی وہ سوائے خدا کے اور کسی کو قدرت
 نہیں ہے۔ پھر جب انبیاء کو غیب دانی کے اصول بھی بدون ضرورت کے نہیں بتلا
 گئے۔ پس عام خلائق کو کیونکر انبیاء انکی تعلیم فرماتے جو ہر اس شخص پر نظم عالم تھا۔
 باب سوال تسخیر روح کے عمل سے جو جو خرابی عقاید کی آج کل ہو رہی
 ہے اسکا پورا بیان اور جواب بہات اور سوالات کا جو مجھے معززین اہل علم

نے کہے ہیں۔ روح کی ماہیت اور اصلیت کے بارے میں پہلا سوال کیوں جتا۔
 مولانا روح کی اصلیت جب آپ کے نبی صلعم سے پوچھی گئی اسکے جواب میں بس یہی
 ارشاد فرما کر رہ گئے۔ قل الروح من امر ربي وما اوتینم بہ من العلم الا
 قلیلاً۔ روح حکم سے میرے پروردگار کے ہے۔ اور تم کو اسکا علم بخود اسیا گیا ہے کیا
 سبب ہے کہ ہم سے روح کی اصلیت کو خداوند عالم اور پروردگار نے چھپایا ہے۔ اس
 سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کی ماہیت کو خدا نے آپ کے نبی کو بھی نہیں بتلایا ہے اور بخود
 سا علم روح اگر پوچھنے والوں کو نہ ہوتا اور بالکل جاہل روح کے وجود سے ہوتے تو سوال
 کیونکر کرتے پھر اس جواب سے کیا غرض ہے۔ ہم تو روح کی ماہیت پوچھتے ہیں۔ اور
 خدا اسکے جواب میں کہتا ہے کہ روح تو حکم رب سے ہوتی ہے۔ بارے تکلفاً اور بھروسے
 آنکھ یہ بھی کوئی جواب ہے جواب۔ یہی تو خرابی ہے کہ جب آدمی بیکار اور خارج طاقت
 بشری باتوں سے پوچھ پانچھی کرتا ہے اسکا جواب جسکو علم کم ہے۔ لغو اور مہمل دیتا ہے
 اور جسکو پورا علم ہے بلکہ وہ علام الغیوب ہے۔ وہ ایسا جواب دیتا ہے کہ اس سے کچھ
 نہ کچھ فائدہ ضرور ہوتا ہے یہ بات تو ظاہر ہے کہ یہ سوال کرنے والے عام لوگ جہاں اب
 سے تھے فلاسفہ نہ تھے جیسے کہ بعض آئمہ سے بعض سچری اور زندقہ نے روح کی
 ماہیت پوچھی تھی اور پورا جواب انکو صاوق آل محمد عالم الہیت نے دیا ہے اور وہ بھی
 محض تعلیم الہی سے دیا ہے چنانچہ ہم اسکو آئندہ لکھینگے پھر جاہل آدمی تو روح اسیکو جانتا
 ہے جس سے آدمیوں کے یا کل ذی روح کے بدن میں جان آجاتی ہے اور زندگی کا
 دار و مدار اسی روح پر ہے اور ہم قبض روح ہوا اور موت آتی اور اسی روح کو خدا نے
 قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ فاذا نسوتہ فنفثتہ فیہ صریحاً جب آدم کا تپا
 ہم نے درست کر لیا اور اس میں اپنی پیدا کی ہوئی روح کو بھونک دیا پھر یہ پوچھنے والی جو
 اقسام روح کے آدمیوں نے فلسفہ کے ذریعہ سے ٹھٹھٹھے ہیں انکو نہیں جانتے تھے۔
 ان کو ایسے نازک اور دقیق اور صاف یا صمد اور رسم روح کے تپانے سے سبب انکی حیرت

بڑھانے کے اور کیا نتیجہ ہوتا ہے اور چونکہ مردہ خواہ بیان چیز کا نہ ہو نہ یہ فقط خدا کے حکم
 اور قدرت نہائی کی بات ہے۔ اور جتنی اقسام روح کی بدن انسان میں فرض کرو خواہ روح
 کو معنی عقل اور نفس ناطقہ کے سمجھو سب محض حکم اور امر پروردگار سے پیدا ہوئے ہیں
 لہذا یہ جواب خدا نے ایسا عام ارشاد فرمایا جو کسی قسم کی روح کیوں نہ ہو یکو شامل ہے اور کتاب
 درجہ فہم سائل کے یہی جواب ہے اور اگر سچ پوچھو تو بڑا فلسفی بھی کسی چیز کی ماہیت کو اس کے
 حد نام سے کہیں کر جان سکتا ہے منطق کے علم میں جو جو طریقہ حد نام اور حد ناقص اور ستم نام
 اور ستم ناقص کے بیان ہوئے ہیں کبھی کوئی یقین نہیں کر سکتا ہے۔ کہ ان کے ذریعہ سے
 علم ماہیت اشیا کا درحقیقت ہو جاتا ہے مثلاً انسان کی ماہیت یا حد نام حیوان ناطق
 کہتے ہیں کوئی دلیل اس پر قائم نہیں ہے کہ یہ دو نو جزر اصلی ماہیت انسانی ضرور ہیں یا
 اپنی اصطلاح میں ہم نے حیوان ناطق کو حد نام انسان کے ٹھہراتی ہے کل فلاسفہ کا اجماع
 اسی پر ہے کہ ماہیت کسی چیز کی سوای خالق کے اور کسی معلوم نہیں ہے۔ پھر جب ماہیت
 کا علم انسانی اور اک سے باہر ہے اب روح کی ماہیت کا بیان بھی انہیں اعراض اور اوصاف
 خارجیہ سے کیا جائیگا۔ نبی برحق جو واسطے تعلیم مہد اور معاو کے آتے تھے۔ انکو تو وہی
 اوصاف اور لوازم روح کے بیان کرنے ضرور ہیں جن سے علم توحید اور اقرار قدرت الہی
 کا امت کو ہو جائے اگرچہ روح کے ہزاروں اوصاف اور بھی ہوں۔ مگر خدا کو اپنے نبی سے
 یہی فرمانا ضرور تھا کہ روح میرے حکم سے پیدا ہوتی ہے۔ اسیکی تعلیم ینگان الہی کو کرو اور
 بعثت انبیاء سے غرض یہی ہے کہ مخلوق خدا اپنے خالق کو پہچانے یہ غرض نہیں ہے۔
 کہ فلسفہ طبعی اور طب حیوانی اور کیمیا سڑی کے مسائل انکو سکھائے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ جواب
 سائلین عوام کے منصب کے بھی مناسب ہے اور شان نبوت بھی اسکو چاہتی ہے۔
 واضح ہو یہ جہاں کہتا کہ یہ سائل بالکل جاہل ہے اسکی سند یہ ہے کہ اسی جواب پر انہوں نے
 سکوت کر لیا اور پھر کچھ انہوں نے توضیحات نہ کی اور حکیم تعالیٰ صبح ادا کے رسول
 اور نائبان رسول کو جواب اسقدر دینا براہ حکمت لازم ہے جسقدر سائل کا فہم اسکی

عقل ہو ہمارا اسل یہ یہودہ کلہ جو کہتا ہے کہ روح کی ماہیت خدائے ہمارے نبی کو بھی نہیں
تبتانی تھی اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نبی صلعم کا مرتبہ علم نوارفع اور اعلیٰ ہے
حضور کے تعلیم یافتہ آپ کے اوصیاء برحق جنکو سینہ بسینہ علم نبوت پہنچا ہے چنانچہ ایک
ان میں سے امام جعفر صادق علیہ السلام بھی تھے آپ سے بھی ایک زید نقی نے اسی روح
کی نسبت سوال کیا ہے۔ اسکا جواب بھی ذرا ناظرین ملاحظہ فرماویں اور چونکہ یہ دہریہ منکر
حشر اور شر تھا لہذا اسکے سوال کے یہ پیرایہ کو اور فلسفہ پیچیدہ تقریر کو اور پھر جواب عالم ربانی کو
بھی بغور دیکھئے۔ سوال زید نقی۔ اہں خباب آپ بیان تو کیجئے کہ یہ چراغ جب بج جاتا ہو
اسکی روشنی کہاں جاتی ہے۔ جواب امام اسی جگہ جاتی ہے کہ پھر پلٹ کر نہیں آتی ہے
سوال پھر آپ کیوں نہ نکال کرتے ہیں کہ آدمی کی روح بھی اسی طرح کی ہو کہ جب آدمی مر جا
اور اسکے بدن سے روح جدا ہو جائے پھر کبھی پلٹ کر بدن میں نہ آئے جیسے چراغ کی ضو
پلٹ کر نہیں آتی ہے۔ جواب تو نے اسے زید نقی روح کا قیاس چراغ کی روشنی پر
ٹھیک نہیں کیا۔ مراد یہ ہے کہ عرض کا قیاس جوہر یہ کیا ہے اسلئے کہ جوہر جسمانی آگ کا اجسام
میں پوشیدہ موجود ہے اور اجسام قائم بذات خود میں یعنی جوہری اشیاء میں مثلاً پتھر اور لونا
جب ایک دوسرے سے ٹکڑ کھاتا ہے۔ آگ کی چنگاری ان میں سے نکلتی ہے۔ اس چنگاری
سے چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ اب چراغ کی لو سے یہ ضو اور روشنی نمودار ہوتی ہے۔ پس
آگ تو اجسام میں ثابت اور بذات خود موجود ہے۔ اور روشنی ایک عرض ہے جو فرو ہو جاتی
ہے۔ میں کہتا ہوں۔ آگ کی موجودگی سے حال کے فلاسفہ کو انکار ہے۔ اسکا بیان جدا گانہ
بحث میں کروں گا۔ مگر حرارت اور نور دونوں کا جدا جدا ہونا اسی تقسیم سے ثابت ہے۔ کہ
حرارت کی ایک قسم مشعہ یعنی صاحب شعاع اور صاحب ضو ہوتی ہے۔ اور اسکے خواص
اور نور کے خواص قریب قریب ہیں اور آفتاب مصداق عظم اس حرارت کا ہے۔ مگر اگلی تک
جدید علماء و طبیین کو معلوم نہیں ہوا ہے۔ کہ شعاع شمس کی حرارت کا سبب اصلی کون چیز
ہے۔ علم سماویات کے جدید علماء کو یہ بھی خبر نہ ہوا ہے کہ آفتاب کا جرم نورانی نہیں ہے۔ بلکہ

ضو اور ترق نور آفتاب سے الگ گرد گرد شمس کے پھیلا ہوا ہے۔ میں تجھ کو نظر میں اور خواب
 دیکھیں محلوں کا۔ اب باقی ماندہ قول امام کو پھر شروع کروں۔ روح جسم رفیق ہے جسے قالب
 کثیف نہایا گیا ہے چراغ کی صورت سے مشابہ نہیں ہے جیسا کہ تو نے بیان کیا ہے اور شہید چراغ
 کی لوت سے روح کو دی ہے جس خدا نے جنہیں یعنی بچے روح کو صاف پانی (منی) سے پیدا
 کیا اور اسی منی سے طرح طرح کے اعضا جسمانی بنائے رکھیں اور پٹھے اور دانت اور ہڈیاں
 اور بال وغیرہ اور یہ چیزیں منی میں (یعینہا) موجود نہ تھیں بلکہ محض نابود سے موجود کر دی وہی
 خدا اس جثہ کو بعد موت کے زندہ بھی کر دیکھا۔ اور بعد فنا کے از سر نو موجود کر دیکھا میں کہتا ہوں
 خود میں (میکر کوپس) جو کپڑے منی میں نظر آتے ہیں اور علماء شریع (فیلسوف و جنین) کا عقیدہ
 ہے کہ انہیں سے خلقت جنین کی ہوتی ہے۔ اور ان کیڑوں میں یہ سب اعضا اور جوارح
 موجود ہوتی ہیں۔ اور غذا جو کہ جنین کو پہنچتی ہے اس میں اجزا مختلفہ ایسے ہوتے ہیں کہ
 بقوت جذب مشاکل ہر عضو اپنے مناسب حصہ غذا سے لیکر شوق پاتا ہے۔ محض نابود سے ان
 اعضا کا وجود نہیں ہوتا ہے اسکا جواب تفصیلی تو مسئلہ خلق اور نشوونما ہم پورا دیں گے۔ اور
 یہاں پر بھی کافی ہے کہ یہ کیڑے یا تو منی بنتے وقت پیدا ہوئے یا خون بنتے وقت یا غذا
 سے کیلوس اور کمیوس بنتے وقت یا کہ غذا میں پہلے سے تھے۔ بہر حال کسی وقت پیدا ضرور
 ہوئے ہونگے جب ان کے تولد کا زمانہ فرض کرو اس سے پہلے نہ تھے۔ اور ضرور ماننا پڑیگا
 کہ نابود سے موجود ہوتے ہیں سوال نہ خیر یہ حجب آدمی مر جاتا ہے۔ روح اسکی کہاں رہتی ہے
 جواب اسی زمین میں رہتی ہے۔ جہاں آدمی کا جسم خاکی رہتا ہے جس وقت تک کہ پھر زندہ
 ہو کر اٹھے گا۔ سوال جو آدمی دایرہ چڑھایا جاتا ہے۔ اور سولی پر مڑتا ہے لٹکا ہوا اسکی روح
 کہاں رہتی ہے۔ (شاید مراد اس سنابل کی یہ ہے کہ جسکو سولی دیکر خیر روز دفن نہیں کرتے
 ہیں۔ اسکی روح کہاں رہتی ہے جواب اس فرشتہ کے کفرت میں رہتی ہے جس نے
 اسکی روح کو قبض کیا ہے۔ پھر وہی فرشتہ اس روح کو سپرد زمین کے کر دیتا ہے جہاں لاش
 دفن کی جائے۔ یا پھینکی جائے میں کہتا ہوں یہ بھی یاد رہے کہ ہمارے ہی صلح نے فرشتہ کو

از قسم ہوا ارشاد فرمایا ہے جو ہوا کہ ہمارے حواس خمسہ ظاہری سے محسوس نہیں ہو سکتی ہر
 آئندہ اس ارشاد نبوی سے ہمارا اثر مطلب برآمد ہوگا کہ ہوا میں وزن نہیں ہے۔ سوال
 آپ ارشاد کیجئے ہاں ہیت روح کی کیا روح اور چیز ہے اور خون اور چیز ہے۔ جواب ہاں جس
 روح کو میں تجھے بیان کر چکا ہوں یعنی مادہ الحیات مادہ اس کا خون سے ہے۔ اور صورت
 روح کی (اور ہے) اور خون سے غلاظت اور رطوبت بدن اور صفائی رنگ کی اور بدن انسان
 کے اور جس صورت اور کثرت ضحک یہ سب امور پیدا ہوتے ہیں جب خون خشک ہو گیا روح
 بھی بدن سے جدا ہو جاتی ہے۔ سوال یہی روح مذکور ملکی یا بہاری ہو نیسے متصف ہو سکتی
 ہے۔ اور وزن اس میں ہے یا نہیں جواب روح بمنزلہ ریح کے ہے جسکو تو پہونک کر مشک
 میں بھر دے نہ اس کے بھرنے سے وزن مشک کا بڑھتا ہے نہ اس کے نکل جانے سے وزن
 مشک کا گھٹتا ہے۔ جس طرح اس ریح میں وزن اور ثقل نہیں ہے اسی طرح روح میں بھی وزن
 اور ثقل نہیں ہے۔ سوال اب آپ یہ بتائی کہ ریح کی ہاں ہیت اور جوہر اصلی کیا ہے۔ تاکہ میں
 روح کو بھی اسی سے پہچان لوں۔ جواب ریح وہی ہوا ہے جب اس میں حرکت پیدا ہوتی
 ہے اسکا نام ریح رکھا جاتا ہے۔ اور بروقت سکون کے نام اسکا ہوا ہے۔ اور دنیا کا قوام
 اور ثبات اسی ہوا سے ہے۔ اگر تین روز ہوا کا چلنا بند ہو جائے۔ ہر ایک چیز جو زمین پر ہے۔
 فاسد ہو جائے۔ اسلئے کہ ریح بمنزلہ مروضہ (دیکھا اس کے ہے کہ فساد کو ہر شے سے دفع کرتی ہے
 اور اسکو پاک صاف کر دیتی ہے۔ پس یہی ریح بمنزلہ روح کے ہے جب بدن سے نکل گئی وہ بدن
 خراب اور بدبو ہو جاتا ہے۔ تبارک الدائم الخالقین میں کہتا ہوں اس حدیث متعین
 کی شرح تو میں ایک جداگانہ رسالہ میں لکھوں گا مگر اس جگہ ایک بڑے بھاری شبہ کا جواب دینا
 ضروری ہے۔ شبہ یہ ہے کہ آپ تو کہتے ہیں کہ ہمارے قرآن اور حدیث میں کوئی بات منکر
 عقل کے نہیں ہے۔ یہ لیجئے اسی حدیث میں وارد ہے کہ ہوا میں ثقل اور وزن نہیں ہے
 حالانکہ یہ پورا ناخیال جاہلانہ تھا اب تو چند طرح کے آلات صحیحہ طیار ہو چکے جن سے ہوا کو
 نوعی اور وزن صنفی (اسپیسفک گریوٹی) اور ذرا سے بچے بھی تباہ کئے ہیں۔ بذریعہ باروٹ

بوررون اور بارومیٹر فرسیر وغیرہ کے اور سوانچ کعب ہوا کا وزن ۱۰۰ گریں چھ ۱۵ رتی کے
 ہے اور جمولی حالت گرمی اور سردی میں سوانچ کعب ہوا کا وزن برابر آدمی رتی کے ثابت
 ہو گیا۔ اس حساب سے مشک میں دو ماشہ سے کی سطح کم ہوا نہیں ہو سکتی دیکھے طبیعات
 اور کیمسٹری کی جدید کتب کو اور کستور فواید تحقیق وزن ہوا سے ہموکلاسف نے پہونچائے
 ہیں اب ہم اس حدیث کو صحیح سمجھیں یا اپنے مشاہدات روزانہ کو اب کون بشر ایسی ایسی
 باتوں کو صحیح اور الہامی خیال مان سکتا ہے کہ ہوا میں وزن نہیں ہے۔ جواب سچرل صاحب
 بچوں کے سمجھانے کی تو باتیں اور میں حقیقت اور بابت اشیا کا بیان اور ہے اور ہم ضرور
 پختہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہمارے قرآن شریف اور حدیث کی کوئی بات کبھی خلاف عقل کے
 نہوگی۔ آپ کے اس شبہ کے جواب میں بہکوتیں قسم کی تقریر کرنی درکار ہے پہلے وزن اور
 ثقل اور خفیت کے معنی ایکو سمجھنے چاہئیں ایٹرکشن کشش کی علم کیمیا میں تین قسمیں
 کی ہیں اس میں سے ایک قسم کشش ارضی (ایٹرکشن آف گراویٹیشن) بھی ہے اور
 اسی سے وزن پیدا ہوتا ہے۔ اور فلاسفہ طبعین نے کشش یعنی جاذبیت کی پانچ قسمیں
 لکھی ہیں عام جاذبیت کو خواص عامہ اجسام سے شمار کیا ہے اور خاص خاص اقسام جاذبیت
 کو خواص عامہ سے نہیں گنا ہے۔ وزن اور ثقل پانچویں قسم جاذبیت کی ہے۔ اسکو بھی عامہ خاص
 لازمہ اجسام سے شمار نہیں کیا ہے اسیدو اسطے مادہ یا جسم کی دو قسمیں کی ہیں قابل الفذن
 اور غیر قابل الفذن جیسے نور اور کبریا تیرہ وغیرہ اب اتنا معلوم ہوا کہ ہوا اگرچہ ایک جسم ہے مبادی
 شے مگر نظر جسمیت کے اسکو وزنی اور ثقلی ہونا ضرور نہیں ہے اب دیکھو زمین کی کشش خواہ
 جاذبیت سے وزن اور ثقل پیدا ہوتا ہے۔ اور زمین کشش نہیں اشیا کو کرتی ہے جن میں مادہ
 ارضی ہوا اور ہوا اور کوثر صافی سے ان چیزوں کو جن میں مادہ ہوائی ہوتا ہے ولیم (خبارہ) پتنگ
 خواہ اڑنے والے طائر یہ سب اوپر کو ہوا بھرنے سے چڑھتے ہیں۔ بگولار بونڈرا وغیرہ بھی اسی
 کی نظیر ہیں پھر اگر ہوا اور ارض دو بسیط اجسام جدا جدا ہیں اور دونوں کے جوہر الگ ہیں مگر
 ہوا کو زمین جذب نہ کر لیتی پس ہوا میں یہ وزن کبھی نہ ہوگا کیونکہ جذب اپنے ہم جنس کو زمین

کرتی ہے۔ اور اگر ہوا اور زمین ایک چیز ہے اسکو تو کوئی آدمی نہ مانگا اب ہم نے اتنا ثابت
 کر دیا کہ ہوا سے خالص یا جیسے آسمانی ہوا جسکو فلاسفہ قدیم اور جدید نہایت لطیف کہتے ہیں
 اس میں تو وزن ہونا یعنی جذب زمین کا ہونا راہ عقل ہرگز درست نہیں ہے۔ دوسرے اب
 یہی سطح جہان کی ہوا جسکو عربی میں جلد اور انگریزی میں دایٹ مسٹر کہتے ہیں یہ ہوا
 مرکب چند چیزوں سے ہے آکسیجن فیصدی (۷۷) نیٹروجن ۲۲ حصہ فیصدی اور پانی کے
 ابھرے اور انکی مقدار غیر معین ہے اور کثیف ہوا میں زمین کا غبار بھی شامل ہوتا ہے کاربن
 بھی ہوا میں فیصدی اتنا کم ہوتا ہے اور اسی ہوا یعنی سطح جہان کی ہوا کے وزن اور نقل
 سے ہو بحث کرنی اس جگہ منظور ہے اب جذب مرکزی کا قانون قدرت عام (لا آف نیچر)
 یہ ہے کہ جاذبیت نقل کی بدلتی ہے بالقلب یعنی کم ہوتی ہے مثل مربع بعد جسم کے مرکز زمین
 سے اور یہ قانون برہان ہند سے فقرہ ۱۲ عروس بدلیہ میں ثابت ہو چکا اور نتیجہ اسکا یہ ہے
 کہ نصف میل کی بلندی پر وزن جسم کا اسیہ کم ہو جاتا ہے اور ہزار میل کی بلندی پر چہارم
 وزن جسم کا گھٹ جاتا ہے یہ حکم جلد اجسام کا ہے جن میں مادہ ارضی ہے۔ اور زمین ان کو قوت
 جاذبہ سے کشش کرتی ہے۔ اب ہوا کو کیجیے اس کی کثافت اور نقل کا قاعدہ یہ ہے کہ سات
 میل کی بلندی پر چہارم کثافت ہوا کی رہ جاتی ہے۔ متواتر تجربات کر کے مختلف مقامات
 پر زمین کے ثابت ہونے کے کہ ہوا کی کثافت نسبت ہند سے کم ہوتی ہے جسقدر بعد ہوا کا
 زمین سے زیادہ ہوتا ہے۔ پس زمین سے سات میل اوپر مل اور مل اور مل اور مل تا اسکہ اسیل
 مل اور مل اوپر مل رہ جاتی ہے۔ اب بخوبی ثابت ہو گیا کہ وزن یعنی جذب مرکزی
 کا نیچر اور نقل ہوا کا نیچر جدا جدا ہوتا ہے کہ جذب مرکزی سے جو وزن پیدا ہوتا ہے وہ چار ہزار
 میل کی بلندی پر چہارم کم ہوتا ہے اور ہوا کا نقل سات ہی میل کی بلندی پر چہارم رہ جاتا
 ہے پھر م وزن ہوا کو جذب مرکزی زمین کا کیونکر تسلیم کریں اب یہی ضرور ماننا پڑے گا کہ ہوا میں
 حاصل وزن نہیں ہے بلکہ الحجۃ کی رطوبت جو ہوا میں منتشر اور آمینختہ رہتی ہے۔ اور اسی
 طرح گرد و غبار سے اجزاء ارضیہ جو ہوا میں قریب کرۃ زمین کے ٹپ رہتی ہیں اسی وجہ سے ہوا کا

نقل اور خفت گھٹتی پڑھتی ہے عروس بدیمہ صفحہ ۲۱۶ میں دیکھو۔ وعلیٰ خفة الأواء
 هي أن الرطوبة البخارية المنتشرة والمنسوجة فيه النار اذ هي تلتصق بالهواء
 فتتصل بالهواء والرياح ادخيره الى القطر ماء في وسط كما سيأتي فقل رطوبة
 وبالنتيجة يخفف ثقله بكونه سبب اور کم وزن ہونے کا سبب یہی ہے کہ رطوبت
 بخاری جو ہوا میں پراکڑہ اور ہوا سے ملی ہوتی رہتی ہے جسکی وجہ سے ہوا کا نقل نوعی طرح
 جاتا ہے ہر وقت ریح وغیرہ سے وہ رطوبت ہوا کے وسط میں پانی بن جاتی ہے۔ لہذا رطوبت
 ہوا کی کم ہو کر اسکو سبک کر دیتی ہے تمام علای طبعین وزن ہوا کی کمی بیشی اسی رطوبت
 کی وجہ سے کہتے ہیں اور سب کا اتفاق ہے کہ حسب طبع سبکی وزن ہوا کے اوپر چڑھنے سے نسبت
 ہندسیہ مذکورہ بالا کے قریب جتنی ہے چنانچہ باٹرک بخارہ ہوا کے ذریعہ سے اتنا اوپر چڑھا تھا کہ
 بارہ میٹر پارہ اونچا دو گری تک نیچے اوڑھ آیا تھا اور حساب سے ۲۰ میٹر ارفیٹ اونچا چڑھ گیا تھا جو
 تخمیناً بلندی سطح جہان کی ہوا کا ہے اور یہ خفت ہوا کی کمی رطوبت ہی سے بھی اسطرح
 اگر ہوائیچے کو اتاری جائے مثلاً زمین میں ایک سو راخ ٹراسا کریں کہ ہوا اس میں داخل
 ہو سکے اتنی نسبت ہندسیہ سے نقل ہوا کا بڑھ جائیگا چنانچہ اگر ۱۰۰ میل کا گاہر اسوراخ ہو تب ہوا
 کی کثافت برابر کثافت پانی کے اور ۱۰۰ میل گہرے میں پارہ کے ہموزن اور ۵۰۰ میل کے عمق
 میں سونے کے وزن میں ہوا ہو جاتی ہے۔ اب ضرور معلوم ہو گیا کہ ہوا کے وزن میں کمی بیشی
 محض رطوبت بخارات کی وجہ سے ہوتی ہے اور گرد و غبار بھی اسکے معین ہیں اب جب تک
 اصلی ہوا جو خالص بخارات وغیرہ سے ہو ہو نہ ملے ہم اسکے وزن کا کیونکر اقرار کریں۔ اور یہ
 آلات وغیرہ جو طیار ہوئے ہیں سب اسی ہوا کے ہیں جو مرکب بخارہ اور گرد و غبار سے ہوتی ہے
 ہم اپنے کاروبار دیوی کی غرض سے ہوا کو ذری فیض کر کے اس سے جو فواید اوشٹاتے ہیں
 اسی ہوا کا وزن ہے جو سطح جہان کی ہوائے مرکب کہلاتی ہے اور خالص ہوا حسب قدر اوپر
 چڑھوا سب قدر ہموں کی۔ اسکو ہم کسی ذریعہ سے نیچے نہیں لاسکتے اسلئے کہ ہوائے مسامات میں
 جس قدر نیچے اوڑھ لی بخارہ وغیرہ سب ملکر اسکو مرکب کر دینگے فلاسفہ جدید کا یہ مذہب ہو گیا ہے

کہ ماہیت اشیا کی جب علم انسانی میں نہیں آ سکتی ہے لہذا ہم کو تحقیقی ماہیت کے درپے ہونا
 بیکار ہے۔ بلکہ جو خواص اور خواہشیں قدرت ہر چیز میں ہمارے بکار آمد ہیں ان کو معلوم کرنا۔
 اسی کا نام فلسفہ ہے اب معلوم ہوا کہ اگر ہوا کوئی موجود نہ ہے اور بدون ترکیب کے ہوا کو
 نہیں سمجھ سکتے ہیں اسی مرکب ہوا کے آثار اور خواص سے بحث کرینگے پھر خالص ہوا جو ہم کو
 نہیں ملتی ہے۔ اگرچہ اوپر ہم سے اس کا وجود خالص بھی ہوا اور کو وزنی یا غیر وزنی ہمارا
 فلسفہ ہرگز ثابت نہیں کر سکتا ہے۔ اور یہ وزن ہوا کی بحث جو ہم کرتے ہیں اسی ہوا کی ہر
 جو مرکب ہو کر کم پائے ہیں۔ اب اس ہوا کے مرکب کا قیاس خالص ہوا پر کرتا ہوں کسی قاعدہ
 سے درست نہ ہوگا تیسرے اسی ہوا کو لیجئے اور فلاسفہ کے قیاسات و اہم کو دیکھئے کوئی
 آدمی آسمانی ہوا تک نہیں گیا اور فقط مائیکرلک میل سے ۲ سو ۶۰ فیٹ زیادہ اور اوپر
 چڑھا ہے۔ یا میل اور اسی قیاس بے دلیل سے بندی کرے ہوا کی بھی معلوم کر لی حالانکہ
 دلائل خود لکھتے ہیں کہ ٹھیک ٹھیک بندی ہوا کی معلوم کرنی محال ہے۔ اور ہوا ہی ناشف
 یعنی سوکھی ہوائے آسمانی کا بھی وزن۔ عاقراروں سے لیا اور پانی اور دیگر اجسام سے ہوا
 کا وزن کم ہونا اور دیگر اصول اسی نامعلوم ہوا پر قیاس کر لیا ہے۔ پھر تصدق خرابیاں علم ہوا
 کے مسائل فرضیہ وہم میں ہیں ان کے بیان کو تو ایک کتاب درکار ہے یہاں تو فقط وزن
 ہوا پر مجھے بحث کرنی ہے۔ وہ کونسا آلہ ہے جس کے ذریعہ سے ہوائے آسمانی کا وزن فلاسفہ
 دریافت کر سکتے ہیں۔ اس طرح اکثر اصول فلسفہ جدیدہ کا حال ہے۔ کہ محض قیاسی اور
 خیالی بنا پر سیکڑوں اصول بنائے جاتے ہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ جس ہوا کا وزن
 فلسفہ جدیدہ میں ثابت ہوا ہے وہ خاص ہوا کا وزن نہیں ہے۔ بلکہ رطوبت ابجرہ اور
 غبار وغیرہ جو وزنی اور ثقیل چیزیں ہوا میں ملی ہوئی ہیں ان کا وزن اور بھی آسمانی ہوا
 کا وزن فلاسفہ ثابت نہیں کر سکتے دوسرا جواب ہمارے پیش مقدمہ میں جس ہوا میں وزن
 ہو نیکا انکار ہے وہ ہوا ایسی ہے کہ ہمارے کسی حس سے محسوس نہیں ہوتی ہے۔ اور اسی
 ہوا سے روح کو تشبیہ نام نے دی ہے اور اسی ہوا کی قسم سے ملائکہ بھی ہیں جیسا کہ

ہمنے اوپر بیان کیا ہے۔ پس یہ ہوا جس میں فلاسفہ وزن کے اب قابل ہوئے ہیں اور پچھلے فلاسفہ پر سچا فقہ زنی کرتے ہیں اور وہ ہوا مندرجہ احادیث اور ہے۔ اور ہواؤں کے اقسام کا متعدد ہونا اسکا انکار فلاسفہ جدید بھی نہیں کر سکتے تیسرا جواب جس دہریہ اور زندقہ سے امام نے خطاب فرما کر ہوا میں وزن کا ہونا ارشاد فرمایا ہے وہ شخص اپنے فلسفہ قدیم کے ذریعے سے ہوا کا غیر وزنی ہونا صحیح جانتا تھا گو دراصل اسکا عقیدہ غلط ہوا اور ہوا کا باوجود مادہ ہونے کے غیر قابل الوزن ہونا اسکا گمان تھا جس طرح ابھی تک فلاسفہ جدید نور اور سیال کہہ رہی ہیں وغیرہ کو غیر قابل الوزن کہہ رہے ہیں اور شاید کسی زمانہ آئندہ میں ہم کو کسی ذریعے سے نور اور کبریایت کا وزن مثل وزن ہوا کے بھی معلوم ہو جائے پس امام کا ارشاد اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ اسی سطح جہان کی ہوا کی نسبت ہے تو اسی سیال کے عقیدہ کی بنیاد ہوگا جو قابل ہوا کے وزنی ہونے کا نہ تھا اور تحقیقی اور واقعی بیان ہوگا اور کلمہ الناس علی اقدار عقولہم کے یہی معنی ہیں لہذا کیسی طرح محل اعتراض نہ ہوگا اس باب میں اسقدر وزن ہوا کی بحث ضروری تھی آئندہ طوفان عام کے باب میں انشاء اللہ پوری تحقیق ہو یہ آسمانی اور ارضی کی کرونگا انشاء اللہ برادران اسلامی کو ان فلاسفہ کے ناقص اصول پڑھ کر اپنے قرآن اور حدیث سے مستنبط ہونا چاہیے۔

باب گیارہواں تسخیر ارواح کے جو آلات طیارہ موکر اعمال اب ہو رہے ہیں ان کی اصلیت کیا ہے اور مذہب آسمانی خصوصاً اسلامی عقاید پر انکا کیا خراب اثر پڑتا ہے + یہی اس بات کو بیان کرتا ہوں کہ فساد عقاید ہمیشہ سے دنیا میں چلا آتا ہے مگر ہمارے زمانہ کا فساد عقیدہ اسوجہ سے زیادہ برا ہے کہ علوم نظریہ و فلسفہ عقلیہ کا پڑھنا پڑھنا بالکل متروک ہو گیا ہے اور جو علوم آجکل مرجع ہیں ان کے اکثر اصول محض تجربہ ظنی پر بنائے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ علوم یا ہمارے زمانہ کے خواص تعلیم یافتہ اسکول اور کالج کے چونکہ بدیہی امور کو دیکھتے اور سنتے ہیں انہیں پر

نظری امور کو مطابق کرنا انکو منظور ہو رہا ہے تسخیر ارواح کا عمل اور علم جدید نہیں ہے بلکہ صوفیہ اور باطنیہ فرقہ ہر مذہب کا اور حکماء اشرفین کا فرقہ بھی ہمیشہ اسکو کرتا رہتا رہا ہے اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ روح انسانی ایک جو لطیف ہے لہذا ہماری روح کو جس قدر اتحاد اور موافقت دوسرے کی روح سے ہوگا اُسکے جسم کثیف سے اتحاد روحانی بھی ہوگا کہ کذب جنس یا مجنس پرواز کہو تر باکو تر باز یا باز۔ پھر جب ہم لطیفہ روحانی یعنی روح انسانی کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے اب روح کے تسخیر یعنی مغلوب کرنے میں اور روح سے اتحاد پیدا کرنے میں فرق جس قدر ہے اسکو کیونکر سمجھ سکیں گے جو لوگ کچھ زمانہ میں فلسفہ اشراق اور تصفیہ باطن کے عالم اور عامل تھے انہوں نے بجائے خود اگرچہ اپنی علیہم السلام کے مقابلہ میں اپنے شعبات کا اظہار پورا پورا کیا تھا مگر اس فلسفہ کو قسم نظری ہی میں رکھا تھا آج کے فلاسفر ان کو خیال ہے کہ علم اشراق کو بھی علوم حسیہ یا دہیہ میں داخل کریں اور یہی بڑی بہاری غلطی ہے اور اسی غلطی کی وجہ سے جو عقلی دلائل کسی شنبہ جدیدہ کے رد میں پیش کروان کی عقل چونکہ گرفتہ سطحیات اور حسیات سے ہے وہ ہرگز نہیں مانتے بلکہ ہرگز نہیں سمجھتے ہم نے باب ۹ کے صفحہ ۲۷ میں اسی کتاب کے معجزہ اور مسمریزم کا فرق اگرچہ بقدر اپنی کم علمی کے پورا بیان کر دیا ہے مگر کبھی تسخیر ارواح کے جو آلات ان دنوں جاری ہوتے ہیں اور ہزاروں آدمی ادنیٰ درجہ سے لیکر اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ایک بڑے بہاری شنبہ میں پڑ گئے اور بڑے جلتے ہیں لہذا اسی قدر ہم نے اس مسئلہ کو رسالہ اصلاح ہنہ میں لکھا تھا اب ہما منظور ہے کہ پوری تحقیق اس مسئلہ کی اس کتاب میں کریں اور کیا عجیب ہے کہ جو لوگ ہماری اس کتاب کو پڑھیں اور تعصب نہ کریں ان کو ہمارا بیان قطع شبہات میں کافی ہو جائے معذرت بخدا مت علمایٰ محمدی چونکہ اکثر مطالب اس بحث کے فلسفہ اشراق کے پر تو ہیں لہذا حضرات علما کو یہ خیال ہو کہ معاذ اللہ میرا بھی یہی عقیدہ ہے بلکہ میں اپنے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سچا جانتا ہوں علمایٰ اشراقین کا پورا عقیدہ ہے کہ ہماری روح یا نفس ناطقہ ایک نورانی چیز ہے اور اسکو علم حاضر اور غائب کا برابر ہوتا ہے گو وہ ہست نورانی ہم پر ظاہر نہیں ہے مگر آثار اور افعال سے ہوا اسکے نورانی ہونے کا پورا یقین ہے ریاضت کرنا

اور جسمانی لذات کے ترک کرنیے روحانیت ہماری برہمتی ہے جس طرح جسمانی لذات میں زیادہ
 منہمک ہونے سے ہم مثل حیوانات کے ہو جاتے ہیں اور عقیدہ ان لوگوں کا کہ آسمانی کے بھی تپید
 مخالف نہیں ہے مگر تاج خرب میں یہ لوگ احکام شریعت سے مخالف ہو گئے اتقوا من فراسہ
 المؤمن کی شرح میں اسکا پورا ثبوت ہوتا ہے پھر قلب ہمارا جسکو عرش خدا احدیت میں فرمایا ہے
 اور یہ بھی ارشاد ہے من القلب الى القلب ہوتا ہے ایک کے دل سے دوسرے کے دل تک سورج
 ہے یعنی دل را بدل ہے است لہذا اجتہد تصفیہ قلبی آدمی کو ہوگا افعال روحانی کا صدور
 اس سے زیادہ ہوگا ضبط خیال کی قدرت جسقدر آدمی کو زیادہ ہوتی ہے۔ اسقدر وسوسہ شیطانی
 سے دور ہوتا ہے ہماری نماز بھی وہی درجہ اعلیٰ پر ہے کہ اوہام اور شکوک سے پاک ہو اسی غرض
 سے مثلاً چار رکعت ظہر کی واجب اور آٹھ سنتیں مقرر ہوئیں کہ بارہ رکعت میں چار تو بلا خطرات
 اور ہوگی خیر یہاں تک تو اشرف اقصیٰ اور ہم لوگ پابندان شریعت میں چندان اختلاف نہیں ہے اب
 طریقہ تصفیہ قلب کہ اس میں پورا اختلاف ہوگا خصوصاً فرقہ صوفیہ اور باطنیہ کو شریعت انبیا علیہم
 السلام سے ہو گیا ہے۔ تصور جانیکے طریقہ صد ہا ان لوگوں نے ایجاد کئے نہ کوئی بت سمجھا اسے
 سمجھا اسے کوئی خدا آجک جھگڑا یہی گرو مسلمان میں رہا تصفیہ قلبی سے غرض بھی یہ فرقہ کی
 جدا جدا رہی فلاسفہ تو حل مسائل مشککہ کی غرض سے اسکے درپے ہوئے باطنیہ فرقہ علم باطن کی تکمیل
 و خرابی کر کے احکام ظاہری شریعت کے مٹانے درپے ہوا پھر چونکہ یہ لطیفہ نورانی خدا نے الہ تکمیل
 امور ظاہری اور باطنی دونوں کا عطا فرمایا ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے تلوار کی ہکو اختیار ہے چاہے
 راہ خدا میں اس سے جہاد کریں اور دشمنان خدا کو قتل کریں اور چاہیں دوستان خدا یا سبکدہ کا
 خون ناحق کریں اس طرح ہم اپنے چرانے نورانی یعنی قلب صاف سے لچھے اور ربے دونوں طرح
 کے کام لے سکتے ہیں اب ان طریقوں کا بیان کرنا جسے مکور روشن ضمیری پیدا ہوتی ہے اسکی کوئی
 ضرورت نہ ہو نہیں ہے بلکہ یہ سختی فلسفاتی اور مینہ اور انگوٹھی کرمانی یا اور آلات جسے عمل حاضر
 اور مسیر نرم کیا جاتا ہے اسکا بیان کرنا ضرور ہے۔ سوال تیسری ہاں جناب یہ تو فرمائی کہ روح
 کی نسبت آپکو عقیدہ ہے کہ ایمانداروں کی روح واوی السلام اور کفاروں کی روح واوی برہوت

میں رہتی ہے اور ایک روح کی نسبت ایک عقیدہ ہے کہ اُسی جگہ رہتی ہے جہاں آدمی کا جتنے
 خاک کی پڑا یا گرا ہے یہ کونسی روح انسانی ہے اور وہ کونسی روح آدمی کی ہے جو اوپر مقرر ہوئی
 جواب جس روح کو ہم جسم لطیف اور صحت سے لکھ چکے ہیں اور نورانی چیز ہے اسکی نسبت امام
 نے فرمایا ہے کہ روح اپنے مکان یعنی جہاں جسم مردہ ہے میں مقیم ہے مگر نیکو کار کی روح روشنی
 اور وسیع جگہ میں ہے۔ اور بدکار کی روح تنگی تاریکی میں اور وادی السلام سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے
 کہ وہ جگہ روشن اور کشادہ ہے اور وادی برہوت میں تنگی اور ظلمت ہو اور چونکہ یہ مسئلہ عالم ہرذخ
 کا ہے دنیاوی حیات کے امور پر اسکا قیاس کرنا ہرگز نہ چاہتے رہی یہ بات کہ وہی روح قبر میں ہو اور
 وہی روح وادی السلام میں جب روح کو نورانی شے فرض کر چکے اور نور کی رفتار فی ثانیہ ... ۱۹۲۰
 میل پر پھر نور کا مقام قبر سے وادی السلام تک پھیلنا چشم زدن میں کیا دشوار ہے اور اس مسئلہ
 میں زیادہ بحث کرنی محکومنا سب نہیں ہے حالت خواب میں ہماری روح کو دیکھو سوال بہت اچھا
 آپ اس سوال کے واقعی جواب کو چھپاتے ہیں اب یہ تو فرمائی کہ ہم بذریعہ پانچٹ (تختی یا تیراگے)
 جسکی روح کو چاہتے ہیں بلا کر اس سے ہر قسم کی سوالات کرتے ہیں زبانی جواب بھی دیتی اور جواب
 تحریری بھی اسی شان کے حروف سے لکھ دیتی ہے جیسا کہ اسکا خطر زمانہ حیات میں تھا بلکہ جسکے
 خط سے مشابہ چاہو اُسی کے شان کا خط لکھ دیتی ہے اور اس پر طرہ یہ ہے کہ جاہل آدمی محض سے
 جس زبان میں سوال کیجے اُسی زبان میں جواب تحریری اور تقریری دیتا ہے یہ کونسی روح مسخر ہو
 اسکو اچھی طرح سے بیان کیجے اور آرسے بے نہ کیجیگا۔ جواب پہلے تو آپ کے تحریری خیالات کا
 بطلان ہوا جاتا ہے اگر یہ سب باتیں سچی ہوں اسلئے کہ روح مجبور سے افعال جسمانی صادر ہونا
 بالکل خرق عادت ہے زبانی جواب دینا روح کا محتاج زبان اور دیگر اعضا کا ہر جسے آواز اور
 تلفظ کا تعلق ہے جو بدون اعضا جسمانی کے ہو نہیں سکتے اور تحریری جواب میں روح کے
 ہمراہ دوات اور قلم سیاہی بھی عالم ارواح سے آتی ہے یہ اور بھی خلافِ نچر ہے کیا آپ خلاف
 نچر مونیو جائز سمجھتے ہیں سوال اس جگہ سے ہو کہ کچھ فائدہ نہیں ہو مگر یہ سب امور ضرور واقع
 ہوتے ہیں۔ اور روزانہ تجربہ ان کا ہو رہا ہے آپ فرمائی کہ آخر کیونکر ہوتے ہیں اور کیا بات ہے

جواب ہم تو اصلیت اسکی ثابت کری دینگے مگر آپ لوگوں کی حالت پر افسوس ہو کہ ہرگز کسی عقیدہ پر آپ جیتے نہیں ہیں انصاف کیجئے کہ جب ہم اپنے عقیدہ ہدیی کو آپ سے ظاہر کرتے ہیں کہ مردہ کو جب بعد از موت کے یقین پڑے کہ سنانی جاتی ہے کیسا ہی جاہل اور کسی ملک پر بند والا ہو کہ وہ عربی عبارت اور فقرامی یقین کو سمجھتا ہی ہے اور جواب بھی ہمارے اس قول کا قصہ نہ یا فلاں عربی زبان میں ہی دیتا ہے اس پر تو آپ لوگ قہقہہ زنی کرتے تھے اور میرا کرسی کے ذریعے سے جب آپ اسی روح کو ہزاروں کوس دور اسکی قبر سے بلا لیتے ہیں وہ آپ کی ہر زبان کو سمجھ بھی لیتی ہے اور جواب بھی ہر زبان میں دیتی ہے بلکہ خوشخط لکھ بھی دیتی ہے اب فرمائی کہ ہمارے مختصر صادق صلحہ حیات الہامی بیان فرمائیں اسکو آپ لوگ ناممکن اور ناروا سمجھیں اور اپنے فعل کو صحیح اور ضروری کیسی ناانصافی سے سوال ہمارے سوال کا جواب دیجئے اور اس طول سے کوئی فائدہ نہ ہو گا یا کہہ دیجئے کہ جواب نہیں ہو سکتا ہم بھی چپ ہو جائیں جواب اگر آپ عورت سے ہماری بات سنتے اور سمجھتے تو جواب آپکے سوال کا پورا ہم سے چکے ہیں مگر بقول سعدی صاحب رہ و گرد باد حکمت پیش نادان۔

بخوابی آیدیش بازیچہ درخوش۔ اب جواب اصلی آپکے سوال کا شروع کرتا ہوں اگر آپ کیا یہ قول کہ روح مستحضر و آتی ہے اور جوابات بھی دیتی ہے اور تحریر پر بھی قادر ہے۔ صحیح اور درست ہے تو یہ ہی تحریر پورا ثبوت اسکا ہے کہ بولنا اور لکھنا پڑھنا زبانہائی مختلفہ کا سمجھنا جس طرح ہماری اس زندگی میں ہم سے ہوتا ہے اور جو اس بات جسمانی قدرت نے اسکے مقرر فرمائے ہیں۔ وہ اسباب عادی میں اور انہیں پر صدور افعال کا موقوف نہیں ہے اب درخت کا بولنا حضرت موسیٰ سے اور نیکو کا گواہی دینا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر بھی ہو سکتا ہے غور کرو ان کا شعبہ نہ تھا پھر جب ہم اس حیات کے جام میں نہوں بلکہ عالم برزخ میں نہوں اسوقت ہمارا افعال اور حرکات کو اس زندگی کے حرکات سے مشابہ کرنا اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا یہ تو محض نادانی ہے اب معلوم ہوا کہ وہ حقیقی طاقت ہماری بہت بڑی طاقت ہے نسبت جسمانی طاقت کے پھر چونکہ اوپر گذر چکا ہے کہ روح ہر لطیف کو قالب کشیف نیچا یا گیا ہے۔ جب تک ہمارے بدن میں ہے۔ اور جب بدن سے جدا ہو جائے وہ قالب کشیف بھی روح سے جدا ہوتا ہے اب تو محض لطافت پر ہو جاتی

ہے لیکن ہمارے بدن میں بھی جب تک ہے اگر ہم اسکی لطافت کو قائم کرنا چاہیں اور اس سے
افعال روحانی لینا ہو تو منظور ہو سکتا ہے چہ جائیکہ جب اس نفس سے رہا ہو گئی ہو پھر
اسکی لطافت کا کیا پوچھنا ہاں اتنا ضرور سمجھنا لازم ہے کہ جو لوگ روحانی جیسے انبیاء و صحابی میں
ہماری ہدایت اور فلاح و ارین کی غرض سے آئے اور انکو روح کے تصرفات پر ہم سے زیادہ اطلاع
تھی انہوں نے خود جو روحانی طریقہ جاری فرمایا یا انکو عملدار کرنا کمال طریقوں پر حکم دیا ہم آپ
ایجاد اور اختراع سے جو طریقہ پیدا کر سکیے ضرور وہ ناقص اور لغو ہونگے اب مجھے اسکی ضرورت ہے
کہ اپنے روحانی پیشواؤں کی تعلیم روحانی کی دیگر تعلیم روحانی پر مبنی ہے فضیلت ثابت کرنا
تفسیر ارواح کے معنی ابھی ہمارے رسائل کو معلوم نہیں ہیں اور فقط آدمی کی روح کی تفسیر سے ہمارے
معزز رسائل کو بحث ہے پہلے تو یہ سمجھو کہ تفسیر کے معنی اطاعت کرانے کے ہیں اگر اسطو کی
روح کو ہم مستخرج کریں تو اسکا یہی مطلب ہوگا کہ وہ روح اسطو ہماری مطیع اور فرمانبردار ہے ظاہر
ہے کہ فرمانبرداری ہماری وہی روح کر لیں جسکی روح ہماری روح سے روحانیت میں کمتر ہوگی اور
اگر ہماری روح سے اسکی روحانیت زیادہ ہے یا برابر ہے اسکی تفسیر ہم کو نوکر کرینگے مثلاً بعض لوگ
فرقہ صوفیہ کے رسول نماد گزرتے ہیں شیعہ ہوں یا سنی اب اگر وہ لوگ مسلمان تھے تو انکو ضرور
اپنی روح کا غالب آنا روح خراب رسالت آپ صلعم پر کبھی منظون نہ ہوگا بلکہ اپنی روح کو برابر بھی
روح نبی صلعم سے نہ سمجھتے ہونگے اب تفسیر کا قول تو غلط ہو گیا بلکہ رسول نام کی روح خود مستخرج اور
مطیع روح نبی کے ہوتی ہوگی اب تو تفسیر ارواح کے یہ معنی ہونے کہ ہم خود بروقت عمل تفسیر
ارواح کے مستخرج اور مطیع کسی دوسری روح کے ہوتے ہیں راؤ پھر کچھ گھر سے بھی لیجیو اور اگر
تفسیر ارواح کے یہ معنی ہیں کہ ہماری روح کو ایک ربط روحانی دیگر ارواح سے ہوتا ہو اب تو یہ
سارا ہیسل بکرا کیا مسئلے کے ربط اور ارتباط کی شرط یہ ہے کہ دونوں سے یعنی دونوں روح میں روحانیت
برابر ہو نانی اور فاسق بلکہ منکر نہایت یا منکر خداوندیت کی روح کو معاذ اللہ ربط ارواح انبیاء سے ہو کر
ہو سکتا ہو اگر آپ کہیں کہ روح تو سبکی روحانی ہے میں کہوں گا کہ ضرور یہی بات ہو کر روحانیت کے خلاف
اعمال کرنے سے خلعت بھی تو اسی روح میں آجاتی ہے اور تصفیہ قلب سے آخر غرض کیا ہے

اب دیکھو اگر یہ سختی اور مزہ اور انگوٹھی اُس فائدہ پر مثال ہے کہ تصفیہ قلبی محض لغو فعل ہے ہر ایک شرابی اور بیکار کی روح سے دیگر ارواح طیبہ کا ربط بلا فرقہ حاصل ہوا اسکو تو علما کے علم باطن کی بھی نہ مانگے اور اگر انہیں تو وہی مسئلہ ہمہ اوست کا ماننا پڑے گا اور پھر بعثت انبیاء اور عمل خیر اور شرب لغو اور بیکار ہو جائیگا اور یہ بحث تو خیر اور نبوت کے اقرار اور انکار تک پہنچ چکی ہے سب سے کہ ہمارے لوہیاں کتنی حق ایسے ایسے اعمال کو حرام اور شروع فرماتے ہیں جابل بجاہ اسکو کیا خبر ہے کہ انجام خیر ارواح مسئلہ کا کیسا اثر ہے یہ قلعہ مستحکم شریعت کا ایسا کامل بنایا گیا ہے کہ اور شریعت سے باہر قدم نکلا اور پھر ہزاروں آفات کا سامنا ہوا شیخ ارواح کا عمل اگر صحیح بھی مانا جائے تو پناہ بچاؤ تو اس کے ضرر و خیل کم از کم ہے کہ جو کام آدمی کرتا ہے اُس سے کوئی عرض جلب نفع یا دفع ضرر کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ بعثت فعل ہوگا اب عامل اس عمل کا اگر ایسا کسی مذہب کا ہے اسکی غرض یا نفع دنیوی یا نفع دینی یا دفع ضرر دینی اور یا دفع ضرر دنیوی یہ تو بشرط اعتقاد مذہبی شیخ ارواح سے ناجائز ہے لہٰذا کہ جملہ ادیان کا اجتماعی مسئلہ ہے کہ دینی امور میں اعتقاد احکام شریعت پر کرو اور ارواح سے جو جو چہ کر کسی امر دینی میں کار بند ہونا مذہبی عقیدہ سے اگر جائز ہے بالفرض تو انہی خاص طریقہ سے خشکوبانی مذہب سے جائز کر دیا ہے اور اس کے واسطے کوئی طریقہ ناز یا دعا استنصار وغیرہ کا صحیح سند سے منقول ہے یہ انگوٹھی اور مزہ اور سختی کوئی مذہبی طریقہ نہیں ہے اب رہا شیخ ارواح بغرض نفع دنیاوی یا دفع ضرر دنیوی اس میں پابند مذہب اور پیروی فرقہ و فروع برابر نہیں اب نتیجہ یہ ہوا کہ شیخ ارواح فقط نفع دنیوی کی غرض سے کیا جاتا ہے اب نیچے نفع دنیوی اور تلاش کیجئے کہ عالمان شیخ ارواح کو اس عمل کی بدولت کس قدر نفع دنیوی ہو رہا ہے یہ تو ایک طریقہ ہے میں کہتا ہوں کہ جتنے علوم مثلاً بھوت اور طل اور نجوم اور علم کیمیا اور علم سرود ہا اور قیاض وغیرہ طبعی اور علم صحیح اور کہانت جو ہمیشہ سے مخالفت شریعت انبیاء علیہ السلام کی غرض سے ملتا اور کفار اشرار نے سیکے سکھائے اگر نفع دنیوی کا پورا بھروسہ ہوتا کوئی شخص دنیا میں باقی نہ رہتا جو انہیں علوم کو حاصل نہ کرتا بلکہ جتنے زماں اور نحوئی جھار سننے ہو گئے سو اب بھی کسانکے سے اور کوئی ذریعہ معاش کا انکا ہوا کال آج بھی اخبارات کو پڑھ لیجئے ایک روپیہ کی فیس پر رازچہ

اور خیم تیرہ چار کرنے کا اشتہار دے رہے ہیں اور دینہ زمین کے تلمائے واسے بھی اسی دور پر یہ
 کی فیس پر کڑوں روپیہ کا خزانہ ایکو بتلاوینگے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ خود ہی کسی جگہ سے دور پر یہ
 بقدر اپنی فیس کے نکال سکیں اب لیجئے اور ذرا مزہ اور سختی کو سنبھال کر میرے سامنے بیٹھ جائے اور
 ارسطو اور افلاطون کی روح وہ دیکھئے سامنے کھڑی ہے ذرا میرے واسطے سوال کیجئے کہ ابو جگر
 قرضہ کیوجہ سے بڑی تنگی ہوئی ہے کسی جگہ کوئی دینہ گراہو اور ارسطو صاحب بتلاؤ میں کہ اسے کھود کر
 بار قرضہ سے کی طرح سبکدوشی حاصل ہو کر آپ کے استاد چرل چرل بنے تو یہ بھی پڑاویا ہے کہ دین
 اور خزان اور مردہ کے حالات سے کبھی سوال نہ کرنا ورنہ روح مسخر ہاگ جائیگی اچھا یہ بھی جانیدے آج
 دنیا میں ہزاروں مریض ایسے ہیں اگر وہ ہمارے علاج سے شفا یاب ہوں لاکھوں روپیہ کو کھو بیٹھے طبعی
 دینہ کی بابت تو کورنٹ کا خوف بھی ہے روح ارسطو اور جالینوس طبیعتے اپنی دریافت کیجئے کہ
 فلان مریض کس دوسے اچھا ہوگا اگر ہم علاج کریں دیکھئے اسکا جواب روح افلاطون کیادیتی ہے اور
 یہ بھی نہ سہی مقدمات دیوانی کے ال مقدمہ لاکھوں تلاش کرتے پھرتے ہیں آپ بر سر شری کے دیم
 سے کسی مقدمہ کو موجب ہدایت کسی روح مسخر کے دیا کیجئے اور وہ روح بتلاوے کہ فلان طریقہ سے اگر
 دیر کرو گے فتحیابی ضرور ہوگی جب بھی ایکو مسخر ارواح سے دینوی فائدہ ہو اسی طرح لاکھوں طریقہ
 تحصیل زر کے ہیں اگر مسخر ارواح کا عمل دینوی کہ میں بکار آمد تھا علان عمل نہ اسے بڑ کر کوئی دوسرے
 اور زور اور فراغ البال نہ تھا اور یہ ایسا نہیں ہے پھر تو بقول شاعر نہ تو دین مانا ملی دنیا نہ پو
 کے ہوتے نہ اور کے ہوتے خیر الدینا والا حضرت عالم تصریف پچھلے صوفیہ صافیہ جوڑے بڑے
 نامی گرامی گذرے ہیں یہ لیجئے کتاب مسر المعارف ابو العباس بونی کی جسکو بغرض البطل فقیر نے بہرہوں
 پڑا ہے اسی کتاب میں دیکھئے تصریف ارواح کو اکب کو کہا ہے اور اسماعی عظمیٰ الہیہ کے خواص مول
 علم خواص حروف سے بھی ثابت کیے ہیں کیسکو ہم اعظم یا تجار کا عمل تھا کیسکو یاو آب کا کیسکو یا معنی اور
 غنی کیسکو روح مریخ کیسکو روح زہرہ کیسکو روح شمس کیسکو قمری آپ اسکا ذکر نہ کرنا ہی عبث ہے مگر چونکہ
 میری کتاب بل اسلام کے فوائد پر واسطے لکھی جاتی ہے لہذا مجھے خارج از بحث بھی دو چار باتوں کا لکھنا
 ضرور ہے ال خطاب سب لوگ صاحب تصریف ضرور تھے مگر ہمارے صلیح نے جو ان اعمال

کو حرام فرمایا ہے اسکا ثبوت بھی اسی کتاب میں پڑھ لیجئے اسلئے کہ تسخیر ارواح اور تصرف کو ایک ہی ہے جو اعمال ستارہ پرستی کے کرنے پرستی میں اور عزت اور مجید اور مقتدر طاق روحانیات اور شیطانیات کو دنی وین محوری بلکہ کل مذاہب آسمانی سے خارج ہو جاتا ہے اسکو جب کرکتاب جاکر شمس اور قمر اور برج کی تسخیر ہوتی ہے ضرور ان لوگوں کو طی الارض اور غایب بینی اور اخبار امور آئینہ قبول ان کے مرد و عورتے حاصل ہو خواہ عمل یا وہاب سے انکو نواب سعادت علیخان مرحوم کی چار پائی رات کو اولٹ دیکھی طاقت ہو جیسا کہ حضرت غوث گوالیری یا مخدوم صاحب کچھ چھپا کسی اور صاحب کی روایت سنئی ہے کہ چونکہ وہ لوگ بظاہر مسلمان تھے مجھے انکی طرف ایسے اعمال کفر اور ترک کی نسبت دینی ہرگز پسند نہیں بہر حضرت معتقدین کو اختیار رہی یہ بات کہ عمل علوی اور سفلی میں کفر اور اسلام کا فرق ہے یہ فقط وہو کفر دینی بات ہے میرے سامنے یہ بات نہ چلیگی کہ علم در سیدہ دارم نہ در سفینہ - شعر - واعظان کہیں جلوہ بر محراب نمبر سیکندہ چوں بخلوت میر وندان کار دگر میکند - آئی پھر تم تسخیر ارواح سے بحث کریں ہاں میرے عزیزان آپکی غرض تسخیر ارواح کے پوچھنے سے یہی ہے کہ یہ تماشائے عجیب کیوں ہو جاتا ہے اور کیوں یہ آلات معین عمل تسخیر ارواح پر ہوتے ہیں - اب اسکے جواب میں ہم عمل حضرات کی نظیر پیش کرتے ہیں - حضرات کرنیوالے ماسیائے بھی ایسی ہی شعبہ بازی کرتے ہیں اور کرتے چلے آتے ہیں مگر انکے شعبہ پر تو آپ لوگ قہقہہ زنی کرتے ہیں مگر چاہہ کنہہ را چاہہ در پیش آنرا اسی چاہ ضلالت میں آپکو بھی گناہرا مگر فرق یہ ہے کہ وہ لوگ اس عمل کو فقط اپنا ذریعہ معاش کرتے ہیں اور انکے اعتقاد مذہبی میں دخل نہیں آتا ہے اور آپ تو بقول شاعرہ سنتے ہیں ڈوبتے اچھلتے ہیں + ایسے ڈوبے کہیں نکلتے ہیں + آپ تو ایسے ڈوبے کہ نہ دین کے رہے اور نہ دنیا کے یہ عمل تسخیر ارواح بالکل حضرات سے مشابہ جواب اگر میں تفصیل اثر روحانی اور درجات تعلیق ظاہری اور باطنی کو بیان کروں مخالفت شریعت سے ڈرتا ہوں سوال در اٹھ جائیے یہ کیا اپنے کہا کیا آپکی شریعت علوم باطنیہ کے سیکھنے سیکھانے کو منع کرتی ہے اور یہود اور نصاریٰ اور ہندو ان سب فرقوں میں تو برابر بن علوم کی تعلیم جاری ہے جواب ہاں جناب ہماری شریعت بلکہ جملہ شریعتہائے انبیاء اور عقل سلیم بھی ایسے اعمال کے کرنے اور سیکھنے کو منع کرتی ہے دیکھو صفحہ ۲۸۵ انتصار الاسلام کو کہ عقل لایل سے بھی انکا علم اور

عمل ناجائز ہے اب رہا سختی اور مزہ کا جواب سوال خوشخط لکھ دینا اگر یہ بات سچی ہے تو ہم نے بہت
 دن گزرے ایک خبر سنی تھی یورپ کے فلاسفوں نے ایک عجیب کل ایجاد کی ہوگی یا ہی مشکل سوال
 جبر و مقابلہ انجرا کا لکھ کر اس کل میں رکھ دو جواب صحیح لکھا اس کل سے کل پڑتا ہے یہ خبر کوئی
 میں ملی تھی آج اسکے ہم برس گزرے اور ہمیشہ اسکی تلاش ہو رہی کہ آخر کہاں تک صحیح غلط
 اگر سچی بات ہے پھر تو آپکی مز اور سختی سے جواب لکھا ہوا پیدا ہوا اسی قاعدہ پر مبنی ہوگا جس قاعدہ
 بروہ کل انجرا کے سوالات کا جواب دیتی ہے ورنہ ہم کو علم طلسم اور سحریات سے آپ کے سوال
 کا جواب دینا پڑیگا سوال مردہ کی روح کا تو حساب ہی جدا ہے ہم تو زندہ آدمی سے بحال متعرف
 اور حالت وجد میں سب کچھ دریافت کر لیتے ہیں اسکا سبب آپ بتا دیجئے اور شریعت کے حرم
 کریمکی دھمکی دینے سے کیا یہ باتیں رک سکتی ہیں اور کبھی رکی ہوں تو اسکا تاریخی ثبوت دیجئے
 جواب شریعت کی دھمکی کی اچھی ہی شریعت یا قانون عقلی دو نو ایک چیز میں جب کا منشا ہی
 ہے کہ ہم ایسا کام نہ کریں جس سے نظام عالم میں برہمی پیدا ہو اور عالم جسمانی میں روحانی اعمال
 سے کام لینا قانون قدرت سے ضرور ناروا ہے دیکھئے جس قدر علوم اور اصول ظاہری اصول
 کے برخلاف ہیں کوئی گورنمنٹ اور کوئی سلطنت اپنے قلمرو میں انکار و اج پسند کرتی ہے آج
 یورپ کے فلاسفہ جنکی عقل اور دانش پر ایکوٹرا انجرا اور نابے اگرچہ دلوں میں ان کے علوم اسرار کی
 راستی ضرور مانی ہوئی ہے مگر ظاہری انتظام کی برہمی کی نظر سے جب پوچھو گے ریل اور نجوم اور جبر
 اور مسیر نرم اسپر جو اہلزم کو غلط ہی بتلاینگے ایک چھوٹی سی نظیر ہم خبی اور ضمیر یعنی پوشیدہ چیز
 اور دل کے راز بتلائیگی آپکو دیتے ہیں جو ریل اور نجوم وغیرہ سے معلوم ہو جاتی ہیں اور جنکے قواعد پر
 انہیں علوم سے بخیرہ طور سے بنائے گئے ہیں غلط اور صحیح جواب دینا یہ کرنا ایک فانی اور بھنگی پر
 موقوف ہے قاعدہ غلط نہیں ہو جبر مقابلہ اور خطائیں رابع متناسف غریب اور قسمت حسابی میں بھی
 جواب غلط آسکتا ہو مگر قاعدہ غلط نہیں ہے اب خبی یعنی پوشیدہ چیز بتلانے کا عمل اگر عام طور پر
 اسکا رواج کر دیا جائے اور ہر شخص ہر ایک مخفی چیز کو یا ایک دھندلے اور خربہ کو جاننے لگے جو عرض پوشیدہ
 کریمے ہماری ہوتی ہے اور سوائی خاص خاص لوگوں کے اور کسی پر اسکا اظہار ہو سکے تو نہیں ہوتا

ہے وہ تو بالکل فوت ہو جائے اور پوشیدہ چیز اور ظاہری باتوں میں کچھ فرق باقی نہ رہے خیال کی جو مسند
 خرد اور فساد امور نظامی میں پیدا ہو اس طرح ضمیر یعنی راز ولی جس کو آدمی چھپا یا ضروری اور کارآمد جاننا ہو
 اگر خیر تیرا نیک علم اور کل عام ہو جائی خیال کیجے کہ کسی خرابی اور بظلمی دنیا کے انتظام میں پڑے اور بڑا
 بہاری صیغہ ششواک کا جمیر لکھول امور دنیا کا دار و مدار سب تباہ اور خراب ہو جائیں ایک کو یقین ہو یا نہ ہو
 مگر میں نہایت راستی سے اپنی ہرگز نشتر نہ کر رہا ہوں کسی زمانہ عنفوان شباب میں مجھے بھی ان قواعد کے
 عمل کرنے کا شوق ہوا تھا اور بظاہر نہ صاحب شوق کے جو کہ کام آ رہے ہیں ان کو خوب کرتا تھا آخر کو یہ نوبت رون
 ضمیری کی پہنچی تھی کہ میرے قصہ گوئی کی خرم مستورات خدا کے پردہ کو اور عفت کو قائم اور دایم رکھے
 سب کا راز اور اس حال مجھ پر خود بخود ظاہر ہونے لگا اور بقول مشہور اپنے گمراہ آدمی پادشاہ کو گالیاں دیتا ہے
 ہر ایک کی ساری کیفیت مجھ ظاہر ہو گئی اور میری حالت یہ عجیب گئی کہ دیکھ کر بڑھ گیا تب میں نے کہا صدق
 در سولہ یہ علوم اسرار کا علم فرما میری حکمت اور مصلحت اور سر رحمت پروردگار اور یہی سچی بات ہے کہ ہر لوگ
 ایسے پاک نفس نہیں کہ باوجود علم اور شہادتی جائزہ شخص کے ہر اس سے کوئی بات و اکسین جیسا کہ بحالت اسلامی
 کرتے ہیں یہ کام خاص انبیاء اور اوصیاء انبیاء کا ہے کہ اپنے خاص قائل کو بجاتے تھے اور میرا اس سے نبوی تبار و
 میں وہی پیش آمد کرتے تھے جو وہ شوق سے کرتی چاہے سچا ہو جی لطم الفداء دل سے راز کی نسبت ہمارے
 رسول صلعم نے یہاں تک شلو فرمایا کہ علیہ السلام اور فیہ صافی قلب سلمان بقلہ یعنی اگر حضرت ابوذر
 حضرت سلمان کے دل کا حال جانتے سلمان کو دل کرتے اور مراد حضور کی تمثیل محض ہے یعنی ایسے
 دوست بھی راز ولی کا ظاہر ہونا خلاص مصلحت ہے جو چاہے ہو گا ظاہر ہو اور سب جانتے آج کے مریکا وقت جو
 خدا نے براہ بندہ پروری آپ چھپایا اگر آپ کو مثل انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام کے معلوم ہو جائے اور انصاف
 کہنے اگر زاریں کی بھی عمر آئی ہے پورے ہزار برس جان کنڈی میں گندیں اور دیگر زور بھی رحمت اور کلام نہ ہو
 پھر اگر میں خیریات نظام علوم اسرار جسے پیش کردوں پوری کتاب سی بحث میں لکھ سکتا ہوں ہندوؤں کی
 شریعت سے حرام ہوئی آپ ہی کے خواہش کی عرض ہے بجاتی ہے شعر طونہ مانو جان جہاں اختیار ہے
 اچھی ٹری ہم ایکو سمجھا جائے میں آپ بلا چٹ اور زور کو بھی کا عمل جو چاہیں کریں مگر سید اور ضروری
 ہے جو شریعت نے بتلایا ہے خلاصہ بحث کا یہ ہے کہ تسخیر ارواح کا عمل ہو یا کوئی اور طریقہ حضرات کا

یا اور اعمال علوی بزرگ سفلی جس کے ظاہری قوانین شریعت یا سلطنت کے خلاف کاروائی ہو سکتی ہے
 انکا عمل کرنا عقل اور شعور دونوں کی راہ سے اور نہ صرف بحیثیت نظام عالم ہر اور ایسی چیز جو عام ہے پھر جب اسکا
 کرنا چاہئے اب اسکی اصلیت سے پہچاننا بھی کرئیے کیا فائدہ دہوگا اور مخالطہ فقط ایسی چیز ہوگا جو
 کہ روحانی چیز ہوگی۔ لوگ جسمانی اشیاء پر قیاس کر کے جو باتیں جسمانی اور جسم پر ناجائز اور محال ثابت ہو گئیں
 مثلاً ان واحدین ایک جسم کا دو مکان میں ہونا یا ایک جسم کا دو محال میں ہونا یا ایک جسم کا دو محال میں ہونا
 اور دواوی السلام میں روح کا ہونا بھی محال نظر آتا ہے پہلی غلطی تو یہی ہے جو سنا کر کہتا ہے وہ چاہے
 خاک یا عالم پاک یا جسمانی قوتوں کے نظائر یا راجعہ جانی قوتیں جو ہمارے نہیں خدا نے رکھی ہیں انکو
 بھی ہم بطور قیاس پیش کریں اور نیز دیگر قوتہاں جسمانی کو مثلاً انسان کریں ہمارے نہیں ایک ایسے خدا ہے ہر
 جے اور اس کے عجائب حالات جو شخص علم شریعہ اور علم مناظر اور علم اللہ الہیہ سے واقف ہے وہی آگاہ ہو سکتا ہے
 جس آدمی کی دیوہوں انکو بہت ہیں وہ بھی اور جو ایک انگہ سے دیکھتا ہے وہ بھی ہر شے کو کیساں کہتا ہے
 اگر قوت بصرہ قابل تقسیم ہوتی یا اگر اسکا محل ہو یا ایک انگہ والا نصف قوت ہو یا ایک انگہ والی قسم تو ایک حکم کی
 راہ پر کہ تقسیم کی نظر قوی ہوتی ہو یا ایک انگہ والی قسم ہی حال قوت شککہ کا یعنی سوچنے کی قوت کا دونوں
 تختے سے ہر اور ہی حال قوت معلوم کا اور اس سے زیادہ عجیب حال قوت لامتناہی تمام نہیں موجود اور جسے
 زیادہ دہانے والی انگشت شہادت کہ ہمیں قوت ہر جگہ سے زیادہ ہو کوئی فلسفہ اسکا سبب یا کوئی اثر احکام
 قوتوں کی باہریت سے خارج ہے پھر جب ہم قوتہاں جسمانی کے آثار اور افعال مختلفہ کے اسباب کو نہیں سمجھ سکتے
 عالم ارواح کے عجائب آثار پر چون و چرا کر رہی کہ کو کر برا عقل مجاہد ہو گئے اور لیجے زمین سحر میں جو قوت جادو ہے
 جسکو حال کے خلا سفر انکار کر کے کہتے ہیں کہ ہر زمین میں قوت جادو ہے دیکھو عروس بدیع صفحہ ۱۸۰ کو نیز اس مسئلہ
 پر بحث کرنی ہوگی دوسری جگہ پر ظہور یہاں تو ہم اسکو دکھلائے ہیں کہ یہ قوت جادو مثل قوت جادو کہہ رہا
 اور مقناطیس کے نہیں ہوا ستنے کہ مقناطیس اور لوہے کے درمیان اگر کوئی شے حال ہو مقناطیس سے
 اور جذب کہ باقی باطل ہو جانا زمین اور اجسام ارضیہ جتنے فرض کرواؤ لاکھوں میل درمیان زمین اور جسم فرض
 کے رکھو مگر کشش ارضی بھی باطل نہ ہوگی اور محاذات کی ضرورت جادو اور جذب نہیں ہیں اب یہ قوت
 جادو یہی لطیف اور لونی چیز ہے جو ان سببیل چیز کو توڑ کر جسم فرض تک پہنچتی جاتی ہے اسکا زیادہ تر

عجیب ہے کہ جب قدر و زنی سے کام کر زمین سے دور ہو کر وزن اس کا کم ہوتا ہے اس قدر قوت جاذبہ اس کے
 اس کو زیادہ کشش کرتی ہے اور جب قدر و زنی سے قریب ہوتی جاتی ہے کشش ارضی کم ہوتے ہوئے قریب مرکز
 بقول فلاسفر قنا ہو جاتی ہے حالانکہ وزن جسم کا بڑھتا جاتا ہے جو کسب طح سے عقل میں نہیں آسکتی اور
 فلسفہ طبعی میں اس کو یقینات سے لکھ رہے ہیں بہر حال نوا میں قدرت اجسام کثیفہ کا جب حال ہے
 پھر نورانی چیزیں جس کا عالم ہی اور ہے ان کے خواص اور آثار میں بحث لایعنی کر نیسے بحر صانع اوقات
 کے اور کیا نتیجہ ہو گا +

باب بارہموان کے معصوم بے گناہ کو بیماری سے جو ایذا ان کو پہونچتی ہے
 سر اسر عبدل اور رحمت خدا کے خلاف ہے اس شبہ کا جواب
 سوال ہے کہ یہ کیا غیاب معصوم بچے یا نابالغ لڑکے جو سخت امراض کی لایذ میں دم توڑتے ہیں حتیٰ
 کہ تیار داری کر نیوالے بھی ان کو دیکھ کر تڑپ جاتے ہیں یہ ان کے کن کن گناہوں کا بدلہ یا سزا ہے حالانکہ
 وہ معصوم ہیں اور بعض مولوی صاحبوں نے یہ جواب مہمل دیا ہے کہ والدین کی بیکاری کی سزائیں
 پہونچ رہی ہیں یا یہ سبھی ہے کیا خوب کر جائے دار بھی والا اور بکڑا جائے سوچوں والا قرآن مجیدی میں
 صاف وارد ہے۔ لا تزنوا و ازمنة و ذرنا اخرے کسی کے بارگاہ سے دوسرے پر کرنا باری سزا
 ہوتی ہے۔ جواب اگر ایسے سوال کے کر نیوالے ایک بڑی دور پہنچتے ہیں مگر اس مہمل سوال سے انکی
 پوری حالت معلوم ہوگی پھر اگر یہ بظاہر یہ سوال مہمل معلوم ہوتا ہے مگر یہ قصور بیان سائل کا ہے کہ پورا
 مطلب ادا نہ ہو سکا پہلے تو مجھے لفظ معصوم کے معنی سمجھانے کی ضرورت ہے معصوم کے معنی لغت
 عرب میں منوع کے ہیں لا عاصم النور من الماء راج پانی سے بچا ہوا لکھتے ہیں اس عالم طوفان
 فوج میں واللہ یعصمک من الناس خدا تمکو اسے محمد صلعم اظہار ولایت علی بن ابیطالب میں پہونگی
 ایذا دی اور شر سے بچائے گا یعنی انکو منع کرے گا اب دیکھو منع کرنا کسی شخص کو یا کسی شے کو کسی فعل یا
 اثر سے ایسوقت چاہتے جب اس شخص میں یا اس شے میں قابلیت اس فعل کر نیکی ہو عام اس
 سے کہ وہ فعل یا اثر اختیاری اس فاعل کا ہو یا غیر اختیاری۔ ہم نے قرآن شریف سے پہلے نظیر پہونکی
 دی ہے جس کا فعل دُبو دینے کا غیر اختیاری ہے مگر یہ قوت پانی میں ضرور ہے کہ ہکو دُبو سکتا ہے

او دوسری مثال منافقین کو ایذا رسانی جناب رسالت مآب صلعم سے دی ہے یہ انکا فعل
 اختیار ہے۔ بہر حال منع کرنا کسی شخص کو یا کسی شے کو اسی فعل سے ہوتا ہے جسکے کرنے کی
 قوت اس میں ہو مثلاً پانی کو ہم جلا دینے سے یا آگ کو ڈبو دینے سے یا اندھے کو نظر بڑھانے
 سے یا نامرد کو زمانے حرام کرینے سے منع نہ کریں گے اسلئے کہ مذکورہ اشیاء میں یہ قوتیں موجود نہیں
 یہی حال بچوں کا ہے کہ ان میں ابھی قوت گناہ کرنیکی نہیں ہے۔ پھر انکو گناہ سے منع کرنے
 کا کیا موقع ہے۔ لہذا لغوی معنی سے جو بچہ معصوم نہ ہوئے اور شرعی معیوں سے بھی بچے معصوم
 نہیں اسلئے کہ اہل شرع معصوم کے دو معنی کہتے ہیں پہلے معنی تو یہی ہیں کہ باوجودیکہ وہ قبول
 بندہ الہی قادر گناہ کرنے پر تھے مگر خدا کی دی ہوئی عصمت انکو گناہ سے مانع ہوتی تھی اور
 دوسرے معنی میں کہ قوت صدور گناہ اس میں باقی نہیں رہتی ہے۔ گو بظن سن اور عمر کے زمانہ
 قدرت گناہ کرنے کا ہو یہ مسئلہ علم کلام کا ہے۔ پس عموماً بچہ معصوم نہ کہلائیے گئے نہ براہ لغت نہ براہ
 شرع ہاں بگناہ ضرور میں اور یہ بحث عام بچوں کے معصوم ہوئیں گے۔ انبیاء اور ائمہ سے متعلق نہیں
 ہے۔ ایں زمین را آسمانی دیگر است۔ اب جواب سوال کو لکھتا ہوں یہ سوال پچھلے درجوں
 نے بھی ائمہ علیہم السلام سے کیا ہے۔ مگر سہاراسایل حیدر آبادی اپنے قصور بیان سے اسکا
 مراد میں قاصر ہے۔ جس لحد اور زندگی نے صادق آل محمد سے یہ سوال کیا تھا اس نے چونکو
 معصوم نہیں کہا تھا وہ بڑا فلسفی اور ماہر علوم تھا اسکے الفاظ یہ ہیں سوال کسوجہ سے چھوڑا
 بچہ مستحق امراض اور درد اسے شدیدہ کا ہوا جس میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ متصل ان
 امراض کے کوئی گناہ اس نے کیا ہے اور نہ اس سے پہلے گذشتہ زمانہ میں کوئی گناہ اس سے
 سرزد ہوا تھا میں کہتا ہوں چونکہ یہ دہریہ اسی کا قائل ہے کہ حدوث امراض کا بخیر ہی ہے
 کہ جب خدا سے فاسدہ یا ہوا سے فاسد بدن انسان یا حیوان میں اثر کرگی مرض پیدا ہوگا اور
 بدون اسکے حدوث امراض خود بخود ہونا خلاف بخیر ہے۔ اس دلیل سے تو اسکو ثابت کرنا اگر
 امر کا مطلوب ہے کہ خدا کوئی ذات موجود نہیں ہے فقط بخیر ہی بخیر سے دنیا کے حوادث پیدا ہوتے
 ہیں اور اگر خدا موجود ہے اور بدون پیدا ہونے سبب علوی یعنی فساد غذا اور ہوا کے امراض پیدا

کرتا ہے تو وہ خدا عادل اور منصف نہیں ہے۔ اسلئے کہ بگیاہ بچہ کو مرضی کرنا اور اسکو دردگی
 ایدویتی یہ سراسر عدل اور انصاف کے خلاف ہے اب امام اور حجت خدا کو لازم ہے کہ دونوں شہید
 کا جواب ارشاد فرمائیں چنانچہ فرمایا جواب مرض چند طرح کے ہوتے ہیں (۱) مرض امتحان
 (۲) مرض عقوبت یعنی پاداش گناہوں کی (۳) مرض موت جیسے فناء حیوان مقرر ہوتے ہیں میں
 کہتا ہوں یہ تینوں اقسام مرض کے فساد غذا اور فساد ہوا سے نہیں پیدا ہوتے مگر پہلی
 اور دوسری قسم بالکل خلاف نیچر فرضی ہے اور تیسری قسم جو رفتہ رفتہ کمی حرارت غریزی اور کمی
 بدل مایہ حمل سے پیدا ہوتی ہے وہ قانون قدرت (نیچر) کے مطابق ہے مگر فساد غذا اور فساد
 ہوا سے اسکی پیدائش بھی نہیں ہے اب جواب شبہ دوم نیچر یہ کہ جو عدل اور انصاف پر خدا
 کے معترض تھا اسی فقرہ پر ختم ہو گیا اسلئے کہ انبیا علیہم السلام جو عدل خدا کی تعلیم فرماتے
 ہیں اور امراض کو منحصر فساد غذا اور فساد ہوا میں نہیں جانتے لہذا بچوں کے امراض جو فساد
 غذا اور ہوا سے پیدا ہوں وہ تو ظاہر ہے کہ سو تدبیر والدین سے ہونگے اس میں خدا پر کیا
 الزام ہو سکتا ہے جیسی کرنی ویسی بھرنی ایسے امراض میں تو بچے اور جوان اور بوڑھے سب
 برابر میں جو آگ کھاینگا وہ آگ کا رے بگیا اور جو امراض بدون فساد غذا اور ہوا کے پیدا ہوتے
 ہیں انکی تین قسمیں حضرت نے ارشاد فرمائی ہیں پہلی قسم مرض امتحان بچہ کی نسبت ہوتی انکے
 ماں باپ کے صبر کی نظر سے ممکن ہے۔ انما احو الکر و اولاد کھر فتنہ تمہارے مال اور اولاد
 سے تمہاری آزمائش ہوتی ہے جس طرح سارے حیوانات اور رز اغت وغیرہ کی بربادی سے ہمارا
 امتحان ہوتا ہے۔ اور اسکو ہم آئندہ بیان بھی کریں گے دوسرے قسم مرض عقوبت یہ بھی والدین
 کی تخفیف عذاب یا بالکل سبکدوشی انکی اگر بچوں کے مرض سے ہو خوشحال اس بچہ کے جو
 صغیر سنی میں اپنے والدین کے کام آئے یکسر بے قسم مرض الموت جو ضروری ہے اور اسکا
 وقوع حکیم تعالیٰ مجدد نے جس قاعدہ سے مقرر فرمایا ہے۔ وہ بھی اپنے انتظام پر ضرور
 واقع ہوتی ہے اور بچہ کو بھی ایسا مرض ہونا کچھ خلاف عقل نہیں ہے اسلئے کہ حرارت غریزی
 اور بدل مایہ حمل کی قوت دینے میں خدا کو اختیار ہے کسیکو سو برس کسیکو سو گھنٹہ اور کسیکو چار

ہی منٹ کی دیکھتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس فعل الہی پر معترض ہو بلکہ اسکو یہ بھی اختیار
 ہے کہ یہ قوت بعد قریب الموت ہونیکے دوبارہ عطا فرمائے الغرض یہ تینوں قسم کے امراض سچوں
 کے کچھ خلاف عدل خدا نہیں ہیں یہ خیال نہ کرو کہ امام علیہ السلام نے اصل شنبہ کے جواب سے
 اعراض فرمایا بلکہ پورا جواب اسکا اسی فقرہ ختم ہو گیا اب حضور پہلے شنبہ کا جواب ارشاد فرماتے
 ہیں۔ ترجمہ حدیث اور مجھے بھی گمان ہے۔ یا تیرا قول یہی ہے کہ مرض کی پیدائش غذاؤں
 سے اور خراب پینے والی چیزوں سے ہوتی ہے۔ یا کہ مرض موردی ماں کی طرف سے عارض
 ہوتا ہے۔ اور تو یہ گمان کرتا ہے۔ کہ جو شخص پوری نگرانی اپنے قواعد حفظ صحت سے کرے گا اور
 مضر اشیا خوردنی کی تیسرناغ اشیا سے کر کے کھاتا پیتا رہے گا ہرگز بیمار نہ ہوگا اور تیرا میاں اپنے
 قول میں اس شخص کی طرف ہے۔ جو اسکا قایل ہے کہ مرض اور موت مدون خرابی اشیا خوردنی
 و اشیا میدنی کے ہو نہیں سکتی اسرطاطالیس معلم اطباء اور افلاطون رئیس الحکماء بقول
 فلاسفہ) دو نومر گئے اور جالیئوس بوڈھا ہو گیا اور اسکی آنکھ چھوٹی ہو گئی یا کہ نگاہ باریک ہو گئی
 اور موت کو ہٹانہ سکا جب اپنے وقت پر آپہنچے یہ کا طین اطباء ایسے تھے جنہوں نے کوئی
 دقیقہ اپنی حفظ صحت کا اوکھا نہیں رکھا اور مناسب تدبیرات غذا اور ریاضت کے ہمیشہ
 پابند رہے بہت سے مریض ایسے دیکھیں کہ طبیب معالج نے باوجود درستی تدبیر (بلانت)
 خود کے انکے مرض کو ٹرنا ہی دیا ہے۔ اور بہت سے طبیب عالم جنگو دو اور مرض کی پوری
 شناخت بھی تھی اور مہارت اپنے فن میں رکھتے تھے مر گئے اور جاہل علم طب سے زمانہ دراز
 تک بعد مرنے اس طبیب کے زندہ رہا نہ اس طبیب باہر کو علم طب نے بوقت اجل موعود کچھ نفع
 دیا اور نہ اس جاہل شخص کو (باوجود سوء تدبیر کے) اسوقت تک کسی قسم کا ضرر پہنچا جب تک
 زمانہ حیات اسکا باقی تھا میں کہتا ہوں یہ خیال نہ کرنا کہ حضرت عموماً علم طب کو نفع فرماتے
 ہیں بلکہ یہاں بحث امراض غیر مادی اور غیر مزاجی سے ہے جسکا بیان علم طب ظاہری میں
 نہیں ہوتا ہے چنانچہ تین قسمیں اور حضرت نے ارشاد بھی فرمائے ہیں دوائ میں سے مرض
 امتحان اور مرض عقوبت انکی بحث تو علم طب میں بالکل نہیں ہے۔ اور تیسری قسم مرض اللہ

اس میں طبیب کا عاجز ہونا مسلمات میں سے ہے۔ عوام جہاں موروث کو تو خیال نہیں کرتے اور نام پر معتبر ض ہوتے ہیں کہ جب علم طب ایسا لغو ہوا پھر طبیعت علاج کرانیکو شراعت نے کیوں جائز فرمایا ہے ترجمہ حدیث پھر حضرت نے فرمایا اکثر اطباء کا قول ہے کہ علم طب کو انبیاء علیہم السلام نہیں جانتے تھے پھر بتا رہے ہیں کہ قول کے (اگر سچ بھی ہو ہمارے کس کام کا وہ علم ہے جسکو وہ انبیاء نہ جانتے ہوں جو حجت اے خدا تمام خلق پر تھی۔ امین خدا زمین پر اور زمینہ علم الہی وارثان حکمت خدا راہ نمایان خلقت بطرف حکمت الہی کے تھی اور طاعت خدا کی طرف بندگان خدا کو راہ دکھلاتے تھے پھر میں نے اکثر طبیوں کو دیکھا کہ اپنے مذہب باطل کی پابندی کر کے طریقہ انبیاء سے جدا ہو جاتا ہے یعنی کج روی کرتا ہے اور جو کتب آسمانی انبیاء پر نازل ہوئی ہیں ان کی تکذیب کرتا ہے یہی سبب ہے جس نے مجھے ان کی طب مصنوعی کے طلب کرنے سے باز رکھا اور ایسے طبیوں کی تلاش سے بھی میں باز رہا میں کہتا ہوں یہی مٹا سفہ جو دراصل محض جاہل میں ہمیشہ سے انکو مخالفت انبیاء کی ہر امر میں رہی ہے اور ان کے بھی بخر اور ایسوجہ سے ان کے علوم ہمیشہ خراب رہے اور رہیں گے۔ دوسرے نے کہا آپ تو اپنی قوم میں بڑے بزرگ شخص میں اور ان کی تعلیم آداب وغیرہ آپ ہی سے متعلق ہے پھر کیونکر آپ علم طب سے نفرت کر سکتے ہیں یعنی آپ کو تو اس علم کی ضرورت شدید ہر امام نے فرمایا اس طب مصنوعی سے نفرت کیونکہ قوی یہ ہے کہ میں نے بڑے ماہر علم طب کو ایسا ہی پایا کہ جب اس سے کوئی سوال (تشریحی یا متعلق بہ کلیات فن طب) کیا اسکو اپنے نفس کے حدود سے خبر نہ تھی اور اپنے بدن کی تالیف سے آگاہ ہی تھی نہ اعضاء بدن کی ترکیب کو جانتا تھا نہ ان مجاری غذا کو پہچانتا تھا جو اسکے جوارح میں خدانے پیدا کی ہیں نہ اسکو سانس کی برآمد سے اطلاع تھی نہ اسکو زبان کی حرکت سے اور جہاں سے کلام پیدا ہوتا ہے اسکی خبر نہ اسکو نور بصر سے اطلاع نہ اسے تندی شہوت سے بوالہ مروی میں انتشار پیدا ہوا اسکی خبر نہ اسکو مختلف خواہشیں جو آدمی کو ہوتی ہیں اسکی خبر نہ اسکو انسویہ کی علت سے خبر نہ اسکو مجمع سماعت یعنی قوت سامعہ کے مقام سے خبر اور نہ اسکو اپنی روح کے ہنیکہ مقام معلوم نہ اسکو چھینک کے نکلنے کا مخرج

معلوم نہ اسکو غم کے بھی نہیں لایا ہوا ہے امور سے اطلاع نہ اسکو اسباب سرور سے آگئی نہ اسکو علت اور
سبب پر گونگے اور بھرے ہوئی اطلاع تھی وغیرہ ذلک ان طبیبوں کے پاس ان امور مذکورہ بالا میں
کوئی امر یقینی نہیں ہر سوامی چند اقوال کے بتلو اپنی رائے سے اچھا سمجھ رکھا ہے یا چند ناقص عقبتیں
جگو تھوڑے عقلی سے جاگیر سمجھ لیا ہے میں کہتا ہوں سیدک اور طب یونانی اور ڈاکٹری پینٹن فن تو
اسوقت میرے پیش نظر ہیں اور جدید علم طبی و طبی تشریح اعضا می حیوانی یا انسانی اسکی بھی کتب جاننے پر
ایک ذرا سا مسئلہ رکھنا چاہیے جب تک میکرسکوپ (خوردین) طیارہ تھا وہ چھوٹی چھوٹی رگیں جو کباب
دکھائی گئی تھیں کسی طبیب کو اسپررگز اطلاع نہ تھی اور یہ سولہ مسائل جو امام نے ارشاد فرمائے ہیں۔
کوئی طبیب یا ڈاکٹر آج بھی باوجودیکہ علم تشریح کی پوری ترقی کا دعویٰ ہے سوامی استحضارات عقیدہ کے
قطعی طور سے جواب نہیں کہ سکتا ہے اس حدیث کے مقام خاص کی تشریح میں ایک رسالہ جبرگاہانہ لکھیں
ضرورت ہے یہاں تو سوال مندرجہ بالا کا جواب دینا ہوا لازم ہے جو اس حدیث مقدس سے برآمد ہوا خلاصہ
جواب یہ ہو کہ امراض کا سبب فساد و غفلت ہے اگر ہوتا اور یہی انکا نیچر ہوتا ہے جو وہ خواہ قواعد
حفظ صحت تجربات یقینی سے واقع مرض خواہ واقع خرابی ہو اور غیرہ بکمان اطباء ثابت ہو چکی ہیں اور انکا
نیچر بھی یہی ہے کہ جب پوری طور سے استعمال انکا ہو گا ضرور اثر کریں پہلی دلیل تو اس قول کے بطلان کی یہی
ہے کہ ہزاروں امراض ایسے پیدا ہوتے ہیں کہ ہرگز فساد و غذا اور فساد و ہوا وقت اس کے حدوث کے نہیں
ہوتا ہر جگہ جسد صفائی آب و ہوا کی کروڑوں کمپ ہائی فوج انگریزی لال کرتی رہیں تو پچھانہ اور مانگی
صفائی اور حدوث امراض و بانی فوج گورہ کے ہر صیغہ اور طاعون کو اور دیکھو ڈاکٹر کس کے رسبب امراض
پانی اور اسکی وجہ سے کثرت فوائد اور حدوث ضعف باد اور ضعف یا ضمہ کو اور یہ تو ڈاکٹری اصول سے بھی
ثابت ہے کہ زیادہ صاف پانی دست آور ہوتا ہے یعنی ضعف معہ ہر پھر جب صفائی آب و ہوا عملی تدبیر غذا
کی ہر مرض کا پیدا ہونا خرابی غذا اور ہوا کی طرف کیونکر منسوب ہو سکتا ہے بعض جاہل اطباء کو نیز ڈاکٹر کو دیکھا ہے
کہ ہزار طرح سے مریض دیکھ کر تاہم میں نے کسی قسم کی بد پرہیزی نہیں کی ہر حکیم صاحب اور ڈاکٹر صاحب
اسی پر اڑے ہوئے ہیں کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ بدولن بد پرہیزی کے مریض پیدا ہو رہے قانون قدرت
کے خلاف ہرگز ہو گا ایسے ہی نادان اور جاہل کی ہدایت کی غرض سے خداوند حکیم ان امراض کو پیدا کرتا ہے

جسکی خبر ہمارے حکیم زبانی نامم برحق اس حدیث میں دے رہی ہیں۔ نل گفت کہ اب طبیب دان
 بیکار علاج خود گردان ہو آگاہ نمی تپ درون را به نشتر چو زنی رگ خون را۔ دوسری دلیل
 اسکے بطلان کی یہ ہے کہ جو امراض حجازات یا امتحانی بدون فساد آب و ہوا کے اور فساد غذا کے پیدا ہوئے
 ہیں اور طبیب براہ غلط کاری اپنے اصول مجرب سے انکو امراض مادی یا فراجی سمجھ کر علاج کرتا ہے جیسا کہ
 صحت مریض کے ہلاکت انکی برہمتی ہو اور یہ قاعدہ طب کا الحیثیۃ فی الصحۃ کا تخلیط فی الخس
 یعنی پرہیز کرنا حالت صحت میں ایسا بڑا ہے کہ جیسے بد پرہیزی کرنی بیماری میں پھر چرکہ وہ مرض فساد
 غذا اور ہوا سے پیدا نہیں ہوتا اور نہ کسی مادہ صفر اور سودا وغیرہ کی خرابی کیوجہ سے لہذا اصلاح غذا
 اور تبدیل خلط شخص بیمار اور غلط ہوئی ہے اسوجہ سے لہذا اور دوسرے بڑے نفع کے ضرر کا نتیجہ
 دیتی ہے۔ طبیب انچرل اصحاب اپنے اصول کے گھمنڈ میں قوی الاثر و اثر تھا بڑھاکر مریض کی جان
 لیتے ہیں اور جاہل علم طب کو عالم غیر مادی کا عقیدہ ہو اور ارشاد انبیاء پر ایمان لایا ہے وہ بد پرہیز
 اور دعام پرہیزی پوری کر کے تندرست ہو جاتا ہے ہم یہی مراد امام علیہ السلام کی ہو تیسری دلیل
 ہمارا بھی تجربہ ہے اور طب روحانی سے جو لوگ عمل سلب یا جذب امراض کرتے ہیں انکو ہمیشہ اسکا تجربہ
 ہوتا ہے طبیب اور داکٹر وغیرہ کے انکار سے کیا ہو سکتا ہے کہ کائنات میں خشک عالم میں جو جوہر ہر بلہ
 جو قلع بارہنگی سے متعلق ہے وہاں کے راجع مضر کے علاج کو طلب جاتا تھا راہ میں زید پور قصبہ
 مساوات میں ایک سیرے دوست کو جو کانا نام نہ لوگ کتاب اور لڑہ چھ چینے سے آتا تھا اور بڑے تناور
 اور قوی آدمی تھے مگر طبیبوں نے مسہل دیتے دیتے بچاؤ کو ماری ڈال لیا میں نے حسب درخواست
 مریض روٹی کو کھلانے کا عمل مسمریم سے انکا علاج کرنا تجویز کیا اور مریض کو معلوم تھا کہ وہ غیر اعلیٰ عطا
 ہے مریض کے بھائی حکیم صاحب بڑے امیر اور رئیس اور غرور اپنے علم طب پر تھے انہوں نے
 مجھ سے کہا ابھی کہ اگر آج یہ مریض روی دیکھنے سے اچھا ہو جائی میں ساری کتابیں طب کی
 و صوفیوں میں نے کہا انہیں کتابوں میں یہ روی کا طریقہ لکھا ہے پھر ہی ایسا ہو سکتا ہے نہیں یہ محال
 کا نفسی شروح قانون کو دیکھئے غیر ہم کے جو وقت لڑہ کا قائل کیا اور بخار بھی نہ آیا اور فیض
 بالکل تندرست ہو گیا اب غذا کا وقت شب آیا میری دعوت میں حسب قدر اقسام طعام اور چارچی

دو وہی فریب گوشت وغیرہ اور چرخ قلعی سب کو کھلوانی اور کچھ بھی خضر بنو امیری دوست
 مولوی حکیم سید قاضی محمد صاحب روم جو اسوقت معالج مرض کے تھے وہ بھی متحیر اور گشت
 بدندان ہو کر رہ گئے انکو میں نے شروح قانون اور نفیسی وغیرہ سے اس طریقہ کو سمجھا کر عامل
 اسی عمل کا کر دیا اور اس میں کسی قسم کی حرمت شرعی بھی نہیں ہے۔ اس میں علوم اسرار کے
 قریب سے بھی تصدیق ارشاد امام علیہ السلام کے لکھوں کہ بعض امراض مادی اور مزاجی اثر
 ہوتے ہیں پھر ل صاحب انکار اور قہر مذہبی یہودہ سے کیا ہوتا ہے۔ تشخیص مرض کے طریقہ
 حسب طبع طبیبانی میں بیان ہوتے ہیں اسطرح بلکہ اس سے زیادہ طب روحانی میں ملکتی ہیں
 اور گو کہ میں پابندی شریعت سے ان اعمال کا تارک ہوں جن میں علت حرمت شرعی براہ احتیاط
 ہوتا ہے مگر علم شے براہ چل شے۔ خلاصہ یہ ہے کہ طب روحانی بھی ظاہر کر دیتی ہے کہ یہ مرض
 مزاجی اور مادی نہیں ہے اور طریقہ علاج میں وہ حروف جو اخلاط الاربعہ سے مخصوص ہیں جیسے
 حروف ناری اور خاکی اور مادی اور آبی سے بھی ان امراض کے علاج میں کچھ نفع نہیں ہوتا ہر
 لہذا ان امراض کے علاج کے طریقہ جداگانہ مقرر ہوتے ہیں جائز اور ناجائز سے اسوقت بحث
 نہیں یہ میرا بیان انہی شخص کو درست معلوم ہوگا جو طب روحانی کے اعلیٰ درجہ کے اصول
 سے واقف ہو عام بھونک بھاڑ کر نیواسے پیرزا وہ بھی اسکو سمجھ نہیں سکتے پھر یہ کہ جناب
 امام رضا نے بھی عمران صابی کے مناظرہ میں خواص حروف مذہبی کا بیان پرانہ فرمایا اور یہی
 ارشاد کیا کہ یہ جلسہ عام اس قابل نہیں ہے کہ پوری حدیث عمران صابی کی شرح سید کاظم
 رشتی نے کی ہے جو مجھے مرزا محمد خان صاحب بخاری مرحوم کے ذریعہ سے ملی تھی اور احتیاج بطبری
 میں اسکو از بس تحقیق نقل فرمایا ہے لہذا مجھے بھی انہی مصلحت سے زیادہ تفصیل اس مقام کی
 کرنی جائز نہیں ہے۔ تنبیہ ضروری رونی کے دیکھنے سے لہذا بخار کا جانا حسب طبع پھر ل
 دہرہ اسکو ناممکن کہتے ہیں اسطرح اس امر عجیب انکار ہم سے اگر شمارے امثال و اقران
 اہل علم نے بھی کیا ہے بلکہ حکیم مولوی سید احمد صاحب روم لکھنوی سے بڑا سبب خدا سی
 مسئلہ میں مجھ سے ہو چکا ہے مگر کسی چیز کے اثر کا انکار کرنا خصوصاً جب وہ ہمارے کسی

مذہبی عقاید کے خلاف نہ ہو دراصل قدرت قادر برحق میں شک اور اشتباہ کرنا لغو و باطل ہے
 ابو العباس نوئی کتاب شمس المعارف میں لکھتے ہیں کہ جالینوس نے سنگ متناطیس کے خواص
 میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں ایک ہزار خواص اس کے درج ہیں میں کہتا ہوں اتنا ہی مفید اثر سمیت
 شمال بتلایکا جو لوہا متناطیس سے اتر دیا ہوا بتلانا ہے جالینوس کو بھی معلوم ہوا اور سارے چار سو برس
 گزرے کہ اب کلبس نے اس کو ظاہر کیا پس آثار اشیاء موجودہ سے انکار کرنا یہ کام کسی محتاط اور ذہین کا
 نہیں ہے بدون کسی دلیل صحیح کے جب ہم تعلق بیشبہ اعتلاج قلب کا علاج کرتے ہیں یا فقط چند قیمتی
 ادویہ کو تیل میں ملا کر چراغ روشن کر کے کسی ہی سخت آتشک ہوا اس کو بھونک کر دیتے ہیں فقط شہنی
 میں دیکھنے سے یا کاجل لگانے سے انگوٹھیں سونا ک جاتا رہتا ہے اور اسی کا جل سے لڑھ بھی دور ہوتا
 ہے خواہ آئینہ چینی کی طرف دیکھنے سے مرگی دور ہوتی ہے یا چٹ چٹ کی لکڑی ران میں باندھنے سے وضع
 حمل باسانی ہوتا ہے یا زرداشیا کی طرف دیکھنے سے یرقان دفع ہوتا ہے یا سرخ چیزوں کو دیکھنے سے آشوب
 چشم زیادہ ہوتا ہے یا بعض چیزوں کے گہر میں رکھے سے امراض وبائی سے نجات ملتی ہے پھر اگر روئے
 کو دیکھنے سے لڑھ جاتا رہے کو منی جگہ تعجب کی ہے یا شیشہ یا خاص عرق کے دیکھنے سے درد سر نکلتا
 کی طرف دیکھنے سے خواہ اور براق شفاف چیزوں کو دیکھنے سے اقسام امراض کے دور ہوں تو کیوں
 تعجب کیا جائے اور کو منی دلیل عقلی یا مذہبی انکار بطلان اور تہا یہ ہو سکتی ہے اس طرح خواص احجار
 معدنیہ جیسے عقیق زرد اور جدید اور فیروزہ انکی انگوٹھیں پہنی اسکے جو خواص احادیث مقدسہ میں
 وارد ہیں اور پھر فرقہ انہر فقہہ زنی کرتا ہے یہ انکار بھی انکا محض بجا ہے اور بالکل بے سند و باز آدم
 بر سر مطلب چونکہ ہمارے معزز سائل بطاہر ایکو مسلمان کہتے ہیں اور اس قدر تبحر انکو فلسفین نہیں
 ہے جس قدر اس دہریہ زندیق کو تھا جس نے امام جعفر صادق سے یہ سوال کیا تھا انہر انکو انہر سائل کی حسب
 لیاقت بھی جدا گانہ جوابات فرمادے ہاں جناب پچو کی بیماری اُنکے گناہوں کی سزا نہیں ہے بلکہ
 چار طرح کی ہوتی ہے۔ اول تو وہی فساد غذا اور ہوا جس کا علاج طب ہمانی سے کیا جاتا ہے اور مفید بھی
 ہوتا ہے۔ اور خطا و تدبیر سے طبیکے خواہ بیمار کے نفرت بھی ہو سکتی ہے اور ہلاکت بھی ہوتی ہے
 دوم مرض الموت اور وہ امر ناگزیر ہے نہ جو ایسا ہے وہ موت کی تکلیف سہیگا جب حملہ مرسل نہ ہو کون

کل من علیہا فالنہ۔ اور یہ دو قسم کے امراض طبعی اور مطابق نچر کے ہیں تیسری مرض
 مجازات یعنی سزائے اعمال والدین غیر معصومین اور اشکوار خلاف عدل اور انصاف کہتے ہیں یہ
 آپکی موتی عقل باعث ہر آپکو سمجھنا لازم ہے کہ جس طرح سچے مستحق عذاب اور عقوبت کے نہیں
 ہیں اسی طرح مستحق ثواب کے بھی نہیں ہیں اب ہر روز جزا و سزا انکو استحقاق و قبول جنت کا بھی
 نہ تھا نہ خدا سے عادل نے والدین کی تخفیف عذاب کا ذریعہ انکو مرض کو قرار دیا اور انکے استحقاق
 ثواب کا بھی ذریعہ محل مشاق مرض کو گردانا یہ دو قایدہ پتھوں کے امراض سے ہوتے چنانچہ احادیث مقدمہ
 میں وارد ہے کہ ہمارے سچے جو مرض میں ہلاک ہوتے ہیں دروازہ بہشت پر کھڑے ہونگا اور عرض کریں گے
 کہ خدایا ہم اپنے والدین کے بدن تنہا بہشت میں داخل ہونگے ورنہ ای رحمت خدا جوش میں آئیگا اور
 فرشتوں کو حکم ہوگا کہ انکے بکار والدین کو پہنچانے انکی شفاعت سے بخشید یا صاحب ابواب الجنان
 کی تحریر اس مقام پر قابل وجہ ہے تیسرا قایدہ دار دنیا میں یہ کہ اگر والدین کو پورا ایمان نہ ہو جب انکو یقین ہوگا
 کہ ہماری بکری داری سے ہماری اولاد کو سزائی مرض ملتی ہے اپنی پیداری اولاد کی محبت بھی انکو بکری داری کا
 گناہ کر نیسے رو کی گئی یہ بھی احسان اولاد کا ہم پر یہی ہوگا جب انکو مرض مجازات سے مدینش ہوتا ہم پر کبر
 جو تھے مرض بلوی اور امتحان صبر والدین معصومین یعنی انبیاء اور اوصیاء انبیاء صلوات اللہ علیہم چونکہ یہ
 لوگ گناہ سے معصوم ہیں انکے بچوں کو مرض مجازات نہ ہوگا ان مرض بلوی ہو سکتا ہے کہ انکے صبر کا خدا
 امتحان کرے ماباراکس عطا نہ کنیم۔ تاکہ ناش زوہولیا کنیم۔ اگرچہ گناہان شریعت باطنی و ظاہری نسبت
 یہ وار ہے حسنات الامور امتیئات المتہمین۔ اور جکو ترک اولی المتکلمین اہل اسلام کہ ہر میں ان
 سنایات کے مجازات کا خیال ہم یہاں بھی کر سکتے ہیں مگر اس شریعت کا سمجھنا ہمارے فہم سے باہر ہے
 لہذا ہم معصومین علیہم السلام کے اطفال کو مرض بلوی سے خاص کرتے ہیں دفع شہر شیخ الریس نے
 قانون جلد سوم بحث امراض میں لکھا ہے بعض اطباء کو ایسا خیال ہے کہ مرگی کے بعض اقسام
 جن یعنی آسیبے پیدا ہوتے ہیں اسکے بعد اپنی رای شیخ نے یہ لکھی ہے کہ اگر جن بھی مرگی پیدا
 کرے لکھا بشرط اقرار بوجود جن تو وہ بھی کوئی مادہ پیدا کرے گا جس سے مرگی پیدا ہوگی پس طیب
 کو لازم ہے کہ مادہ کی اصلاح یا دفع کی تدبیر کرے عام اس سے کہ وہ مادہ جن نے پیدا کیا ہو

یا کسی اور نے میں کہتا ہوں یہ کہنا شیخ کا بھی اسی پر تو ہے کہ مرض بدون فساد غذا
 اور مواد وغیرہ کے پیدا نہیں ہو سکتا اسی دھوکہ میں اطباء یونانی پھر کرامراض ثلثہ مذکورہ حدیث
 سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ یہ کتاب شیخ کی فلسفہ عملی میں ہے۔ اعتقاد مذہبی
 سے اسکو کچھ علاقہ نہیں ہے لہذا ہمو نہ چاہئے کہ فلسفہ کی بحث کو مذہبی امور میں داخل
 کریں اگرچہ مجھے شیخ کے نزدیک جو زیدی مشہور ہے کچھ بحث نہیں مگر اسلامی شرکت سے
 اتنا ضرور کہتا ہوں کہ اسی کتاب قانون میں جا بجا شیخ نے اقرار کیا ہے کہ آثار غیر طبیکیا میں
 منکر نہیں ہوں اور نہ ان فلاسفہ میں ہوں جو ایسے ایسے امور کا انکار کرتے ہیں پس مراد شیخ کی یہ
 ہے کہ مری کے علاج میں تشخیص مادہ کی ضرور کریں اور جیٹ اور اگر نہ ثابت ہو پھر اسکا علاج
 قواعد طبی سے کیونکر ہوگا جواب آیت قرآنی سائل نے آیت قرآنی جو پیش کی کہ ایک کا بار
 گناہ دوسرا نہ اٹھائے گا نہایت صحیح اور درست اور سراسر عدل اور انصاف کا حکم ہے مگر سچے نابالغ
 اس میں داخل نہیں ہو سکتے اس لئے کہ قابلیت گناہ یعنی مکلف باحکام شریعت ہونا دونوں شرط
 ہے اور لفظ وانزدتہ سے بھی معنی ظاہر ہوتے ہیں یعنی کوئی بوجہ اٹھانے والی عورت دوسرے
 کا بوجہ نہ اٹھائیگی اگر مراد بارگناہ سے ہو صاف مطلب یہی ہوا کہ کسی کا بارگناہ کسی گناہ گار
 پر نہ ڈالا جائیگا۔ دوسری آیت میں فرمایا وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا اور جس نے برا کیا اپنے ہی نفس
 اسکی برائی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بچے جب تک نابالغ ہیں ان کا رنج اور
 ان کی راحت عین ماں باپ کا رنج اور راحت ہے۔ اور اکثر احکام میں تابع
 والدین کے ہوتے ہیں لہذا تا زمانہ بلوغ ان کی ایذا اور راحت خاص باپ اور
 ماں کی ایذا اور راحت خیال کیجاتی ہے۔ ہاں بعد بلوغ اور رشد کے البتہ بجای
 خود وہ احکام و امور و نواہی میں جدا مشغول الذمہ ہیں اسوقت البتہ ماں باپ
 کے گناہ سے ان کا تہمتا عرض عقوبت ہونا نہ چاہئے۔ اسوقت ان پر
 وانزدتہ کا اطلاق ہو جائیگا۔ تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر مراد گناہ
 سے وہی گناہ مخصوص ہوں جو حقوق الہی سے متعلق ہیں۔ اور آخرت

مراد نیست ہوتا ہے کہ مرض طبی سے قاعدہ طبی سے اسکا علاج کریں

کی سزا دی مراد ہو یعنی بروز قیامت کسی کے گناہ سے دوسرا گرفتار عذاب ہوگا اور اپنی کرنی اور بھرنی کا دن وہی ہوگا اتنا بالکل اس آیت کو کچھ ربط ہی سائل کے مطلب سے نہ دیکھا اس لئے کہ فرض عقوبت کو گونا گونا میں ہوتا ہے اور آیت شریفہ میں ذکر عذاب اور عقوبت اخروی کا ہے اب کیا قیامت اس میں ہے کہ دار دنیا میں خدا ہماری بسکندہ گناہوں سے ہم کو تباہ و خوار و سال کہ چند گھنٹہ یا چند روز کی ایذا یا خیف میرض سے کر کے عذاب مقیم آخرت سے ہکو نجات بخشنے ہمارے سائل چھاپو کہ منکر شر اور شرین انکو کیا خبر ہے کہ جس ہمارے گناہ کی عقوبت میں ہمارے پیارے توبہ اور اسکی ہماری سے پوری ایذا ہو کہ یہ بھی ہے وہ یہ لایعقل اسکو کیا تمیز ہے پس گویا یہ عقوبت ہماری ہوتی ہے اگر یہ سزا ہوگا اور تھوڑی سی ایذا ہمارے بچہ کو ہے ہونے والی آخرت میں ہم کو تو برس اس گناہ کی عقوبت میں گرفتار تھوڑے ہی وقت پر درگاہ ہے کہ ہم سے ایسا خیف ہوا خدہ زنا ہے۔

باب تیسواں چنانکہ اگر وہ کفر سے ہو جائے معجزہ شوق القہر و اہل اسلام اپنے نبی کا بیان کرتے ہیں وہ کیوں ہو سکتا ہے اگرچہ ہمارے نبی صلعم اور جملہ انبیاء کے معجزات سب ایسے ہی مابہر کفہ معقول شری ہیں جیسے یہ معجزہ ہے نام شوق القہر یہ ایسا معجزہ ہے کہ جسکا خلق اجرام علویہ سے ہے جیسے کہ روٹھمس کا معجزہ حضرت سلیمان کا اور تیر ہمارے بنی کا اگر اس معجزہ کے وقوع کو ہم اسوقت نہیں لکھیں فقط شوق القہر سے ہو اسوقت تک منصفانہ بحث کرنی منظور ہے گو وہ بھی طولانی ہے پھر ہو اور گو کہ دقیق مسائل پر مشتمل ہے مگر مختصر ہی ہے شوق القہر کا انکار اصول علم طبیعیات اور فلکیات اور فن ہنر اور علم مناظر اور علم تاریخ عام اور تاریخ علمی ہر طرح سے ہمیشہ کیا گیا ہے اور محض استبعاد عقلی جو کام جہاں کا ہے اسپر بھی عوام بلکہ دہریوں کا انکار مبنی رہا ہے جو ہمیشہ ہر امر معجزہ میں ہوا کرتا ہے یہاں شہدہ فلسفہ قادیہ کی رو سے چونکہ اجرام فلکی میں خرق اور التیام دلیں نظر آتے ہیں اور اسکی دلیل یہ بھی کہ فلکی اجرام حرکت مستقیمہ کو قبول نہیں کرتے اور خرق اور التیام بدون حرکت مستقیمہ کے نہیں ہوتا ہے لہذا حکم ضرب سس را منطق کے خرق اور التیام محال ہے پس شوق القہر جو بدین خرق و التیام کے نہیں ہوتا وہ بھی محال ہے فلاسفہ اسلام نے چونکہ اثبات معراج جسمانی انکار اثبات معجزہ شوق القہر کا اہم امور تھا قدیم فلاسفہ کی اس دلیل کو باطل کر دیا

کہ حرکت مستقیمہ افلاک میں محال ہے وہ دلیل محض قیاسی اور عقلی تھی مگر حال کے فلسفہ نے
 ہماری پوری تصدیق کر دی اور دوہرین کی تیاری سے جب شاہدہ روزانہ سے ہکو چاند پرندی
 اور نالہ جھار جھنکار نظر آنے لگی جیسے کہ زمین پر میں اور یہ سب چیزیں بدون خرق اور التیام
 یعنی قبول حرکت مستقیمہ کے نہیں ہو سکتی ہیں لہذا ہمارے اس دعوے کے فلسفہ جدیدہ نے
 پوری تصدیق کر دی کہ خرق اور التیام فلکیات میں بھی مثل زمین کے جائز ہے بلکہ واقع ہے
 اب شق القمر کا معجزہ خواہ جسمانی معراج کو کوئی فلسفی اس دلیل سے نہیں روک سکتا ہے کہ
 خرق اور التیام محال ہے اور ثمر کے شق ہونے سے کل افلاک میں شق ہوگا ہاں شہر جو بن ہوا اور
 بیڑ جو بن اور اسی جو بن وغیرہ غارالت کی غیر موجودگی، چالیس یا اکاون میل اوپر ہونے سے کوئی
 دی روح اور نہیں چرچہ سکتا ہے یہ شبہ نیا فقط معراج جسمانی کی نسبت پیدا ہوا ہے اور شق القمر
 کے معجزہ پر تو یہ بھی شبہ وارد نہیں ہوتا ہے اور اسکا جواب ہم معراج کی بحث میں دینگے۔ میں
 چالیس برس کے اسکاتسٹھ مہینوں کے جدید اصول کیسے لکھی گئی تھیں اور ان کی تشریح و تفسیر جو
 اور خصوصاً جب سے طریقہ حل اور تفریق متکسی میں صاحب اور کرب صاحب نے ایجاد
 کیا ہے اور مرات العکس کی ایجاد سے اب تو آفتاب میں بقول کمیسٹ جدیدہ ادمات یا
 زیادہ آج تک دریافت ہو چکی لو اور ہمہ اور مقناطیس اور نیکل تاننا جستہ وغیرہ ان سب
 فلزات کی موجودگی آفتاب میں ایسی یقینی ہو چکی جیسے کہ اویات کا کوئی یہی مسئلہ۔
 اس طرح ثوابت ستاروں کے کیمیائی ترکیب روز بروز منکشف ہوتی جاتی ہے شاید کہ ہم بھی
 کو ایک کو بنالینے (نور بالند) اگر میں اس وقت ماہ خشب کا ڈگر کروں جو کسی حکیم نے مسر خشب
 کے کھنڈ میں بنایا تھا اور رات کو بلند ہو کر اسکی چاندنی بھینلی تھی۔ اب یقین ہو کہ جدید
 فلاسفہ اور کمیسٹ اسکا انکار کریں اور وہ قہقہہ زنی جو محض جہالت کے کیا کرتے تھے
 اب تو اس قصہ کو بھی سچا بن لینگے اور اپنی نادانی پر شرابینگے اور اپنی روشنی کو تاریکی
 جہالت نہ کہنے لگے اسلئے کہ کیمیائی اختری کا علم گوا نکواب ہوا ہے مگر دنیا میں ہم سے پہلے
 سب کچھ ہو چکا ہے چنانچہ ریل کے پرزے بھی خدا برس کے ڈھیلے ہوئے اب ہندوستان

میں دستیاب ہوئے ہیں آدم پر ہر مطلب مغز تعلیم یافتہ جب نوکریل کی دوری پڑا تھا۔
 کے اجزائے کیمیادی ہمو در یافت ہو رہے ہیں بلکہ ان کو اث کے اجزائے دوری ہم سے خدا
 جانے کتنی سہ پہر امتیاب جو ہم سے ۱۰ لاکھ چالیس ہزار میل پر ہے اُس کے اجزائے دریافت کرنا ہم
 کو کیوں دشوار ہوگا بلکہ یاسانی ہو رہا ہے قوی دوریوں سے چاند میں پہلا اور جنگل اور سبزہ
 خوشنما اور ذی روح خلاقی نظر آتی ہے جسکو قدیم فلاسفہ عکس انشیا زمین تصور کرتے تھے۔
 اور یہ غلطی انکو دور میں ہونے سے پڑی تھی سعدی کہتا ہے ۵ ہفت تعلیم ابریکر و بادشاہ۔
 ہچمال در بند فلسفہ ذکر اور اسال جو دور میں کلاں بن رہی ہے جسکا طول (۱۹) فیٹ کا ہے
 اُس سے چاند فقط دو میل کے فاصلہ پر دیکھا جائیگا اور فرانس اور امریکہ کے فلاسفہ مدعی ہیں کہ ہم اُسے
 بات حیت بھی کرنے کی کوئی تجویز کریں گے چنانچہ ۲۷ برس سے اسکا چہرہ اخبارات میں ہو رہا ہے اب
 قدیم فلاسفہ جو خرق اور التیام کے اجزائے فلکی میں منکر تھے اُنکے اس خیال کی غلطی جدید فلسفہ نے
 بھی بخوبی کر دی اور متکلمین اسلام نے قدیم فلسفہ سے بھی اُنکے اس غلط خیال کو باطل کر دیا تھا
 کیمیائی اختری سے ہمو اسکی بھی تصدیق ہو گئی جو خدا نے قرآن میں فرمایا ہے اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ
 یعنی بروز قیامت آسمانی چیزیں بھٹ جائیں گی اسلئے کہ جب یہی مادہ اجزائے فلکی کا بھی ہے جو زمین
 کی اشیاء کا ہے پھر اُنکا بھٹ جانا اور جوڑا ہو کیوں محال ہوگا ہمو یہ بھی عقیدہ ہے کہ شوقِ قمر کا مہر
 بھی خدا نے علاوہ تصدیق اپنے نبی کے اس پیشین گوئی کی سچائی کی نظر سے بھی ظاہر فرمایا تھا
 تاکہ فلاسفہ خیالات کے لوگ جو خرق اور التیام کے محال ہونے کے غلطی میں پڑے ہیں جب صدی
 آدمیوں کے مشاہدہ میں چاند کے دو گئے آجائیں پھر اُنکو اس خیال باطل کی سچ کر کے کاموقع
 نہ ہے یہاں تک اتنا ثابت ہوگا کہ چاند اور سورج اور کل ستارے اور افلاک بھٹ سکتے ہیں جیسے
 زمین بھٹ جاتی ہے تجویز عقلی جب چاند کے پھٹنے کی ہو چکی اب اس واقعہ کا ثبوت کہ چاند
 بھٹ گیا تھا ہجرت تاریخ کے عقلی دلیل سے نہیں ہو سکتا تاریخ اہل اسلام کی بلکہ متواتر کلام الہی کی
 خبر دیتا ہے کہ یہ واقعہ ضرور واقع ہوا بلکہ اسکی واقع ہونے کے بعد بھی جو کفار نے کہہ کر محض عداوت
 سے دھمکیہ بندی ہے وہ بھی قرآن میں مذکور ہے اب ثابت ہو گیا کہ چاند کا شوق ہوا ممکن بھی

تو خرق اور التیام خود ہی مسلم ہو جائیگا اور جو استبعاد کل فلک کے شق ہو گیا کیا ہے وہ سب
 مسلم ماننا پڑیگا۔ دوسری صورت قمر کی فلک قمر میں ہونے کی یہ ہے کہ جرم قمر جتنا بڑا ہے اتنا
 حصہ فلک قمر کا خالق عالم نے ایسا پیدا کیا جو آفتاب سے قبول نور کرتا ہے اور اس کا مطلب
 یہ ہوا کہ قمر کو قمری جسم جداگانہ نہیں ہے بلکہ فلک قمر کا ایک حصہ ہے جو آفتاب سے کسب ضیا کرتا ہے
 یہ صورت اگرچہ شق ہونے اور محالات سے بچنے کی ہے مگر مشاہدہ اور حرکت قمر اور خسوف اور
 محاق اور بلال بن جانا اور پیر پور اچاند ہونا ان سب کے منافی ہے بلکہ سچ تو یہی ہے کہ چاند
 ایک جسم جداگانہ ہے جو فلک قمر میں جڑا ہوا ہے اور فلک قمر کو شق کر کے اس میں لگا دیا ہے
 اب رہی یہ بات کہ فلک قمر کے شق ہونے سے ابتداء نے خلقت قمر کے وقت خواہ شق القمر
 ہونے سے بروقت ظہور معجزہ شق القمر سب آسمانوں کا پھٹ جانا ضرور ہے یہ خیال بالکل
 غلط ہے اسلئے جتنے اجسام خدا نے بنائے ہیں سب میں کچھ خواص اور عام صفات رکھیں
 اور انجملہ انضغاط یعنی دبنا اور سمٹنا اور مرونت یعنی سمٹ کر پھیر اپنی اصلی مقدار پر آجا واجب دینے
 اور سمٹنے کی صفت عام ہر جسم میں ہے اور مرونت یعنی سمٹ کر اپنی اصلی حالت پر آجا یہ بھی صفت
 عام جسم کی ہے۔ اب خیال کرو کہ قمر کے شق ہونے کے وقت اگر جرم قمر کے دو ٹوکے دب کر سمٹے ہوں
 اور بعد سمٹنے کے پھر مرونت کے خاصہ سے اپنی حالت پر ہو کر سکتے ہوں تو کونسی دلیل اسکو منع
 کر سکتی ہے اور اس فرض پر فلک کا پھٹنا اور فلک الافلاک تک سب کا پھٹ جانا ہرگز لازم نہ آئیگا
 اور اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ فلک قمر بھی شق ہوا چونکہ اس میں بھی براہ جسم ہونے کی دونوں صفت
 یعنی سمٹنا اور پھیر اپنی اصلی مقدار پر آنا ضروری ہے جب بھی اسی فلک قمر تک دبے اور
 اور پھر حالت اصلی پر پلٹ آنے کی کیفیت پیدا ہوتی تھی اور فلک الافلاک تک اسکا اثر ہرگز
 نہیں پہنچ سکتا ہے اب یہ بات کہ قمر میں خواہ فلک قمر میں دبے اور سمٹے اور پھر حالت
 اصلی پر عود کرنے کی صفت نہیں اسکا ثبوت معترض کے ذمہ ہے فلاسفہ تو یہی کہتے ہیں کہ
 عام صفات سے کوئی جسم خالی نہیں ہو سکتا ہے ورنہ جسم کا نیچہ گر جائے اب خدا یہ بھی سمجھ لیتا
 چاہئے کہ فلک الافلاک سے اوپر نہ خلا ہے اور نہ ملا ہے اسکے معنی سوای ایسے ہی دانا

اور حکیم لوگوں کے اور کون سمجھ سکتا ہے۔ اور اس سے زیادہ اور کیا دانشمندی ہوگی اور ارتقاع
 نقیضین کو تسلیم کر لیا ہے اور خدا کی قدرت اسی پتھرے میں بند ہے جو بطلمیوس نے فلک الافلاک
 تک خیال کیا ہے ہمارا خدا ایسا ہے کہ اس عالم کے علاوہ ہزاروں آسمان اور لاکھوں زمینیں
 کر سکتا ہے اور یہ فضا یعنی خالی جگہ اتنی نہیں ہے جتنی بطلمیوس کی دہمی ہیئت میں آتی تھی
 آج بھی دور مینوں کے ذریعہ سے اس قدر فضا نے غیر محدود نظر آرہی ہے جسکے سوچنے سے عقل کو
 حیرت ہوتی ہے۔ ایسی جہالت اور نادانی جس ام میں ہو اور ایسی خرافات اور مہملات باتوں سے
 شوق القمر اتنی بڑی قدرت خدائی خدا کو روکنا یہ کام ایسے ہی بے عقلوں کا ہے جنکو فلاسفہ کہتے
 ہیں معمولی عقل کا آدمی بھی تو اسکو عقل و دماغ کے سوا اور کچھ نہ کہہ سکتا ہے جسکی ضرورت ہے کہ
 قدیم فلاسفہ چاند اور سورج بلکہ جمیع سیارات اور اجرام فلکی کے مادہ کو ان اجسام کے مادہ سے
 جدا خیال کرتے تھے جنکو عنصریات کہتے ہیں یعنی جو اجسام فلک قمر سے نیچے زمیں تک ہیں اور
 جنکی ترکیب آب آتش خاک اور باد سے ہے اور عناصر کو منحصر انہیں چار میں خیال کرتے تھے
 جو حل کی تحقیق سے (۷۲) تک دریافت ہو چکی اور شاید اور بھی دریافت ہوں اور جسمانی خوا
 عامہ انہیں عنصریات میں ضروری جانتے تھے اور اب جدید فلاسفہ آسمانی چیزوں کو انہیں
 عناصر اور باطرات سے مرکب ثابت کر چکے اور قدیم فلاسفہ کے اس خیال کو بالکل غلط اور لغو ثابت
 کر چکے۔ اگرچہ مجھے اس مسئلہ کی تحقیق سے شوق القمر کے اثبات میں بحث کرنے کی حاجت نہیں ہے
 مگر اتنا کہنا ضرور ہے کہ دونوں مذہب قدیم اور جدید فلاسفہ کے انکی صحت اور غلطی یقینی کا کوئی
 شخص مدعی نہیں ہو سکتا ہے اور مشکوک امر پر بنا کر کسی معجزہ کا انکار کرونیہ طریقہ گریز
 عقل پسندیہ نہیں ہے لہذا جس قدر معجزات انبیاء علیہم السلام کے ایسے ہیں جنکے انکار پر اصول
 فلاسفہ قدیم یا فلسفہ جدیدہ پر بنا کر کے منکرین نبوت قیل و قال کرتے ہیں عام طور پر جواب
 دینا لازم ہے کہ پہلے اس مسئلہ کو تو یقینی ثابت کرو جس پر بنا کر کے انکار اس معجزہ کا کرنے
 میں اگرچہ تفصیلی جواب ہر ایک شبہ کا بھی درج ہوتا جاتا ہے مگر اجمالی جواب یہ بھی
 انکی وہ ہر ایک مسئلہ پر بنا کر کے منکرین معجزات کا ہے فقط دوسرا شبہ علم مناظر و غیرہ

چاند کے دو ٹکڑے الگ الگ نظر آئے اسکو ضرور ہے کہ دونوں ٹکڑوں میں کچھ فاصلہ پیدا ہوا ہو گا علم
 مناظر ہمکو یقین دلارہا ہے جبکہ جرم قمر سے ۲ لاکھ ۶۰۰ ہزار میل دور ہے اب ہمکو قطر قمر کسی آئینہ یا
 پانی میں اگر زیادہ سے زیادہ ۱۸ انچ کے نظر آتا ہے اس حساب سے اگر قطر قمر دراصل ۲۴ میل کا
 ہوتا تو ہم کو زمین سے برابر ایک انچ کے معلوم ہوتا۔ لہذا اگر دونوں ٹکڑوں میں قمر کے پانچٹھ میل کی
 دوری بروقت شق قمر کے ہوتی تو ہمکو ایک انچ کا فاصلہ دونوں ٹکڑوں میں نظر آتا۔ پھر چونکہ دیکھنے
 والوں نے جدا جدا دونوں ٹکڑے کم سے کم انچ کے سولہویں حصہ پر خواہ آٹھویں حصہ پر دیکھے
 ہونگے پس ضرور ہے کہ ہم میل خواہ آٹھ میل کا فاصلہ دونوں ٹکڑوں میں ہوا ہو گا مگر اہل
 اسلام کا بیان دونوں ٹکڑوں کے الگ الگ نظر آنکا ایک انچ سے کم نہیں ہے لہذا بقاعدہ علم
 مناظر ہم میل دونوں ٹکڑے الگ ہو گئے تھے جو ہمکو ایک انچ کی دوری پر نظر آتی اور اگر اس
 روایت کو صحیح مانا جائے جس میں راوی بیان کرتا ہے کہ دونوں ٹکڑے مانتا ہے کہ تراہما کے دونوں
 طرف نظر آئے تھے اب تو دوری درمیان دونوں ٹکڑوں قمر کے ضرور کئی ہزار میل کی ہوتی ہوگی
 جسکی تحقیق ہمیشہ تراہما کے طول اور عرض کی مسافت پر موقوف ہے اب دیکھو کہ شق قمر
 یا توجو یا اور شمالاً ہوا کہ دونوں ٹکڑے ہمکو ایک انچ خواہ ۲۴ میل خواہ ۱۸ انچ کے فاصلہ سے نظر آئے
 اس سے لازم آتا ہے کہ دونوں ٹکڑوں میں حرکت مستقیمہ قمر جنوبی اور شمالی پیدا ہوتی اب اس
 درمیانی جگہ کی روشنی مثل جرم قمر کے تو ہو نہیں سکتی بلکہ یا تو سطح قائم فضائی آسمانی شب
 کو تاریک نظر آتی ہے یہ مسافت ہم میل خواہ آٹھ میل یا چار میل کی بھی سیانظر آتی ہوگی
 اسکا ثبوت اسلامی تاریخ سے کچھ نہیں دیا گیا ہے حالانکہ ضروری الثبوت امر ہے عوام مسلمین
 درکنار علمائی محمدی جنکو بڑے بڑے دعوے اپنے علم اور تحقیق کے ہیں ایسی موٹی بات کو
 چھوڑ گئے اور یہ بات اس فرض پر ہے کہ سطح اندرونی دونوں ٹکڑوں کے مثل سطح ظاہری کرہ
 قمر کے کسب ضیا آفتاب سے کرے اور اگر سطح اندرونی نے بھی کسب ضیا کیا تھا اب تو اس
 فاصلہ ہم میل خواہ آٹھ میل کی روشنی دو چند روشنی ماہ سے ہوگی حالانکہ ایسا نہیں ہوا پھر
 شق القمر بھی نہیں ہوا اور اگر چاند کے دو ٹکڑے سطح پر ہوتے کہ ایک ٹکڑا پورب اور ایک

پچھم اسوقت دو میل خواہ چار میل خواہ ۶۴ میل ہر ایک کڑا اپنی جگہ خاص سے یورپ اور چین
 ہٹا ہوا تھا اس فرض پر یورپ والا کڑا اور نیز درمیانی فاصلہ دو نو ٹکروں کا ہوا نظر نہیں آسکتا
 اگر یورپ والا کڑا ہر وقت اتصال اور قبل انشقاق کے کسی قدر روشن تھا اسلئے کہ اقلیدس
 نے کتاب النظم میں ثابت کر دیا ہے چھوٹے کرہ کا جسم جو کسی بڑے کرہ سے کسب ضیا کرتا ہے
 جیسے قمر آفتاب سے پس وہ مقام روشن نصف کرہ سے زیادہ ہوتا ہے پس ایسا شق قمر اگر
 ہوتا تو اس سے کیا فائدہ تھا تبصری صورت یہ ہے کہ دو نو ٹکڑے زیر و بالا ہو گئے تھے اور
 فاصلہ درمیانی وہی چار میل خواہ آٹھ میل دونوں یا چونتیس میل کا اور اوپر والا کڑا حرکت مستقیمہ
 فوقانی سے اور نیچے والا حرکت مستقیمہ تحتانی سے متحرک ہو کر فاصلہ معین پر گیا تھا جیسا کہ
 ظاہر ہے اب خلاصہ یہ ہوا کہ شق قمر کے ملنے سے محالات مندرجہ ذیل خلاف قانون قدرت
 (۱) آف بجز ہر نظام آسمانی خدائے منظم کیا ہے پیدا ہوتے ہیں اگر دو نو ٹکڑے جنوبی اور شمالی
 ہوتے تھے خواہ تحتانی اور فوقانی تھے (۲) جذب مرکزی جو شمس کو قمر پر ہے اسکا باطل ہونا
 (۳) قمری دو حرکت مستقیمہ جنوبی اور شمالی خواہ تحتانی اور فوقانی دو نو ٹکڑوں میں پیدا ہونے
 جو منافی حرکت ذاتی قمر کی ہے لہذا وہ حرکت ذاتی اتنی وسیع باطل ہونی ہوگی اور سکون پیدا
 ہوا تھا (۴) فاصلہ درمیانی دونوں ٹکڑوں کا چونکہ بحالت اتصال اس میں جرم موجود تھا۔
 بعد انشقاق یا تو خلاء محض اس میں پیدا ہوا اور یہ محال ہے یا کوئی اور مادہ مثل مادہ جرم
 قمر کے خدائے اس خالی جگہ میں پیدا کر کے بھجوا دیا تھا اسلئے کہ یہ شکل مستطیل (حب کا عرض برابر
 ۶۴ میل خواہ آٹھ میل یا چار میل کے تھا اور طول اور سمک برابر قطر قمر کے یعنی دو ہزار ایک سو
 اسی میل کے) اپنے مملو ہونے کو ضرور کوئی مادہ جسمانی چاہتی ہے (۵) تمام اجرام فلکی اور جرم
 ارض سے نسبت اوضاع قمر کے بدل جانے سے پورا انقلاب اجرام فلکی میں پیدا ہونا جسکے
 آثار کو ہم نہیں کہتے بلکہ قرآن کہتا ہے لَا الشَّمْسُ مَنَعِي لَهَا أَنْ تَنْدَارَ لَكِ الْقَمَرُ (۵) نور قمر
 یعنی چاندنی جس قدر حالت موجودہ میں ہے دو ٹکڑے ہونے کے بعد ضرور اس میں بھیکاپن کا
 ہونا جسکو تاریخ اہل اسلام بھی نہیں بتلاتی ہے اور یہ مسئلہ علم نور کا ہے (۶) جس قدر دریا وغیرہ

چاند پر اب بخوبی دیکھے گئے ہیں انکے پانی بروقت شمع ہونے کے ضرور کسی قدر ریزش کر کے
 زمین تک آئے اور اگر نہیں آئے تو انکا انجماد اور بے ہونا یہ بھی خلاف قانون قدرت ہے
 (۷) جاندار اشیا جو کرۂ قمر میں اپنے برابر سبب بلکہ بحیرہ قیامت کا صد مرید پیدا کرنا جسکو اصل
 خداوندی کبھی گوارا نہ کر لیا۔ سترابی نبی کی تو اہل زمین کریں اور عذاب ہو آسمان والوں
 پر آخر ان بیچاروں کا کون گناہ تھا اور کونسی خطا ہوتی تھی جواب اجمالی ان شبہات
 کا جنکی بنا علم مناظر اور علم نور اور قواعد حرکت اور ناموس جذب اور نفور پر ہے ہم پہلے تو یہی
 دیتے ہیں کہ جو قانون قدرت آنکھ کے دیکھنے میں اشیا کے ہمو تجربہ سے دریافت ہوا وہ قانون
 ضروری اور عقلی نہیں ہے جبکہ بدلتا محال ہو چنانچہ ہم نے ص ۹۸ میں لکھا کہ روشنی میں
 آنکھ کھول کر دیکھنے کا نیچر خدا اسکے بدلنے پر بھی قادر ہے اور امریکہ کے ایک مریضہ کی نظر
 بھی پیش کر دی کہ اندھیری رات میں آنکھ بند کر کے باریک حروف پڑھتی تھی اسطرح تو اس
 حرکت اور جذب اور نفور سے سب قانون عادی ہیں انکا بدلتا معجزہ سے ممکن ہے تفصیلی
 جواب کی تمہید یہ جواب اگرچہ دقیق مسائل پر مبنی ہے مگر سلیس عبارت سے ہم اسکو بھی
 لکھیں تاکہ ناظرین کو فوائد عظیمہ حاصل ہوں یہ مسئلہ علم مناظر کا کہہ رہے اپنی پوری مقدار پر
 اسی جگہ سے نظر آتی ہے جہاں سے زاویہ رویت کا قاتمہ بنی خروج شعاع پر موقوف ہے مثلاً
 اگر ۹۰ گز کا کوئی مکعب ہے یعنی ۲۰ گز اسکا ہر قطر ہے اسکو ایسی جگہ سے دیکھیں کہ ٹھیک
 بیچ اسکا ہمارے سامنے ہو تو ہمکو اگر کے فاصلہ سے وہ پورا نظر آئے گا اور اس سے زیادہ دور سے
 چھوٹا اور کم دوری سے بڑا اب اسکا لحاظ رہے کہ ہر شے کے پورا دیکھنے میں مثلث کا مساوی
 الساقین اور قاتمہ الزاویہ ہونا ضرور ہے جس سے مخروط شعاعی پیدا ہوگا۔ پھر چونکہ مثلث
 متساوی الساقین قاتمہ الزاویہ میں جو خط منصف زاویہ قاتمہ ہے وہ قاعدہ کی بھی نصف
 ضرور کرتا ہے اور وہی خط یعنی عمود برابر نصف قاعدہ کے بھی ہوتا ہے مثلاً اگر اب ج ج ہے
 مثلث قائم الزاویہ متساوی الساقین ہے جسکا قاعدہ ب ج برابر (۸) کے ہے تو اے خط سے
 اگر نصف زاویہ قاتمہ ب ج کے ہوگی ضرور وہی عمود اے قاعدہ ب ج کی نصف بھی کرے گا

اور وزاویہ قائمہ قاعدہ پر بنایا گیا۔ یعنی زاویہ اءب۔ اءج اور خود برابر نصف ب ج یعنی برابر
 ہم کے ہوگا۔ حکم ش (۱۷) اور (۱۵) اور (۱۴) م (۱۱) اصولی قیاس کے۔ اءعمود کا برابر نصف
 قاعدہ ب ج کے ہونا اسکا ثبوت یہ ہے کہ مثلث ج اب قائم الزاویہ متساوی الساقین کے
 قاعدہ ب ج پر کی زاویہ برابر ہیں اور ہر ایک زاویہ برابر نصف قائمہ کے ہے حکم ش ۳۲ پھر چونکہ
 اءعمود نے زاویہ قائمہ ب ج کو نصف کر دیا لہذا مثلث اءب قائم الزاویہ کے قاعدہ اب
 پر کے دو نو زاویہ ب ا اور اءب بھی برابر نصف قائمہ کے ہوتے اور جس مثلث کے قاعدہ پر
 کے زاویہ برابر ہوں وہ مثلث متساوی الساقین بھی ہے لہذا ضلع اء برابر ہے ضلع اءب
 کے جو برابر ہے نصف قاعدہ ب ج یعنی برابر ہے ہ کے اور یہی ثابت کرنا تھا اب ہم ش ۳۳
 سے یہ بھی ثابت کر دینگے کہ جو مربع بیروں کرہ قمر بنایا جائے اسکا ہر ایک ضلع برابر قطر قمر یعنی
 ۲۴ ہزار ۴۰ سو ۵۰ میل کے ہوگا اور یہی قطر قاعدہ ہر ایک مثلث کا ہوگا جو نصف مربع مذکور ہے
 اور یہی قطر قاعدہ مخروط شعاعی کا ہوگا جو ہماری آنچ سے نکلتا ہے اور ذریعہ ہماری رویت
 کا جرم قمر کو ہے لہذا نصف اسکا یعنی ایک ہزار ۹۰ میل کی دوری سے ہم کرہ قمر کو پوری مقدار
 پر دیکھ سکتے ہیں اور اسی حساب سے ہم دولا کر چالیس ہزار میل کی دوری سے قمر کو نصف چھوٹا
 دیکھینگے جسکو حساب کر لیجئے اب دیکھو کہ زاویہ کی تقسیم عموماً اقلیدس سے فقط تہذیب اور
 تخمین میں ہو سکتی ہے اور قائمہ کی تثلیث بھی ثابت ہو گئی کہ مثلث متساوی الاضلاع کا ہر
 ایک زاویہ برابر دو مثلث قائمہ کے ثابت ہوا ہے اب سوائے اس مقدار کے جو ۲۰ اور یا ۳۰ اور
 ہر تقسیم ہو سکے بلکہ 360° پر جو تقسیم ہو سکے اسی پر تقسیم زاویہ رویت کی ہوگی اور
 کسی حصہ پر نہ ہوگا ورنہ کیا اگرچہ ممکن ہے کہ ہم برہان ہند سے سے اسکا ثبوت نہیں دے
 سکتے جیسے عام تثلیث زاویہ کی ہم برہان ہند سے نہیں کر سکتے مثلاً اگر کسی شے کو دیکھ
 گیا چھوٹا اور قریب ہو تو اس میں بتدیسوں وغیرہ کی مقدار پر اگر ہم دیکھیں علم مناظر سے
 اسکا ثبوت ہم سے ہوگا البتہ خواہ اور قواعد حسابی تخمین سے اگر ثابت کریں تو وہ برائی نہ
 ہوگی لیکن محض وہ ایک وہی علم مناظر کا تو حال یہ ہے جس پر آب زمین اور آسمان کے قلوب

ہمارے ہیں اور تاج گنج اگرہ کے اندرون حصار کا طغرا چل کر دیکھئے کہ دیواری جڑ سے اوپر
 تک جب قدر حروف کندہ کئے ہیں سب برابر نظر آتے ہیں بڑے بڑے سیلح مہندس اور کامل علم
 مناظر کے آج تک حساب کرتے کرتے حیران ہو رہے ہیں وہ کونسا کامل ریاضی دان و معمار ہوگا
 نویس تھا جس نے زاویہ رویت کے ہر حصہ کی تقسیم کر کے اسی کے حساب سے چوب قلمی کی ہے
 جسکے ہاتھ چوم لینے چاہئے مستلیم کے قریب جب پر بت سر علاقہ جو دھپور مارواڑ کا مہاراجہ
 تخت سنگ متونے کی طرف سے میں حاکم (ناظم) مقرر ہوا تھا مگر نہ ایک قصبہ ہے جہاں سے یہ
 سپید تھیں سنگ مر آتا ہے وہاں بغرض فیصلہ ایک تنازع کی بطور دورہ کے کیا تھا وہی لوگ
 جتنکے آبا اور اجداد نے تاج گنج کا روضہ بنایا ہے مجھ سے ملے اور انکے پاس نقشہ جات
 روضہ کے موجود ہیں ان سے پوری کیفیت اس عمارت کی معلوم ہوتی تھی اور اب بھی وہ
 لوگ یہ کام کر سکتے ہیں تمہید کے بعد جواب دیتا ہوں انکھوں کے بارہ میں چار پانچ مذہب
 فلاسفہ طبیعیین اور ریاضیین کے ہیں اور سب غیر معتد آج تک ہرگز ثابت نہوا کہ قدرت اور
 فطرت نے کس طریقہ سے آنکھ کو دیکھنے پر قادر کیا ہے۔ اور یہ مذہب خروج شعاع کا جبکہ مخروط
 بتا ہے یہ تو حال کے فلسفہ سے بالکل باطل سمجھا گیا۔ اور الحزن ایک حکیم اہل اسلام نے سبکی
 کتاب علم المناظر والمرت کا ترجمہ رشتہ صاحب نے انگریزی میں کیا ہے اس مذہب کو بالکل باطل
 کر دیا ہے اور کیا اور برکلی اور ڈی کارٹس کے باہم اختلافات کو پہلے طے کر لیجئے تب اس
 مسئلہ میں گفتگو کیجئے۔ پھر جواب دہی فلاسفہ کے نزدیک خود ہی غیر محقق ہے اس پر تصریح کرنی
 کیونکہ درست ہوگی (۱) قوت جاوہ شمس کو جو کہ طیف ہے خواہ زمین کی قوت جاوہ باطل ہوئی
 مقصور ہی سی دیر کیواسطے اس میں کونسی خرابی اور کونسا محال پیدا ہوتا ہے (۲) حرکت قسری
 جنوباً اور شمالاً خواہ نیچے اوپر کے جو دونوں ٹکڑوں میں قمر کے پیدا ہونی اسکے منافات حرکت
 ذاتی سے کچھ ضروری نہیں بلکہ دونو جمع ہو سکتے ہیں البتہ دونو کا اوسط ایک مرکب حرکت
 سے بنیگا جیسے حرکت ذاتی اور عرضی آفتاب کے قدامی علم ہیئت کی رائی میں یا ناؤ کی رفتار
 کسی دریا میں جو پورب کو بہتا ہو اور ہم دھن طرف کے گھاٹ سے اتر کر لیجائیں اگر دونو زور

برابر ہونگے دونو حرکتیں ضایع ہو کر سکون پیدا ہو گا اور بحالت کمی بیشی ہر دو قوت حرکت
 ضرور ہوگی اور اسکو ملاح روزانہ تجربہ کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابطال حرکت طبعی کا ہونا
 ضرور نہیں ہے کی حرکت یعنی بطور پیدا ہو گا ویکھو ٹیٹ صاحب کے اصول حرکتیں
 کو درمیان فاصلہ درمیانی دونو ٹکڑوں کے حصہ قرار ہوا تھا وہ مثل فضائی آسمانی کے تاریک نظر
 آتا کچھ اس میں خرابی نہیں ہے اور دونو ٹکڑے مثل جرم ظاہری قمر کے روشن دکھاتے تھے
 یہ بھی کچھ دشوار نہیں ہے۔ ہاں قدیم فلاسفہ ریاضیین چونکہ جرم قمر کو فلک قمر میں جڑا ہوا
 کہتے تھے انکی رائی میں جب تک فلک قمر میں شق نہ ہو قمر کا پھٹنا محال تھا اور چونکہ فلک کا
 اتصال فلک الافلاک تک خیال کرتے تھے لہذا قمر کے شق ہونے سے کل افلاک کا میٹ
 جانا انکی رائی میں ضرور تھا لہذا اسکو محال سمجھتے تھے مگر حال کے علمائے ہدایت قمر کو کل
 زمین ایک جسم جداگانہ خیال کرتے ہیں اس فرض پر وہ دشواری بھی نہیں جو قدیم علمائے ہدایت
 خیال کرتے تھے اسلئے کہ آسمان خود ہی موجود نہیں ہے فقط ایتھر بھرا ہوا ہے اب خالی جگہ
 درمیان دونو ٹکڑوں کے اُسی مادہ سے بھرے ہوئے تھے جس سے تمام فضائی آسمانی بھری
 ہے اور کوئی جدید مادہ پیدا کرنے کی حاجت نہیں سیدم خواہ ایتھر سے یہ جگہ بھری ہوتی تھی جسے
 حرکت قمر سے جو جگہ خالی ہوتی ہے اس میں وہی مادہ بھر جاتا ہے جو تمام فضائی عالم بالا میں
 بھرا ہوا ہے (۵) تمام اجرام فلکی اور زمین سے نسبت قرب اور بعد اور محاذات اور مسا
 وغیرہ کا بدلنا اس سے کوئی انقلاب صغیر بھی آپ ثابت نہیں کر سکتے اور قرآن مجید کی آیت
 کا یہ مطلب ہے کہ آفتاب کو بالذات یہ قوت نہیں ہے کہ چاند کو اپنی طرف کشش کر کے خواہ
 آفتاب خود چاند کی طرف حرکت کر کے چاند سے مل جائے بلکہ یہ بات اگر ہوگی تو حکم خدا سے اور شوق
 بحکم خدا ہوا تھا پھر اس میں تبدیل اوضاع مشیت الہی سے اگر ہوے تو جو فائدہ اس تبدیل وضع
 سے ہو ہوگا اسکو خدا نے خود روک دیا (۶) چاندنی کا پھیکا ہونا اگر تاریخ اہل اسلام نہیں
 بتلاتی ہے تو یہ بھی نہیں بتلاتی ہے کہ پوری چاندنی رہی تھی پس یہ امر ایسا ہے کہ جسکی نسبت
 ہماری تاریخ کو سکوت ہے اور ایسا ہی ہونا ضرور ہے اسلئے کہ اوکا تو جن لوگوں کی درخواست

سے یہ معجزہ واقع ہوا وہ محض عوام لوگ تھے ایسے نازک خیالی اور تمیز فلسفی را نگونہ
 تھی اور بالفرض اگر ان میں کوئی بڑا فلسفی بھی ہوتا تو یہ واقعہ ہوش ربا ایسا نہ تھا کہ اس وقت کسی
 کو اسکا ہوش رہتا کہ چاندنی پھیل چکی ہے یا پوری ہے یہ باتیں ہیٹ بھرے اور مطمئن لوگوں کی
 ہیں دیکھے سوچ کر سن ایک معمولی بات ہے جس سے ڈرنا اور خوف کرنا بقول فلاسفہ براہ
 عادت بھی نچا بنے مگر ^{۱۸۴۲ء} کاسوف ہونے پر دنیا میں پورا نظر آیا جسکا تماشا دیکھنے علی
 آنکہ سے مشہور عالم ہیئت شمع بھی گیا تھا اسکی تاریخ پڑھے جسکا اثر جانوروں پر قابل لحاظ
 تھا چھوٹے چھوٹے طیور تو اکثر مر گئے یا سپوش ہو کر خاک پر گر پڑے بل حلقہ حلقہ ہو کر سر کو اٹھا
 کی طرف اٹھاتے ہوتے تھے اور سنگ کو اسطرح آسمان کی طرف اٹھاتے ہوتے تھے جسے
 حملہ کرنے پر آمادہ ہیں بھڑکری گردن ڈال کر سوتی ہوئی صورت بناتے ہوتے تھیں گھوڑے
 خوف سے پھراتے پھرتے تھے بوم اور شترک رات بچھکر طرف اوڑتے پھرتے تھے شہر
 پر گیشن میں صرف دس کوکب اور شہر میلاں میں کثرت ظہور کوکب ہوا تھا سوری ایسی بڑھ
 گئی تھی کہ ہر مامیٹر فوراً اور بے گھٹ گیا تھا آفتاب سیاہ دائرہ ہو گیا تھا افق پر جسقدر آسپاہ
 تھے سبز رنگ ہو گئے تھے اور آسمان پر آتش زدگی کی سی کیفیت معلوم ہوتی تھی ہر حال
 شوق قمر جو محض خرق عادت سے تھا اسکا خوف کیا ایک معمولی کسوف سے بھی برابر ہوگا۔
 (۱) چاند کے دریاؤں کے پانی کا زمین پر گرنا یہ بھی محض خیالی بلا ہے۔ پہلے تو ہم چاند پر دریاؤں
 کا ہونا تسلیم نہیں کرتے اور بالفرض اگر تسلیم کریں تو اسکا ثبوت کہ جس جگہ شوق قمر ہوا وہاں بھی
 دریا ضرور تھا کون دیکھتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں (۲) چاند پر جاندار حیوانات کو اید اور گزند
 پہونچنا فقط اسوجہ سے کہ تھوڑی دیر دو ٹکڑے قمر کے الگ ہوتے تھے یہ کیونکر مانا جائے کہ
 کہ پہلے تو جاندار اشیاء کی موجودگی ہم پر ثابت کیجئے اسکے بعد پھر دو ٹکڑے ایسے ہوتے ہیں
 انکو اید سپوشی تھی۔ اور ہا فقط حرکت جنوبی اور شمالی یا شمالی اور فوقانی اس سے کسی قسم
 کی اید سمجھ میں نہیں آتی ہے یسرا شہہ جاندار اور نیز عالمانہ جوہر ایک معجزہ کی نسبت گفت
 اور منکرین نبوت ہمیشہ کیا کرتے ہیں جسکو قرآن مجید میں خدا نے اسی شوق قمر کے قصہ میں یوں

بیان فرمایا ہے **وَاِنْ يُّوَادِّهِ يَْعِزُّوْا عَنْهَا وَيَقُوْلُوْنَ مَعْزُومٌ** اگر دیکھتے ہیں کسی
 آیت اور معجزہ کو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں وہی جادو ہے جو ہمیشہ ایسے لوگ مدعی نبوت
 کرتے چلے آتے ہیں سید احمد رضا صاحب کو بھی جب کسی طرح سے چارہ انکار نہیں رہتا
 نہایت ہے کہ عمل فرمزم سے یہ دھڑھندی ہوئی تھی۔ اس شبہ کے گریوالتین گروہ
 کے لوگ ہیں۔ پہلا گروہ محض جاہل اور متعصب لوگوں کا کہ ہرگز کسی قسم کی دلیل اپنے انکار
 پر نہیں لاسکتے بلکہ انکا تعصب اتنا زیادہ ہوتا ہے اور بر ملا پکار پکار کہتے ہیں کہ اگر تمام دنیا کو
 معجزات سے یہ نبی بھروسے ہم توجیب بھی نظر بند ہی سمجھینگے اور ہر گز ایمان نہ لائینگے۔ دوسرا گروہ
 اُسکا یہ قول ہوتا ہے کہ نظر بند ہی نہیں بلکہ غائب نبی کی قوت جو آدمی میں ہے اُسکے ذریعے
 اس معجزہ کو معلوم ہوا تھا کہ یہ سانحہ فلاں وقت ہوگا اسی وقت اُس نے یہ عادت خرق کرکے
 دعوے کیا پس شیخ القروا قعی مثلاً کسی سبب واقعی سے جسکو ابھی علم انسانی کسی قاعدہ
 سے نہیں جان سکتا ہے اسوقت ہونا والا تھا آنحضرت نے انگلی سے اشارہ کر کے کہا کہ یہو
 ہم نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے۔ تیسرا گروہ اس سے زیادہ علم نفس کا جانوالا اُسکا یہ
 قول ہے کہ نہیں نفس انسانی میں یہ طاقت خدا نے دی ہے کہ خرق عادت کر سکتا ہے مگر
 اسکے کرنے سے نبوت کا ثبوت نہیں ہے جو شخص ریاضت کرے اور قوت نفسانی بڑھائے
 وہ کر سکتا ہے۔ پہلا گروہ جو محض تعصب اور جہالت سے انکار کرتا ہے اُسکے لائق تو وہی
 بات ہے جو ہم نے ص میں اپنے بنی صلعم سے نقل کی ہے کہ ایسے لوگوں پر آسمان سے آگ
 برسے یا دوستان خدا کی تلواروں سے ان کی گردنیں اوڑادی جائیں۔ دوسرا گروہ جو کہتا
 ہے کہ علم انسانی میں وہ سبب نہیں آیا ہے اسی کو ہم معجزہ کہتے ہیں کہ طاقت انسانی سے
 اسوقت باہر ہو۔ پھر ایسے لوگوں سے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب تمہارے علم سے اس
 سبب کا ادراک باہر ہے اگر معجزہ نہاد دعوے کرے کہ میری تصدیق نبوت کی غرض سے خدا
 نے وہ سبب پیدا کر دیا پھر تمکو کیا منصب ہے جو اسکا انکار کرتے ہو اپنے عاجز ہونے کا تو اقرار
 تم خود ہی کرتے ہو ہاں تیسرا گروہ اُسکا جواب اگرچہ ہم نے باب نہم میں ص سے لغایت ص

اچھی طرح دیدیا ہے۔ مگر یہاں پراتنا اور ہم کہتے ہیں کہ آدمی کو لازم ہے جس علم پر نیا کرے کسی
 واقعہ میں شبہ کرے اس علم کے دائرہ سے خارج نہ ہو۔ علم نفس کے جاننے والے سبکا اتفاق
 اس پر ہے کہ محض النفس میں اعلیٰ یعنی حسب قدر قواعد اور ترکیبات خارق عادت ظاہر کرنے
 کے میں سب میں نفسانی ارادہ اور نفس ناطقہ انسانی کا تصرف بڑھا ہوا ہے اور باوجود
 اس دعویٰ کے کوئی عامل نفسانی کسی مذہب کا فرض کروا سکا مدعی نہیں ہے کہ انسانی
 چیزوں پر نفس انسانی کا اثر بدون امداد الہی کے محض بذریعہ قواعد نفسانی ہوتا ہے جو
 ہم معجزہ کہتے ہیں۔ علم حروف کے عالم اور علم نسخہ کو الگ کے جو مدعی ہیں اگرچہ اس علم کو وہ
 لوگ انسانی ایجاد سے نہیں کہتے بلکہ بذریعہ وحی کے انبیاء کو معلوم ہوا اور انبیاء نے خواص
 امت کو تعلیم فرمایا پھر بھی وہ شیخ زہرہ اور شمس اور مرخ وغیرہ ایسی نسخہ نہیں ہے کہ چاند کے
 دو ٹکڑے کر دیں یا آفتاب کو غروب کے بعد پھر سے طلوع کر دیں یہ بات سوائے خدا کے اور
 کسی سے ہو نہیں سکتی ہے پس نفسانی اثر سے شق القمر کلبون اعجاز کے واقع ہونا اسکو علما
 نفس کبھی نہ مانینگے عوام ہمال کے سامنے ایسی ایسی لغو باتیں کر کے انکو بہکانا یہ کلام
 علم اور راست بازوں کا نہیں ہے چوتھا شبہ علم تاریخ سے یوں کیا جاتا ہے کہ بتا سٹرا
 سانچہ دنیا میں ہوا اور تاریخ عام یا تاریخ علمی کے مورخ اسکو وحی نہ کریں خصوصاً علم ہدیت کے
 جاننے والے جنہوں نے اصول اس علم کے انہیں تجربات اور مشاہدات کے ذریعہ سے کیا
 کر کے ایک علم بنایا ہے اور جو شبانہ روز اسی کی تلاش رہتی ہے کوئی امر جدید آسمانی موجودات
 میں پیدا ہوا اور اس کے ذریعہ سے کوئی نیا مسئلہ مسائل علم ہدیت کا معلوم کریں اگر کسی کو شبہ
 ہو کہ علمائے ہدیت امور کلیہ پر اپنے احکام نافذ کرتے ہیں۔ واقعہ جزئیہ اور خاص خاص
 واقعات کی طرف انکو التفات نہیں ہے تو یہ شبہ غلط ہے اسلئے کہ حسب قدر احکام کلیہ علوم
 استقراتی میں ضبط ہوئے ہیں انہیں جزئیات کو تلاش کرتے کرتے پیدا ہوئے ہیں۔ لہذا
 علمی تاریخ میں اس واقعہ کا درج نہونا ضرور جرتا ہے کہ ایسا امر نہیں واقع ہوا جواب اسکا
 یہ ہے کہ اس تعرض کو میں قسم کی غلطیاں اس اعترض میں واقع ہونی میں پہلی غلطی ہے

کہ امر نادر الوقوع کو کثیر الوقوع یا دائمی پر قیاس کرنا دوسری غلطی یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت علوم کو زمانہ نبیوی اور فروع تحقیقات علمیہ پر قیاس کرنا اسلئے کہ شوق الفہم جس زمانہ میں ہوا ہے اور جن لوگوں کے سامنے ہوا ہے اُس زمانہ کی تاریخ عرب کو پختہ اور کسی کو متوجہ تحقیقات علمیہ بنا تو دیکھے، نو سیریز اور اوانٹ چرانا اور جنگ و جدل خواہ شعر شاعری کے سوا اور بھی کچھ وہاں چرچہ تھا کہ معظمت سے جن جن فہروں کے افق مساوی میں تمام برج مسکوں میں کسی ایک جگہ بھی آپ مجمع فلاسفہ ریاضی دان اور دہرے تحقیق مسائل ہیئت اندوے تاریخ کے تبتلا سکتے ہیں۔ ہاں اسکے دو سو برس کے بعد جب اہل اسلام نے ترقی علوم کی تھی خواہ آج کل کا زمانہ اہل یورپ اور امریکہ میں علمی ترقی کا اگر ایسا ہوتا تو ضرور یہ سا منحرج تاریخ علمی ہوتا۔ اسکے علاوہ چونکہ وہ زمانہ فلسفہ قدیم کے خیالات کا تھا اور خرق و التیام کا محال ہونا تمام فلاسفہ کو یقینی تھا جیسے نظام بطلیموسی کا مسئلہ۔ اگر کوئی مقام ایسے فلاسفہ ارباب تحقیق کی موجودگی کا ثابت بھی ہوا انکا خیال اسطوفا کیوں ہوا ہوگا کہ چاند بھی شوق ہو سکتا ہے تیسری غلطی حادثہ فوری اور حیرت الزوال کو حوادث دیکر یا پر قیاس کرنا اسلئے کہ شوق الفہم ایک حادثہ فوری تھا گھنٹہ دو گھنٹہ پھر دو پہر تک باقی نہیں رہا کہ وہی لوگ جو حاضر خدمت اقدس تھے اُنکو دکھایا گیا۔ خواہ اتفاقاً کچھ لوگ دور دست کے انہوں نے بلا قصد کسی دور مقام پر اُسی وقت اُن کی نظر آسمان کی طرف اٹھ گئی اور دیکھ لیا اور یہ مشیت الہی اُنکے حق میں اس غرض سے جاری ہوئی تھی کہ نظر بندی کا شبہ جو کفار حاضرین کر سیکے چونکہ دور دست اندر نظر بندی کا نہیں ہوتا لہذا اُنکے دکھانے پر قدرت الہی نے اُنکو گویا مجبور کر دیا آپ کہ چاند اگر من جب کا سچا وقت علم ہیئت سے برسوں کا بتلایا جاتا ہے جب تھوڑا اگر من لگتا ہے باوجود تعین وقت کے اکثر لوگوں کو نظر نہیں آتا۔ اور اگر ہم یہ بھی فرض کریں کہ جس زمانہ میں شوق الفہم کا معجزہ ہوا وہ زمانہ فلاسفہ اور محققین علم ہیئت سے بھرا ہوا تھا اور باوجود اسکے اس حادثہ کو حرج تاریخ علمی نہیں کیا اسکی وجہ قوی یہی ہے کہ ہمیشہ ہر امر عجیب اور واقعہ غریب کی نسبت اشخاص انسانی نہیں قسم کے ہوتے ہیں پہلے تو منکرین اور متعصب لوگ خصوصاً انبیاء کے معجزات کے یہ گروہ تو ہمیشہ اختار معجزات ہی کرتا رہا ہے

دوسرے خالی الذہن نہ منکر اور نہ مقرا ایسے لوگوں کو دنیا بھی اگر الٹ پلٹ جاتے اپنی آزاد خیالی اور بے پروائی سے کب فرصت اسکی ہے جو درپے اقرار خواہ انکار ایسے امور کے ہوں بہر حال یہ دو گروہ تو ایسے ہیں جنکا درج تاریخ نہ کرنا اس معجزہ کا ہرگز معجزہ از قیاس نہیں ہے بلکہ درج کرنا ہی خلاف عقل ہے اب رہا تیسرا گروہ جو مصنف مزاج لوگوں کا ہے عام اس سے کہ جب از حد معجزہ ہذا مشرف باسلام ہو چکے تھے یا بعد ملاحظہ معجزہ ہذا داخل اسلام ہوئے جیسے وہ راجہ جسکے مسلمان ہونے کی تاریخ فرشتہ شہادت دیتی ہے انہوں نے اس معجزہ کو ضرور درج تاریخ بھی کیا ہے اور اسکے واقع ہونے پر شہادت بھی دی ہے۔ اب اگر مراد معترض کی یہ ہے کہ کسی نے اسکو درج تاریخ نہیں کیا ہے یہ تو غلط محض ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ فرقہ اول اور دوم نے درج تاریخ نہیں کیا ہے اس سے کوئی اعتراض لازم نہیں آتا ہے

باب چودھواں سن الہم کے معجزہ پر دوسری طرح کا ہوت ہم نے باب تیرھویں میں جو کچھ شوق القہر کے معجزہ پر لکھا ہے وہ متعلق اس معجزہ شوق القہر کے تھا جو شب چہادیم میں پورا یا نہ پورا بنی صلعم نے حسب درخواست الجہل اور ایک یہودی کے دکھلایا تھا اور یہی روایت زیادہ مشہور بلکہ متواتر ہے۔ مگر ہم نے شوق القہر کے اس معجزہ پر (جو دو کو بہوجب درخواست حبیب بن مالک حضرت نے دکھلایا ہے) ابھی بحث نہیں کی ہے اور جو جو شہادت اس روایت پر عقلی وارد ہوتے ہیں انکے جوابات اب ہم اس باب میں لکھ کر پھر ایک باب میں صحیح روایات اور عقلی بحث اسی معجزہ پر ہم باب آئندہ میں کریں گے انشاء اللہ جس سے پورا ثبوت ہو گا کہ شوق القہر کا معجزہ دو مرتبہ ہوا ہے ایک مرتبہ دنگو اور ایک مرتبہ رات کو دن کے شوق القہر کی روایت میں امور مندرجہ ذیل بطور معجزہ کے حضور نے دکھلائے (۱) دن و پہر کو مثل شب تار کے سیاہ کر دیا (۲) چاند کا خانہ مکعب کی چھپ پر اوڑھ کر ٹھہرا (۳) باوجود کیہ آفتاب کا سامنا چاند سے نہ ابھرا چاند کا روشن رہنا (۴) چاند کا خانہ کعب کے گرد سات مرتبہ طواف کرنا (۵) پھر حضور کی آستین دست راست میں داخل ہو کر بائیں آستین سے نکلنا (۶) پھر موا میں بلند ہو کر دو گریں ہو کر ایک پورب اور

زیر قلم حضور کے دربار حاضر ہو کر آستین کی راست پر گرا دی تھی

ایک چیم کو چلے جانا (۸) پھر حکم حضور و مکتروں کا ملکر اپنی جگہ آسمانی پر پہنچ جانا اس تروا
 پر آٹھ شبہہ وارد ہوتے ہیں جنکو ہم جدا جدا لکھ کر دیکھتے ہیں۔ پہلے تو ہم کو یہ بات لکھنی ضرور ہے
 کہ شوق القمر کا واقع ہونا سیر محمدی و اسٹنگس صاحب کی ص ۵۹ اور کتاب مسیحی اریل ورلڈ ر عالم
 ہوا سے بھی ثابت ہوتا ہے اگر یہ کتاب عالم ہوا میں اسکو (باک مون) یعنی ماہ کا ذب لکھا ہے
 مگر اصل واقعہ سے انکار نہیں کیا ہے پھر جب تاریخ علمی اور تاریخ مذہبی دونوں سے اثبات واقعہ
 کا ہو چکا اب شبہات کا دفع کرنا باقی رہا پہلا شبہہ دن دوپہر کو شب تار کر دینا یہ تو کوئی ایسی
 بات نہیں ہے جو قابل اعتراض ہو اسلئے کہ سیاہ اندھی اور سیاہ ابر وغیرہ ایسے ہمیشہ ہوا
 کرتے ہیں جس سے تاریکی دیکھو ہو جاتی ہے دوسرا شبہہ چاند کا کعبہ کی چھت پر اوتار کر ٹھہرنا چونکہ
 قطر چاند کا ۲۱۸۰ میل کا ہے لہذا اسکی مقدار اتنی بڑی ہے کہ مکہ معظمہ کی چھت کا تو کیا ذکر
 ہے اگر زمین پر اوتار آئے تہائی زمین سے زیادہ چھپ جاتے اور ۱۰۹ میل آبادی ہر طرف مکہ
 معظمہ کے اب کمرسار ہو جاتے اسلئے کہ مادہ قمر بھی وہی مادہ زمین کا ہے پھر قمر کا بوجھ زمین
 کے ثلث وزن سے کم ہوگا جسکو خانہ کعبہ کی چھت کسی قاعدہ جبر ثقیل سے سنبھال نہیں سکتی
 ہے بلکہ زمین بھی قمر کے بوجھ سے اپنی جگہ سے ہٹ جاتی جسکے ہٹنے سے مرکز عالم ہٹ کر تمام اجرام
 عالمی اور مطلق سب درہم برہم ہو جاتے بوجہ اسے فلاسفہ قدیم کے اور فلاسفہ جدید کے بھی
 ترزلل عظیم تمام کرہ زمین پر ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوا پھر چاند بھی زمین پر نہیں اوترا جواب اس
 شبہہ کی بنیاد و اصول فلسفی یہ ہے اولاً چاند کا مادہ بھاری مثل مادہ زمین کے ہونا دوسرے چاند
 کا جسم مجوف یعنی اندر سے خالی ہونا بلکہ ٹھوس ہونا اور یہ دونوں باتیں کوئی فلسفی کسی دلیل
 سے آج تک ثابت نہ کر سکا اور نہ کر سکیگا۔ عام خیال میں جو کہ یہ بات جی ہوتی ہے کہ چاند بھاری
 جسم ہے اسکا بوجھ خانہ کعبہ کی چھت کیونکر سنبھال سکتی ہے اب ہم پہلے تو یہی کہتے ہیں کہ
 چاند میں وزن مثل زمین کے نہیں ہے اور اگر ہے تو اسکا جسم اندر سے خالی فرض کرینگے پھر
 علم تقسیم کے ذریعہ سے طاقت بشری جسقدر کامیابی باریک اجسام کے بنانے میں حاصل کر
 چکی ہے اور جیسے صناعی آدمی کرچکا اسکو دکھا کر ہم صانع حقیقی تعالیٰ شانہ کی صنع بیچون پر

ہے اور جب تک اس کا قوس ہونا ثابت ہویم چاند اندر سے خالی

آپکو متنبہ کریں گے۔ ہر شل صاحب کی دوہین میں چالیس میل کا لانا آسار سے تین ماشہ
 چاندی کا لگا یا گیا تھا (دیکھو تاریخ علمی) اور اگر وہ کلج کا لیکچر طبیعیات اب ہم فرض کرتے ہیں
 کہ چاند کا مادہ بھی چاندی کا ہے تو وہی کارگر جس نے ہم میل کا لانا آسار سے ساتھی کا بنایا
 ہے اگر قطر قمر یعنی (۲۱۸۰) میل کا لانا بنانا تو پندرہ تولہ پونے گیارہ ماشہ چاندی کا تار (۲۱۸۰)
 میل کا لانا بنانا تھا اور ۲۹ تولہ ساڑھے گیارہ ماشہ چاندی کا تار یعنی قریب اڑھائی پاؤ چاندی
 کا تار برابر محیط قمر کے بنا تھا پھر اسی دہارت کا اگر گڑھ قمر بنایا جائے اسکی سطحی پیمائش چونکہ مساوی
 قطر کرہ مضروب محیط کرہ ہوتی اور قطر کا وزن مضروب وزن محیط اسوقت برابر ہر سیر اور اڈائی
 پاؤ کے ہوتا ہے جیسا کہ محاسب پر مخفی نہ ہوگا اور جسکا جی چاہے جانچ لے لے لے حضور چاند کے
 برابر محفوف کرہ آدمی بنا سکتا ہے۔ اتنا ہلکا جسکا بوجھ پونے سات سیر بھی نہ ہوگا اگر خدا برحق نے
 اسی کارگر کے برابر چاند کو محفوف بنایا ہو تو اسقدر بوجھ اور وزن چاند کا ہوگا اب کعبہ کی چھت کا
 پونے سات سیر کے بوجھ سے ٹوٹنا یا زمین کا اپنی جگہ سے دب کر بٹ جانا کیونکر لازم آئیگا بلکہ چاند
 اور تر بھی آیا اور نہ کعبہ کی چھت ٹوٹی اور نہ زمین سر کی یہ قیامت آئی اور سب کچھ ہو گیا۔ یہ تو پونے
 سات سیر ہے۔ اگر پونے سات من بلکہ سو من کا وزنی کرہ محفوف ہوتا جب بھی کعبہ کی چھت نہ ٹوٹی
 زمین کا سرک جانا کیسا لیجئے حضور اب فرماتے منسنے کی بات نہیں ہے جیسا سوال و لیا ہی خوا
 ہے پھر ذرا جبرئیل کے اصول پر بھی ہم نظر کریں اور جسکی پوری دھمکی آپ ہلکے رہے ہیں اسکو
 بھی ہم دکھلا دیں وزن کی کمی بیشی نقطہ تماس اور گڑھ کے چھوٹے بڑے ہونے سے ہوتی ہے یعنی
 دو جسم کے ملنے کی جگہ جسقدر کم ہوتی ہے اسقدر جذب ایک جسم کا دوسرے جسم کو کم ہوتا ہے۔ پھر
 حکیم تاوڈوٹیوس نے کتاب الاکریس میں ثابت کر دیا ہے کہ دو کرہ آپس میں ایک نقطہ پر ملاقات
 کرتے ہیں وہی نقطہ تماس کہلاتا ہے۔ اسی قاعدہ برائی اور بند سے پر بنا کر کے ہم نے تجربہ
 کیا تو کچی شکر پر جو گاڑی خواہ ٹھم چلائے اور ۸ من اسکا وزن تھا ایک من شکر کی طاقت
 سے گھوڑا یا بیل یا دھانی انجن نے اسکو کھینچ لیا اور یو یو شکر آسانی پر چونکہ پھیلا اور شکر
 آہنی کے تختے برابر ہے۔ (۳۸۰) من کا بوجھ ایک من کا رہ جاتا ہے یہ تو لیور یعنی گول اجسام

کے فوائد اصول جرقیل سے ثابت ہیں اور مذکور خواہ ممکن کا فائدہ یہ ہے ارشمیدس نے
دعویٰ کیا ہے کہ وہ اپنی طاقت سے تہذیبین کو اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دیتا اور اس دعویٰ
کو برہانی دلائل سے اُس نے بھی ثابت کر دیا ہے۔ دیکھو تاریخ علمی کے کتب کو پھر جو کہ جرم قمر
بھی کر دی شکل کا ہے اُسکی ملاقات اور مماثلت یعنی ملنا خانہ کعبہ کی چھت سے اتنا زیادہ نہ
تھا جیسا کوئی جسم مکعب کسی سطح مستوی سے ملتا ہے لہذا اگر زمین کا بوجھ بھی کرہ مجوفہ قمر
کا فرض کریں تو بقاعدہ اربعہ متناسبہ یہ وزن ہوتا ہے ۷۸ : ۱۰۰ : ۱۰۰ : ۱۰۰ یعنی ایک من گیارہ
سیر اور چھٹا تک اور اگر وہی چھ سیر اڑھائی پاؤں جو ہم نے ثابت کیا ہے فرض رہے پھر تو ۱۴
تو لہ آٹھ ماشہ کسرے زائد کا بوجھ خانہ کعبہ کی چھت پر پڑا تھا آب اپکا جاہلانہ شور اور غل جرقیل
کے اصول پر وہ بھی سب باطل ہو گیا نہ کعبہ کی چھت کوئی نہ زمین اپنی جگہ سے ہٹی نہ قیامت
آئی اور چاند اور آریا اللہ لک الحمد الشاکر بن ابی ہریرہ یہ بات کہ مکہ معظمہ سے ہر
طرف ایک ہزار دو میل آبادی مسما ہو جاتی یہ دشواری اس وقت ہوتی کہ چاند اپنی پوری جہت
سے اترتا ایسا نہیں ہوا بلکہ ہمارے خدا نے چاند کے کرہ مجوفہ کو سمیٹ کر چھوٹا کر دیا تھا اور اسقدر
چھوٹا کر دیا تھا کہ جو ہم چھٹے شبہ کے جواب میں لکھیں انشاء اللہ اب فرض کرو کہ چاند کا جسم
اندر سے خالی نہیں ہے بلکہ ٹھوس اور بھر تو ہے جیسے زمین اور اسی خیال خام سے بڑا غل
اور شور مچایا جاتا ہے اور قیامت برپا کر نیک عقیدہ کیا جاتا ہے۔ یہ خیال بھی محض عامیانہ اور
جاہلانہ ہے اسلئے کہ طبیعیات جدیدہ اور قدیمہ دونوں کے اصول سے ہر جسم کے خواص میں سے
الضغاط یعنی سمٹنا بھی ہے سیال اجسام میں کم اور غیر سیال متحمل اور پیلے اجسام میں زیادہ اور
سخت اجسام میں کمتر مگر آج تک کوئی حد اسکی مقرر نہیں ہے کہ اہل ان الضغاط ہر جسم کی استعداد
ہے بلکہ جیسا زور و دھار پس (دبانے کی کل) ہو اسقدر جسم زیادہ سمٹ کر چھوٹا ہو سکتا ہے چنانچہ
روٹی کا کٹھ ساڑھے تین من کا اسکو کم ایک فیٹ مکعب بنا سکتے ہیں بلکہ اس سے بھی چھوٹا
ایک انچ مکعب کا چاند کا جسم اگر ٹھوس بھی فرض کیا جائے تو ہمو اسکا ثبوت ملنا چاہیے۔
کہ آیا نرم اور پیللا مثل روٹی کے ہے یا مثل ہوا کے یا مثل نور کے جس میں ہم چند خواص جسمانی

پاتے ہیں گو فلاسفہ کو ابھی کوئی ترازو نور کے وزن کر نیکی نہیں ملی مگر جسطرح پچھلے فلاسفہ
ہو امیں وزن کو نہیں مانتے تھے اور اب ہوا کا وزن بخوبی معلوم ہو گیا اور بتدی لڑکا بھی ہر ایک
اسکو تراخچہ (مربع انچہ) پر ۱۵ پونڈ ہوا کا وزن جانتا ہے پس کیا عجب ہے کہ آئندہ ہکو نور اور سیال
کہربائی اور برقی اور مقناطیسی کا بھی وزن معلوم ہو جائے یہ بھی معلوم رہے کہ مادہ کے خواص
عامہ سے اور نہ جسم کے خواص عامہ سے وزن کو شمار کیا ہے فلسفہ جدیدہ میں اور قدیم فلاسفہ
افلاک اور موجودات آسمانی کو اجرام کہتے تھے پھر جب بعض مواد مثل نور اور سیال کہربائی وغیرہ
کے ایسے ہیں کہ بعض فلاسفہ انکو ناقابل الوزن مانتے ہیں اور محققین کہتے ہیں کہ ابھی تک
انکے وزن کر نیکا کوئی ذریعہ نہیں ہم پہنچا ہے پھر حرم فکر کا درنی اور بھاری ہونا سوائے تو ہم
فاسد کے اور کیا ہے۔ لہذا یہ شبہ محض جہالت کی راہ سے ہے تیسرا شبہ باوجودیکہ آفتاب
کا سامنا نہ تھا اور پھر چاند ویسا ہی روشن رہا حالانکہ چاند کی روشنی آفتاب کے نور سے بقدر
محاذات کے ہوتی ہے۔ جواب اگر میں اسوقت انکار کروں کہ نہیں چاند کی روشنی آفتاب
سے ماخوذ نہیں ہے۔ ایسے کہ کوئی دلیل عقلی اس پر قائم نہیں ہے کہ چاند کی روشنی آفتاب سے
ماخوذ ہے بلکہ جسطرح اور مسائل علم ہیئت مومومہ اور متخیلہ میں یہ مسئلہ بھی ویسا ہی ہے ہاں
خانیق عالم نے چاند کی روشنی اسی حساب سے رکھی ہے کہ جسقدر چاند کو آفتاب سے محاذات
رہتی ہے۔ اسقدر چاند روشن ہوتا ہے مگر یہ روشنی خدا کا ہے۔ مثل اور ستاروں کی روشنی
کے تو ضرور کل ناظرین کتاب ہذا مجھے ہنس پڑینگے اور مجھے منکر بدیہی اور سوفسطائی کہینگے مگر
میں امید کرتا ہوں کہ جسطرح جدید تحقیقات سے اب ثابت ہو گیا کہ آفتاب کے گرد نور کا شفق
پھیلا ہوا ہے۔ اور خود آفتاب بھی جسم نورانی نہیں ہے اسبطح شاید میرے اس خیال کے
بھی آئندہ زمانہ میں کچھ اصلیت ظاہر ہوگی آج میں اسقدر کہتا ہوں کہ نور اور حرارت دو
جو چیزیں ہوں یا ایک ہی چیز ہے اس مسئلہ میں ابھی کوئی امر محقق نہیں ہوا۔ ہاں آفتاب کا
نور ضرور گرمی اور حرارت رکھتا ہے تاہیکہ آتشی شیشہ سے آگ لگاتی جاتی ہے اور وہی نور
جب ماہتاب کو روشن کرتا ہے اسکی حرارت جاتی رہتی ہے اور چاندنی سر پیدا ہوتی ہے۔

حتی کہ وہ گہرا شیشہ جو دھوپ کے سامنے کر نیسے دھات بکھلانے میں کارآمد ہے اور
 وہی زاویہ مادہ شیشہ کا جسکی داں میں نور آفتاب سمٹ کر تیز آنچ پیدا ہوتی ہے چاند کے
 سامنے بار بار دکھایا اور ایک درجہ حرارت کا منجملہ درجات تھرمائیٹر کے پیدا ہوا اس تجربہ یقینی
 کا تو کھلا ہوا نتیجہ یہی ہے کہ آفتاب کا نور چاند کا روشنی دین والا نہیں ہے اسلئے کہ آفتاب
 کا نور جس چیز پر پڑتا ہے اور اسکا عکس بھر دوسری چیز پر پڑتا ہے اس میں بھی حرارت
 ضرور ہوتی ہے اور یہی اسکا نتیجہ ہے۔ اب فلاسفہ کی عقل چکر میں آئی اور پھر بڑا کیا کساد
 حسابات کسوف اور خسوف اور حقائق اور طلال اور بدستہ قمر کی جو مبنی اسی مسئلہ پر تھے کہ
 نور قمر مستفاد نور آفتاب سے ہے برہم ہونے لگے اور باوجودیکہ انکو اپنے علوم یقینی ہونیکا دعوے
 اور غور ہے مگر ایسے ہی مقامات پر پوری عاجزی اُنکو بھی کرنی پڑتی ہے چنانچہ کہتے ہیں
 ولعل نور القمر الذی مصدره الاصلی الشمس قد انفصل عن الحداۃ بداعی وقوع الشمس
 علی مادة اثریۃ تخیط بالمرور وعدہ نفوذ حرارتہا فیہ ثم حجبہ شاید چاند کا نور جسکا
 مصدر اصلی آفتاب ہے اس سے گرمی جدا ہونیکا سبب یہ ہو (واللہ اعلم) کہ چاند کے گرد ایک
 مادہ اثریہ بھرا ہوا ہے اس مادہ میں ہو کر آفتاب کا نور چاند میں پہنچتا ہے اور مادہ اثریہ کا
 خاصہ ہے کہ حرارت کو نفوذ کر نیسے منع کرتا ہے۔ لہذا چاند فی میں حرارت نہیں رہتی ہے میں
 کتنا ہوں جتنے اجسام شفاف ایسے ہیں کہ جن میں ہر قسم کی حرارت نفوذ کر کے واپس ہو جاتی
 ہے انکو دیاثریہ کہتے ہیں اور جو اجسام شفاف ایسے ہیں کہ ان میں نفوذ حرارت نہیں ہوتا ہر
 انکو اثریہ کہتے ہیں۔ پانی اور زجاج یعنی کچھ یہ چونکہ مانع نفوذ حرارت ہیں۔ لہذا انکو اثریہ کہتے
 ہیں۔ اب مطلب اس تاویل کا یہ ہوا کہ شاید چاند کے گرد کوئی دریا بھرا ہوا ہے یا کچھ کا ہار ڈھلا
 ہوا چاند کو اس میں سلجے ہوئے آفتاب کی گرمی سے بچاتا ہے۔ واہ واہ ہر عقل و دانش
 بباہر گریست۔ یا تو یہ دعوی تھا کہ چاند پرندی نالہ بہاڑ اور جنگل سب ہم نے دیکھ لئے اور یا ابھی
 تک یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ چاند کے گرد کونسا مادہ ہے جو دھوپ کی گرمی کو روکے ہوئے ہے ہمارے
 نبی صلعم نے جب چاند سے ہلال نجاتے کا سبب اصلی نہ بیان فرمایا بلکہ چہارے اعراض دینی

اور نیوی کی مفید بات چاند سے ہلال بننے میں تھی یعنی اوقات ماہوار اور روزانہ معلوم کرنے
 کی واسطے چاند سے ہلال خدا بناتا ہے اسی کو بیان فرمایا اُس پر تو ان نیچروں کی قہقہہ زنی کستہ
 ہوتی تھی اور اب دیکھیے کہ آفتاب سے چاند کا نورانی ہونا اسی کا بھی پورا ثبوت نہیں ہوا
 پھر ہلال اور بدر ہو جائیگی اصلیت کو کون جان سکتا ہے تمہید کے بعد اب جواب اصل شہد
 کا یہ ہوا کہ پہلے تو یہی ثابت کرنا کہ لازم ہے کہ نور قمر آفتاب سے پیدا ہوتا ہے اسلئے کہ آفتاب
 کا نور گرم ہے۔ اور چاند کا نور ٹھنڈا ہے اور اسکے بعد اسکا ثبوت ایک دینا لازم ہے کہ خدا کو قدرت
 نہیں ہے کہ چاند کو علاوہ نور آفتاب کے اپنے قدرتی نور سے تھوڑی دیر کی واسطے روشن کر دے
 جس نور سے تمام ستارے جگمگا رہے ہیں اور بدون اثبات ان دونوں امور کے آپکا شہد محض
 لغو ہے۔ دوسرا جواب اگر یہ بھی ہم مان لیں اور بدون دلیل عقلی کے تسلیم کر لیں کہ نور قمر آفتاب
 کے نور سے حاصل ہوتا ہے اور بخلاف اور کو ایک سیارہ اور ثابت کے چاند ہی کو جسم کثیف
 اور مظلم خیال کریں اور جو آیات کتب آسمانی میں چاند کے جسم بزرگ نورانی کے وارد ہیں ان
 سب کو نعوذ باللہ غلط ہی تصور کریں تو یہ بات اسوقت تک ضرور مسلم ہو سکتی ہے کہ جب تک چاند کا
 جسم اتنا بڑا ہے جس کا قطر (۲۱۸۰ میل) کا ہے اور جب وہی چاند اتنا چھوٹا کر دیا جائے کہ
 خانہ کعبہ کی چھت پر اتر آئے بلکہ آسمان میں حضرت کی سما جائے اسوقت چاند کے جہاں
 اور سب خواص بدلتے تھے اسکا سب ضیا آفتاب سے ہونا کیوں باقی رہیگا یا دوسرے
 ضروری معزز ناظرین کو پھر یاد دلانا ہوں کہ ہم لوگ خدا پرست اور دہریہ نیچروں میں یہی بڑا
 فرق ہے کہ جو چیز کسی چیز کے بعد حادث ہوتی ہے مثلاً حرارت سے جسم کا بڑھنا اور برووت
 سے گھٹنا خواہ آفتاب کے سامنے جس قدر جرم قمر ہو اسکا روشن ہونا اسکو دہریہ اور نیچر یہ سب
 اصلی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر حرارت ہو تو جسم مگر نہ بڑھیکہ خواہ آفتاب کا سامنا ہو
 چاند کبھی روشن نہ ہوگا اور ہم لوگ خدا پرست یوں کہتے ہیں کہ سب اصلی حرارت جسم کے بڑھنے
 کی نہیں ہے بلکہ سب عادی ہے چنانچہ پانی کا جوش برووت سے ہم نے ص ۱۲ کتاب ہذا
 میں ثابت کر دیا پس جس قدر شبہات ان لوگوں کو ہوتے ہیں اسکا سبب یہی غلط فہمی ہے

کہ سبب عادی کو سبب اصلی قرار دیتے ہیں جسکے خلاف ہونا محال ہے تو تھا شبہہ چاند
 کا خانہ کعبہ کے گروہ سات مرتبہ طواف کرنا۔ چاند کوئی جاندار چیز نہیں ہے جو بخود حرکت کرے
 اور جو حرکت چاند میں ہے وہ جذب شمسی یا ارضی کی وجہ سے ہے جواب اسکا ص ۱۸ سے
 ص ۲۰ کتاب ہذا میں دیکھو کہ بیجان گویا میں خود بخود حرکت خدا نے پیدا کی ہے یا حیوان
 شبہہ حضور کی رسالت پر گواہی دینی یہ تو تاجر اور حجر اور سنگیزہ اور حجر اسود وغیرہ کا گواہی
 دینا یہ سب ہمارے متواترات سے ہے اور ہم کو یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی واسطے
 خدا نے درخت کو گویا کر دیا ہے اور منظم یعنی کلام کا پیدا کر نیوالا اسکی خاص قدرت نامانی ہر
 جس چیز کو چاہے اس سے آواز پیدا ہو تاوس اور تھامی اور قانون اور میں طنہورہ سب
 آلات فحنا میں تولد صوت بیجان مردہ اجسام سے ہوتا ہے رہا ہزار جسم مقصود یعنی
 ہلنا مار کا طنہورہ اور ستار میں خواہ ماشہ اور ڈھول کے کھال میں یہ سب عادی آواز پیدا
 ہونے کا ہے جس طرح روشنی میں آنکھ کھول کر دیکھنا سبب عادی نظر آنی کا ہے اور
 ہم نے ص ۹ کتاب ہذا میں دکھلادیا کہ امریکی کی فوجان عورت اندھیری رات میں آنکھ بند
 کر کے باریک حروف پڑھتی ہے پس کلام کرنے کی اور آواز پیدا ہونے کی جو شرطین علم
 طبعی میں بیان ہوتی ہیں وہ سب اسباب عادی ہیں خدا ہر شے کو گویا کر سکتا ہے چھٹا
 شبہہ آتش میں سما آئینے چھوٹے ہونے پر موقوف ہے اور سنا اور پھیلنا اجسام کا
 اسکی کوئی حد نہیں ہے چنانچہ شبہہ دوم کے جواب میں اسکا بیان ہو چکا اسی جواب کو دیکھ کر
 شبہہ ساقط ہو سکتا ہے اکت سچرل دہریہ کا سوال علی بن ابیطالب سے حضور و غطا
 میں خدا کی قدرت اور صنع بچوں کا ذکر فرما رہے تھے ایک دہریہ نے پوچھا یا علی تمہارا
 خدا اس پر بھی قادر ہے کہ اونٹ کو سوئی کے نالہ میں کر دے جواب فلسفی چونکہ یہ دہریہ
 فلسفی تھا اور محال عادی کا فرق سمجھتا تھا لہذا حضور نے جواب دیا یہ کیا کہتا ہے سوئی
 کے نالہ میں بھی اتنی گنجائش ہے کہ اونٹ اس میں سما جائے مطلب حضور کا یہ ہے کہ مکان
 کا مساوی ممکن کے ہونا عقلاً ضروری ہے اور یہی یہ امر ہے کہ ہر جسم چھوٹی جگہ میں

ہرگز نہیں سماسکتا ہے پس قدرت خدا محال عقلی سے متعلق نہیں ہوتی ہاں یہ قدرت خدا کو ضرور ہے کہ سوئی کے ناکہ کو اتنا بڑا کر دے کہ اونٹ اُس میں سما جائے جیسا ساڑھے تین ماشہ کا تار چاندی کا آدمی نے پالیس میل کا لانا بنا لیا خواہ اونٹ کو خدا چھوٹا کر دے نیز انضباط کہ سوئی کے ناکہ میں آجائے پس چاند کا جسم چھوٹا کر دینا بھی محال عقلی نہیں ہے اور چھوٹا ہو کر آستین میں درآنا یہ بھی ہو سکتا ہے اسی سوال کو ایک مؤمن کم علم نے جناب حق سے پوچھا کہ یا حضرت خدا کو قدرت ہے کہ اونٹ کو سوئی کے ناکہ میں کر دے چونکہ یہ سائل خدا کا منکر نہ تھا اور صاف دلی سے پوچھ رہا تھا اور وقایع فلسفہ کو نہ جانتا تھا لہذا امام بحق اور حجۃ خدا نے جواب اسی کے فہم اور لیاقت کے مطابق ارشاد فرمایا جواب ہاں خدا کو قدرت ہے کہ اونٹ کو سوئی کے ناکہ میں کر دے سائل نے پوچھا کیونکر۔ امام نے فرمایا دیکھ تو آنکھ اٹھا کر کیا نظر آتا ہے۔ سائل نے کہا آسمان اور زمین اور درخت جو کچھ سامنے ہے سب دیکھ رہا ہوں۔ امام نے فرمایا جس خدا نے اتنے بڑے آسمان کو تیرے آنکھ کی تیلی میں جو سوئی کے ناکہ سے چھوٹی ہے کر دیا کیا اسکو اتنی قدرت نہیں ہے کہ اونٹ کو سوئی کے ناکہ میں کر دے اب یہ جواب حسب قدر وقایع علمیہ پر مثال ہے اسکو تو میں اس مقام پر بیان کر چکا میرا مطلب فقط یہی ہے کہ جسم کا چھوٹا کر دینا اور بڑا کر دینا اس پر خدا کی قدرت پوری ہے۔ اور کوئی حد اسکی نہیں ہے سائلوں اور آنکھوں شبہہ چاند کا دو ٹوٹے ہونا اور پھر مجسم حضور مکرانی جگہ پر چلے جانا یہ کوئی شبہہ نہیں ہے اور اسکا جواب معجزہ شینہ کے باب میں گذر چکا ہے الحمد للہ باقی رہا عقلی ثبوت اس معجزہ کا اور تصحیح روایات اور تحقیق اس قصہ کی یہ بحث عقلیات سے جدا ہے اور تعلیقات سے اسکو تعلق ہے دہریہ اور نیرچل خیالات کے لوگ انکو اس بحث سے کیا واسطہ لہذا ہم اس بحث کو اس کتاب میں درج کرنا موضوع بحث سے خارج سمجھتے ہیں پس ایک رسالہ جدا گانہ اُس میں لکھینگے۔ انشاء اللہ المتعجلان باب پنجم ہواں ماں اور باپ احسان اولاد پر کچھ نہیں ہے بلکہ اولاد کا احسان ان پر ہے اور شریعت محمدی صلعم نے الطاعم پابندی اطاعت والدین

کا خلاف عقل یہاں ہے اور جواب اس شبہہ کا کہ ہماری آزادی کو روکا ہے۔
 قانون قانون فطرت پر مبنی ہے۔ کہ مرد و عورت سے اگر ہم بستر نہ دو تو
 کی صحت بدنی میں خلل پڑتا ہے اور بہت سے امراض جسمانی اور خراب اخلاق پیدا ہوتے ہیں
 پھر چونکہ ہم بستر پر فطری صحت کا ہے جس طرح سنڈاس یا ہم پلیس میں رفع حاجت ہمارا
 صحت کا ذریعہ ہے مگر فطرت نے جماع میں ایک لذت بھی رکھ دی ہے تاکہ جو لوگ حکمت
 حفظ صحت کو نہیں سمجھ سکتے وہ بھی اس لذت کی آرزو میں ہم بستر کی کو اختیار کریں جیسے
 ڈاکٹر موداس خوش ذائقہ مریش کو دینے سے انکو علاج کرانے پر آمادہ کرتا ہے اور رنجیت دانا
 ہے جب ہم نے اپنے حفظ صحت اور حصول لذت کے خیال سے ہم بستر کی اور حسب قدر شورو
 نطفہ پھرنے کے ہیں اور ہزاروں میں سے دس بھی معلوم نہ تھیں مگر اتفاقاً سب جمع ہو گئیں
 اور محض براہ صدقہ یعنی بلا ارادہ اور بلا قصد و اختیار ہماری لاعلمی میں نطفہ پھریا گیا ہمارا فعل
 اختیاری نہ اس کے پھرنے میں تھا اور نہ اس کا پیدا ہونا ہمارے بس کی بات تھی اور نہ ہم کو معلوم
 ہوتا ہے کہ پھر اور دوسری نطفہ ہے یا پھر ہی۔ ایسے فعل نامعلوم اور محض بے اختیاری میں
 بھلا بچہ پر ہمارا کونسا احسان ہے جسکی وجہ سے ہماری اطاعت شریعت محمدی اولاد پر واجب
 کرتی ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ وہ بچہ ہمارا محسن ہے کہ ہمارے یعنی باپ کی صحت اور بقائے
 حیات اور حصول لذت کا سبب اخراج منی ہے جو مادہ بچہ کی خلقت کا ہے۔ اب رہی ماں
 اسکے حالات پر اگر براہ قواعد علم طب غور کریں او فی اسافانہ یہ ہے کہ زمانہ حمل میں فضول طہشی
 (بدبو خون جھین) کا استیلاہ دودھ کی طرف ہونے سے کس قدر فوائد حفظ صحت ماں کو حاصل
 ہوتی ہیں پھر اسکے بعد بچہ ہوتے وقت خون نفاس کے خارج ہونے سے کیسی صفائی ماں کے
 احتیاج یعنی اندرونی اعضا کے علاوہ خروج متعفن اور بدبو رطوبات کی ہوتی ہے یہ رطوبات
 کوئی ڈاکٹر اور طبیب کسی دوا یا خوردنی یا حمل اور پچکاری سے خارج نہیں کر سکتا ہے اور
 ایسی پاک اور صاف عورت بعد وضع حمل کے ہو جاتی ہے جیسے آج شکم ماور سے پیدا ہوئی
 ہے یہ احسانات بچہ کی ماں پر بھی اگر یہ غیر اختیاری ہیں مگر انہیں غیر اختیاری احسانات

والد کے مقابلہ میں میں جب ان دونوں پر نظر کریں ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ پرورش بچہ کی ایام رضاع یعنی زمانہ شیر خواری میں معاوضہ اسی احسان کا ہے علاوہ براں دودھ پلانا بھی سینکڑوں ضرر کو مان سے دفع کرتا ہے اور اگر پیشہ دودھ پلانے کا کرے مان اور باپ کا رزق دودھ سے پیدا ہوتا ہے یہ بھی احسان دونوں طرف برابر ہے۔ بچہ دودھ چھٹ گیا۔ اب پرورش اولاد کی اگر ماں باپ نکریں اور کوئی غیر شخص پالے جو غرض اس خیر کی ہوتی ہے وہی ماں باپ کی بھی ہوگی یعنی بچہ سے بعد بلوغ کے کارِ خدمت لیکر آرام اور راحت اٹھانا اور یہ پرورش مخصوص ماں باپ سے نہیں ہے جسکا خاص معاوضہ حق پداری اور مادری کا لزوم ہوا اور نہ اسکی وجہ سے کوئی حق میراث طہقین میں شریعت محمدی تجویز کرتی ہے ورنہ عام مثنیٰ اور پرورش یافتہ کو بھی وارث قرار دینا پڑیگا۔ اس پرورش کے حقوق پر یقین ہے کہ محمدی لوگ بھی حقوق والدین کو محمول کرینگے خلاصہ یہ ہوا کہ جو فرزند ماں باپ کے اختیار سے پیدا ہوا اور جس نطفہ کو انہوں نے اپنے حفظ صحت اور حصول لذت کی واسطے خارج کیا ہو اور جو پرورش پر و اخت معاوضہ میں احسانات اولاد مذکورہ بالا کے واقع ہوئے ہو اس میں اولاد پر احسان والدین کیسا۔ امت محمدی کا عقیدہ ہے کہ بچہ کا آفریدہ کارِ خدا ہے اور ہماری رای میں قانونِ فطرت اور قانونِ بقای نسل اسکو کرتا ہے دونوں کے عقیدہ سے ماں باپ احسان اولاد پر کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر انکو خدای مجازی بنانا اور انکے مرنے کے بعد بھی ہمواسکے غلامی کا طوق پہنا تا صرح عقل اور انصاف کے خلاف ہے یہ کیسی شریعت ہے۔ یہی تیسرا ایک بڑے مثل میں نے اپنے باپ سے کر کے انکو اپنے اجلاس سے نکلوا دیا اور یہی خیالات اکثر تعلیم یافتہ لوگوں کے دیکھ لیجئے جیسا کہ شاعر کہ گیا ہے۔

دخترانِ رامہ جنگ است و جدلِ بابا و بدہ پسرانِ رامہ بدخواہ پدر سے بنیم (جواب اس شبہہ کا) جو نیچے آزادی کا ہے چند علوم کے اصول پر موقوف ہے۔ اور چونکہ ہمارے ادیاں برحق محمد مصطفیٰ صلعم اور انکے جانشین جملہ علوم کے عالم تھے اور وہ اسرارِ جنکو فلاسفہ ظاہرین

اپنی کم علمی سے ابھی نہیں بلکہ کبھی نہیں سمجھتے ہیں وہ بھی ان حضرات پر روشن تھی
لہذا ان سب پر عمل درآمد کرنا ہمارا حکم دیا ہے اور ان نفع و نقصان اور پرورش اولاد وغیرہ
وغیرہ کے سچے اصول پر ہموار بنانا ہے تاکہ فلسفہ ظاہری اور حکمت الہی دونوں کی
راہ سے نظام عالم کا سلسلہ باقی رہے پہلے میں ان نوا میں اور اصول ظاہری کو لکھوں
جن پر بنیادیں صحابوں کی ہے اسکے بعد اسرار اور وقایع فلسفہ الہیہ کو بیان کروں گا
اس بات کو تو میں انشاء اللہ میں کتاب ہذا کے ثابت کر رہا ہوں کہ انسان اپنے
مصنوعات میں فقط اسی قدر اختیار رکھتا ہے کہ چند نوا میں (قوانین فطرت) جتنو کسی
چیز کے بنانے خواہ بگاڑنے میں تجربہ سے معلوم کر چکا ہے انکو صحت سے پورا کر دیا کرے ہوتا
نہو تا اسکے قبضہ قدرت سے باہر ہے اور وہ جب تعدد ازواج کے باب میں یہ بھی ثابت کروں گا
بجائی کہ نطفہ دینے کے قوت انسان میں زیادہ سے زیادہ سچا شئی برس تک ہے (دیکھو
ڈاکٹر ویلر کے میڈیکل جو رسپر وڈنس جلد دوم ص ۲۹۲ طبع جہانم کو اب نیچرل صاحبوں کا
یہ خیال کہ نطفہ قرار پایا ہمارے اختیار سے باہر ہے درست اور بجائے مگر جو اصول ہمارے
اختیاری نطفہ دینے کی براہ فطرت ہیں انکو پورا کر دینا ہمارا شیطانی ضرورت ہے جس طرح دیگر
اصول کو ہم اپنے اور مصنوعات میں پورا کرتے ہیں۔ اب اگر باوجود پورا کرنے اصول معلوم
کے وہ مصنوعی شے حسب خواہش ہماری تیار نہ ہو ہمارا کونسا قصور ثابت ہو گا۔ فرض کرو
ایک انجن ڈرائیور نے بیل گاڈمی کے انجن میں پورے اسٹیم بھروسے اور متواتر بیرونی
کی مصداقت یعنی پھیر کا حساب بھی خوب جانچ لیا۔ وزن گاڑیوں کا مع مجموعہ
یعنی مسافر اور اسباب کا بھی تخمینہ کر لیا کہ کتنے خواہ تین گھنٹہ یہی اسٹیم برلر کام دیا
کر لی (گاڈمے) نے بھی اپنے خدمات ضروری کا پورا انجام دیا الغرض جس قدر کار پر ہوا ایک
اسٹیشن سے دوسرے اسٹیشن تک ریلوی پر مقررین سبھوں نے اپنا اپنا کام پورا انجام
دیا مگر پھر کوئی غیر مترب برج ایسا واقع ہو جو ان سبکے وہم اور گمان میں نہ تھا اور گاڑی لیٹ
ہو گئی یعنی رفتار اسکی شست ہو گئی خواہ یہ شرک سے اتر گیا خواہ اور کوئی آفت ناگہانی

پیدا ہوئی اب انصاف کی راہ سے ریلوی عمال کا کون سا قصور ہے اور کون سی سزا کے یہ
 یہ لوگ چیف انجینر ریلوے کی اجلاس سے سزاوار ہو گئے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔
 اسی طرح ہکو خدائے امین اور خراجچی اس نطفہ کا قمار دیا اور قانون فطرت نے ہکو نطفہ کی
 خرابی سے بچانے کی قواعد بھی سکھائے مثلاً جن چیزوں کے کھانے پینے سے حدیث نبوی
 میں آتی ہے اور قوام اسکا خراب ہوتا ہے ان سے پرہیز کرنا جن حرکات بدنی سے تعجب پیدا
 ہوتا ہے ان سے آپکو بچنا جن اوقات میں ہم بستر پر گرنے سے ضرر اور نقصان انتقاد
 نطفہ میں ہوتا ہے جسے شدت کرسکی خواہ بیاس خواہ کسی مرض کی حالت میں عام اس سے
 کہ مرد کو ہو یا عورت کو ان سے بچنا جن اسباب سے آدمی خشک نطفہ ہو جاتا ہے جیسے جوگی
 اور فقر البعض او وہ بیدار ہوئے خواہ معدنی اسی غرض سے کہا لیتے ہیں کہ منی میں قوت نطفہ
 دینی کی رہے ان سے پرہیز کرنا۔ جن او وہ سے عورت باج اور مرد نامرد ہو جاتا ہے ان سے
 دور رہنا۔ جذامے عورت اور حائض اور مستحاضہ اور نفاس والی عورت سے ہم بستر پر
 نہ کرنا۔ انتخاب جفت کے جو قواعد اور قوانین ہیں مزاج اور طبیعت قوم اور قبیلہ شہر اور گاؤں
 آب اور ہوا کی روسی اپنے جفت کو ویسا ہی پسند کرنا (سوائے حقیقی بہن اور بیٹی وغیرہ
 کے جسے نکاح ہماری شریعت نے حرام کر دیا ہے۔ اور پھر اصول کی راہ سے ان سے بہتر
 کوئی جفت نہیں ہے چنانچہ ایک عید گانہ باب میں ہم اسکو لکھینگے) خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے
 اولاد کی آرزو میں ہزاروں طرح کی پابندی کی سیگڑوں روپیہ خرچ کیا محنت اور مشقت
 اور دوا اور علاج پر ہر سب کچھ کر کے ہم بستر پر کی اور جب ہم بستر پر توئی اسی خدمت کی بجا
 آوری اور اسی امانت سے سبکدوشی نہ نظر بھی جو خالق تعالیٰ نے ہکو سرور فرمائی تھی اب
 رہی کامیابی اور ناکامی وہ دوسری بات ہے ہمارا اختیار جس قدر ہے اسکو ہم کر گند سے بچ
 باوجود اس بے اختیاری اور لاعلمی کی جب اولاد ہوتی ہمارے ہی کردار یعنی ہم بستر پر سے
 سے ہوتی۔ اور یہ آپکو کیونکر معلوم ہے کہ نطفہ قبر پر پڑنے سے ہم بالکل بے خبر ہیں فطرت نے ہکو
 ایسے اصول بھی تعلیم فرمائے ہیں کہ جس روز نطفہ قرار پائی اسی روز سے ہکو استقرار نطفہ

کے نر اور مادہ حمل کی ظنی شناخت بھی ہو جاتی ہے دیکھو ہمارے ترجمہ قانون جلد سوم حصہ دوم ص ۳۰۵ سے لٹائیہ ص ۳۱۰ اور انیسویں ص ۳۱۰ سے ہم حفظ کی غرض سے وہ خدمات بجالانے میں اور حاملہ عورت کی غذا اور دوا سے وہ تدبیر کرتے ہیں جو براہ فطرت ہیکو سپر دھوتی ہے اور انجیل ترک جماع حوامل سے خصوصاً چار ماہ کے بعد بغرض حفظ جنین یہ بھی ضرور ہے گو کیسی ہی ایذا ہیکو تھوڑے سے ہو سچی بچہ کی بالیدگی کی تدبیر جس قدر فطرت نے ہیکو بتلائی ہے وہ بھی ضرور کرتے ہیں حاملہ کا کھانا کپڑا مناسب ایام حمل کے ہم خود بھوکھے ہیں مگر اسکا بندوبست ضرور کرتے ہیں اور ضرورتی اثر ایسا پیدا ہوا کہ بچہ کے گرجانیکا خوف ہو فوراً ڈور دھوپ کر کے طیب ڈاکٹر دایہ اور رسول برجن بلا کر اسکا سد باب کر دیتے ہیں۔ حاملہ کی مرضی کا ہر دم خیال رہتا ہے اور اگر نری سچرل نہیں میں اور عالم غیراوی کا بھی کچھ عقیدہ یا انیٹہ ہے دعا اور تحوید بھی کرتے ہیں اور یہ سب کام تیسری کشادہ رونی سے ہم کر رہے ہیں پھر جب انگنا جہینہ یعنی امھوان جہینہ شروع ہوا اور زچہ کو زرد کپڑے پہنائے گئے اب ذرا دھوم دھمک پر لمحات کھے جمنے مانا کہ یہ فضول رسمیات آپ کی رائی میں کفایت تمدنی کے برخلاف ہیں مگر ہیکو بعض اصول یہ نظر کر کے عین حکمت اور مصلحت یہی ہے چنانچہ رسوم ولادت کے باب میں ہم اسکو مطابق اصول فطرت کے ثابت کر دینگے۔ اب ذرا مصارف ولادت اور زچہ خانہ کی بھی یاد کیجئے یہ سب سچہ ہم فقط بچہ کے لحاظ سے کرتے ہیں اور کونسی لذت ہکوان سب خرچ اخراجات اور ایذا اور تعب اٹھانے میں ملتی ہے جسکو سچرل صاحب بار بار کہہ رہے ہیں۔ باپ کے اختیار میں استقرار قطع ہونا اسکی دلیل براہ غلط سچرل صاحب نے یہ سمجھی کہ علمائے فیسولویجی کہتی ہیں کہ نطفہ کا معدن عورت کی منی ہے۔ مرنوی منی فقط محرک ہوتی ہے اور اس مسئلہ میں پچھلے فلاسفہ کی عقل بھی دنگ رہی اور اسطاطالیس اور جالینوس کی نزاع مشہور ہے آج کل جدید تحقیقات فیسولویجی سے یہ امر ثابت ہوا ہے کہ منی ثابت ہونے والی کہ وہ کپڑے جو حیوانات کی منی میں اور انسان کی منی میں ہیں اور بدولن میکر سکوب کی نظر نہیں آتی انکی جسامت بلکہ سے لیکر بلکہ اچھ تک ہے اور انکا سر بلکہ سے لیکر بلکہ اچھ کا ہوتا ہے

سجوبی
ڈاکٹر
یہ خیال
اختیار
اصول
کے

اور ۳۳ منٹ (دقیقہ) میں ایک انچہ مسافت کو دم کے ذریعہ سے طے کرتے ہیں۔ سات یا آٹھ روز عورت کے جسم میں حرکت کرتے ہیں اور خراجِ جسد ۲۴ گھنٹہ میں۔ انہیں کپڑوں کی ملامت یعنی چھو جانا بقیۂ مادہ خواہ عورت سے استقرارِ نطفہ میں ضروری ہے جو کم تہری سے ہوتا ہے۔ نیچرل صاحب کی رائے میں یہی کپڑے سب خلقت اولاد میں اور باپ یا ماں کو داخل اس میں نہیں ہے۔ ۳۰ برس گزرے مجھے ایک انگریزی اخبار کے پچھلے صفحے والے نے خبر دی تھی کسی یورپین سیاح نے ایک جزیرہ میں کپڑے اڑتے ہوئے دیکھے وہی کپڑے مادہ اسپ کی پیشاب گاہ میں ادھر داخل ہوئے اور گھوڑے کا نطفہ قرار پا جاتا ہے وہی سیاح چند کپڑے لایا تھا اور ایک بائج عورت پیرزن کے رحم میں داخل کرنے سے فہمیدہ کے بعد فرزند زینہ پیدا ہوا تھا۔ مجھے اس خبر کی صحت پر حیران و ذوق نہیں تاہم اگر سچی بات ہے۔ تو خدا نے قادر کی پوری قدرت اور اختیار کا ثبوت ہے اس سے بھی ہوگا اور انسان کی پیدائش کا نیچر جسکے فلاسفہ معتقد ہیں بگڑا ہو گا بہر حال باپ کے احسانات اولاد پر قبل از قرار پانے نطفہ کے منے کی تقدیر بیان کئے۔ اگر نیچرل صاحب اسکو نہ مانیں اور ان مصارف کو بیجا اور محض حماقت پر عمل کریں اور حرام گھروں کے بچے جو مزید پریش رہتے ہیں نہ ان کی ماں کا پتہ اور نہ باپ کا ان کی پرورش اور پرورش کی نظیر پیش کریں کہ نیچر خود کر لیتا ہے یا کوئی گورنمنٹ انکا پرورش اٹھا کر اور تعلیم دلو اگر ملیٹری خواہ سیتول کے معزز عہدے انکو دیتی ہے بہر حال اگر اور کچھ احسان باپ کا نہ مانو اور کوئی فعل اختیاری انکا نہ سمجھو تو اس نطفہ کے حفاظت خراب کرنے سے مثلاً جن ادویہ سے وہ کپڑے منی کے سر جانے سے مر جاتے ہیں باوجود معلوم ہونیکے باپ نے انکو استعمال کیا اس غرض سے کہ نطفہ ضائع نہ ہو۔ خواہ ایسے جرم میں جو مرض کی وجہ سے مفسد منی تھا باوجودیکہ حسن صورت اسی عورت مرخصیہ کا لذت بخش تھا اپنی مادہ منی کو داخل کیا ایضا عمل یعنی بیروں فرج انزال کر کے اس نطفہ کو برباد ہونے ندیا اسقدر احسان باپ کا اگر مانا جائے تو اس کے صلہ میں ایوگڈام ڈامیر برابر چلا جاؤ کی خطاب سے سرفرازی کے لائق نہ ہوگا اطاعت اور

سلوک نہ سہی سہ مرا بہ خیر تو امید نیست بد مرسان نہ چرک صاحب نے کسی نیم طیب خواہ
کچے ڈاکٹر سے سن لیا ہے کہ مرد کی حفظ صحت جماع سے ہوتی ہے ہاں جناب ہوتی ہے
مگر منحصر اسی میں نہیں ہے اور بھی صد طریقہ ایسے ہیں کہ آدمی عمر بھر عورت سے ہم بستر
ہو اور صحت بدی روز افزوں ہوتے رہے۔ علاوہ ہر اس ہزار میں دس ایسے مرد ہونگے
جو حفظ صحت کی نظر سے ہم بستر ہوتے ہونگے عموماً باپ کو تو اسکا خیال بھی نہیں ہوتا ہے
اب رہی لذت تو بازاری عورتیں جن کا پیشہ ہے لذت البتہ ہم بستی فقط بنظر لذت
کی جاتی ہے اور گھر گریت عورت بچا رہے اب میں کیا کہوں شرم آتی ہے کہ انکا نام ایسے
بازاری عورت کے ساتھ لیا جائے خواہ حیا پرست شرفا مرد و نکاح ذکر ایسے موقع پر کیا جائے
خدا انکے شرم اور حیا کا حفظ ہے ورنہ زمانہ کے رفتار از بس خراب ہے ہر حال میں جن
ہم بستی کرتے ہونگے فقط لذت پرستی ہی پرانکی نظر ہوتی ہوگی اور وہی طوائف الزلیلا
جنگے رحم ہمیشہ انہیں دواؤں سے چکنے رستے ہیں کہ لطفہ ہرنے نیاتے اور جنگی تعلیم انہیں
اصول سے ہوتی ہے کہ حاملہ ہو نیکا بار نہ اٹھائیں انڈی گامی سدا کلور اور اگر احیاناً
کسی وقت شبہ استقرار لطفہ کا ہو فوراً دوائی مسقط حل جیسے سبز کالج خواہ کھول وغیرہ
انکو کھلا دیا جائے بلکہ وہ مالزادیاں خود ایسی ہی چیزیں جہاں رکھتی ہیں انہیں پر قیاس کر کے چرک
صاحب سبکو ایک ہی لاشی سے بکارت ہے پس یہ بین تفاوت رہ از کجاست تاب کیلچ
ہماری شریعت ایسی فواحش سے نکاح وائمی خواہ میعاد دی دونوں بدون استبرائے یعنی تمنا
عذرہ وغیرہ کے حرام فرمایا ہے اور عمدہ شرط منکوحہ میں سے ہی شرط فرمائی ہے کہ عورت ولو
ہو یعنی سچ کی استعداد اس میں بنظر خلقت شخصہ یا خاندانی کی زیادہ ہو اور عمر یعنی باج
ہو نیکا عیب مبطل نکاح قرار دیا ہے لہذا پیر وان محمد صلعم پر یہ لوگ جھونک کی طرح چل
نہیں سکتی یہی اسی طعن کے لحاظ سے ہمارے نبی صلعم نے پیش بندی فرمائی اور
صاف کہہ دیا کہ جو شخص حسن و جمال پر عورت کے فریفتہ ہو کر نکاح دولت اور مال پر نظر کرے
نکاح کریگا دونوں سے محروم رہیگا صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مان کے احسانات

اب ذرا اماں و کھاری جسکی نسبت یہودہ کلمات نیچرل صاحب فرما رہے ہیں اسکے ریاض اور محنت بھی سن لیجئے اور محسن کشی نیچرل کی بغور ملاحظہ کیجئے یہ ماں بقول بعض فلاسفہ قدیم اور جدید وی ہے جسکی منی سے خلقت بچہ کی ہوتی ہے پر محرم علم فیسولوجی کی جدید تحقیقات کو اور یہ ماں وہی سراپا حسرت اور اماں ہے جسے بچہ کے ہونے کی امید میں اپنا جو بن خاک میں ملا دیا اور اپنے تمام اعضاء بے بدنی کو حرکت متعجبہ اور لذت مذکورہ بالا سے محروم کیا ہے تب جا کر آج ایسی فرزندار جنید نیچرل کی پیدا ہونے اور تعلیم جدید پانے سے بوقوف خود غرض اور یا گل نبی ہے بمعنی مانا کہ خلقت جنین اور استقرار نطفہ اسکے اختیار میں نہ تھا۔ مگر اتنا اختیار اسکو ضرور تھا کہ اپنے رحم کو جو نیچرل صاحب کے نزدیک ہم پلس کا قدر چھپو خواہ سنڈ اس کے برابر ہے ایسا مزلق یعنی پھسلنے والا بنا لیتے کہ نطفہ ہمیشہ پھسل کر جاتا خواہ اور قسم کے تدبیر بانج ہو نیکی ایسی کہتی جسے لذت بڑھتی اور حمل قرار نیا پایہ فعل تو اسکا اختیاری ضرور تھا اور اس احسان کی کیس طرح نفی نہیں ہو سکتی ہے۔ اگر آپ کہیں کہ یہ تدبیریں کبھی کارگر نہیں بھی ہوتے ہیں اور نطفہ قرار پا جاتا ہے۔ میں کہوں گا درست ہے مگر نطفہ ٹہرنے کے بعد بھی اسکا کارڈ وینا ماں کا اختیاری فعل ہے اور جو بدکار لذت پرست عورات ہیں وہ ایسا ہی کرتے ہیں گورنمنٹ سے اسکی روک محال ہے اور وہی لذت ان بازاری عورات کو اس فعل منع پر گردیدہ کرتی ہے جسکو آپ یا گردوی ہیں اسلئے کہ حل کی مدت میں قابل ہم بستری نہیں رہتے ہیں برعکس انکے اس بچاری نے وہ تدبیریں کی ہیں جسے نطفہ ٹھہرا رہے تا انیکہ قے روکنے کی غرض سے ٹھیکریاں سوندھی خوشبو چٹائی رہے باس نظر کہ نطفہ ٹھہرا رہے کم سن الٹہ پنے میں بھی جس روز سے حل کی امید ہوتی اونچے نیچے پاؤں رکھنا اور پھانڈ پیٹ پر بوجھ رکھنا بھاری چیز اٹھانی (اگرچہ پیشہ بار برداری کا بھی ہوا اور اسی پر اوقات گزار ہوا) سب چھوڑ دیتی ہے۔ فقط اسی امید میں کہ نیچرل صاحب زندہ صحیح اور سلامت پیدا

ہوں۔ اب خدا خدا کر کے اوپر اڑوں۔ منٹیں مٹاؤں۔ ماں کو زہینہ گزری اور وہ دن آیا کہ دروازہ شروع ہوا اللہ اکبر یہ ایذا اور ذرہ کی جسکی برداشت عورتوں کو اگر محبت اولاد فطری نہ ہو کوئی عورت کر سکتی ہے نیچرل صاحب لذت لذت پکار رہے ہیں اور ماں بیچاری کی ناخون اور دانت دروزہ میں سیاہ ہو جاتے ہیں چار پہر اور بارہ پہر بھی رہتا ہے سیکڑوں کی جانیں اسی میں تلف ہوتی ہیں اسی دروزہ کے بعد پھر وضع حمل کی ایذا کو خیال کیجئے بقول مجھے مومے پر سو فطری۔ ابھی دروسے نجات نہوتی تھی کہ نیچرل صاحب کے آمد شروع ہوئی۔ اگر کید سے برآمد ہوتے تو خیر اور اگر اٹے کھلے اور ضرور ایسے اٹے خیالات والے کو اٹا ہی پیدا ہونا نیچر کے مناسب ہے پھر تو اور بھی قیامت برپا ہوتی اب طبیب ڈاکٹر وائی جانی کی دوا اور دشمنکاری سے اگر زچہ کی جان بچ گئی اور بچہ بھی زندہ اور سلامت رہا بہتر در نہ مل کے منکیا یہ بھی ایک ذریعہ کھلا ہوا ہے انہیں مصائب کو یاد کر کے تمام عمر جب ماں اپنے فرزند سے لپٹی ہے کہتی ہے کہ کیونکر نہ لپٹ کے تجھے روؤں بیٹا میں نے بھی تو جان دیکے پایا ہے تجھے۔ خداوند عادل نے اسی سبب فرمایا ہے حملتہ اصب کو ہا و وضعتہ کرھا اگر عام اطفال مرو ہوں اور خاص ہمارے چھوٹے فرزند ہم صلحہ امام حسن

مرو ہوں جس کا اذالہ آیات پھر تو معنی اسکے یہ ہو گئے جو تکہ بروقت استقرار حمل کے ماں کو ان مصائب کے پا ہو میں سے خواہد تے۔ تر حمل سے تندرست و زودت بلکہ نازمانہ حضانت یعنی پرورش اٹھانی پڑتی ہے لہذا حمل بھی ناگوار اور وضع حمل بھی جان گذار ہوتا ہے۔ نیچرل صاحب لذت لذت پکار رہے ہیں کشتی کے غرق ہونے کی ساحل کو کیا خبر کس پر چھری یہ حمل گئی قاتل کو کیا خبر یہی احسان اتنا بڑا ہے کہ اگر اسکے عوض میں اولاد اپنی جان ماں پر تھک کر دے تب بھی پورا معاوضہ نہ ہو سکیگا۔ اب لیجئے وضع حمل کے بعد دودھ پلانے اور پرورش کا زمانہ آیا اگر نو ماہ کا بچہ ہے اکیس ماہ اور اگر چھ مہینہ کے حمل سے ولادت ہوئی پورے دو برس جسکی سات سوئس روز اور اسقدر راتیں ہوتیں اور (۱۷۲۸) گھنٹے ہوتے ہیں۔ اب ذرا ماں کے ترک آرام اور لذات کو خیال کیجئے۔ آپ تو مجھل میں ہیں کو بھی سچی

ہوئی بھاڑ فانوس تو بہ تو بہ تو پرانے فشن کی روشنی ہے (چھی چھی) ارے صاحب برقی
 روشنی سے لپ روشن میں رات کا دن ہو رہا ہے ارگن باجا بج رہا ہے ہوا ہوا تو قہقہے بھینکے
 پر حاضر ہے فرش فروش آراستہ اور ماں نے جن جن دکھوں سے پالا ہے وہ بیجاری غریب
 مفلس تھی ایک چراغ بھی میسر نہ تھا کچا گھر خواہ چھپر مثل چشم عاشق کے ٹپک رات گھٹنوں
 گھٹنوں گھاس کا جھگل لگا ہوا سانپ بچھو اور چور چکار کا خوف الگ ایسی ہی اندھیری راتوں
 میں آپکو کسی مرض کی وجہ سے (یا شرارت خلقی سے) نیند نہ آتی تھی اور مجھے ہونے لگی ہیں کی
 میں اگر رہی تھی یہ ماں کا کلیجہ ہے بیجاری گود میں لئے اُسی اندھیر سے میں تمام رات گھر کے
 کھڑے پھرتی تھی پیار بھی کرتی تھی دودھ بھی پلاتی تھی بلائیں بھی لے رہی تھی قربان بھی ہو
 رہی تھی خدا سے رور کہ رہی تھی یا اللہ میں مر جاؤں مگر میرا بچہ آرام پاس ہے وہ کالی رات ہو کا
 عالم نہ کوئی آس نہ کوئی پاس نہ نہ ولا سا کوئی دیتا ہے نہ پوچھی کوئی بات نہ وہ ہے اور رونا
 ہے اور بچھلا پر کالی رات۔ باب بھی گھر میں نہیں ہے مزدور ہے یا نوکری پیشہ۔ ہمسایہ کے
 عورتیں ہمدردی سے پوچھ رہی ہیں ارے آج یہ لڑکا کیوں بے کل ہے یہ ماں کیسی قسائن ہے
 دم ہے جو بچہ کو رولا رہی ہے۔ یہ بیجاری کیا جواب دے ٹپ ٹپ آنسو گر اڑتی ہے اور کیا کر سکتی
 ہے جوانی کی نیند اسکی بھی ہے مگر اب نیند کجا نیند تو قبول شخصی سولی پر بھی آتی ہے مگر یہ بیجاری
 بچہ کو گود میں لئے ہونے ادھر سے ادھر پڑی پھرتی ہے نیند کا جھوٹکا آیا اور ٹھوکر کہا کر ٹینگے
 قریب بھی پہنچتی ہے تب بھی جیت اور خیال بچہ ہی کی طرف لگا ہوا ہے۔ آپ زخمی ہو جانے
 کر جاتے مر جاتے مگر بچہ کو صدمہ نہ پہنچے۔ ایسے ایسے راتیں اس زمانہ شیر خواری میں سیکڑوں
 گزندی ہیں۔ اگر ایک ہی رات کی ایذا پر خیال کیا جائے تو اسکا معاوضہ اولاد سے کیا ہو سکتا ہے
 ہمارے نبی صلعم سے ایک شخص نے اپنی ماں کو سات حج کرا کے پوچھا کہ یا حضرت میں اپنی ماں
 کے حق سے ادا سوا یا نہیں حضرت نے فرمایا کہ ایک رات کی اسکی مصیبت جو تجھے لیتے ہوئے
 کھڑی کھڑی پھر جی ہے اگر خیال کیجای تو اسکا معاوضہ کسے خدا نگراری سے نہیں ہو سکتا
 چہ جاکہ اسکا سارا جوگ جو تیری پالنے میں اس نے لیا ہے اسلئے کہ تیری پرورش اس نے

تیری مجبوری اور بے کسی کی زمانہ میں کی ہے اور تو نے معاوضہ اسکا اسوقت کیا ہے جب
 ماں کے ہاتھ پاؤں چلتے ہیں صدق رسول اللہ صلعم نبیچل صاحب کے ایک مسئلہ طب کا اور
 پڑتے گوش زد ہوا ہے کہ خون ولادت خارج ہونے سے اور خون حیض کے دودھ بننے سے
 صحت ماں کی ہوتی ہے۔ ہاں خراب ہوتی ہے مگر اسی میں منحصر نہیں ہے خراب خون کا اخراج
 اور دفع مضرت فصد صافن اور نابض ہفت اذام اور باسلیق سے بھی ہو سکتا ہے اور مصفی
 ادویہ پلانے سے بھی اور حاملہ بننا محبت اولاد سے اسکا فعل اختیاری ہے نہ حاملہ بنتی اور
 نہ اس خرابی میں پڑتی سمجھئے یہ بھی مانا کہ دودھ پلانے سے اسکی صحت بدنی ہوتی ہے مگر
 آپ ہی کو پلا گیا ضرور ہے بلکہ آپ کو کسی کپڑے میں لپیٹ کر گھورے پر پھینک دیتی اور کسی اور
 بچہ کو دودھ پلا کر سیکڑوں روپیہ بھی کماتی اور صحت بدنی گھاتے میں حاصل کرتی تب جا کر آپ کو
 معلوم ہوتا مگر کیا کرے فطرت نے آپ کی محبت بجا پر اسکو مجبور کیا ہے اور آپ کے وہ بیکسی بے
 بسی ہاتھ پاؤں کلبے قابو ہونا زبان کی گویائی نثار و بھوک کی شکایت کرنے پر اختیار اور نہ
 پیاس کی اظہار یہ قدرت سوائے رونے اور ہاتھ پاؤں مارنے کے اور کچھ نہ تھا مگر محبت
 فطری اسکو نہ ہوتی آپ پر کیا ہے کوئی بچہ پالانا جاتا اور نسل نبی آدم منقطع ہو جاتی۔ وہی احسان
 زمانہ مجبوری اطفال کا اثنا بڑا احسان ہے کہ خدا سے پاک نے بھگور پوقت اپنی عبادت کرنے
 یعنی نماز پڑھنے کے حکم دیا ہے کہ جب ہماری عبادت کرو اور نماز پڑھو فوت نماز میں خواہ
 تعقیبات میں اپنی رب مجازی یعنی ماں باپ کے حق میں یوں دعا کرو رب اغفر لی ولوالدین
 وارجو حصہ لکما دینی صبحی خدا مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بخش دے اور ان
 پر رحم کر اور ایسی رحم دلی سے انکو مخصوص کرنا چاہیے انہوں نے میرے چھٹ پنے میں پرورش
 کی ہے اور بالائے دیکھو تعلیم ربانی اسکو کہتے ہیں کس پرورش اور پرداخت کی درخواست
 پر یہ دعا شامل ہے بیٹا کہتا ہے الہی میں جیسا زمانہ شیر خوارگی میں بے کس اور بے بس تھا
 اسطرح میرے ماں باپ زندہ ہوں خواہ مردہ تیری قدرت کے سامنے بے بس ہیں ان پر وہی
 نظر پرورش کی فرما دے اور اسطرح ان پر رحم کرنا جیسا میری بیکسی پر انہوں نے رحم کر کے مجھ کو

بلا تھا اس آیت مقدس کو پڑھ کر دو باتیں مجھے معلوم ہوئیں اور دونوں کے سبب بھی مجھے
 کھل گئی پہلی بات تو یہی ہے کہ نیچرل صاحب کو ماں باپ کے احسان سے انکار کرنا کیا
 سبب ہے دوسری بات یہ کہ خداے پاک اپنی عبادت میں ماں باپ کے احسان کا ذکر کرتے
 کا کیا سبب ہے اور ان کے حق میں ایسے پورے دعا کرنا حکم کیوں دیا ہے۔ ان دونوں امر
 کا سبب ایک ہی ہے نیچرل صاحب کو انکار حقوق والدین کا سبب یہی ہے کہ ماں باپ
 رب مجازی ہیں اگر ان کی حقوق اور احسانات کا اقرار کیا پھر تو پروردگار حقیقی کے احسانات
 کا اقرار کرنا ضرور ہوگا اور جب خدا کو محسن مان لیا پھر تو اس کی موجودگی کا بھی اقرار کرنا پڑے
 گا اور جب خدا مانا گیا اب تو سارا نیچر کا ٹھیک ٹھیک بگڑ گیا اور پابندی شریعت الہی کی بھی کرنی
 پڑی گی لہذا اسی جگہ اس وار کو روک لینا ضرور ہے اور ملاؤں کے ڈھکوسلے ان سب
 باتوں کو قرار دیکر چوٹ بچا دینی چاہئے نہ انچی کا بانس نہ جھگی بانس ہی اور خداے پاک
 کی یہ غرض ہے کہ میرا بندہ جسوقت میرے احسانات کو یاد کرے نماز میں رجوع قلب سے
 گریہ وزاری کر رہا ہے اور مجھ کو رب حقیقی کہ رہا ہے اسکو لازم ہے کہ رب مجازی یعنی والدین
 کے احسانات کو بھی یاد کرے اور ان کی شکر گزاری بھی کرے اسلئے کہ جو شخص رب مجازی
 کے احسانات کا اقرار نہ کرے گا وہ رب حقیقی کو کیا سمجھ گا۔ زینہ ٹوٹی چھت پر کیونکر چڑھ گا۔ فلاسفہ
 اخلاقی نے بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ دوست بنانے میں اعلیٰ درجہ کی شرط یہ ہے کہ آدمی
 جس سے دوستی کرنی چاہے پہلے اس کے پیش آمد ماں باپ سے دیکھے کہ کیسی ہے اگر وہی
 ہے تو اسکی دوستی پر پھر وسوسہ کرے ورنہ نام اسکا نہ لے نام لیکر نہیں کہتا مگر ایک باپ جبریل
 نیچرل اہل ہاکی وفات کو یاد کر کے سعدی شیرازی کا شعر پڑھتا ہوں یہ تو بجای پیر چہ
 کرو چہ خیر پڑھتا ہوں چشم داری از لپٹہ ان آزاد خیالوں کا محسن کشی میں درجہ یہاں تک ہے
 گیا ہے ماں باپ تو ذریعہ حیات چند روزہ ہیں اور معلم اور ماسٹر جو حیات ابدی روحانی کے ذریعہ
 ہیں ان کی نسبت بر ملا کہہ دیتے ہیں ماسٹر صاحب بندگی آپکا حق ہم پر کیا ہے دس بجے سے چار
 بجے تک آپ اپنی نوکری بجالاتے تھے اگر ہکو نہ پڑھاتے انیسویں روز دو سو او بیس سو

روپیہ کی تنخواہ لکھو کون دیتا ہمارا احسان آپ پر ہے کہ آپ کی روٹی ہمارے پڑھنے سے چلتی ہے
 اور یہ کرنسی نوٹ جو اپنے خریدنے پر اسکی آمدنی میں بھی ہمارا حصہ ہے لائے کچھ دیکھتے تب
 آپ کو ہنسم ہوگا سنا رہی اسی تعلیم خراب کی جو مائٹروں نے ان کو دی ہے ع اے باد صبا میں ہم
 آورہ نست مائیں مائیں مائیں نے اصول خیر انکو پڑھائے کہ کرو کہ نیافت کبھی زیادہ تعلیم
 میں بصرے سے بھی انکو سچی اصول نہ تباہ دیکھو ہمارے ہوی برحق صلعم نے تعلیم دین
 پر اجرت یعنی حرام فرمائی ہے ہمارے دین کا تعلیم یافتہ کسی استاد خواہ مفتی یا واعظ پر ایسی
 طعنہ زنی نہیں کر سکتا ہے یہی حکیم ربانی ہیں صلعم حرام گھر اب ذرا نیچرل صاحب کے اس
 خیال پر نظر کیجئے جو ماں کے رحم کو ہم پلس کا قد مجھ اور سٹاس بنا رہے ہیں اور اسکی وجہ بھی معلوم
 کرنی ضرور ہے چونکہ جدید سلطنت نے یورپ کی شائستگی میں ایک نیا قاعدہ حرام گھر بنانیکا
 بھی جاری ہوا ہے اور کچھ تھوڑے سے بنا اس کی ہندوستان میں بھی پڑتی ہوئی نظر آتی ہے یعنی
 کسبیاں بالزادیاں رام جی جو سہرا زار دیشیہ حرام کاری کا کرتی ہیں ان کی ٹکرائی کا اہتمام ڈاکٹروں
 سے متعلق ہے دوا علاج ہسپتال سے ملتی ہے خاص جہاں فوجی کمپنیاں بڑی صفائی سے
 یہ کام ہوتا ہے اگرچہ ابھی کوئی احاطہ اور خاص حرام گھر تیار نہیں ہے جیسے یورپ کے بعض شہروں
 میں تلمیم پر تو وی ہے حرام گھر کی عورت کے رحم ضرور ہم پلس کے قد مجھ سے مشابہ ہیں اور جو
 اولاد پھری اور دھتری وہاں پیدا ہوتی ہے اسکی نسب کا سلسلہ منقطع ہونے سے وہ درجہ شریف
 جو انسان کو حفظ نسب کے فطری اصول نے دیا ہے اس سے محروم ہوتی ہے اور وہ احسانات والد
 کے جو اولاد پر عمنے ثابت کیے ہیں اور وہ محبت باہمی جو والدین اور اقربا و پدری اور مادری میں ہوتی
 ہے وہ بھی حرام گھر کے اولاد سے مفقود ہے اور حسب طرح ابقیہ حکیم کا قول ہے کہ آدمی اور ہندو کی
 ایک ہی اصل ہے اسکا ثبوت پورا دکھلایا جاتا ہے اور یہی آزادی اور محض بے تعلقی سچی کرپچرل
 صاحب کے منہ میں پانی بھرتا ہے اور افسوس ہوتا ہے کاش ایسے آزاد یہ بھی ہوتے اور کسی ماں اور
 باپ کے بیٹے نہ کہلاتے اور بہشت کا مزہ انکو نہیں ملتا اس بہشت آنجا کہ آزادی نباشد کسی را
 کسی کارے نباشد حرام گھر کی خوبی یا خرابی پر مجھے بحث کرنی باب فوائد نکاح میں مناسب ہے

جو مطابق قانون فطرت کے ہے اس جگہ اسبقدر کہتا ہوں کہ اگر اصول سلطنت ملکی کی نظر سے
اولاد لیسری اور دختر می کسی گورنمنٹ ہی کے خانہ زاد ہونی ضرور ہے اور وہ اولاد بھی ایک رقم
تجارت کی سرکار کی واسطے مانی جاتے اور سواسے گورنمنٹ کے وہ اپنا رب اور پروردگار کسی کو نہ
سمجھیں اور وفاداری اور نلسوزی اُن سے بڑھ کر کوئی فروغ عیا نکر سکی۔ برودہ فروشی میں جو خانہ زاد
اولاد نکاح لوڈی اور غلام سے کر کے آقا کی واسطے پیدا ہوتے تھے اور پاک نسب ہوئے تھے ہزاروں
بد اخلاقوں سے انکا تبرا ہونا اصول فطرت کی رو سے مرقب تھا اُس سے زیادہ حرام گھر کے
اولاد گورنمنٹ کی فرمانبرداری والا اور اللہ کبھی نہوگی اسلئے کہ قانون فطرت اور ناموس الہی کے
مخالف یہ اولاد پیدا ہوتی ہے۔ المختصر یہ سب فواید حرام گھر کے مسلم بھی مان لینے کے بعد بھی ہم
پوچھتے ہیں کیا تمام دنیا کو حرام گھر بنانا اور سلسلہ نسب کو بالکل قطع کر دینا اور جو آدمی پیدا ہو حرامی
ہی پیدا ہو۔ نکاح کی رسم کو مثل برودہ فراشی کے جرم قرار دینا اور حسب ارشاد سچرل صاحب تمام
عورات کے رحم کو ہم پلس کا قدمیہ قرار دینا بھی اچھی بات ہے مسئلہ ۸ سے پہلے پاچھے چند روز
میرے پاس بارہ سوالات آئے تھے اور مشہور یہ تھا کہ یورپ کے فلاسفہ نے اخبارات کے ذریعہ
میں شہر کر آئے ہیں۔ اُن میں یہ بھی ایک سوال تھا کہ نسب کیا چیز ہے اور حسب کسکو کہتے ہیں
اور ترجیح نسب کو ہے کہ حسب کو۔ ہم نے ایک رسالہ اسکے جواب میں لکھا تھا کہ حسبہ جستہ اور
اخبار اور اخبار الاخبار لکھنویں چھپا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایسی آزادی تمام دنیا کی زن اور
مرد کو دی جاتے اور کوئی عورت کسی مرد کی ماتحتی میں بصیغہ زوجیت نہ رہے اور خانہ داری
کے امور جو خاص شوہر اور زوجہ کے میں وہ آیا اور ماما اخیل ہی سے متعلق رہیں اور کنہ اور قبیلہ
میں جو معاونت باہمی پیدا ہوتی ہے وہ بھی گورنمنٹ پر نثار کر دیجاتے قرابت اور رشتہ دار سب
مٹا دئے جاتیں۔ مراد یہ ہے کہ مجہول النسب ہوئے یہ سب مجہول ہو جائیں مٹنا تو محال ہے
حقیقی بہن اور بیٹی اور ماں اور خالہ اور بھوپھی نانی اور دلاوی سے جماع کرنا سب مباح اور جائز
ٹہر جاتے قرابت نسبی یعنی نکاح کے ذریعہ سے جو سسرالی رشتہ دار پیدا ہوتے ہیں اور ہمارے اہر و
اور جان کی شریک ہوتے ہیں اور ایک آدمی کے دو ہزار ہاتھ دو ہزار پاؤں دو ہزار آنکھیں اور

اور کان اسی قرابت کی وجہ سے ہو جاتے ہیں اور لاکھوں فواید تمدنی اور منزلی یعنی خانگی
ہم کو پہونچتے ہیں سب پر پانی پھر جائے انسان کا مدنی الطبع ہونا جو قدرتی فطرتی خاصہ
ہے وہ توڑ کر گور منشی طبع کا آدمی بنایا جائے اسے سطح اور لاکھوں اصول نظام انسانی جکی پہلو
میں کتب اخلاقی بھرے پڑے ہیں اور ہماری شریعت نے کس خوبی سے انکو جاری فرمایا ہے
وہ سب خاک میں ملا دی جائیں اور طوفان بے تمیزی بلکہ عذر عام جو عذر عوام سے ہزاروں
درجہ زیادہ ہو تمام دنیا میں پھیلایا جائے تب جا کر ماں کا رحم ہم پس کا قدمچہ بندگا۔ ذرا انتصاف اسلام
کے صفحات کو دیکھئے اور پڑھائیے یہ نظام انسانی اشرف نظامات عالم ہے بطریقہ سہی اور
فیثا غورثی نہیں ہے جسکو مٹا کر کوئی سکھ نیند سو سکے مادی خیالات اور تبحری عقاید کے
لوگوں نے بندروں کی تعلیم کا اسکول کھولا ہے اور اپنے اس عقیدہ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں
کہ بندر اور انسان کی ایک ہے اصل ہے تعلیم اور تربیت کے بعد بندر بھی مثل آدمی کے سب
کام کر سکتا ہے عقل انسانی اور عقل حیوانی بھی ایک ہی چیز ہے کمی بیشی کا فرق ہے جس کو
تعلیم مٹا دیگی۔ آپ گھبرائیں نہ تھوڑے دنوں اگر یہی خیالات فللعمفہ کے قائم رہے اسی ہم
پس میں حرام گھر کے بند اور سورا اور کتنی بھی عورات سے جماع کرنے پر چھوڑے جائیں گے اور
وہ جنس اولاد انسان اور بندر خواہ کتہ اور سور سے ملکر جو پیدا ہوگی اور اعلیٰ درجہ کی خلقت
انسانی سے ادنیٰ درجہ کی صورت اور اخلاق پر پہونچ جائیگی تب دیکھئے بہار کہ کیسی
بہار ہو۔ اور تب آپکا فلسفہ اپنا پورا رنگ دکھلائیگا اور انکار خدای برحق کا نتیجہ اچھی طرح
آپکو مل جائیگا اور اگر اونٹ اور بھیڑیچہ اور سور سب کا نطفہ ملا کر جنس آدمی زاد پیدا کیو جائیگا
پھر تو شاعر کا وہ خیالی ممدوح بھی پیدا ہو جائیگا کہ شتر لب فیل و ندال خرس صورت ہو کہ
پیشانی پر تصدق میشود ہر دم برا و غول بیابانی۔ مجھے برسوں کے بعد اب آپکی ہم پس کا قدمچہ
کہنے سے معلوم ہوا کہ وہ سوالات جو حسب کو نسب کے پوچھے گئی تھی انکا منشا یہی تھا
کہ نسب کا سلسلہ توڑ دیا جائے پس از سی سال انیمعنی محقق شدہ بخاقانی ہو کہ پورائیت
بادنجان و بادنجان بورانی۔ کیوں نہ ہو پیرل صاحب جب ایسی ہی فرزند ارجمند پیدا ہوں

جیسے آپ ہیں پھر کہیں نہ آزادی کا دُنکہ دنیا میں بجایا جائے نہ پشتِ دو تائی فلکِ ست
 شد از خور می نہ تا چو تو فرزند زاد بادرایام را۔ اب میرا ارادہ ہے کہ اپنی نبی کریم صلعم کے ہدایت
 و بارہ تجویزِ حجت یعنی زنِ منکوحہ اور آدابِ زفاف یعنی ہم بستری اور حقوق والدین کو
 مفصل بیان کروں اور اصولِ فلسفہ جدیدہ سے اُن احکام کی صحت ثابت کر کے اپنے
 اسلامی بھائیوں کو دکھلاؤں کہ ہمارے ہادیِ برحق کا سچا پیغام اور پورا حکیم ہونا یقینی
 ہے اور بعض شبہاتِ ان مسائل پر جو وارد کرتے ہیں اُن کو رد کروں انشاء اللہ تعالیٰ فقط
 بعد ختم ہونے اس باب کے میری معزز کرم فرمائی مدرسہ احمدیہ آرمہ عالیہ جناب مولوی
 ابو محمد ابراہیم صاحبِ سندِ علمی اہل حدیث نے براہِ اسلامی ہمدردی کی اس باب
 کا مسودہ پڑھ کر مجھ سے یہ ارشاد تحریری فرمایا کہ چند شبہات ابھی اور بھی رہ گئے اُنکا جواب
 بھی ضرور درج ہونا چاہیے جنکو میں مسودہ ذیل میں درج کر کے پہلے شکریہ جنابِ مدوح کا ادا
 کرتا ہوں اُنکے بعد وہ شبہات مع جوابات کے لکھتا ہوں۔

حقوق والدین پر نیچرل صاحب کی باقیماندہ خیالات

ہم نے جو حقوق والدین مذکورہ بالا کو بیان کیا نیچرل صاحب اُکریوں کہیں کہ آپ نے جو حقوق
 ثابت فرمائے یہ تو اُنسی ماں باپ کے ہیں جس نے اولاد کی آرزو میں ایذا دے بدنی اٹھائی ہو
 اور تاواں مالی کا صدمہ اُسے پہنچا ہو مگر آپ کی شریعت میں تو عام طور پر اطاعت والدین
 کا حکم ہوا ہے ہم فرض کرتے ہیں کہ دنیا میں ایسی ماں باپ بھی موجود ہیں جنکو اولاد کے
 ہرگز خواہش ہی نہیں ہے بلکہ اُنکو اولاد کے نام سے نفرت ہے (۲) یا ایسے ماں باپ ہیں
 کہ اُن کو اولاد کی آرزو ہے نہ اولاد سے نفرت ہے (۳) یا ایسے لوگ ہیں کہ اگرچہ اولاد کی
 اُن کو آرزو ہے مگر غرض اُن کی اولاد سے یہ ہوتی ہے کہ ہمارے اولاد کوئی دوسرا لیکھتی ہو
 بنائے اور پرورش کرے ہماری روٹی بھی اُسے اولاد کے ذریعہ سے چلی اور حسبِ طرح اولاد کی
 پرورش وہی شخص غیر کرے ہماری بھی مرستمِ جبرگیری اولاد کی بدولت وہی کرتا رہے
 (۴) کچھ ایسے ماں باپ ہیں کہ اولاد سے نفرت کیونکہ سے عمداً ایسی تدبیرات کرتے ہیں کہ نطفہ

ضرور خراب ہو جائے لہذا انہی اوقات میں ہم بستری کرتے ہیں جن میں براہ قانون فطرت لطف ضرور
برباد ہو جانا چاہیے اور فقط ہم بستری اوقات معلوم پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ جو بدسیر و آتی در
غذای خراب کر نیوالی لطف کی ہے وہ بھی کرتے ہیں اور پھر بھی اگر لطف خراب نہ ہو ادوائی مسقط
جینین کا استعمال کرتے ہیں اگر لطف نہ گرتا ہے اور نہ خراب ہوتا ہے (۵) کچھ ایسی مردوں کو ڈھونڈ
کر وہی عورت منکوحہ اختیار کرتے ہیں جن میں بانج ہو نیکی علامت ہو مگر قدرت سے انکی بھی
اولاد ہو جاتی ہے یا عورت بھی کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ سو ہی مرد اپنا شوہر تجویز کرتی ہیں جنکی
غلط منی کسی مرض کی وجہ سے فاسد اور قابل لطف دینے کے نہ ہو اور باوجود اسکے پھر بھی اپنے
رحم کو مزیق اور نیز ناقابل انعقاد لطف استعمال اور بیہ وغیرہ سے رکھتی ہیں مگر اولاد پیدا ہو جاتی
ہے پس ایسے ماں باپ جنہوں نے کبھی خواہش اولاد کی ہو اور کبھی ایک بیسیہ اولاد کے
بارہ میں انتخاب جنیت سے لیکر تارمانہ حمل اور نیز بعد ولادت پرورش میں خرچ کیا ہو بلکہ براہ نظر
و عدالت اولاد سے وہی پیش آمد کی ہو جو اوپر گزری انکی اطاعت اولاد سے کیوں کرانی
جاتی ہے جو سراسر انصاف کے خلاف ہے بلکہ ایسے ماں باپ کو تو اولاد جیسی سزا دے وہ بیکار
ہے ایضاً جنکی اولاد کو غیر نالہ اور مال ہے کچھ روزی بند رعیت بنی اور لڑکی پیدا ہونے اب
کے محض اولاد ہونی اور ماں باپ بندہ احسان پھر مخدوم کو خادم بنانا یہ کیسی شریعت ہے اور
اگر انہیں ماں باپ کی اطاعت شریعت میں مخصوص ہے اب حکم شریعت کا عام نہ اسکا جواب
یہ ہے کہ شریعت الہی کے احکام حفظ نظام عالم پر نافذ ہوتے ہیں اور نظام عالم جن اصول پر
چلتا ہے اسی کو آپ لوگ قانون قدرت (لائف لیئر) کہتے ہیں کہ جنیات سے حکم کلی پیدا کرنا
پس چونکہ بقائے نوع انسانی براہ عدالت الہی اسی میں ہے کہ آدمی کا لطف آدمی سے پیدا ہوتا
ہے لہذا لطف کی خراب کن تدبیرات کا عمل میں لانا قانون فطرت کے خلاف ہے اور فناء نوع کا
مستلزم ہے پھر عاقل جسکو عقل معمولی ہے عطا ہوتی ہے وہ ایسے کردار جو فناء نوع کو مستلزم
ہوں ہرگز نہ کریگا اور اگر کریگا تو قانون انتظامی سے اسکو جرم سنگین کی سزا سے موت طنی لازم
ہے اور جب وہ زندہ نہ رہنے پایگا اسکی تعظیم و تکریم کیسی۔ دیکھو تہذیرات ہند کی دفعات کو جو

استقاط محل کی سڑکیں وچ ہیں۔ ایضاً اولاد سے متنفذ ہونا یہ ایک امر مخفی اور قلبی ہے جس پر اطلاع ظاہری شریعت یا قوانین تمدنی کو نہیں ہے جب تک کوئی فعل ظاہری کا مرتکب نہ ہو یعنی عزم جرم بدوں کسی شہادت ظاہری کی مستوجب سزا نہ ہوگا مگر عالم الغیوب پر یہ عزم بھی مخفی نہیں ہے لہذا ایسے عزم پر جو فحاشی نسل کا باعث ہے قانون الہی کا نافذ ہونا بھی ضرور ہے وہ قانون ازدواج ہے اور متعلقات ازدواج وہ قوانین جو اولاد اور تناسل کے معین ہیں اور نطفہ کے قرار دینے پر بظاہر اسباب علوی خدا سے منسلک ہیں پس جو شخص ان قوانین کے خلاف عمل درآمد کرے جیسے کہ نیچرل صاحب لکھ رہے ہیں ضرور وہ قانون فطرت کا دشمن ہے اور ایسے فعل بد کا مرتکب ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی مخالفت نہ ہوگی اور اتنا ضرور مانتا ہے کہ اگر ایسا آدمی جو قطع نسل انسانی کی ورہ ہے ہونظام عالم انسانی کا برہم کرنا والا ہے اور عقل معمولی بھی اسکو محض نادان اور بدکردار کہہ سکی اب بنظر اسکی بدکرداری اور مخالفت قانون فطرت کے ضروریہ باب اور یہ ماں ایسے ہیں کہ ان کو سراسر سخت طہنی چاہیے پھر اگر انکے افعال مستلزم خرابی نطفہ اور خرابی قطع نسل پر شریعت ظاہری کے عمال اور حکام کو اطلاع ہوگی ضرور وہی نطفہ قانون انہی کے سہائیں جو پر شریعت یا قانون سلطنت اور نوامیس تمدنی ہیں مقرر ہیں اور اگر اخفائے جرم ایسی طرح سے کیا کہ ظاہری حکام پر یہ لازم نہ کھلا ہوا کہ جو عالم جزا اور سزا کے علاوہ اس عالم کے مقر ہیں بہارے شریعت میں اس جرم کا مواخذہ دوسرے عالم میں خدا انہی سے کرے پھر جب ہم نے ثابت کر دیا کہ ایسے امور کا از کتاب جن سے ضیاع نطفہ یا استقاط محل ہو جاتا ہے جرم ہے اور نظام تناسل کے مخالف ہے عاقل تو کبھی ان کی گرد نہ بھائیگا اور اگر بے عقلی سر پر سوار ہے اور جریم ہوگا تو بخوف قانون شریعت یا سلطنت انکو پوشیدہ طور سے کرے گا اب جس نے اولاد کے قطع ہونے کی تدبیر پوشیدہ کی اور منظر تھا اور جس نے اولاد ہونے کی تدبیر دوائی اور غذائی کچھ نہ کی اور متنفذ تھا ان دونوں میں بظاہر کچھ فرق باقی رہا تیسری وہ ماں باپ کہ متنفذ اولاد سے نہیں مگر کوئی تدبیر خرابی نطفہ یا استقاط محل کی بھی کریں خواہ تربیت اولاد میں خرابی کا برتاؤ بھی کریں جو قطعی قسم وہ ماں باپ جو آکر زوندا اولاد کے تھے۔

عام اس سے کہ اس آرزو میں کچھ تعب جہانی اور تاوان مالی اٹھایا نہیں اور نیز پرورش
اولاد میں کچھ بارائیاں نہیں پانچویں قسم وہ ماں باپ جنہوں نے اولاد کو تہنی دوسرے کا
بنکر اپنی پرورش اور پخت اولاد کی بدولت کرائے ظاہر ہے کہ یہ لوگ جو تھے قسم میں داخل
ہیں مگر چونکہ اولاد کا احسان ان پر ہوا ہے لہذا ہم ایک قسم جداگانہ ان کی قرار دیتی ہیں اب ہم کو
یہ دیکھنا منظور ہے کہ حق والدین کے جو عموماً ہماری شریعت نے ٹھہرایا ہے وہ عام احسان
والدین کا کوئی دوسرا ہے جو کہ چارہ اقسام میں بچکانہ میں فرض پر لازم ہے اگرچہ ماں باپ نے اولاد کے
دشمنی بھی کی ہو اور وہ بچے اسی کے رہے ہوں کہ ہرگز یہ لڑکا پیدا نہ ہو اور نطفہ قرار نہ پائے یا قرار
نطفہ کے بعد اسقاط کی تدبیر کی ہے اور بعد تولد پرورش میں خرابی کی ہو کوئی صورت فرض کرو
مگر وہ احسان پدری اور مادری بھی معدوم نہیں ہو سکتا ہے۔ اور وہ احسان ایسا ہونا چاہیے
جس کو خود فطرت نے اپنے یہ قدرت میں رکھا ہو اور ماں باپ کو کچھ اسکی فائز میں دخل
ندیا ہو یعنی کیسی ہی تدبیر خدائی فی صلیح نہ ہو اس میں اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ یہ
میں حصہ انکو دیا ہے اور میں انکی ندیا ہوں لکھ تدبیر دواسے غذائی اور ریاضت بدنی یہ لوگ کہیں
میں ہر زمان کی اختیار میں نہ ہو اب خیال کیجئے حال کے فیسیدو لو جہن آدمی کی منی
میں کیڑے بیکر سکوبے دیکھ کر برابر حکم کرتے ہیں کہ یہی کیڑے آدمی کا نطفہ بنائے ہیں اگر ہم
اس قول کو صحیح مانیں تو پھر ہم سوال کریں کہ ہزاروں مرتبہ کے جماع سے یہ کیڑے کیوں نطفہ
نہیں بناتے لازم تو یہ ہے کہ جب مرد کی منی جس میں کوئی خرابی نہ ہو عورت کی منی سے مل جائے نطفہ
نطفہ قرار پا جائے اس کی کوئی فیسیدو لوجی یہ کہہ سکتا ہے کہ آج کی ہم بستی میں جو منی باہم مخلط ہوگی
ضرور نطفہ بنتی ہو جائیگا اسی وجہ سے ہم کو تصدیق ہوتی ہے کہ اگر حیوانات منویہ سے نطفہ قرار پایا
ہے تو وہ کیڑا جو عالم ذریں ہمارے جدا علی حضرت آدم ابو البشر کی پشت سے نکالا گیا تھا اور
پھر داخل کر دیا گیا اور ہر ایک بشر کے پشت میں جس قدر اسکی اولاد مقدر ہے موجود ہے اسی سے استقر
نطفہ ہوتا ہے اگرچہ وہ کیڑا بھی ہم صورت انہیں حیوانات منویہ کے ہوا کہ خالق تعالیٰ انہیں حیوانات

منویہ میں سے جسکو حیثیت چاہے قابل نطفہ بنائیکے کر دے انسان کی منی میں خواہ کسی
 اور حیوان کی منی میں اور ایک معنی و حکم صافی الاخر خا صر کی یہ بھی میں معنی عورت کے رحم
 میں جو چیز قابل نطفہ بنے کے ہے سوا کے خدا کے اور کوئی اسکو نہیں جانتا ہے پس اگرچہ
 فلاسفہ فیسیدو جنہیں نے تجربات سے دریافت کیا کہ حیوانات منویہ سے نطفہ بنتا ہے مگر یہ
 علم ابھی تک ان کو نہ ہوا اور نہ ہوگا کہ وہ کپڑے کو نپے میں جسے ضرور نطفہ بنایگا گھوڑے کے
 نطفہ میں سالوتری گا بچہ چور لینے کے طریقہ پر قادر ہو گئے مگر انسان کے نطفہ پر ابھی فلاسفہ کو
 یہ قدرت نہیں ہوتی ہے بعض علماء نے فیسیدولوجی بقاعدہ اصول تصحیح اپنے انکشافات
 تشریحی سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مقدار معین حیوانات منویہ کی جب صفات معلومہ پر ہوتی ہے
 ضرور نطفہ قرار پاتا ہے یہ حکم انکا محض تخمینی اور قیاسی ہے کوئی عقلی دلیل اس پر قائم نہیں کر
 سکتے ممکن ہے کہ وہ کپڑا جو ہمارے ابدیاں برحق فرماتے ہیں اسی مقدار یا اس سے کم مقدار
 میں باعث قرار دی نطفہ کا ہوتا ہو۔ المختصر یہ نطفہ کا قرار پایا اور نیز اسکا خراب کرنا دونوں اعتبار
 میں ہمارے نہیں رکھے گئے اختصار میں ہمارے اسی قدر ہے کہ ہم بستر کریں اور وہ امانت
 جو ہمارے سرورگی میں ازل سے دی گئی ہے اسکو رحم مادر تک پہنچادیں اگر بلا خیانت پہنچا
 یعنی شروط استقرار نطفہ کی صحت بدنی وغیرہ کا لحاظ کر کے یا بلا لحاظ شروط بلکہ مخالفت شروط
 کر کے بھی وہ استقرار جو مطلوب الہی حیثیت ہے ضرور ہوا جائیگا اسی طرح استقرار کے بعد حفظ
 جنین کی تدبیر کریں یا کریں بلکہ استفاط کے درپے ہوں اور نیز بعد ولادت پرورش میں خرابی کریں
 بہر حال جبکا زندہ رکھنا قدرت نے چاہا ہے وہ ضرور پیدا بھی ہوگا اور زندہ بھی رہیگا اختلاف
 میرے بیان کا یہ ہوا کہ عام حق والدین کا کسی قسم کے ماں باپ فرض کرو منجملہ اقسام ششگانہ
 جو اوپر مذکور ہوئے ہیں یہی ہے کہ قدرت نے انکو ایک چیز سپرد کی ہے اور اس امانت سے
 سبکدوشی ہم بستری زن و مروسے ہو جاتی ہے چاہے خوش اسلوبی سے ہم بستر ہوں یا بدطور
 سے ہاں اگر ہم بستری نکرے اسوقت نہ اولاد ہوگی نہ یہ ماں باپ ہوگی بچہ چونکہ ہم بستری
 ذریعہ تولد اور بقا رنوع کو عادت الہی اسی طریقہ سے چاہتی ہے لہذا ماں باپ کو تھوڑے سے

مشابہت مکی عموماً ثابت ہو کہ بنظر قواعد ظاہری اور قانون عادی کے بقا و نفع اور تواجد کے اسباب میں سے یہ دونوں بھی ہیں اور یہ سبب ہونا امر ضروری ہے ان کی مثال سے ملے نہیں سکتا ہے اور مہتمم بالشان بھی اس قدر ہے کہ نظام انسانی کی بقا اسی پر قدرت نے رکھی ہے۔ اب حقوق والدین کا وجوب عموماً ثابت کر کے ہم نچرل صاحب سے مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں کہ آپ تو قانون فطرت والا آئیے پھر کا بدلنا محال کہتے ہیں آپ کے مذاق پر جو شخص خنک ایسے امور کا ہو کہ ہم بستی نامناسب وقت میں کرے اور لطفہ کے خراب کنٹریکٹ کوئی دقیقہ فرو گزاشت کرے اور خراب رحم میں کسی بیماری سے کیوں نہ ہو اپنا لطفہ بغرض برباد ہونے کے داخل کرے اور بعد ان سب تدبیرات خرابے جو کچھ نچر ہی ہے کہ لطفہ ضرور خراب ہو جائے مگر سرگز خراب نہ ہو لطفہ بھر اسقاطِ حل کی بھی پوری تدبیر کرے مگر اسقاط نہ ہو پرورش میں بھی کوتاہی کرے دودھ اور غذا کچھ ندے مگر کچھ خوب بالیدہ ہو کرے ان صورتوں میں پہلے تو آپ اپنے نچر کی خبر لیجئے کہ وہ گھڑا جاتا ہے۔ مختصر عہد شام کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی۔ رہی ہماری شریعت کا حکم اطاعت والدین کا اسکو تو ہم نے فقط ہم بستی سے عموماً لازم ثابت کر دیا اب رہی کمی بیشی حقوق والدین کے جو امور اختیار کی بیطرف منسوب ہے ظاہر ہے کہ ہماری شریعت جسکی بنیاد محض عدل اور انصاف پر ہے سوائے ان حقوق عامہ کے جو محض بقا و نسل اور حفظ نظام سے متعلق ہیں اور قسم کے حقوق کی کمی بیشی اقسام شمشک کاہ میں جیسا بترقا والدین کا اولاد سے ہوگا ویسا ہی کم و بیش انکا حق بھی ثابت ہوگا از انجملہ شرک باللہ کی نسبت خدا نے پہلے عام حسن سلوک والدین کا فرض اور واجب کر کے ارشاد فرمایا ہے وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا یعنی عام والدین کے ساتھ حسن سلوک کر نیکی آدمی کو ہم نے وصیت کی ہے وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا۔ اگر ماں باپ کوشش کر کے تجھے مشرک بنانا چاہیں اور ایسی بری باتیں سکھلاتیں جسکا تجھے علم نہیں ہے یعنی تیری عقل ان امور کی برائی سے اسوقت آگاہ نہ ہو اور پھر تجھے معلوم ہو جائے پس ایسی امور ضلالت میں ان کی اطاعت کرنا اگر ظاہری بڑا و نیوی

پھر بھی اُنہی کی کار کہنا میں کہتا ہوں ایسے دشمنانِ خدا کی نسبت یہ حکم اچھی پیش آمد
 کا اسی حکمت سے فرمایا ہے کہ جو ماں باپ اولاد سے بدسلوکی اور خراب برتاؤ کریں تا انکی انگو
 مشرک بیدین بھی بنانا چاہیں جو موت ابدی کا باعث ہے اور اُنہی سے بھی ہم کو حسن سلوک کا
 حکم ہے مصلحت یہی ہے کہ بقاءِ نوع اور امتِ تاسل ایسی ضروری بات ہے کہ جس قدر قانون
 تمدنی میں سب کی غرض یہی ہے کہ نظامِ عالم میں خلل نہ پڑے اور بقاءِ نوع کا شیرازہ بندھا رہے
 اگر ایسے ماں باپ جنہوں نے اپنی بد عقلی سے اولاد سے بدسلوکی اور برائی کی ہو اتفاقاً نطفہ سے
 لیکر تازمانہ پرورش بلکہ بعد زمانہ بلوغ تا آخر عمر اولاد انکی نسبت بھی اگر حکم الہی انتقام لینے کا
 اولاد سے ہوتا اور انکی اطاعت ضروری اور بزرگداشت عام کو خدا لٹا دیتا ضرور ایسی ہی بے
 عقل اور نا فہم آدمی اپنی بد کرداری خواہ والدین کی بد اطواری پر لحاظ نہ کرتے اور یہی پکارتے
 پھرتے خاک تھیر اولاد کے خواہش کریں جو مثل اغیار کے ہمیشہ بر سر پر خاش ہو نیکو تیار ہوتے
 ہیں اسے درگزر کرتے ہیں خدا نے اولاد کو مثل اپنی صفات تحمل کے منصف ہونا چاہا کہ دیکھو
 میں ماں باپ کا خالق حقیقی ہوں میرے ساتھ کیسا خراب برتاؤ کفر اور شرک اور نافرمانی کا یہ
 لوگ کرتے ہیں اور میں ہمیشہ درگزر کرتا ہوں اور تم تو بظاہر انکی نطفہ سے پیدا ہوتی ہو گویا
 تم انکی مخلوق ہو مگر بالاولیٰ اُنہی سے درگزر کرنے لازم ہے پھر جو خدا اپنے ان مخلوقات سے کہ
 دشمنی پر ہمیشہ تلے ہوتے ہوں اور کسی قسم کی محبت انکو خدا سے نہ ہو ایسا حسن سلوک کرے
 شعرائی کریں کہ از خزانہ مغیب۔ گہر و ترسا وظیفہ خورداری وہ کرم بے نیازان بد کردار ماں باپ
 سے جن میں احسان تولد ظاہری بہ نسبت اولاد کے ہے کیونکر بدسلوکی کو روا رکھ سکتا ہے۔
 دوستان را کجا کنی محروم۔ تو کہ با دشمنان نظرداری۔ اب رہے وہ ماں باپ جنہوں نے اپنی اولاد
 کسی دوسرے کی فرزندی میں دے اور پرورش کا بار اغیار پر دالا اور خود بھی اسی اولاد کی بدولت
 چین اور آرام سے بسر کرنے لگے انکا ایک حق عام جو ہم اوپر کچھ چکے وہ تو اولاد پر ہر گونہ ثابت رہا
 یعنی حق تولید جو بقاءِ نوع کا سبب ہے۔ اب دوسرا حق پرورش وہ غیر کا ہوا جسکی تہنی میں یہ پالی گئی
 اب دیکھو کہ تہنی میں جسکے دیا ہے وہی شخص ہوگا جو بے اولاد بے نام اور نشان ہوگا اسکی غرض

حق وراثت پائینگے۔ پھر جب اصلی قرابت تہنی سے پیدا ہوئے اب اسکو گود لینے والے کا بیٹا کہنا ضرور اسکی ماں کو گالیاں دینی ہیں اور یہی مراد خدا کی ہے جو آیت میں فرماتا ہے اب جو کو بیچرل صاحب ہماری شریعت پر معترض ہیں لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ماں باپ اپنے سپر کو جب کسی کی فرزند میں دیا اسپر دہرا احسان اٹھا ہوا کہ اپنی متروکہ کی وراثت قائم رکھ کر دوسرے کے گھر بار کا مالک بنایا اب تین احسان ان کے اس فرزند پر ہوتے (۱) حیات ظاہری (۲) اپنے وراثت باقی رکھنے کا (۳) محض غیر کے مال کے مالک بنائیکا اگر ان احسانات سے گمان کی وجہ سے چندوں کی بھی سپر برد اولاد کے ذریعہ سے ہوتی تو انکے احسانات کیہ کمرٹ جائینگے بلکہ شاید زیادہ سی ثابت ہونگے ہر نصیب اس اولاد کے جو پیدا ہونیکے ساتھ ہی اپنے والدین کے آرام اور راحت کا سامان کرے اب اسی جگہ مجھے چھٹی قسم کے والدین کی اور یاد آتی وہ یہ ہے کہ بعض عورت اور مرد کو ایک مرض ایسا لاحق ہوتا ہے کہ بدون ہم بستری کر نیکے انکی جان کا بچنا قواعد ظاہری طب کی رو سے محال معلوم ہوتا ہے ایسے مریضوں کو طبیب حکم قطع ہم بستری کر نیکا دیتا ہے تاکہ حفظ جان اور صحت جسمانی حاصل ہو بیچرل صاحب سوال کرتے ہیں کہ جب اپنی حفظ جان کی غرض سے ہم بستری کی اور اتفاقاً نطفہ پڑ گیا اب ماں باپ کو اس بچہ کا ممنون احسان ہونا چاہئے نہ انکے الٹی اعظیم والدین کی بچہ پر فرض ہو یہ غلط خیال بیچرل صاحب کو اسی وجہ سے ہوا ہے کہ اصول طب پر اطلاع نہیں ورنہ طبیب امراض جسمانی یا طبیب امراض اخلاقی اور سیاست منتر لی جس مرد کو یا جس عورت کو ہم بستری مجبور کرتا ہے ایسے بیماروں کی دوسریں ہیں اول تو وہ زن اور مرد جنہوں نے شجر و اختیار کیا ہے اور سن انکا عفتوان شباب کا ہے قوت بدنی زیادہ ہے اور نطفہ دینکے قابلیت پوری ہے منی میں ان کی کثرت ہے نسل انسانی بڑھانیکا مادہ زیادہ ہے کہ خدا نے انکو اس لائق کیا ہے مگر کسی یہودہ خیال سے مجرب نہ ہوتے ہیں اب قانون فطرت نے انپر لازم کیا ہے کہ وہ قاطع النسل نہ بنیں اور ایسا مرض پیدا کرو یا ہے ضرور ہم بستری پر مجبور کئے جائیں اور وہ امانت اور ولایت الہی جو بقا و نسل کی انکی سپردگی میں ہے اور جسکو ضائع کرنے کے ورپے ہیں اسکو اپنی خاص جگہ میں پہنچائیں چنانچہ ہم بستری سے وہ اپنی جگہ پہنچ

گئے اور وہ حق عام جو والدین کا فطرت نے رکھا ہے یعنی افزونی نسل اور حفظ نفع کا اس
 سے انکو سبکدوشی ہوئی اور اولاد کے واجب التعظیم ہو چکے۔ دوسری قسم کی وہ زن و مرد خانہ
 بردش بنے یا روٹھساہنکی خانہ ویرانی زوج کے ہونے سے خواہ محض لاوارث عورت قوام یعنی
 شوہر نہ ہو یہ ایسی ہو رخصت کی اپناہ اچکے اوقات شبانہ روزی تباہی اور پریشانی میں بسر ہوئی
 ہو اور نہ رزق قسم کی اندک انگودن رات سامنا ہوا ایسے زن اور مرد کو حکم اصول حکمت خانہ
 داری طبیب روحانی خانہ آبادی اور تزویج پر مجبور کرتا ہے کہ بعد تزویج کے مرد بے زن خواہ
 عورت بے شوہر اپنی اپنی اندازے شبانہ روزی سے نجات پائیں اور جو حکمت آفریدگار برحق کے
 جوڑا پیدا کرنے میں ہے وہ بھی پوری ہو اور ناجائز افعال سے خواہ ناجائز ارادوں سے جو مجروح
 کئے زمانہ میں دونوں کو بہت پریشانی سے محفوظ رہیں اور والد و تاسل کا فائدہ جو علاوہ فوائد آرام
 اور راحت نہ کورہ کے ہے وہ بھی پیدا ہو پھر اس میں کونسا گناہ ماں باپ کا ہوا اگر انہوں نے
 اپنی حفظ صحت اور خانہ آبادی کی غرض سے نکاح کیا اور اسی ضمن میں خدا نے ان کو اولاد
 بھی عطا کی اور امانت الہی سے انکو سبکدوشی بھی ہوئی اور وہ احسان جو فطرت نے انکو اولاد
 کی آفرینش میں ضروری دیا ہے وہ بھی ثابت رہا۔ پھر چونکہ ہماری شریعت جامع قواعد علاج
 امراض جسمانی اور امراض روحانی سبکی ہے لہذا دونوں قسم کی زن و مرد کو حکم ازواج فرمایا
 اور کوئی فائدہ جسمانی اور روحانی فرض کر سب کی ہدایت ہو کہ ہمارے ہادی برحق جناب محمد مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے اور اسی جامعیت احکام کی نظر سے ہم اپنی شریعت
 کو شریعت الہی جانتے ہیں جس نے ہم کو ہر طرح سے اور ہر طرف جمع کرنے سے بے پرواہ کر دیا ہے
 وہی ہمارے ہی ہیں جنہوں نے فرمایا یا اوقیت جو اشیاء الکملہ مجھے تمام کلمات حکمت خدا نے
 دیئے ہیں اللہ صلی وسلم و نر و بارک علیہ و آلہ و اصحابہ الہدیاء۔

باب سو لو ان شق القمر کا معجزہ نہ کوئی اور معجزہ اسلام کے نبی کا
جب قرآن سے کبھی ثابت ہوا پھر اہل اسلام ان کی نبوت کا کیونکر
دعوے کرتے ہیں (سوال) جنہی آسمانی کتابیں اہل مذہب نے بنائی ہیں
سب میں اس نبی کا جسکے وہ پیروں میں ایک نہ ایک معجزہ بھی گر لیا ہے بر خلاف اسکے جو قرآن
آخری کتاب ہے اس میں آخری پیغمبر کا کوئی معجزہ نہیں درج ہوا۔ پھر انکی نبوت کا ثبوت اور
قرآن کا آخری کتاب ہونا کیونکر مانا جائے۔ شق القمر کا معجزہ جسکو اہل اسلام ہمیشہ سے متواتر
کر رہے ہیں اور قرآن سے اسکا ثبوت دے رہے ہیں اسکی یہ صورت ہے کہ خود مسلمان ہی اس
واقعہ ہونے اور نہ ہونے میں پورا اختلاف کرتے چلے آئے ہیں جیسے عثمان بن عطاء اور حسن بن علی
اور مجنی اور جلیبی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ۔ پھر اور فرقہ کے لوگ بجاہل مذہب کی
میں خواہ ہلوگ جو باند مذہب نہیں انہیں اسکا ثبوت کیونکر ہو سکتا ہے جب قرآن ہی سے
اس معجزہ کے واقع ہونیکا ثبوت خود مسلمانوں میں اتفاق نہ اب اسکا متواتر اور درجہ یقین پر
پہونچا اہل اسلام کے عقیدہ سے درست نہ بلکہ ماور سے نے صاف کہا کہ ہمہ ور مسلمین
کا اتفاق ہے کہ شق قمر نہیں ہوا اب رہی احادیث اور تاریخ مذہبی ظاہر ہے کہ مذہبی تاریخ
اسی اہل مذہب پر حجت ہو سکتی ہے جس مذہب کی وہ تاریخ ہو مشرطیکہ متواتر حمہ ور یقین بلا اختلاف
اسکو نقل کریں۔ معجزہ شق القمر کی تاریخی بیانات کے دیکھنے سے جسکو ذرا سی بھی عقل ہے فوراً
وہ یہی کہہ گا کہ یہ معجزہ بنایا تو مگر بن نہ سکا اسلئے کہ جن لوگوں نے اپنی چشم دید اس واقعہ کے
دیکھنے کا غلط محض دعویٰ کیا ہے انکی تو اسوقت پیدائش بھی نہ ہوئی تھی بلکہ محل بھی انکا
قرار نہ پایا تھا کہ شکم مادر سے دیکھتے اسی سبب سے (۱) کوئی آدمی چشم دید اس معجزہ کے وقوع
کو وقت شب بتاتا ہے (۲) کوئی کہتا ہے کہ نہیں دیکھو یہ سانحہ ہوا (۳) کوئی کہتا ہے آسمان
پر ہوا کوئی زمین پر کوئی درمیان آسمان وزمین کے ہونا اپنی چشم دید بتلاتا ہے (۴) کوئی کہتا
ہے ایک ٹکڑا چاند کا اپنی جگہ پر دوسرا دور چلا گیا (۵) کوئی کہتا ہے ترابہاڑ کے نیچے ایک
ٹکڑا اور دوسرا نظر آیا (۶) کوئی کہتا ہے ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر تھا دوسرا ٹکڑا دوسرے پہاڑ

(د) کوئی کہتا ہے کہ ابو جہل اور ایک یہودی کی درخواست سے یہ معجزہ ہوا (۸) کوئی حبیب بن مالک کی درخواست سے بتلاتا ہے (۹) کوئی کہتا ہے چودہ اصحاب عقیقہ کی درخواست سے (۱۰) کوئی کہتا ہے فقط ایک شخص کو نظر آیا اور کوئی کہتا ہے سب لوگوں نے دیکھا۔ اب اگر سب واقعات سچی ہیں تو شق القمر کا معجزہ آٹھ نومبر ہوا مگر اسکو اہل اسلام بھی کبھی نہیں مانتے ہیں لہذا اتنا اقبال سے بھی پیچھے رہا کہ ہوا کہ سب کا بیان غلط ہے اور محض گڑھنت کی بات ہے نہ کسی نے دیکھا ہے اور نہ شق القمر ہوا ہے۔ پھر جب ایسا معجزہ جسکو کچھ اور بڑھاکر ایک مسلمان اپنا دین اور ایمان ہمیشہ سے اعتقاد کرتا رہا ہے تاریخ اسلام سے بھی غلط ہو گیا اب اور معجزات جسکو ایک ہی راوی نے گڑھا ہے انکا ثبوت کیا باقی راجس پر مسلمانوں کو کھینٹا ہے۔ ہمہد جواب عقلی شبہات جسقدر معجزہ شق القمر میں انکے جوابات ہم نے باب (۱۲) اور (۱۳) میں اسی کتاب کے لکھ دئے ہیں اب سائل نے ہماری منقولات سے بحث شروع کی ہے۔ پھر چونکہ یہ بات مسلم ہے کہ ہر مذہب کے منقولات کی صحت اور غلطی اُسی مذہب کے مسلمات اصطلاحی سے ظاہر کرنی چاہی لہذا سائل کو لازم ہے کہ اہل اسلام کے منقولی امور میں ضرور انکی اصطلاحی طریقہ کی پابندی کر کے تب اپنا شبہہ قائم کرے۔ اس بات کا انکار جو سائل کرتا ہے کہ ہمارے ہی کا کوئی معجزہ قرآن سے ہرگز نہیں ثابت ہوتا ہے۔ پہلے تو ہم بھی جواب دیتے ہیں کہ شق القمر کا معجزہ قرآن سے اچھی طرح ثابت ہو چکا ہے اور بعض اہل اسلام کو جو اس میں انکار ہو انکی غلطی کو ہم عقلی اور نقلی دلائل سے آئندہ لکھینگے۔ اسکے بعد ہم ایک باب جداگانہ میں قرآن مجید سے اور معجزات بھی اپنے نبی صلعم کی انشاء اللہ ثابت کریں گے مثل معجزہ شق القمر کے اور اسکا کون دعویٰ کرتا ہے کہ آج تک جسقدر اہل اسلام گزرے یا موجود ہیں یا آئندہ ہونگے سکے سب حملہ امور میں خطا اور سہو سے بری ہیں۔ ہاں جن حضرات کو اہل اسلام خطا سے بری اور معصوم مان چکے ہیں انکا اقرار خواہ انکا البتہ موجب اعتراض اور ایراد ہو سکتا ہے۔ عام طور سے تو مذہب بشیہ پر جو نبی اور امام کو حملہ امور دینی اور دنیوی میں خطا سے معصوم جانتے ہیں اور خاص طور سے اہلسنت کے عقیدہ پر جو دینی امور میں ضروری کو معصوم مانتے ہیں اور یہ قصہ چونکہ محض دینی امر ہے

اسکے بیان میں توکل فرقہ اہل اسلام کے نبی کو خطا سے بری مانتے ہیں۔ رہے صحابہ اور تابعین اور علمای اسلام انکا کسی امر خاص میں شاذ و نادر خطا کرنا مذہب اسلام پر کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتا خصوصاً دو چار عالم جنکو کسی غرض خاص سے دھوکہ ہو جائے اور اپنی اصول مذہبی کی خلاف براہ شریعت غلطی کریں علی الخصوص وہ غلطی جس میں انکی فقط رائی کی غلطی ہو اور قرآن و حدیث سے کوئی سند اسکی نہ ہو اور نہ وہ غلطی عقلی دلیل سے درست ہو سکے پھر تو کبھی سیال ہمارے منقولات سے یہ شبہ وارو کرتا ہے لہذا اسکو پہلے یہ معلوم کرنا ضرور ہے کہ ہم اہل اسلام کا اجماعی مسئلہ یہ بھی ہے کہ قرآن مجید سے جوابات صاف صاف بدون تاویل کی پیدا ہو اسیر کئی روایت کو نہ کسی عالم محمدی کی قول اجتہادی کو ترجیح دیتے ہیں بلکہ جوابات قرآن کی مخالف ہوں اسکو غلط محض سمجھتے ہیں اسلئے کہ قرآن سے زیادہ سچی اور متواتر ہمارے مذہب میں کوئی چیز نہیں ہے اب ہکو لازم ہے کہ اس شبہ کی جواب کے دو حصہ کریں پہلا حصہ قرآن اسے معجزہ کے ثبوت میں دوسرا حصہ احادیث اور روایات اور اقوال علمای محمدی جو اس معجزہ میں منقول ہیں اور بظاہر ان میں براہ غلط فہمی سیال کچھ اختلاف اور تناقض ہے پہلا حصہ قرآن مجید میں سورہ قمر کی پہلی آیت یہی ہے اقتربت الساعة والنفس لفرس ربیع آگئی قیامت اور چاند شق ہو گیا۔ یہی معنی اس آیت کی ظاہر میں جو شخص زبان عرب کو سمجھتا ہے کسی مذہب اور ملت کا یہو بھی معنی اس آیت کے سمجھگا اب ہکو لازم ہے کہ اگرچہ قرآن میں ہو جانا صریح الفاظ آیت سے ہر شخص سمجھ لیتا ہے مگر اور قرآن لفظی اور معنوی اور سیاق اور سابق سے بھی ایسے امور بیان کریں جنسے متعین ہونا انہیں معنوں کا اور واقع ہو جانا اس واقعہ کا بخوبی ثابت ہو جاتے اور وہ قرآن اور قواعد ایسے ہوں جنکو مذہبی امور سے کچھ علاقہ نہ ہو بلکہ بلا لحاظ مذہب اور ملت کی ہر شخص انکو تسلیم کرے ورنہ مخالف مذہب اسلام انکو ہرگز نہ مانے گا اگر مذہبی اصول سے انکا لگاؤ ہوگا مثلاً زبان دانی کے علوم جیسے علم نحو اور صرف اور معانی بیان جنکے اصول کسی مذہب کے تسلیم کرنے پر نہیں بنائے گئے ہیں اور نہ کسی مذہب سے خاص ہیں اسبطح علم تفسیر کے قواعد کہ جو قصہ طلب کلام ہوا اسکو تاریخی اتفاق سے

تعلق ہے چاہے وہ قصہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی۔ علم تفسیر میں شان نزول اسی کو کہتے ہیں کہ یہ آیت کسکی شان میں اتری ہے اور اسکا قصہ مفصل کیا ہے جیسے کہ علم مثال اور محاضرات میں کوئی مثل پوشہ اور زبان زد خاص اور عام ہوتی ہے اسکے اصل اور پورا قصہ تاریخی سے معلوم ہوتا ہے پھر چونکہ قرآن مجید کی ہزاروں خوبیوں میں سے ایک بڑی کرامت یہ بھی ہے کہ عیب و صواب خواہ امر اور نہی سے اگرچہ مراد شخص واحد یا گروہ خاص تھا مگر نام لیکر اور تعین کر کے اسکو ارشاد نہیں فرمایا ہے جو اعلیٰ درجہ کی اخلاقی بات ہے لہذا ایسا کلام تفصیل طلب ضرور ہوتا ہے اور ایسے طرز کلام کی فوائد علم بلاغت سے بخوبی دریافت ہوتے ہیں پس ہمارے آیات قرآن کا شان نزول جاننا ضرور ہے جو تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے یہ بھی کوئی امر مذہبی نہیں ہے اب خلاصہ یہ ہوا کہ جو دلائل ہم اس مقام پر لکھتے ہیں انکا تسلیم کرنا کسی مذہبی عقیدہ کے تسلیم پر موقوف نہیں ہے اب ان دلائل کو بیان کرتا ہوں پہلی دلیل سورہ قمر سے پہلی آیت ہوتی سورہ نجم کی آخری آیت یہ ہے آخر ذیہ الامرا ذیہ یقین قریب آگئی قیامت اور سورہ قمر کی پہلی آیت اسکے بھی یہی معنی ہیں مگر فرق یہ ہے کہ سورہ قمر کی آیت میں قریب بلفظ ملانی مجرور میں ارشاد فرمایا بلکہ اقترنت بصیغہ ملانی قریب اتحاد فرمایا اور یہ مسئلہ علم معانی میں مقرر ہو چکا ہے کہ زیادتی لفظ کی زیادتی معنی پر دل کرتی ہے اور باب افتعال کا تو خاصہ یہی ہے کہ مبالغہ کے معنی اسی مادہ میں پیدا کرتا ہے جیسے اقدار اور استوی وغیرہ۔ پھر چونکہ زیادہ قریب ہونا قیامت کا اول سورہ قمر میں بطور نحو کے فرمایا تھا لہذا اسی جگہ اسکی دلیل بھی ذکر کر دی یعنی دلیل زیادہ قرب قیامت کے یہ ہے کہ چاند شق ہو گیا پس یہ لفظ اوجو انشق القمر میں ہے گویا او حال یہ ہے جس سے معنی سببیت کے بھی نکلتے ہیں جیسے صاکن اللہ لیجد بصحو انت فیہم۔ اب منکرین قیامت کیونکر انکار کر سکتے ہیں اسلئے کہ نمونہ قیامت انکو دکھلا دیا گیا اور بعض قاریوں نے اس آیت کو یوں ہی پڑھا ہے وقد انشق القمر یعنی تحقیق کہ چاند شق ہو گیا جیسا کہ علامہ ابو مسعود عمادی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور لفظ قد ماضی پر تحقیق وقوع کیواسلئے آتا ہے

یہ بھی دلیل لفظی ہے کہ یہ سانچہ واقع ہو چکا اور واو خالی ہے کیونکہ ماضی کا جملہ حالہ قد کو ضرور چاہتا ہے اب خلاصہ یہ ہوا کہ خدا نے پہلے آخر سورۃ نجم میں قرب قیامت کا دعویٰ فرمایا پھر اول سورۃ قمر میں اس دعویٰ کو زیادہ قرب پر دلالت کر نیوالی لفظ سے ارشاد کیا پھر اس دعویٰ کی دلیل وقوع واقعہ شوق القہر کا بھی ارشاد کر دیا تاکہ دعویٰ با دلیل بجائے محض دعویٰ نہ رہے فائدہ قیامت کا قریب تر ہونا یا تو مراد اُسے یہ ہے کہ زمانہ کی راہ سے قریب ہے یا مراد یہ ہے کہ تجویز عقلی میں قریب بہ عقل ہے منکرین اور فلسفی جو منکر حشر و نشر میں مجرد انکار پر انکو قناعت نہ تھی اور شریعت انبیاء میں جو پیشین گوئیاں حشر و نشر کی نسبت تھیں انکو بھی بعید از عقل سمجھتے تھے اور اب بھی سمجھتے ہیں بلکہ اسپر بھی ترقی کر کے کہتے تھے اور کہتے ہیں کہ یہ امر سرگز ممکن نہیں ہے محال ہے اسلئے کہ معدوم کو دوبارہ موجود کرنا اور مرد کو زندہ کرنا ہرگز نہیں ہو سکتا اور آسمانی چیزوں کا پھٹ جانا اور پھر جوڑ جانا کسی طرح ممکن نہیں اور عقل سے بعید ہے یہی کیفیت کفار اور منکرین اور دیوانوں کی ہمیشہ سے چلی آئی اور نہ نبی کی ایسی پیشین گوئی پر اسی قسم کے فحشہ اور استبعاد عقلی کرتے رہے پھر چونکہ ہمارے نبی آخر الانبیاء ہیں اور قرآن مجید آخری کتاب آسمانی ہے لہذا آخری پیغمبر کو واجب ہے کہ خدا الیسا معجزہ کر امت فرمائی جس سے کل انبیاء سابقین کی پیشین گوئی نسبت وقوع قیامت کی براہ عقل بھی قریب الوقوع ہو جائے اور ساری استبعادات عقلیہ منکرین حشر و نشر اور فساد اجرام سماویہ کے دور ہو جائیں اور یہ بھی ثابت ہو جائے کہ یہ پیغمبر آخر الزماں ہے جسکا زمانہ نبوت تا قیام قیامت رسکا انسی حکمت بالغہ الہیہ کا یہ مقتضی ہوا کہ اب ان منکرین کو ایسی کوئی بات معجزہ کی بہار آخری نبی دکھلا دے چنانچہ شوق القہر کا معجزہ درخشاں سے منکرین حشر و نشر کے فوائد مندرجہ ذیل کی غرض سے خدا نے دکھلا دیا (۱) آسمانی اجرام کا بروز قیامت پھٹ جانا خواہ اور تخیرات ان میں ہونے جسکی خبر ہمارے پیغمبر ہمیشہ دیتے رہے ہیں اور یہ آخری پیغمبر بھی دیتا ہے نہ محال ہے اور نہ بعید از عقل ہے بلکہ ممکن اور قریب بہ عقل ہے۔ (۲) ہمارا نبی آخر الزماں جسکے زمانہ نبوت کو ہم نے تا قیام قیامت باقی رکھا ہے اسکا پیدا ہونا زمانہ قیامت سے قریب براہ عقل ہے اسلئے کہ اب کوئی نبی اسکے بعد

نہ آئیگا۔ اب معلوم ہو گیا کہ سورہ قمر میں قرب قیامت کا لفظ جو قرب مطلق پر دلالت کرتا ہے اس
 سے قرب نہایت بھی مراد ہے اور اقرب عقی یعنی جس سے استبعاد عقلی و فہم ہو گیا یعنی سطح
 استبعاد عقلی دونوں امیر میں تھا اسکی ضد یا نقیض یعنی اقرب عقلی بھی دونوں کو شامل ہے ایسا
 خیال کرو کہ فقط اقرب عقلی مراد ہے جیسا کہ علامہ محمد الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اسی پر زور
 دیا ہے بلکہ اس نعیم سے ہر قسم کا قرب اس لفظ سے مراد ہے اور سب کی دلیل یہی معجزہ شق القمر ہو
 گیا دوسری دلیل اس آیت کے بعد فرمایا ہے **وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرَضُوا عَنْهَا وَيَقُولُوا**
لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ مِنْ رَجُلٍ مِثْلِهِ جب کوئی آیت و معجزہ یہ لوگ دیکھتے ہیں اس سے اعتراض کرتے
 ہیں اور کہتے ہیں یہ جادو اور سحر مستمر ہے یعنی سحر قوی ہے بلکہ ہر ایک جادو سے زیادہ ہے
 یا مراد یہ ہے کہ بہت جلد جانا ہو گیا یا یہ مراد ہے کہ ایسا جادو ہمیشہ مدعیان نبوت کرنے چلے آئے
 میں اب یہ کہنا کفار کا جو قرآن صادق المقال میں مذکور ہے بدون اسکے کہ شق القمر ہو چکا ہو کہ صحیح
 ہو سکتا ہے اس سے توصاف ظاہر ہو گیا کہ شق القمر مثل اور معجزات کے واقع ہو گیا اور جس طرح
 ہمارے نبی کے اور معجزات کو مشرکین جادو قرار دیتے تھے اسکو بھی قرار دیا تیسری دلیل تیسری
 آیت میں فرمایا۔ **وَلَكِنْ بَوَّاهُ وَابْتَحَوْا أَهْوَاءَهُمْ** یعنی جھٹلایا اس معجزہ کو جسکو دیکھ چکے ہیں مثل
 اور معجزات کے اور اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کی یہ بھی پوری دلیل ہے کہ شق القمر واقع
 ہو چکا اور کفار نے اسکی تکذیب بھی کی اسکے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ جب شق القمر آئندہ بھی ہوگا
 تو کفار اور ہر یہ اسکی تکذیب کریں گے اور اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کریں گے جو کبھی
 دلیل یہ ہے اسی جگہ ارشاد فرمایا۔ **وَلَقَدْ جَاءَهُمْ نوحٌ بِآيَاتِهِ فَذُكِّرُوا** صحت و خبر حکمتیہ
بِلَاغَةٍ فَذُكِّرُوا لکن قرآن میں جو خبر دی وہی ہوئی ہے کہ اس میں خبر دی شق القمر
 اور قرب قیامت بھی داخل ہے یہی خبر وہی کفار کو انبیاء کی تکذیب معجزات کی روکنے کو کافی
 ہے اور حکمت بالغہ خدا کی اس سے ظاہر ہوتی ہے اگر میں حکمت بالغہ الہی سے یہ مراد لوں کہ
 جادو و کڑے کر دینا بھی خدا کی پوری حکمت پر دلیل ہے تو یہ میرا کہنا کسی طرح نامناسب ہوگا
 اسکے بعد فرمایا کہ پھر بعد اظہار ایسی حکمت بالغہ کی اب کون سی چیز باقی رہی جو انبیاء کو ان منکرین

کے انکار میں نفع دیگی اب تو جس جس چیز کا یعنی حشر و نشر اور فساد و اجرام علویہ کو بروز قیامت
 انبیاء بیان فرماتے تھے ہم نے شوقِ فقر کر کے انکا ایک نمونہ بھی دکھلا دیا اسکے بعد ارشاد فرمایا
 فتوٰی حضرت امی محمد تم ان کی پرکرداری سے روگردانی کرو اور ان کی حماقت اور سفاقت
 کو اب خیال کر کے زیادہ اصرار نہ کرو یا سچوں دلیل سورۃ قمر میں جس طرح معجزہ شوقِ فقر کا انکار
 مشرکین کا نہ کر رہے اس طرح اور انبیاء کے معجزات اور پیشین گوئی کا انکار کرتے چلے آئے ہیں
 وہ بھی خدا نے بغرضِ تدبیر اپنے رسول کے بیان فرمایا اور یہ سب امور گزشتہ ہیں جبکا انکار ہو
 چکا ہے اس طرح شوقِ فقر بھی امر گزشتہ اور گذرا ہوا چشم دید واقعہ ہے جسکا انکار یہ کرتے ہیں
 چھٹی دلیل جادو کا کفار کا اس معجزہ کو دیکھ کر صریح دلالت کرتا ہے کہ یہ شوقِ فقر کسی نبی کی تصدیق
 نبوت کیواسطے خدا نے کیا ہے اور شوقِ فقر یا کسوف و خسوف وغیرہ قریب روز قیامت ہوگا وہ
 کسی نبی کا معجزہ نہ ہوگا بلکہ وہ تو اس دنیا کی اولٹ پلٹ کا دن ہے اُسکو کوئی کافر یا دہریہ جادو نہیں
 اسیلئے کہ یہ چھٹی باتیں انکار معجزات کی اور تکذیب انبیاء کی اسی زمانہ تکلیف اور زمانہ
 مہلت میں یہ لوگ کر سکتے ہیں جس میں بڑی مہلت ان کفار کو دی گئی ہے اور تمام حجت اسی
 میں ہے اور یہ بھی بڑی بندہ پروردی رب العالمین کی ہے اور وہ زمانہ جس میں ہر شخص بالجاد
 اضطرابِ خدا کے وعدہ ہائے صحیحہ کا اقرار کرے گا اُس میں تو پھر کسی کی مجال نہو گی کہ آیاتِ الہی اور
 علامات وقوع قیامت کو جھٹلا سکے یا کسی معجزہ کو جادو بتلا سکے پس اگر بالفرض شوقِ فقر کوئی
 اور بھی ہو تو الا قریب قیامت ہے اُسکو کوئی سحر اور جادو سے تعبیر نہ کرے گا یہ تو وہی شوقِ فقر ہے
 جو ہمارے نبی کے معجزہ سے واقع ہو چکا نہ انیکہ اب آئندہ ہوگا سا کو پس دلیلِ نحوی قاعدہ
 سے لفظ ماضی کے معنی مضارع یا مستقبل کے جن مقامات میں ہوتے ہیں ان میں سے ایک
 مقام یہ بھی ہے کہ لفظ ماضی کا عطف مضارع پر ہو یہاں تو انشوق ضعیفہ ماضی کا عطف
 اقربیت ضعیفہ ماضی پر ہے یہاں (انشق) کے معنی (سینشق) کے کیونکر صحیح ہو سکے یعنی
 قمر شوق ہوگا آئندہ زمانہ میں یہ معنی کبھی نہیں ہو سکتے اگر کوئی یہ کہے کہ (اقتربت) کے معنی بھی
 یہاں مستقبل کے ہیں یعنی جب قیامت قریب ہوگی تب شوقِ فقر ہوگا اور گویا یہ جملہ تشرطیہ ہے کہ

او اقتربت الساعۃ وانشق القمر لیس وادعطف بوالشق پر ہے اس تاویل کو منع کرتا
 ہے اسلئے کہ یہ بھی قاعدہ نحوی ہے کہ جواب الشرط لا یعطف علیہ۔ جواب شرط کا عطف
 اپنی شرط پر نہیں ہوتا ہے اگر کوئی کہے کہ اقتراب ساعۃ وانشق القمر کے دونوں جملہ مکر شرط پر
 اور جواب انہما محذوف ہے یعنی جب قیامت نزدیک آئیگی اور چاند شق ہوگا تب اور علامات
 قیامت ظاہر ہونگے اسکا جواب یہ ہے کہ حرف شرط اور جزا دونوں کا حذف بلا قرینہ ہے اسلئے
 کہ چاند کا شق ہونا قریب زمانہ قیامت کے کسی اور دلیل نقلی کا قرآن اور حدیث سے محتاج ہے
 جس سے ہم ظاہری معنی آیت کے تاویل کر کے ماضی کو بمعنی مضارع قرار دیں اور حالانکہ اور کوئی
 آیت اور حدیث ایسی نہیں ہے جتنی یہ بات ثابت ہو علاوہ ہر اس قرب قیامت پر حسب قند آیات
 قرآنی دلالت کرتے ہیں ان سب کے مخالف یہ تاویل ہے یعنی ابھی قیامت قریب نہیں
 جب قریب ہوگی اور چاند شق ہوگا تب اور علامات ظاہر ہونگے انھیں دلیل وقوع شق
 قمر کے انکار کر نیک سبب یا تو عقلی اصول سے ہے یعنی چاند کا پھٹ جانا محال عقلی سمجھ کر کیا جاتا
 ہے اس نظر سے تو زمانہ گذشتہ اور حال اور آئندہ سب میں انکار برابر ہوگا اور جب اصول فلسفہ
 بعدیہ سے جتنے اور متکلمین سابقین نے فلسفہ قدیمیہ سے چاند کا پھٹ جانا ممکن الوقوع ثابت
 کر دیا اب یہ کہنا کہ ابھی یہ واقعہ نہیں ہوا آئندہ ہوگا ہرگز درست نہ ہوگا پس عقلی دلیل کوئی اس
 پر نہیں ہے کہ ہم آیت قرآنی کو جو واقع ہو جائے اس معجزہ پر دلالت کرتی ہے اسکی تاویل کر کے
 یوں کہیں کہ ابھی نہیں ہوا آئندہ ہوگا اسلئے کہ جو چیز ممکن ہے ہمیشہ ممکن ہے اور جو محال
 ہے ہمیشہ محال ہے اور اگر نقلی دلیل کوئی ایسی ہے کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آئندہ ہوگا
 ابھی نہیں ہوا اسکا پتہ نہیں ہے پھر کیوں ایسی تاویل خلاف ظاہر کی جائے اور اگر کسی روایت
 سے بالفرض ثابت ہو کہ آئندہ پھر بھی شق قمر ہوگا اسکو کچھ منافات وقوع معجزہ ہر اسے نہیں ہو
 قیوس دلیل اجماع مفسرین کا سبب نزول پر اس سورہ کے ہے سبب نزول یہی لکھتے
 ہیں کہ جب درخواست کفار مکہ کی شق قمر دکھلائی گئی ہوئی اور آنحضرت صلعم نے دعا کی تب خدا
 نے کر دیا اور شان نزول میں اختلاف نہ ہوا اس سے بڑھکر کوئی دلیل ثبوت وقوع واقعات کی

نہیں ہوتی تو خلیج اسکی یہ ہے کہ جو قصہ اور واقعہ دنیا میں واقع ہوتا ہے اسکا سبب ضرور
 کچھ نہ کچھ ہوتا ہے اور سبب وقوع واقعہ کبھی تو محسوس ہوتا ہے کہ محض مشاہدہ سے آدمی
 اسکو معلوم کرتا ہے خواہ سماعت سے خواہ کسی اور جسکے ذریعہ سے محسوس کرتا ہے اور کبھی
 یہ سبب تجویز عقلی سے متعلق ہوتا ہے اور اس میں اختلاف ارادہ اور تباہ عقل کی وجہ سے
 اختلاف ہو جاتا ہے۔ پھر محسوسات میں اور خاص کر سماعت سے متعلق جو اسباب ہوں اور
 سماعت بھی مخبر صادق معصوم نبی اللہ اور بری خطائے جس سبب کی ہوا اسکا یقینی ہونا
 جیسا ہوگا ویسا کسی اور چیز کا ہوگا۔ قرآن مجید کے آیات کا نشان نزول جسکی خبر دی خاص
 ہمارے عالم علم لدنی سے متعلق ہے مثلاً خود وہ جناب ارشاد فرماتیں کہ یہ آیت فلان
 سبب سے نازل ہوئی یا کوئی صحابی حضور کے سامنی بیان کرے کہ سبب نزول اس آیت
 کا یہ ہے اور آپ اسکو رد نکریں یہ بھی اصطلاح محدثین میں تقریر کہلاتی ہے۔ پھر جب سبب
 نزول اسکا امر محسوس ہے اور تعلق مشاہدہ بصر اور سماعت سے رکھتا ہے قیاسی اور
 عقلی نہیں ہے اور بالیقینہ اتفاق بھی کل مفسرین کا اُسیر ہے اور یہ اتفاق مبدا یعنی طبقہ
 اولین کا ہے جو لوگ کہ سابقین اولین سے تھے چنانچہ آئندہ لکھو گنگا اور علی الخصوص
 قرآن کے آیات میں بعد واقعہ شوق فر کے انہیں کفار کا اسکو جادو کہنا بھی مذکور ہے خواہ
 بعض یہود کا ایمان لانا اسی معجزہ کو دیکھ کر جیسا کہ تاریخی واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔
 اب تو اسکے اجماعی ہونے میں کوئی شک باقی نہ رہا اور اسیوجہ سے ابن السکے اور سیوطی
 نے اتمام الدرایہ میں شوق الفرم کو متواتر کہہ دیا پھر بعد مدت دراز دو ایک آدمی کا اختلاف ہرگز
 قابل لحاظ نہ رہے اجماع اہل اسلام طبقہ اول بہم ہوتا۔ عثمان بن عطاء نے براہ غلط
 کاری جو یہ کہہ دیا معاذ (میں شوق) یعنی انشوق کے معنی میں کہ آئندہ زمانہ میں شوق ہوگا
 اسکو محض عقلی تجویز سے کہا ہے چنانچہ ہم علامہ فخر رازی وغیرہ کی تفسیر سے لکھتے اور
 سبب نزول میں انہوں نے بھی کچھ اختلاف نہ کیا جو منقول ہوا اور جو معنی انہوں نے بنائے
 میں قطع نظر ان خرابیوں کے جو لفظی غیر مذہبی سمجھنے اور کچھ میں ان معنوں کی سند بھی

کسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی یا قول صحابی سے نہیں لکھی اسلئے کہ قرآن کے ظاہری معنی اور
کھلی ہوئی مرادیں انکو تو سب اہل زبان جانتے ہیں مگر غیر ظاہری اور مخفی جو تاویل بعید سے
پیدا ہوں انکو سو اسے نبی کے یا جسکو نبی تعلیم کرے اور کون جانتا ہے اور یہی صورت حسن
بصری اور علمی اور علمی کی تاویل اور انکار کی ہے کہ سبب نزول خواہ شان نزول میں ابکا
خلاف بھی منقول نہیں ہے اور انکوئی سبب انکار وقوع واقعہ شق قرسمعی انہوں نے بیان
کیا ایسے لوگوں کا انکار جسکی کوئی سند انے منقول نہیں ہے کسی طرح قابل التفات نہیں ہو
سکتا ہے خصوصاً جب شان نزول میں ابکا اختلاف منقول نہیں ہے اب تو بقاعدہ اصول
فقہ اس اجماع میں یہ بھی داخل رہے دفع تو ہم کسی کو یہ تو ہم نہ ہو کہ جب عثمان بن عطا اور
حسن بصری اور بخاری سبب یعنی وقوع واقعہ کا انکار کرتے ہیں پھر سبب یعنی شان نزول پر انکار
اتفاق کیونکر مانا جائے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ ایسی ہی غفلت اور شہوا اور نسیان سے آدمی کی بھلی
اور غیر سنجیدگی دریافت ہوتی ہے اور یہی امور ایسے ہیں کہ آدمی اپنے سخت اور شدید معصبات
سے باز آتا ہے اور سچی بات کو قبول کرتا ہے اور معصوم اور سری از خطا اور عالم کامل جو کسی مسئلہ
میں کبھی خطا کرے اور جملہ اطراف و جوانب پر ہر مسئلہ کے اسکو ہر وقت نظر رہے ایسے عالم میں
اور ہم خطا کاروں میں ہی فرق ہے اور ایسوجہ سے عقل اور شرع حکم کرتی ہے کہ ہم معصوم اور خطا
کار پیروی کریں اور خطا کاروں کو اپنا پیشوا نہ بنائیں۔ المختصر کچھ بعید نہیں ہے کہ غیر معصوم براہ
سہو اور غلط کاری سبب کا اقرار کریں اور سبب انکار کریں دسویں دلیل قانون شہادت کے
اصول پر دیکھو کسی محسوس واقعہ کا اقرار کرنا اور اسکے واقعہ ہونے پر گواہی دینی یا اسی واقعہ سے
انکار اور اسکے واقعہ نہ ہونے پر گواہی دینی اس میں زیادہ تر اعتماد کرنا براہ عقل کس فریق پر جائز
عقلی اصول تو اسی پر حکم کرتے ہیں کہ اگر دونوں قسم کے گواہ یعنی گواہان ثبوت روایت اور
گواہان نفی روایت شمار میں اور سچائی اور وجاہت میں برابر ہوں اور موقع واردات پر دونوں ہی
حاضر بھی ہوں اور واقعہ مفروضہ سے انکو تعلق یا بے تعلق بھی برابر موجب بھی گواہان ثبوت
کو گواہان نفی پر ترجیح ہوگی اور اسکے دلائل کتب فقہیہ کی باب الشہادۃ میں اور قانون شہادت

منتشر مارٹین اور تحریرات اشار میں دیکھو اور یہی سبب ہے کہ مقدمات فصداری وغیرہ میں
 قاضی لا کج رویت کے گواہوں کو صفائی کے گواہوں پر ترجیح دیتا ہے اور جرم کرنیوالے گواہ
 کو بھی تعدیل اور توثیق کرنیوالے گواہ پر ترجیح اسی نظر سے ہوتی ہے کہ جرم کرنیوالا رویت کا گواہ
 ہے اور ثبوت پر گواہی دیتا ہے اور توثیق (تعدیل) کرنیوالا نفی پر گواہ ہے اور یہ بات اس فرض
 پر ہے کہ دونوں فریق کے گواہ موقع واقعہ پر حاضر ہوں اور صاحب تیز بھی ہوں اور جب گواہان
 نفی رویت موقع و احوال پر موجود نہ ہوں بلکہ ابھی دنیا میں بھی نہ آئے ہوں اور صداقت اور
 وجاہت میں بھی پاسنگ فرق گواہان رویت کے نہیں ایسے گواہان نفی پر کوئی عاقل بھی
 لحاظ کر سکتا ہے۔ یہی حال حسن بصری اور نجی وغیرہ کا اس واقعہ میں ہے کہ ان میں سے کوئی
 شخص بروز واقعہ شوق قمریہ بھی نہوا تھا تا بحضوری موقع چہ رسد اگر آپ کو یہ شبہہ دامنگیر ہو کہ
 انہوں نے صحابہ حاضرین کہ سے سنا ہوگا تو اسکا نام بتانا معترض کے ذمہ ہے صحابہ حاضرین
 سے تو ایک روایت بھی انکار شوق قمری نہیں پائی گئی ہے جو حسن بصری وغیرہ نے لکھی ہو۔
 اور ہم کہتے ہیں کہ فقط عقلی استبعاد سے انہوں نے انکار کیا ہے جیسے نیچر دہریہ اور دہریہ
 کرتے ہیں جسکی سند علامہ فخر الدین رازی کے کلام میں موجود ہے اور قسطلان اور طبری وغیرہ
 سے بھی منقول ہے جو آئندہ آئنگی انشاء اللہ شوق القمر کے منکرین اس معجزہ کے انکار
 کرنیوالے چند قسم کے لوگ ہیں دہریہ نیچری فرقہ فلسفہ قدیم کے اصول باطلہ کی وجہ سے کہ
 ان کی رائے میں خرق اور النیام اجرام سماویہ میں محال تھا فلسفہ جدید سے چونکہ چاند کو ایک
 سیارہ مثل زمین کے سمجھ رہے ہیں ان دونوں کے خیالات کا ابطالان تو بننے باب تیرھویں
 اور باب چودھویں میں بخوبی کر دیا میسر ہے پابند مذہب آسمانی جسے یہود اور نصاریٰ انکو
 تو ہمارے نبی کی نبوت ہی سے انکار ہے پھر ہمارے نبی کے معجزات کو کیوں تسلیم کرنے لگے
 خصوصاً ایسا معجزہ جس سے ہمارے نبی کی فضیلت اور انبیاء ثابیت ہو مگر انکو تعصب کی وجہ
 سے اسکا خیال نہ رہا کہ جس معجزہ کے واقع ہونے سے اور انبیاء کی پیشین گوئیاں بہ نسبت
 حشر اور نشر اور فساد اجرام سماویہ صحیح ہو جائیں اور کفار اور فلاسفہ دہریہ کا انکار جو برابر وقوع

واقعات قیامت پر چلا آتا ہے سب باطل ہو جائے اور پوری تصدیق ان حضرات انبیاء
 کی نبوت کے ہو جائے اسکو نہ ماننا اور مثل کفار اور دہریوں کے وہی دلائل اس معجزہ کے
 روکنے میں پیش کرنے اسکا نتیجہ حسب طبع اسلام کے بانی مذہب کی نبوت میں شک پیدا کرتا
 ہے اسی طرح ان حضرات کی پیشین گوئی کو جو محض دعویٰ زبانی ہمیشہ رہا اور کبھی کوئی واقعہ
 ایسا جسے کسی آسمانی اجسام کا فساد یا عجز کسی نبی نے دکھلایا ہو واقع نہونے سے کفار
 ان پیشین گوئیوں کو محض لغو اور جہل کہتے رہے یہی باطل کر کے اگلی نبوت میں شک
 ڈالتا ہے بہر حال یہ اہل کتاب یہود اور نصاریٰ اس معجزہ کے انکار کرتے مصلداً اسی کے
 پس ۷ شام کہ ازرقیبیان دامن کشان گذشتی بد گوشت خاک باہم رہا و رفت با شد
 چوتھا فرقہ تاریخ علمی والو نکا انہوں نے ساتویں صدی عیسوی میں اس واقعہ کا وقوع
 تو لکھا مگر اسکو ماگ مون کہہ دیا یعنی ماہ کاذب تھا جیسا کہ ہم نے ص ۳۳ میں اسی کتاب کے
 اریل درلڈ عالم ہوا اسی نقل کیا ہے اور علامہ فخر الدین رازی بھی کہتے ہیں کہ جب یہ واقعہ
 پیش آیا ایسے مورخین اور مجاہدین یوں کہنے لگے کہ یہ بھی ایک قسم کا چاند نہیں تھا اور ایک چیز
 مشابہ نصف قمر کے عالم ہوا اس ظاہر ہو گئی تھی جو چاند کی اصلی جگہ سے الگ واقع ہوئی تھی
 پانچواں فرقہ دو تین اشخاص مسلمانوں کے جنکے نام سایل نے ملتے ہیں جیسے عثمان بن
 عطا اور حسن بصری اور ملحق انکو بھی چند قسم کے اغلاط اس واقعہ کے انکار میں نظر ثریت
 پیش آتے ہیں پہلی غلطی بقول علامہ فخر الدین رازی اور قسطلانی انکو یہی ہوئی ہے سمجھے کہ فتنی القمر
 ایک واقعہ ہائیکہ اور سانحہ عظیم ہے اگر واقع ہوتا لازم تھا کہ تمام روئے زمین کے لوگ اسکو دیکھتے
 اور ہر ملک میں اسکی خبر متواتر ہو جاتی اس تجویز میں انکو عقل اور نقل دونوں کے راہی غلطی
 پیش آئی عقلی غلطی تو یہ ہے کہ تمام روئے زمین سے اگر مراد تمام کرہ زمین ہے تو سراسر غلط
 ہے اسلئے کہ مکہ معظمہ سے چھ چھ ہزار میل پر ابھی دن ہوگا رات ہی نہوگی اسی طرح مکہ معظمہ سے
 پورب چھ ہزار میل پر چاند کے غروب کا وقت ہوگا پھر انکو کیونکر نظر آتا اور کسی جگہ پھر رات اور
 دو چار گھنٹہ رات باقی ہوگی اور سب لوگ سو رہے ہونگے اور اگر مراد انکی وہ مقامات

میں جسکے افق مساوی افق مکہ معظمہ سے ہیں اور جسکے طول بلد قریب قریب طول مکہ معظمہ
 سے ہیں ایسی جگہ بشرطیکہ ابرو باد اور دیگر موانع رویت موجود نہ ہوں اس فوری واقعہ کا انکو نظر
 آنا کیا ضرور ہے کیا تمام دنیا کے لوگ رصد خانہ میں دور میں لگاتے ہوئے ہر وقت بیٹھے رہتے
 ہیں کہ جو واقعہ آسمانی ہوا اور خصوصاً جسکی پیشین گوئی بھی نہوتی ہو اور کوئی علامت اسکی
 پہلے سے ظاہر ہو چکی ہو اسکو دیکھا کریں جسوقت کو دیکھتے جو پہلے سے اسکی پیشین گوئی بھی
 ہو جاتی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی شہر میں ہزاروں کو نظر آتا ہے اور ہزاروں کو خبر بھی نہیں
 ہوتی ہے کب ہوا اور کتنا ہوا پس کوئی واقعہ مساوی ہوا چانک واقع ہو میں کہتا ہوں کہ خاص
 کہ معظمہ کے بھی سب لوگوں کا اسکو دیکھنا کب ضروری ہے جب جاکہ دور و شت کے لوگ اسکو
 دیکھیں نقلی غلطی انکو یہ ہے کہ اخبار صحیح میں یہ بھی وارد ہے کہ بعد ملاحظہ شوق قمر کے کفار
 نے کہا کہ ہمارے قوم اور قبیلہ کے لوگ سفر شام اور یمن کو گئے ہیں وہ آئیں اور ہم اُن سے
 پوچھیں اگر وہ بھی تصدیق کریں کہ چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھائے تو ہم یقین کرینگے ورنہ
 تمہارا جادو ہے جو ہمیر چلا ہے چنانچہ جب وہ قافلہ آیا اور تصدیق اسکی انہوں نے کی تب
 کفار کو یقین ہوا اس خبر کو بھی صحیح طریقہ متعددہ سے نقل کیا ہے کاش اگر ملحق اور حسن
 بصری وغیرہ اسی خیال کرنے کہ نقلی سند بھی اسکی موجود ہے پھر تو ہرگز انکو ایسا غلط خیال
 نہوتا اسلئے کہ ان کفار نے بھی قریب قریب مقامات پر نظر آنیکا خیال کیا تھا تمام روی زمین
 پر نظر آنیکا انکو بھی خیال نہ تھا دوسری غلطی انکو یہ ہوتی کہ شوق قمر شرط قیامت سے
 ہے اور دلیل قرب قیامت ہے چونکہ اور شروط اور دلائل وقوع قیامت نہیں پاتے گئے اور
 قیامت کے آنے میں دیر ہے لہذا شوق قمر بھی اُسی زمانہ میں ہوگا جب اور شروط ظہور ہوگا
 یہ غلطی انکو قیاس کرنے سے بمقابلہ نص نبوی کے ہوتی اور کونسی دوسری آیت قرآنی یا
 تورات یا انجیل اور زبور کی ان کو ملی ہے جس سے یہ سمجھی کہ شوق قمر شرط قریب قیامت سے ہے
 ایسے قریب زمانہ میں ہوگا کہ اور علامات بھی سب ظاہر ہونگے بلکہ حدیث صحیح جو ہمارے نبی صلعم
 سے مروی ہے بعثت اثنا و الساعۃ کھا تین یعنی میرا زمانہ نبوت اور زمانہ قیامت جابجا

قریب قریب ہے جیسے وہ نول انگلیاں ملائی جائیں پھر جب ہمارے نبی کی تشریف آوری
 بھی علامت قریب قیامت ہے تو آپکا معجزہ شق القمر کیوں علامت قریب قیامت سے ہوگا
 تیسری غلطی انکو یہ بھی ہوئی کہ اس معجزہ کے اظہار سے جو اغراض خداوند عالم کے متعلق
 ہیں کہ صدیق محمد انبیاء کی زمانہ تکلیف اور مہلت میں قبل زمانہ الحجاب کی ہو جائے اور ابطال شکوک
 اور شبہات کفار اور دسروں کا عدم فساد مساوات میں بھی ہو جائے اور اقرب عقلی ان پیشین
 گوئیوں کا بھی ہو جائے جبکہ وہ لوگ ہمیشہ بعید از قیاس سمجھ رہے ہیں اور ختم نبوت کو جو ضروری
 ہے یعنی پھر اب کسی معجزہ کے آئینی بغرض صدیق اخبار کتب آسمانی حاجت باقی نہ رہے وہ بھی
 ثابت ہو جائے ان سب فوائد پر انکو لحاظ نہ اور عامیانہ طور سے کہہ دیا کہ شق قمر نہیں ہوا آئندہ
 ہوگا جب قیامت قریب ہوگی جو بھی غلطی بڑی بہاری اسے یہ بھی ہوئی کہ اس کے نبی کا معجزہ
 باہرہ شق قمر ایسا جو صاف طور بلطف ماضی قرآن میں مذکور ہے اور اسکی تائید میں اور آیات بھی اسی
 جگہ وارد ہیں اسکا انکار کر کے آیت کی تاویل یوں کرنی کہ آئندہ شق قمر ہوگا اس میں صریح غلطی یہ
 ہے کہ اگر آئندہ شق قمر ہوگا تو پھر ہمارے نبی کا معجزہ وہ کیونکر قرار پائے گا بلکہ مثل اور آیات اور
 علامات قیامت کے ہوگا اور ہمارے نبی کی پیشین گوئی فقط بلا دلیل مثل دیگر انبیاء کے نسبت
 علامات قیامت کے ہوگی۔ اور جب ایسا کھلا ہوا اتفاقی اور اجتماعی اہل اسلام کا معجزہ جو قرآن
 سے بخوبی ثابت ہے اسکا انکار کرینگے پھر کفار اور دیگر منکرین نبوت ہمارے نبی کے جب یہ سوال
 کرینگے جبکہ یہ سائل جسے کہہ رہے کہ جب قرآن سے تمہارے نبی کا کوئی معجزہ ثابت نہیں
 ہے پھر نبوت تمہارے نبی کی کیونکر ثابت رہے تو اسکا جواب کیا دینگے یا پھوٹیں غلطی قرآن
 کے متواتر خبر کو اس کے منطوق یعنی ظاہری اور صریحی معنی سے غیر ظاہر کی طرف بدون دلیل عقلی
 اور نقلی کے تاویل کر کے پھیرنا پہلے تو اسی میں بحث ہے کہ اگر کوئی خبر متواتر یعنی حدیث متواتر سے
 قرآن کی نص کی تاویل غیر ظاہر معنی کی طرف کیجائے یہ بھی جائز ہے یا نہیں چہ جاکہ خبر واحد اور ضعیف
 روایت بھی کوئی ایسی نہو کہ پھر قرآن کے ظاہری معنی کو غیر ظاہر بلکہ محض بے اصل کی طرف پھیرنا یہ
 کیونکر صحیح ہوگا رہی دلیل عقلی ہم مسلمانوں کا بلکہ جملہ اہل مذاہب آسمانی کا مقولہ ہے کہ اگر کوئی آیت

کتاباں ہر مقدمہ کی کسی دلیل عقلی پر ہی کے مخالف ہو ضرور اسکی تاویل کرنی چاہئے شوقِ افر
 کے دفعی کے محال ہونے پر کوئی دلیل عقلی بھی نہیں ہے اور اگر ہے تو پھر آئندہ زمانہ میں واقع
 ہو نیکو بھی وہی دلیل روکی گئی یہ پانچ اغلاط علاوہ ان اغلاط کے ہیں جنکو ہم اوپر کے ادراک
 میں لکھ چکے ہیں علامہ فخر الدین رازی نے بھی اگرچہ وہ ہم اہل اسلام کے شریک اس عقیدہ
 میں ہیں کہ شوقِ فقر کا معجزہ ضرور واقع ہوا مگر اس میں ان کو دھوکا ہو گیا کہ یہ معجزہ متواتر منقول نہیں
 ہوا انہوں نے عثمان بن عطاء اور حسن بصری اور بلخی کے اس خیال کا کہ اگر یہ معجزہ واقع ہوتا تو
 متواتر علما اسکو نقل کرتے یہ جواب دیا کہ چونکہ فصاحت قرآن معجزہ متواتر ہمارے نبی کا اقیامت
 باقی ہے اور برابر ہمارے نبی تعذی کر کے اسکا معجزہ ہونا ثابت کرتے رہے لہذا اس معجزہ واقعی
 کے بعد پھر دوسرے معجزہ کا نقل کرنا اہل اسلام کو کچھ ضرور رہا اسوجہ سے معجزہ شوقِ فقر کو تواتر
 نقل نہ کیا میں کہتا ہوں اگر اسی تقریر کو علامہ رازی اس عنوان سے لکھتے کہ چونکہ قرآن مجید سے
 اس معجزہ کا ثبوت ہو چکا ہے اب اسے بڑھکر اور کون سا طریقہ روایت کا ہے جس سے تواتر اس
 معجزہ کا ثابت کیا جاتے پھر تو اہل اسلام کو علامہ رازی کی نسبت یہ موقع نہ ملا کہ انکو تواتر معجزہ
 ہذا سے انکار ہے مگر افسوس ہے کہ انہوں نے جملہ معجزات کے تواتر سے اسی لپیٹ میں انکار
 کر دیا اور فقط فصاحت معجزہ قرآن کو جو ایک امر وحدانی ہے معجزہ متواتر لکھ کر اپنا بیچھا چھوڑا یا
 اور اگر فخر رازی کا مطلب یہی ہے جو ہم نے لکھا ہے پھر تو انپر بڑے معجزات کے تواتر کا انکار کرنا
 کسی طرح منسوب نہیں ہو سکتا ہے۔ دوسرا حصہ جب قرآن مجید سے متواتر ہونا اس معجزہ
 کو ہم ثابت کر چکے تو بڑا بھاری اعتراض جو سبیل کا تھا اسکا جواب ہو چکا اب اسے احادیث مرو
 یہ اہل اسلام انکی صورت یہ ہے کہ یہ معجزہ اول بعثت میں واقع ہوا ہے اسوقت صحابہ کی کثرت نہ
 تھی اور بالینہ اکثر وہی صحابہ سابقین جنگ بدر اور احد وغیرہ میں شہید بھی ہو گئے تھے جنہوں
 نے یہ معجزہ بخشم خود دیکھا تھا باوصف اسکے ہم کوسات صحابہ کے روایات وقوع شوقِ فقر کی ملی
 ہیں چنانچہ میں سے خوشم دید آدھن صحابہ نے بطور اسیل کے اسکو روایت کیا ہے اور مر اسیل
 صحابہ یعنی (روایت میں راوی اول کا نام مذکور نہوا اہل اسلام کی اصطلاح میں اکثر امور اور

واقعات میں معتد اور معتبر نہیں ہیں اسبق در روایات کافی ہیں اسلئے کہ قرآن متواتر سے توثیق
پورا پورا ہو چکا ہے اور مراسیل کی اصطلاح ہم آگے لکھیں گے۔ ناقلیین معجزہ شوق فہرست
المسنن اور شیوخ دونوں محدثین اس معجزہ عظیمہ کے ناقل اور راوی بیشمار ہیں اور حسب قدر روایا
درج کتب میں اور ملاحظہ سے بھی تحقیق ہوتی ہیں جسکو ہم لکھتے ہیں پھر چونکہ المسنن کی روایات
پر بھی ہموکتی کرنی منظور ہے اسلئے کہ حسب قدر شہادت مسائل بننے لکھے ہیں یا جو آئندہ ہم اور
لوگوں کے شہادت لکھینگے وہ سب یا اللہ روایات المسنن پر ہی وارد ہو سکتے ہیں۔ لہذا
پہلے ہم المسنن ہی کی روایات کو لکھ کر دفع شہادت کر دیں اسلئے کہ معجزہ نبوی میں شہادی اور
شیخہ دونوں کو اتحاد عقیدہ ہے۔ واضح ہو کہ ہموار شاہ و الساری شرح صحیح بخاری اور معالم
القرآن بغوی اور شفاء قاضی عیاض اور دیگر کتب سے یہی ثابت ہوا ہے کہ یہ معجزہ سات اصحاب
سے منقول ہے اور علامہ طبرسی نے اسکو تصریح لکھ بھی دیا ہے (۱) پہلے تو عبد اللہ ابن مسعود
اور وہ سابقین اولین سے ہیں اور بقول قسطلانی ۳۲ ہجری میں ساٹھ برس کے ہو کر
مرے ۲۳ سال ہجرت میں انکی عمر اٹھائیس برس کی تھی لہذا بروز شوق قر ۲۳ برس خواہ
۲۰ برس کے تھی انکا کہ میں ہمراہ جناب رسول صلعم رہنا قطعاً اور یقینی ہے طفل نابالغ
بھی نہیں تھے اور اسوجہ سے چند روایات معجزہ ہذا کے چشم دید انہیں سے منقول ہیں۔
عبد اللہ ابن مسعود سے پانچ اشخاص تابعین نے اس معجزہ کو نقل کیا ہے (۲) ابو عمر
(۲) مجاہد (۳) اسود (۴) مسروق (۵) علقمہ اور پانچول اشخاص تابعین میں سے ہیں۔
ابن مسعود کی روایت میں پوری کیفیت شوق فہرست کے وارد ہے اور انکی روایت مراسیل
صحابہ سے نہیں ہے یعنی ایسی روایت نہیں ہے کہ انہوں نے کسی اور سے سنا ہے یہ
روایت بیان کرتی ہو۔ ابن مسعود کی چار روایتیں بخاری میں وارد ہیں پہلی روایت
اصح ابن محمرون عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال انشق القمر علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ شفقین یعنی ابن مسعود نے کہا کہ چاند زمانہ نبی صلعم میں دو
شکریں ہو گیا جو برابر تھی اور ابو نعیم نے دلائل میں طریق عتبہ بن عبد اللہ سے بقول

قسطلانی نیز زیادہ کیا ہے۔ قال ابن مسعود فلقد رایت احد شققتہ علی الجبل الذی یعنی ونحن بسکة ابن مسعود کہتے ہیں کہ ایک ٹکڑا چاند کا میں نے پہاڑ پر دیکھا جو منیٰ میں ہے اور ہلوگ کہ میں تھے فقال البنی اشہد واپس نبی صلعم نے فرمایا گواہ رہو اس معجزہ پر قسطلانی کہتے ہیں اس روایت کو بخاری نے تفسیر میں ہی وارد کیا ہے اور مسلم نے توبہ میں اور ترمذی نے تفسیر میں اور اسطرح نسائی نے بھی وارد کیا ہے میں کہتا ہوں یہ پہاڑ وہی حرا ہی جسکو روایت آئیدہ میں صاف کہیا ہے دوسری روایت بخاری کی طرق اعمش سے بھی ابن مسعود سے ہے مگر اس میں وارو ہے قال انشق القمر و نحن مع البنی یعنی ابن مسعود کہتے ہیں چاند شق ہوا اور ہلوگ نبی صلعم کے ہمراہ منیٰ میں گئے اور گو پہلی روایت میں اپنا کہیں ہونا بیان کیا ہے مگر ان دونوں میں کچھ تعارض اور منافات نہیں ہے قسطلانی کہتے ہیں کہ مراد ابن مسعود کی یہ ہے کہ یہ معجزہ قبل از ہجرت واقع ہوا ہے۔ اور منیٰ بھی ایک مقام لواحق کہ سے ہے میں کہتا ہوں کہ منیٰ ایک موضع کہ میں ہے جو تین میل پر واقع ہے جیسا کہ اہل نعت کہتے ہیں اور یہ تاویل قسطلانی کی مجھے پسند نہیں ہے اور شاید اور لوگ بھی اسکو پسند نہ کریں اسلئے کہ تین میل کا فاصلہ منیٰ اور مکہ میں ہے اور جناب رسول صلعم اسوقت (حجرات) میں تشریف رکھتے تھے خواص کہ میں اندرون حطیم یعنی دیوار بیرونی کی ہے جیسا کہ ہم نے روایت خراج سے نقل کیا ہے پس تشریف رکھنا حضور کا کہ میں بمقام خاص حب ثابت ہے پھر ابن مسعود کا قول کہ ہم حضور کے ہمراہ منیٰ میں تھے ہرگز درست نہ رہا اب اگر (یعنی) کی لفظ متعلق (انشق) کے مانی جائے اور پہچ میں جملہ معترضہ ونحن مع البنی قرار دیں کہ اصل عبارت میں شاید راوی سے تقدیم اور تاخیر ہو گئی ہے دراصل عبارت بول تھی انشق القمر یعنی ونحن مع البنی یعنی چاند کا شق ہونا منیٰ میں تھا اور ہم ہمراہ منیٰ کی تھی توبہ تاویل بھی پہلی روایت ابن مسعود سے مطابقت ہو جائے اسلئے کہ پہلی روایت میں ابن مسعود کی وارد ہے کہ میں نے ایک ٹکڑا چاند کا اس پہاڑ پر دیکھا جو منیٰ میں ہے اب رہا یہ امر کہ خود ابن مسعود اور حضرت کہاں تھے اسکا بیان پہلی اور دوسری روایت ابن مسعود میں موجود ہے کہ ہمراہ منیٰ کی کہ میں تھے

تقدیم و تاخیر یا جملہ معترضہ کا انکلام میں کوئی امر نادر الوقوع اور ناجائز خلاف قواعد عربیت بھی نہیں ہے اور قرینہ تاویل کا پہلی اور تیسری روایت خود موجود ہے خصوصاً جبکہ زیادہ اہتمام ابن مسعود کا بیان اپنی حضوری کا ہمراہ حضور کے ہے ایسے وقت میں تقدیم امر مہتمم بالشان کے کسی جملہ پر خود ان خبر جملہ پر جو فضلہ کلام ہو صبیحہ متعلقات فعل وغیرہ ہرگز خلاف قواعد بلاغت نہیں بلکہ عین بلاغت ہی ہے اور متعلق ظرف یعنی مجرور کا لفظ انشراح ہے جو عامل قوی ہے فصل بالا بھی اسکو عمل سے روک نہیں سکتا اسلئے کہ صیغہ فعل کا ہے اور تعقید لفظی کا شبہ بھی نہ رہا اسلئے کہ بعض حدیث بعض کی تفسیر کرتی ہے دونوں تفسیریں اس تاویل پر دلیل میں خود ابن مسعود کی اب غلطی ضبط راوی کا بھی شبہ جاتا رہا۔ ہاں تیسری روایت جو طریق مسروق سے ہے اس میں بھی انشراح القمر بمعکۃ ہے یعنی مکہ میں شوق قمر ہوا اس میں بیان فقط اسی کا ہے کہ یہ عجوبہ منجملہ معجزات مکہ سے ہے قبل از ہجرت اور اس میں اپنے دیکھنے کا ذکر نہیں کیا کہ ہم کو کس جگہ نظر آیا اور چوتھی روایت بخاری کی جو طریق اعمش سے ہے اس میں فقط اسی قدر ہے انشراح القمر چاند شوق ہو گیا نہ اپنی جگہ ہمراہ بنی اور نہ منظر انشراح کا ذکر کیا ہے جسکو قسطلانی کہتے ہیں کہ اسبطح مختصر طور سے وارد کیا ہے اور جمہورینی اور کشمینی میں یہ روایت ثابت ہے مختصر نہیں ہے اور تفسیر مجمع البیان میں طبری کو یہ روایت ابن مسعود کی یوں پہنچی ہے عن ابن مسعود قال و الذی نفسی بیدہ لہد سماء بیت البحر اءین فلفقی القمر یعنی ابن مسعود کہتی ہیں قسم ہے اس خدا کی جسکے قبضہ قدرت میں جان میری ہے بیشک میں نے حرا پہاڑ کو درمیان دونوں پاؤں لے کر کے دیکھا و رفع لہم ابن مسعود کی روایات میں ایک اور امر اہم قابل سمجھنے کے ہے کہ ابو نعیم کی روایت میں فقط یہی ہے کہ ایک ٹکڑا قمر کا حرا پہاڑ پر اگس نے دیکھا اور دیگر روایات میں ابن مسعود کی ہے کہ حرا پہاڑ کو بیچ میں دونوں پاؤں لے کر کے دیکھا اس تفصیل میں بھی کچھ تعارض نہیں ہے چنانچہ طریق اعمش سے جو بخاری ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں۔ وھیت فرقة نحو اجبل و بقیۃ الاخریٰ مکا

یعنی ایک مکرط طرف تر اسلئے گیا اور دوسرا اپنی جگہ پر رہا اب خرا کا درمیان دونوں مکرٹوں کے ہونا بخوبی ظاہر ہو گیا فائدہ ابن مسعود کا یہ کہنا کہ منی کے پہاڑ پر شوق قمر بنے دیکھا اس سے تصدیق اس روایت کی ہوتی ہے جو امام جعفر صادق نے فرمایا کہ چودہ آدمی اصحاب عقبہ سے یہ معجزہ طلب کرنے آئے تھے اسلئے کہ میری رائے میں یہ عقبہ وہی ہے جو بقول قسطلانی منی میں واقع ہے لہذا اسی مقام پر شوق قمر کا نظر آنا زیادہ ضروری تھا جہاں کے لوگ زیادہ خواہاں اس معجزہ کے تھے جن لوگوں سے بنائے ترقی اسلام قائم ہوئی ہر اس کو یاد رکھو دوسری راوی اور گواہان چشم دید اس معجزہ کی جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں ایک اس شریف اگر واقعہ الشوق سال پیچہ مبعث میں ہوا ہے کم سے کم پندرہ برس کا تھا اور اگر سال ششم مبعث میں ہوا ہے اٹھارہ برس کی عمر کی تھی پھر چونکہ ساتھ رہنا آپ کا جناب رسول صلعم کے کہ معطر میں نیشہ ہے لہذا آپ کو دیکھنا اس معجزہ کو کچھ بعید از عقل نہیں ہے کہ نہیں سکتا اگر صحابی ہی سمجھ کر کوئی روایت آپ سے صحاح میں درج ہوتی جیسے خلیفہ اور ابن مسعود کی بلکہ شیر خوار یا غیر مولود مثل انس اور ابن عباس اور عبداللہ بن عمر کے نووہ بھی تصدیق معجزہ ہذا میں ایک عمدہ سند ہوتی مگر افسوس ہے سوای شفاء قاضی عیاض کے اور کسی کتاب حدیث میں آپ سے اسکی روایت مجھی نہ ملی شفا کی عبارت یہ فقال علی من روايتہ الی حدیثہ الہجرۃ ان شوق القمر منحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت علی کہتی ہیں روایت ابو خلیفہ ازہری کہ چاند شوق ہو گیا اور ہم ہمراہ رسول صلعم کے تھے پھر اسکی روایت صحابی میں سے خلیفہ بن بیان میں یہ جلیل صحابی اور عزیز واقعہ الشوق وقوعہ بالبلد بالغ اور عاقل بھی سے اسلئے کہ سابقین اولین میں انکا شمار ہے خلیفہ سے بقول قاضی عیاض دو شخصوں نے یہ روایت کی ابو عبد الرحمن اور مسلم بن ابی عمران از وہی دونوں تابعی ہیں ایک روایت کشاف میں زنجشیری نے بھی لکھی ہے اور وہ روایت یہ ہے عن حدیثہ ان معطبا بالابدان ثم قال الا ان الساحة قد اقتربت وان القمر قد الشوق صلی علیہ وسلم فبیکسر خلیفہ سے روایت ہے انہوں نے مدائن میں خطبہ پڑھا اور پھر کہا آگاہ ہو کہ

قیامت اب قریب ہے اور چاند تمہارے نبی صلعم کے زمانہ حیات میں شق ہو چکا ہے میں کہتا ہوں خلیفہ کو جس روز سے حضرت خلیفہ ثانی نے عامل مدائن مقرر کیا تھا بقول مجلیٰ ہمیشہ وہیں رہے اور بعد قتل خلیفہ سوم اور بعد بیعت علیؑ یہ چالیس روز کے مرے دیکھو فتح الباری کو دوسری روایت خلیفہ کے وہ ہے جسکا قاضی عیاض شفافین ذکر کرتے ہیں بہر حال انکی روایت میں کوئی اعتراض کا نہیں ہے اور یہ گواہان حقیقہ دیدے ہیں جو تھے راوی صحابہ میں سے جبیر بن مطعم یا مطعم ابن جبیر کے باپ ہیں یہ خاص مکہ کے رہنما والے ہیں اگرچہ انکا داخل اسلام ہونا ابن حجر نے اصحاب میں درمیان زمانہ حدیبیہ اور فتح کے لکھا ہے اور انکے باپ یعنی مطعم بقول مسطغانی قبل جنگ بدر کے مرے ہیں مگر روایت چشم دید معجزہ ہذا کی مطعم نے اگر بحالت عدم اسلام کے ہو تو کچھ اس میں دشواری نہیں جبیر بن مطعم سے انکے بیٹے محمد بن جبیر اور انکے پوتے جبیر بن محمد نے روایت کی ہے اور یہ دونوں تابعین سے تھے صحیح ترمذی میں ہے عن جبیر بن مطعم عن ابيه قال انشق القمر على عهد رسول الله صلعم حتى صادف قبتين على هذا الوجه فقالوا اسحرنا محمد فقال بعضهم لئن كان اسحرنا صحدا فما يستطعم ان يسبح الناس كله صرا یعنی جبیر بن مطعم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا چاند شق ہوا زمانہ حیات رسول خدا میں تا انیکہ دو ٹکڑے ہو گئے تھے اس پہاڑ پر (شاید ترا پہاڑ مراد ہے) لوگوں نے کہا کہ ہم پر محمد صلعم نے جادو کیا ہے پھر بعض لوگوں نے کہا اگر ہم پر جادو کیا ہے تو کل آدمیوں پر جادو کر سکی ان کو استطاعت نہیں ہے میں کہتا ہوں یہی روایت تفسیر مجمع البیان طبرسی میں مذکور ہے اور تفسیر صافی میں بھی ہے اور مطعم ضرور چشم دید گواہ اس واقعہ کے ہیں یہ چار صحابی چشم دید گواہان روایت معجزہ ہذا سے ہیں اور باقی حسب قدر روایات بطور اسیل کے مذکور ہیں وہ سب معتد اور صحیح ہیں اور زیادہ تطویل سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اور نہ اس میں کسی قسم کا حشرہ اور شبہ ہو سکتا ہے بلکہ صاف صاف ہیں باقی رہے ہیں صحابہ عبداللہ ابن عباس اور انس ابن مالک اور عبداللہ بن عمر یہ تینوں صاحب البشیر روز واقعہ شق القمر موجود نہ تھے

اور نہ اُن سے کسی روایت میں یہ وارد ہے کہ مجھے اپنی آنکھ سے دیکھا یہ سمجھی گواہ شق القمر کے
 ہیں اور اصطلاح محدثین اہل اسلام کی یہ ہے کہ جب کوئی صحابی کسی ایسے واقعہ کی توثیق
 کرے کہ خود وہ حاضر واقعہ مرویہ نہ ہوا ابھی پیدا ہی نہ ہوا ہو اور اسکو مسلسل نہ کرے یعنی جس سے
 اسکو وہ خبر پہنچی اسکا نام نہ لے ایسی روایت کو مرسل صحابی کہتے ہیں اور اُسکی حدیث مرسل
 کو صحیح بھی کہتے ہیں بشرط مندرجہ علم اصول حدیث اور حسب قدر شروط صحیح حدیث کی جس
 جامع کتاب کے نزدیک میں وہ مصنف اپنی شروط کی پابندی سے اسے مرسل حدیث کو درج
 کتاب صحیح کرتا ہے اور بوجہ ارسال یعنی متروک ہونے نام اصل راوی کے جس سے
 اس صحابی نے روایت پائی ہے اس مرسل کو اقسام صحیح سے خارج نہیں کرتے اور ایسی
 پایہ اعتبار پر اس مرسل کو رکھتے ہیں جیسے کہ اس صحابی کی چشم دید واقعہ ہے اور اس قسم
 کی مراسیل صحابہ فقط شق القمر کے واقعہ میں اصحاب سے منقول نہیں بلکہ اور بہت سے واقعات
 میں بھی منقول ہیں اب کہ یہ ایک امر اصطلاح علمائے حدیث مسلمین کا تھیرا ہوا ہے ائیر اعتراض
 کرنا کسی کو زیبا نہیں ہے ہاں اگر فقط شق القمر کے واقعہ میں ان مراسیل کا اعتماد مخصوص ہوتا
 اس وقت ضرور اعتراض کا موقع تھا اور یہی سبب ہے کہ ایسی روایات کو لکھ کر علمائے
 فن حدیث کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث مراسیل صحابہ سے ہے تاکہ اشتباہ اور اعتراض کا
 موقع نہ رہے ایضاً چونکہ واقعہ شق القمر صاف طور سے آیات قرآنیہ سے ثابت ہے اسکی
 خبر اگر ان صحابہ نے کسی غیر معتبر سے بھی سنی ہوتی چونکہ چار معتبر صحابہ جنگی روایت اور پرہم
 لکھ چکے اُن سے اور بہت سے صحابی جو بدر اور حنین وغیرہ میں شہید ہو چکے تھے اُن
 سے اور بلکہ خود جناب مقدس نبوی سے بھی اس کی تصدیق کرنی اُن کو کیا دشوار تھی اور
 ثبوت قرآن شریف بھی موجود تھا لہذا ان اصحاب کا روایت کرنا محل الزام نہ رہا بہر حال
 پیشہ اول معترض کا کہ جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے انہوں نے شق القمر کی روایت
 کی ہے اسوقت البتہ قابل جواب ہوتا کہ اُن اصحاب نے اپنی چشم دید کا دعوے کیا ہوتا اور
 کسی محدث نے اپنی کتاب میں اس کو درج بھی کیا ہوتا اور حسب انہوں نے یعنی صحابہ

نے اسکا دعویٰ کیا اور نہ کسی محدث نے اسکی یعنی ان کی چشم دید ہونے کی روایت ان
 سے کی بلکہ ایسی روایت کو مرسل صحابی لکھ بھی دیا اب یہ شیعہ بالکل ساقط ہو گیا۔ اب اب
 ان روایات کو میں لکھوں ابن عباس سے عبید المدین عبد البدر بن عتبہ سے یہ روایت
 کی چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔ عن ابن عباس انشق القمر علی زمان رسول
 اللہ صلعم بمکہ قبل الھجرۃ ابن عباس سے روایت ہے کہ چاند شق ہوا ہر زمانہ
 رسول اللہ صلعم قبل ہجرت کے قسطلانی کہتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے اسلئے کہ ابن
 عباس اس وقت موقع پر موجود نہ تھے کہ وہ یثیب میں کی ان کی عمر بروز واقعہ ہذا تھی
 اور دوسری جگہ قسطلانی نے تصریح کر دی کہ ابن عباس قبل از ہجرت پانچ سال کے تھے اور
 بروز شق قمر تو پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور یہ اختلاف قول قسطلانی میں کہ دو تین سال کے
 تھے یا پیدائش ہوئے تھے بہ نظر اسی اختلاف کے ہے کہ یہ واقعہ سال ۱۱ ھ بمبعث کا ہے
 یا سال ۱۲ ھ کا اور اسی جگہ قسطلانی کہتے ہیں بعض روایت سے یہ معلوم ہوا کہ اس روایت
 کو ابن عباس نے ابن مسعود سے لیا ہے میں کہتا ہوں کہ اس محقق نے اب یہ بھی
 دکھلادیا کہ میرسل حدیث ابن عباس کی اسکا سلسلہ ابن مسعود تک پہنچتا ہے جو ضرور
 حاضر واقعہ تھے اب بقدر روایتیں ابن عباس سے بخوبی اور ابو نعیم اور قاضی عیاض
 اور ابن جوزی اور ابو مسعود عمادی اور سیوطی الغرض آٹھ نو محدثین کے ہمنے پائے ہیں
 کسی میں یہ مضمون نہیں ہے کہ ابن عباس نے خود یہ واقعہ دیکھا ہے فقط بیان واقعہ البتہ
 مذکور ہے اور سب بطور مرسل کے ہیں کہ حاضرین واقعہ سے سکر حمل روایت ابن عباس
 نے کیا ہے اور یہ طریقہ جائز ہے وقوعہ شیعہ ابن عباس سے ایک روایت ابو نعیم
 نے دلائل اور فضائل میں وارد کی ہے۔ ان الفاظ انشق فصار قمرین یعنی چاند شق ہو کر ایک چاند
 کے دو چاند ہو گئے اگر کسی کو شیعہ ہو کہ چاند کے برابر دو کر کے ہونے تمام روایات میں وارد ہے اور اگر
 چاند ہو گئے تو کیا دوسرا چاند پیدا ہوا اور شق قمر نہیں ہوا یہ اختلاف بیانی کیسی اسکا جواب ہے کہ لغت عربیہ
 اہل عرب تیسری شب تک تو چاند کو ہلال کہتے ہیں اور چوتھی شب سے تیرہ صویں شب تک قمر

کہتے ہیں اور چودھویں شب کو بد کہتے ہیں پندرہویں شب سے تا ایام محاق پھر قر کہتے ہیں
پس جب پورے چاند یعنی بدر کے دو ٹکڑے برابر ہو گئے اور ہر ایک ٹکڑا برابر اس حصہ کے
تھا جو ساتویں شب کو آدھا چاند ہوتا ہے اب ہر ایک ٹکڑے کو نہ بلال کہہ سکتے ہیں اور نہ ہر
ایک کو بدر کہنا درست ہے بلکہ ہر ایک کو ٹکڑا کہنا ہی عرب کی زبان ہے جو ابن عباس نے فرمایا
کہ بدر کے دو ٹکڑے گئے اور کسی طرح کا اعتراض اس پر وارد نہ ہو گیا۔ واللہ اعلم۔ والتوسیق
انہیں ابن عباس سے جو روایت رسالہ دفع الشقاق میں نقل کی ہے اس میں اس نام کا ذکر
اور مروجین واقعہ الشقاق کے بھی درج ہیں اور یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ حضرت رسول خدا
صلعم نے ابوسلمہ بن اسد اور ارقم بن ارقم سے پکار کر فرمایا کہ تم لوگ اس حجرہ پر گواہ رہنا اور
درمختار میں جو روایت ابن عباس سے منقول ہے اس میں یوں روایت ہے کہ جب اہل مکہ
درخواست حجرہ ہذا کرنے آئے حضرت جبریل نازل ہوئے اور عرض کی یا نبی اللہ ان کفار سے
کہہ دیجئے آج کی رات کو آئیں اور حجرہ دیکھیں حضرت جبریل کے مقابلہ میں حضور نے اسی
چودھویں شب انکو بلایا اور وہ سب آئے اور چاند کو شق فرمایا (بعد چلے جانے حضرت جبریل
کے جبکہ ظاہر روایت ہے) یہ دو روایتیں ابن عباس کی مطابق روایات مرویہ طریق
اہلبیت علیہم السلام سے ہیں شمار دس آدمیوں کا نام بنام انہوں نے کیا ہے۔ اور جناب امام
جعفر صادق نے چودہ شخص اصحاب عقبہ سے ارشاد فرمایا بروایت قمی رح اور نزول جبریل
کی بھی مطابقت اسی روایت جناب جعفر صادق سے ہوتی ہے اب اہلسنت اور شیعہ دونوں
کے طریق سے یہ مضمون متحد ہو گیا جس پر اطلال عجمی و ہمدانی الہی اور اسکے خاص حاملان علوم
کی اور کسی کو نہیں ہو سکتی ہے اور اب مجھے ایسا گمان ہے کہ یہ تفصیل اور تحقیق واقعہ
ابن عباس نے اپنے استاد علی ابن ابی طالب سے پائی ہوگی اس لئے کہ ابن مسعود کی اور دیگر
روایات مندرجہ کتب اہلسنت کسی میں یہ توضیح نہیں ہے پس قسطلانی کو جو روایت ملی ہے
کہ ابن عباس نے محل روایت ابن مسعود سے کیا ہے وہ بھی درست ہے اور ہماری تجویز کہ
جناب ابیہر سے ابن عباس نے محل روایت کیا ہے۔ وہ بھی درست ہے واللہ اعلم حسن

الاتفاق دوسرے صحابی انس ابن مالک بھی حجرہ شوق قمر کے راوی ہیں ان سے فقط قتادہ بن دعامہ نے جو تابعین ہیں سے ہیں روایت کی اور انس نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ میں نے شوق قمر کو خود دیکھا ہے بخاری میں دو روایتیں انس سے منقول ہیں پہلی روایت عن سعید ابن عمرو بن قتادہ عن انس ابن مالک ان اصل مکہ سالو الرسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ ان یو لیسحرا یۃ فامر اصحاب القمر شقیۃ حتی مراد احراء بنی صما۔ یعنی سعید بن عمرو بن قتادہ سے اور قتادہ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں انس نے کہا اہل مکہ نے درخواست کی جناب رسول خدا صلعم سے کہ ان کو کوئی معجزہ دکھانا چاہتے ہیں حضرت نے چاند دو ٹکڑے کر کے انکو دکھلایا اس طرح کہ ہر ایک کو بیچ میں دو ٹکڑوں کے انہوں نے دیکھا اور دوسری روایت بخاری میں انس سے بطریق یونس وارو ہے اور بقول قسطلانی صحیح مسلم اور مصنف عبدالرزاق اور مسند احمد اور مسند اسحق میں بھی ہے مگر اس میں دو مرتبہ شوق قمر دکھلانا درج ہے خیر اب قسطلانی حدیث اول کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل صحابہ سے ہے اسلئے کہ انس نے یہ معجزہ چشم خود گز نہیں دیکھا اور دوسری روایت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ انس حاضر اس واقعہ میں نہ تھے اسلئے کہ ان کا سن اسوقت چار یا پانچ سال کا ہوگا اور مدینہ میں تھے اور ملا علی قادری بھی شرح شفا میں انس کی غیر موجودگی واقعہ شوق القمر میں لکھتے ہیں پھر جب حدیثیں اہل اسلام خود لکھ رہے ہیں اب کونسی جگہ شبہ کی اور کونسا اعتراض انس کی روایت پر باقی رہا تیسرے صحابہ عبد اللہ ابن عمر ان سے مجاہد نے روایت کی ہے اور یہ مجاہد مشہور تابعین سے ہیں اور چونکہ انہوں نے عبد اللہ ابن مسعود اور عبد اللہ ابن عمرو دونوں سے شوق القمر کی روایت کی ہے عبد اللہ بن مسعود کی روایت بمنہ بخاری سے اوپر لکھ دی اور عبد اللہ بن عمر سے مجاہد کی روایت صحیح ترمذی میں یہ ہے وعن بن عمر قل افعلق القمر علی عہد رسول اللہ صلعم فقال اشہد و اچاند شوق ہو گیا بزمانہ رسول خدا صلعم تب اپنے فرمایا کہ دیکھو گواہ رہو تم یا شکوفہ یہ لفظ الفلق کی جو حدیث ترمذی میں ہے

جسکے معنی شوق ہو جانے کے اہل لغت لکھ رہے ہیں ایک صاحب کو یہ سوجھی سورۃ قمر کے
 لفظ انشق القمر کے معنی یوں ترائے کہ شوق قمر نہیں ہوا بلکہ صفائی چاندنی کے چاند سے
 جاتی رہی جیسے صبح کا سپیدہ پھیلتا ہے اس تاویل کو مسطلابی شارح بخاری نقل کر کے
 اسکو رد کرتے ہیں اسلئے محض لنو اور بے سند یہ تاویل ہے اور عرض اس شخص کی فقط شبہ
 و لانا وقوع مجرہ پر ہے دفع مغالطہ یہ جو سیال نے اعتراض کیا ہے کہ جو لوگ ابھی پیدا ہوئے
 تھے وہ شوق قمر کے روز اپنی موجودگی غلط بیان کرتے ہیں مجھے بڑا تعجب یہی تھا کہ ہم اہل اسلام
 تو نقل معجزات میں پوری احتیاط کرتے ہیں آخر اس اعتراض کا ماخذ کیا ہے اب ایک روایت
 شفاء قاضی عیاض کی ملی۔ وفی رواۃ مجاہد ونحن مع النبی صلعم یعنی مجاہد کی
 روایت میں ہے کہ ہم ہمراہ نبی کے تھے مجاہد چونکہ تابعین میں سے ہیں انہوں نے خود رسول
 صلعم کو نہیں پایا پھر ان کا ہمراہ نبی صلعم کے ہونا بروز شوق قمر کیونکر صحیح ہوگا مگر چونکہ مجاہد نے
 عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عمر دونوں سے روایت کی ہے لہذا شاید ہمارے معزز سیال
 کو عبد اللہ بن عمر کی روایت پر شبہ ہوا اسلئے کہ عبد اللہ بن عمر دوسرے خواہ تمیرے برس
 مبعوث کے پیدا ہوئے ہیں کیونکہ بروز واقعہ جنگ بدر بقول ابن حجر تقریب میں چودہ برس
 کے تھے پس اگر واقعہ انشقاق سال نہیم میں ہوا دو برس کے ہونگے اور اگر سال ہشتم
 میں ہو پانچ برس کے ہونگے پس یہ شبہ ہمارے معزز سیال کو عبد اللہ کے اشتراک اسم سے
 ہوا ہے اب معلوم کرنا چاہیے کہ عبد اللہ ابن عمر کی روایت میں یہ لفظ کہ ہم ہمراہ نبی کے تھے
 نہیں وارد ہے بلکہ عبد اللہ بن مسعود کی روایت میں مجاہد کے طریق سے وارد ہے جیسا کہ
 پہلے نقل کیا ہے اور قاضی عیاض نے خود کہہ دیا ہے کہ روایت مجاہد میں جو وارد ہے کہ ہم
 ہمراہ نبی کے تھے اور بعض طرق اعمش سے وارد ہے کہ منی میں تھے پس یہ دونوں نقل
 ابن مسعود کی ہیں اور ملا علی قاری نے بھی شرح شفاء میں تصریح کر دی ہے کہ روایت مجاہد
 کی جو ابن مسعود سے ہے اسی میں انکی موجودگی ہمراہ نبی کے وارد ہے اور یہی مراد مجاہد کی
 ہے پس یہ شبہ کہ جو لوگ ابھی پیدا ہوئے تھے خواہ دو برس کے تھے اسکا جواب تفصیلی تو

بجاء ایسی عمدگی سے ہو گیا جیسا کہ اہل اسلام کا سچا دین ہے اور چونکہ یہ شہرہ روایات
اہلسنت پر تھا لہذا بہکوزیادہ اہتمام کتب کے دیکھنے میں کرنا پڑا اور اخیر لکھ کر ہلکو پوری
کامیابی ہوئی فقط افسوس فکریہ ادا کرتے ہیں اُن علماء اسلام کا جنہوں نے نقل روایات
کی کمرنگی ہماری بلکہ اسلام کی تائید فرمائی جسکی وجہ سے ہم روشنیات پر قادر ہوئے اور آٹھ
ماہ کی محنت ہماری پوری ہوئی شیعہوں کے طریق سے روایات معجزہ شوق قمر
کے واقع ہوئے پر جب اہلسنت کے طریق روایات وقوع معجزہ ہذا کو ہم لکھ چکے ہیں
یعنی یہ معجزہ ہو چکا ہے اب مذہب شیعہ کی روایات کو لکھ کر جو ضروری ہیں اُن کو سمجھائیں واضح
ہو کہ شیعہ مذہب کے کسی عالم نے اور نہ کسی محدث نے شوق القمر کے معجزہ کا انکار خواہ تفسیر
سورۃ قمر کے آیات میں کوئی تاویل کی ہے اور جب قدر ایسی احادیث حضرات ائمہ ظاہری
سے منقول ہیں کہ توضیح اور تفصیل یہ معجزہ اُن میں وارد ہے اب انکو ہم لکھتے ہیں تاکہ
دونو مذہب کی روایات باہم متعارض نہ اور قوی ہو جائیں یہ بات ضرور سمجھنے کی ہے چونکہ یہ
معجزہ از قسم مشاہدات واقع ہوا ہے اُسکے بیان میں روایات سے اثبات امور مندرجہ ذیل
کی ضرورت ہے (۱) اسوجہ سے واقع ہوا رہا کس وقت واقع ہوا اور کس تاریخ میں اور کس
سال میں (۲) صورت کیسی نظر آئی رہی کہاں کہاں سے نظر آئی (۳) کتنی دیر تک باقی رہا
(۴) درخواست کنندہ اس معجزہ کے کون کون لوگ تھے اور کتنے تھے (۵) خود حضرت معجزنا
اسوقت کس جگہ پر تھے (۶) بعد ظہور اس معجزہ کے اثر اسکا ناظرین پر کیا ہوا (۷) ایک
مرتبہ معجزہ نمانی کی بعد پھر دوبارہ کسی شتم کی درخواست منکرین نے اُسی وقت کی یا نہیں
دیا خدا کا حکم اس معجزہ نمانی پر ہمارے نبی کو آیا تھا یا نہیں اور کون لایا تھا یہ دس باتیں ضروری
اس معجزہ کی بیان کرتے ہیں اُن میں دو تین باتیں اہلسنت کی روایات سے معلوم ہوئیں
خاص کر ابن عباس کی روایت مندرجہ درمنثور سے اور کل دس کی دس یہ روایات ائمہ
ظاہرین سے دریافت ہوئیں اب جو فرو گذاشت اہلسنت کی روایات میں تھے اسکی تلافی
بھی احادیث اہل بیت سے ہو گئی۔ پہلی روایت بجا میں مناقب سے وارد ہے

اجتمع المفسرون والمحدثون سوى عطاء الحسن والبلخي في قوله تعالى
اقتربت الساعة وانشق القمر اية اجتمع المشركون بمكة فذهبوا الى
البلخي فقالوا ان كنت صادقاً فاشق لنا القمر فزقتين قال من فعلت توذنون
قالوا نعم فابشار اليه باصبعه فانشق شقتين راى حراء بين فلقته
وفي رواية نصفاً على ابي قبيس ونصفاً على قبيصان وفي رواية
نصفاً على الصفا ونصفاً على الصروة فقال من اشهدك الشمس واقبال
ناس سحرنا محمد فقال رجل الا كان سحر كوفلم يسحر الناس كلهم وكان
ذلك قبل الهجرة وفي قديم ما بين الحصر الى الليل وهم يظنون
اليه ويقولون نسحر مستم فزل وان يد واليه يعرضوا الايات وفي رواية
انه قد والسفار من كل وجه فها قد من احد الا اخبرهم انهم
سراوا اشتل قاس واثم حجة مفسرين اور محدثين كا جماع في سوائ عطاء اور
حسن بصري اور بلخي کے تفسیر میں ایتہ۔ اقتربت الساعة وانشق القمر کے
یعنی سبب نزول اس آیت کا یہ ہے کہ مشرکین مکہ میں ایک مرتبہ شب چہار دم
(دو گجہ) کو خدمت خباب رسول صلعم کے آئے اور کہنے لگے اگر تم دعویٰ نبوت میں
سچے ہو تو چاند کو ہمارے واسطے دو ٹکڑے کر دو حضرت نے فرمایا اگر میں ایسا کروں
ایمان لاؤ گے مشرکین نے کہا کہ ہاں حضرت نے انگشت مبارک سے اشارہ کیا
اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا اس طرح سے کہ ہر پہاڑ دو ٹکڑوں کے بیچ میں نظر آیا اور
ایک روایت یہ ہے کہ آدھا چاند کوہ البقیس پر اور آدھا قبیصان پہاڑ پر نظر آیا
(جب کائنات البقیس کی طرف ہے بقول صاحب قاموس اور تیسری روایت میں ہے
آدھا چاند صفا پر اور آدھا مروہ پر نظر آیا حضرت رسالت نے فرمایا کہ تم گواہ ہو چکے ہو
میں نے انہیں مشرکین میں سے یہ کہا کہ ہم پر محمد صلعم نے جادو کیا ہے ایک آدمی یوں کہنے لگا
اگر ہمیر جادو کیا تمام آدمی حاضر اور غیر حاضر سے تو جادو نہ کیا ہوگا اور یہ واقعہ محبت

سے پہلے واقع ہوا اور اتنی دیر تک چاند کے دو ٹکڑے باقی رہے جتنا زمانہ منکھام
عصر سے شب تک ہوتا ہے اور وہ سب چاند کے دو ٹکڑوں کو دیکھ رہے تھے اور
کہتے تھے کہ یہ جادو یا بیدار ہے اُنکے اسی کہنے پر یہ آیات نازل ہوتے ہیں کہ اگر کوئی شخص
یہ لوگ دیکھتے ہیں کہتے ہیں کہ جادو ہے اور ایک روایت میں واروہی سفر کے لوگ
ہر طرف سے آئے اور جو آیا اس نے بھی کہا کہ ہمارے اسی طرح چاند کو دو ٹکڑے دیکھا جس
طرح کہ میں لوگوں نے دیکھا ترجمہ ہو چکا اور یہ بھی یاد رہے کہ اجماع کا دعویٰ جو فرمایا ہے
باوجودیکہ میں اشخاص مختلف اجماع بھی ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ مذہب شیعہ میں معلوم نسبت
خروج مخرج اجماع نہیں ہوتا ہے اسلئے کہ اجماع فی نفسہ محبت نہیں ہے بلکہ مظنہ و خیال معصوم
ہے میں کہتا ہوں یہ روایت مجموعہ چند روایات کا ہے اور اکثر حالات اس میں تفصیل
مذکور ہیں پہلے وقت ظہور معجزہ کہ رات تھی دن نہ تھا دوسری تاریخ جو دعویٰ شب
تیسرے اختلاف منظر یعنی مختلف لوگوں کو مختلف جگہ سے نظر آیا اور یہ امر ضروری
ہے اسلئے کہ جو شخص جس مقام پر ہوتا ہے چاند اُسکو اُسی موقع پر نظر آتا ہے جو ایسی جگہ
خاص ہوتی ہے چنانچہ اسکو ہم جواب شبہہ ۱۶ میں آئندہ مفصل لکھینگے جو بھی نصیر
اس روایت جابر بن مطعم کے جو محل طور سے وارد ہوئی ہے کہ اُس پہاڑ پر نظر آیا
پانچویں زمانہ تھانے سے جو کہ کسی روایت میں منجملہ روایات مذکورہ بالا نظر سے نہیں
گزر اور یہ زمانہ عصر سے ابتدائی شب تک اگر اُس سے آخر وقت عصر سے اول شب تک یہی مراد
ہو یعنی چار گھنٹہ نماز عصر کا زمانہ غروب ہی میں جبے باقی رہے تا غروب شرعی جو اول وقت مغرب ہے
اور افطار صوم کا بھی وہی وقت ہے جب بھی کہ منظر کے افسانے سے ۲۵ منٹ سے کم نہ ہوگا
اور توضیح اسی امتداد زمانہ سے یہ بھی فائدہ ہوا کہ جن روایات میں دو مرتبہ اشتقاق
دیکھنے کا بیان ہوا ہے وہ بھی صحیح ہے چھٹے سبب نزول سورہ قمر اور خاص کر اس
آیت کا جس میں جادو کہنا کفار کا واروہی ہے وہ بھی مفصل ارشاد فرمایا جسکی نسبت نہ جاج
نے کہا ہے و فی ہذا دلالة علی ان ذلک قد کلان وقع۔ یعنی اس آیت کو پوری

والالت ہے کہ یہ معجزہ ہو چکا ہے جب تو خدا نے فرمایا کہ اگر دیکھتے ہیں کوئی معجزہ
 اُسکو پائدار جاو و تہلاتے ہیں اب یہ تجویز عقلی زجاج کی نقلی دلیل سے مطابق ہو گئی
 ساتویں سال وقوع تھینا یعنی قبل ہجرت یہ معجزہ واقع ہوا یہ ساتوں امور ضروری
 تو اسی روایت سے معلوم ہوئے اس سے زیادہ توضیح دوسری روایت میں دیکھو
 دوسری روایت تفسیر علی بن ابراہیم فی رحمہ میں یونس سے یوں منقول ہے قال
 قال ابو عبد اللہ ۴ اجتمع امریۃ عشیرہ رجلا من اصحاب العقبہ لیلۃ اربعۃ
 عشر من ذی الحجۃ فقالوا للنبی صلعم ما من نبی الا ولہ ایتۃ فما ایتک فی
 لیلک هذه فقال النبی صلعم ما الذی تویدون فقالوا ان یتک لک
 عند اللہ قدر فامر القمر ان ینقطع قطعین فصیط جبریل ۵ فقال
 یا محمد صلعم ان اللہ یتقرنک السلا و یقول لک انی امرت کل شیء
 بطاعتک فمر اسہ فامر القمر ان ینقطع قطعین فانقطع قطعین
 فحمد النبی صلعم شکرا و سجد شیعتنا شکرہ فمر اسہ و رفعوا راسہ و سجدوا
 لولہ و کما کان فعاذ لہم قالوا ینشق راسہ فامرہ فانشق فحمد النبی صلعم شکرا
 و سجد شیعتنا فکالوا یا محمد مبین تقدیر اسفارنا من الشاہد الیمین
 فنسئلہم ما راوا فی هذه اللیلۃ فان یکنون اراوا مثل ما راا یمنا علمنا
 انه من ربک وان لم یروا مثل ما راا یمنا علمنا انه لسحر و سحرنا فانزل اللہ
 اقتربت الساعۃ الی اخو السورۃ ترجمہ یونس کہتے ہیں مجھ سے جناب صادق
 نے فرمایا کہ جو وہ اشخاص اصحاب عقبہ میں سے جمع ہو کر ذی الحجہ کی چودھویں شب میں آئے
 اور جناب رسالت سے کہنے لگے کوئی نبی ایسا نہیں آیا ہے مگر اُسکو خدا نے کوئی
 معجزہ ذیل اسکی نبوت پر ضرور دیا ہے آپکے پاس آج کی شب کیا نبوت ہے اپنی نبوت
 کا حضرت نے فرمایا کیا چیز تم چاہتے ہو وہ لوگ بولے اگر آپکی کچھ قدر اور منزلت پیش
 خدا ہے چاہے کو حکم دیجئے کہ دو ٹکڑے ہو جائے اُسی وقت جبریل نازل ہوئے اور

کہنے لگے خدا ہے پاک کیونکہ تحفہ سلام بھیج کر یہ فرماتا ہے مجھے ہر شے کو تمہاری اطاعت
 کا حکم دیا ہے یہ ارشاد الہی شکر حضرت نے سراور پڑھایا اور چاند کو حکم دیا دو ٹکڑے
 ہو جائے ہیں فوراً ہو گیا حضرت نے سجدۂ شکر ادا فرمایا اور ہمارے پیرو یا ایمان جتنے
 اس وقت حاضر تھے ان سبھوں نے بھی سجدۂ شکر ادا کیا۔ پھر حضرت نے سر اٹھایا اب
 اصحاب عقبہ نے کہا حکم دیجئے کہ چاند پھر جیسا تھا ویسا ہی ہو جائے جب ہو گیا
 اب انہوں نے کہا کہ چاند کا سراشت ہو جائے حضرت کے حکم سے یہ بھی ہوا پھر وہ
 بارہ حضرت نے مع گروہ مؤمنین کے سجدۂ کیا اب وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے قوم
 اور قبیلہ کے لوگ شام اور یمن کو گئے ہیں وہ آئیں اُن سے ہم پوچھنے کے اگر انہوں نے
 بھی اس طرح شوق فرو کیا ہے ہم کو یقین ہوگا کہ قدرت نہایت تمہارے خدا کی ہے اور
 اگر انہوں نے انکار کیا تو یہ آپ کا جادو ہے جو ہم پر چلا ہے تب خدا نے سورۂ قمر نازل کیا
 اور فرمایا اقترمت الساعة الخ میں کہتا ہوں اس حدیث مقدس میں چند فوائد
 عظیمہ ایسے ارشاد فرماتے جن سے پوری اصلیت اس قصہ کی معلوم ہو سکتی ہے پہلا
 فائدہ اصحاب عقبہ کی درخواست اور یہی لوگ وہ ہیں جنکے قبول اسلام سے اسلام کو
 قوت شروع ہوئی اور اپنی رغبت سے بدول لڑائی جھگڑے کے مسلمان ہوتے
 پہلے سال چھ آدمی اور پھر بارہ آدمی پھر ستر آدمی مشرف باسلام ہوتے اور عقبہ بقول
 قسطلانی منی میں واقع ہے بخاری نے ایک روایت معاویہ بن رفاعہ بن رافع سے
 جو لکھی ہے اس میں کہتے ہیں کان رفاعۃ من اهل بدر۔ رفاعہ اصحاب
 بدر سے تھے وکان رافع من اهل العقبہ اور رافع اصحاب عقبہ سے تھے
 جو منی میں ہے اور بدر رافع منجد چھ یا بارہ یا ستر آدمیوں کے ہیں جنہوں نے قبل مجرب
 آپ کے بیعت کی تھی رافع اپنے فرزند رفاعہ سے براہ فخر کہتے تھے ہائستری اتی
 شہادت بدر ابا عقبہ مجھے اسی کے خوشے ہے کہ میں حضوری عقبہ کی وجہ
 سے گویا بدر میں حاضر ہو چکا مراد اسکی تعظیم شان عقبہ ہے کہ وہ بیعت مشاقت

اسلام ہوئی اور سب ہجرت ہوئی اگر معیت عقبہ نہ ہوتی تو واقعہ بدر بھی نہ ہوتا یہ خاصہ روایت اور شرح قسطلانی کا ہے بہر حال یہ چودہ اشخاص بطاہر اس معجزہ کی درجہ ثابت کرنے میں محض مخالفانہ طور سے نہیں آئے تھے اور جن لوگوں کے نام درمنشور میں تروتا ابن عباس وارد ہیں اگر وہ لوگ بھی اصحاب عقبہ سے تھے فہما در نہ وہ محض معایت سے آئے ہونگے اسلئے کہ آئندہ جو حدیث مذکور ہوگی اس سے بخوبی ظاہر ہوگا کہ اس شہد تمام کفار مکہ کی چڑھائی تھی کہ حضرت سے کوئی بڑا معجزہ طلب کریں یا آپ کا معالوتہ سائر ہونا ثابت ہو جائے تفسیر صافی میں اس روایت میں اصحاب عقبہ کے لفظ ہونے سے کچھ تردد اسکی صحبت میں درج ہوا شاید مصنف رحم کو اصحاب عقبہ کا قصہ اسوقت یاد نہ ہو دوسرا فائدہ نصیرح ماہ ذی الحجہ کی ہے یعنی یہ معجزہ چودھویں شب ذی الحجہ واقع ہوا اور یہ نصیرح جہانک مجھے روایات ملے ہیں کسی میں نہیں تھے بجز اس حدیث کے تیسرا فائدہ نزول جبریل اگرچہ درمنشور کی روایت ابن عباس میں ہم اوپر لکھ چکے مگر وہ داب اور آداب جو اس حدیث میں درج ہے وہ اس میں نہیں ہے جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ معجزہ ثانی بدون حکم خدا کے انبیا نہیں کر سکتے تھے چوتھا فائدہ دو مرتبہ چاند کا شوق ہونا جو مجملار وایات اہلسنت میں بھی وارد ہے چنانچہ ابن عباس اور ابن مسعود کی روایت جو تفسیر تلبیاں اور درمنشور اور معالم التنزیل لغوی اور شفا فی قاضی عیاض اور مواہب اور بقول قسطلانی صحیح مسلم اور مصنف عبد الرزاق اور مسند احمد اور مسند اسحق ان سب میں لفظ مرتین کی موجود ہے جسکے ظاہری معنی یہ ہیں کہ دو مرتبہ یہ معجزہ ہوا اگرچہ ابن حجر نے مرتین کی تاویل تا درست دو گھنٹوں سے کی ہے بہر حال اس حدیث سے دو مرتبہ شوق ہونے کی پوری کیفیت معلوم ہو گئی اور جو اجمال ان روایات میں تھا اسکی پوری تفصیل گویا جناب صادق نے فرمادی یا سچواں فائدہ سجدہ شکر بحالانا حضرت کا دونوں مرتبہ جب شوق قمر خدا نے کر دیا یہ مضمون بھی خاص اسی حدیث سے ہے اور کیسا سچا اور صحیح ہے اسلئے کہ یہ معجزہ جسکو ام المہجرات

کہنا ضرور ہے کہ یہودی دلیل ہمارے نبی کی فضیلت پر حملہ انبیاء کے ہے پس ضرور ہے
 کہ یہودی نے مع حضارہ یونین کے سجدہ شکر ادا فرمایا ہو یہ بھی یاد رہے کہ چونکہ اس معجزہ
 کے واقع ہونے سے تصدیق حملہ انبیاء کی دوبارہ ضروری آثار قیامت ہو گئی اور حشر
 و نشر اور عذاب و ثواب کا ہونا جو خاص نتیجہ بعثت انبیاء کا ہے اسکی بھی تصدیق ہو گئی
 لہذا سجدہ شکر بحالانا حضرت کا اپنے اور حملہ انبیاء کی سچائی ثابت ہونے کی وجہ سے
 ضروری فعل تھا جسکو آپ بحالائے یسری روایت خراج میں وارد من معجزات
 البنی صلعم انہ کان لیلة جالساً فی الجحہ و کان قنیش فی مجالسہا ایتسارہ
 فقال بعضهم لبعض قد اعبانا امر محمد فما قنیشی ما نقول فیہ فقال
 بعضهم قوما انما جہمنا الیہ نسالہ ان یرینا ایتہ من السماء فان السحر
 قد یكون فی الارض ولا یكون فی السماء فصاروا الیہ فقالوا یا محمد ان لہم
 یکن هذا الذی قری صدک سحران فان ایتہ فی السماء فان السحر لا یستمر
 فی السماء کما یستمر فی الارض فقال ملہم السحر ترون هذا القمر فی تمامہ
 لا یربع عشرۃ فقالوا بلی فقال افتحبون ان یکون الایۃ من قبلہ ومن جہتہ
 قالوا قد اعبنا ذلک فامشرا الیہ باصبعہ فانشق فبنصفین فوق نصفہ علی
 ظہر الکعبۃ ونصفہ الآخر علی جبل البوقبیس وہم ینظرون الیہ فقال
 بعضهم فردہ الی مکانہ فادھی بیدہ الی النصف الذی کان علی جبل البوقبیس
 فقبیس نظاراً جمیعاً فالیقین فی الهواء فصاروا سعداً و استقر القمر علی
 مکانہ علی ما کان فقالوا قوما فقد استمر سحر محمد فی السماء و الارض
 فانزل اللہ اقتربت الساعۃ و انشق القمر و ان یرو الیہ بعضہ او یقولوا
 سحر مستمر ترجمہ بعض معجزات سے نبی صلعم کے یہ بھی معجزہ ہے کہ ایک شب کو
 حضور مجرب یعنی وہ مقام جو خانہ کعبہ کے چھیم اور اتر اندرون خطیم یعنی دیوار بیرونی
 کے واقع ہے میں بیٹھے تھے اور قریش اپنی اپنی بیٹھیک اور شیشے لگا ہوں میں قصد

اور کہانی کرنے میں مشغول تھے۔ اتنے میں بعض لوگوں نے بعض سے کہا کہ حجر صلعم کے دعویٰ نبوت اور اظہار خوارق عادات نے ہم کو تھکا دیا اب ہم کو کچھ نہیں ہو جتنا کہ آخر کیا ان سے کہیں (اور کب تک انکار کرتے ہیں) تب بعض لوگوں نے آپس میں یہ کہا کہ چلو آج بسکے سب اُسے درخواست کریں کہ ہم کو کوئی معجزہ آسمانی دکھلائیں اسلئے جادو زمین کی چیزوں پر تو کبھی چل جاتا ہے اور آسمانی چیزوں پر نہیں چلتا یہ کہہ کر سب انکار حضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے اے محمد صلعم اگر یہ خوارق عادات جو تم سے صادر ہوتے ہوتے ہم دیکھ رہے ہیں از قسم سحر نہیں ہیں تو ہم کو کوئی معجزہ آسمانی دکھلا دو اسلئے کہ جادو آسمان پر نہیں چلتا ہے جیسا کہ زمین پر چلتا ہے حضرت نے فرمایا کیا تم یہ پورا چاند چودھویں شب کا نہیں دیکھ رہے ہو پتھروں کے کہا کہ ہاں دیکھ رہے ہیں حضرت نے فرمایا تم کو پسند ہے کہ وہ معجزہ اسی چاند پر واقع ہو وہ کہنے لگے ہمنے اسی کو پسند کیا۔ حضرت نے انگلی سے اشارہ کیا اور چاند اُدھا ہو گیا ایک نصف تو پشت خانہ کعبہ پر ڈیورب اور جنوب کی طرف (اور دوسرا نصف کوہ اوقیس پر جو پورب اور وکھس طرف خانہ کعبہ سے واقع ہے) اور وہ سب چاند کو اسی حالت پر دیکھ رہے تھے۔ پھر بعض لوگوں نے کہا کہ اب چاند کو اپنی جگہ پر پھیر دیجئے حضرت نے اشارہ دست مبارک سے فرمایا اسی ٹکڑے کی طرف جو اوقیس پر پڑا تھا آقا اب دو نو ٹکڑے اڑے اور ہوا میں ٹکڑا ایک جسم ہو گئے اور چاند اپنی جگہ اصلی پر جو مناسب اُس وقت اور اُسی مکان کے تھے جہاں سے یہ لوگ دیکھ رہے تھے، جیسا تھا ویسا ہی ٹھہر گیا اب سب کہنے لگے چلو اٹھ کھڑے ہو محمد صلعم کا جادو آسمان اور زمین دونوں پر چل گیا پس نازل کیا خدا نے سورہ قمر کی وہ آیتیں جو اس قصہ پر مجملہ و دلالت کرتی ہیں میں کہتا ہوں اس روایت سے بھی چند فوائد عظیمہ حاصل ہوئے پہلا فائدہ حضرت کا مقام حجر میں ہونا جو شمال اور مغرب خانہ کعبہ کے ہے اور چاند کا مطلع جنوبی شرقی اُس روز تھا چنانچہ ہم جواب شبہ (۱۷) اور (۱۸) میں پورا ثبوت اسکا دینگے اسی تصریح مقام حجر سے جملہ روایات اہلسنت اور شیعہ کی تصدیق ہو گئی جو اختلاف منظر دیکھنے والوں کے بارے میں وارد ہیں دوسرا فائدہ یہ بھی اسی روایت سے معلوم ہوا کہ اُس

شب کو تمام شہر کے کفار جا بجا سے معجزہ طلب کرنے آئے تھے اور آگے پیچھے آنا مختلف لوگوں کا
 ایسا وجہ سے مختلف واقعات بھی درج روایات ہوئے ہیں اسکو بھی جواب شبہ ۱۰ میں اچھی
 طرح سے لکھینگے۔ تیسرا فائدہ یہ بھی اسی روایت سے ظاہر ہوا کہ قبل اظہار معجزہ شوقِ قرآن
 کے اسقدر معجزات حضرت نے ظاہر فرمائے تھے کہ اب کفار کو چارہ انکار نہ رہا تھا اور ضرور کچھ
 لوگ مشرفِ اسلام ہو چکے ہونگے جنکی نسبت روایت دوم میں جناب صادق نے فرمایا ہے
 کہ ہمارے شیعہ یعنی پیرو بھی سجدہ شکر بجالائے پس یہ روایت مصدقِ حدیث مذکور بھی ہے
 چونکہ فائدہ اشارہ انکشت سے چاند کا شوق ہو جانا جیسا کہ مشہور ہے اسکی بھی تصریح
 اسی روایت میں ہو گئی جیسے روایت مناقب سے گذر چکی ہے پانچواں فائدہ سحر مستمر
 کی لفظ جو قرآن مجید میں ہے گویا نقل قول کفار ہے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوا اب
 وہی معنی سحر مستمر کے آیات قرآنی میں لینے مناسب ہیں جن معنوں سے کفار نے کہا تھا کہ سحر
 آسمان پر نہیں چلتا ہے پس اختلافِ مفسرین اس لفظ کے معنوں میں ضروری نہ آوے اور
 وقوعِ معجزہ پر یہی دلیل بھی ہو گئی یہی تین روایات محدث عصمت و طہارت کے
 اس معجزہ کی نسبت کافی ہیں اگرچہ روایات وقوعِ شوقِ قرآن بہت سے ہیں مگر ہم نے اہلسنت
 کی وہ روایات جن میں غلط فہمی سے کچھ شبہات عوام کو ہوتے تھے انہیں کو لکھا۔ اور
 اہلسنت کی یہی تین روایتیں نقل کیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ حاملانِ اسرار نبوت اور معادانِ
 علم الہی کے بیان میں اور دیگر اشخاص کے بیان میں کیا فرق ہے جواب شبہات۔ اب
 تمہیدی تقریر کے بعد ہر ایک شبہ کا جواب بطور اختصار کے مکرر لکھتا ہوں اگرچہ ضمن میں تمہید
 جی کے کل شبہات کا مفصل جواب ہو چکا ہے مگر شاید بوجہ طوالت کے ہر ایک ناظر کتاب ہذا
 کو اطمینان نہ ہو پہلا شبہ کہ قرآن مجید سے اس معجزہ کا ثبوت نہیں ہے اسکا جواب یہ ہے
 کہ پورا ثبوت قرآن سے اسکا ہم لکھ چکے اور تین علمائے اسلام کا اختلاف کرنا اسکی غلطی بھی
 نہایت کر چکے دوسرا شبہ جو لوگ ابھی پیدا بھی ہوئے تھے وہ اپنی چشم دید اس معجزہ کو
 کہتے ہیں اسکا جواب یہ ہے ہرگز کوئی روایت اہل اسلام کی ایسی نہیں ہے جس میں چشم دید

اس راوی کے منقول ہو جو حاضر موقع نہ تھا یا پیدا نہ ہوا تھا چنانچہ اسکی تفصیل تمہید میں
 گذر چکی تیسرا شبہہ کوئی راوی چشم دید اس معجزہ کا وقوع شب کو بتلاتا ہے اور کوئی دن کو
 کہتا ہے جواب سورہ قمر میں جس معجزہ کا بیان ہے اسکی نسبت کوئی روایت اہل اسلام
 کی ایسی نہیں ہے کہ دن کو واقع ہوا بلکہ بالاتفاق سب کا یہی عقیدہ ہے کہ شب کو ہوا
 اور چودھویں شب ذیحجہ تھی ہاں واشنگٹن صاحب نے سیر محمدی میں جو قصہ نقل کیا ہے
 چنانچہ ہم نے باب چودہ میں لکھا ہے وہ واقعہ دکھائے مگر ہلکوا اسلامی تاریخ سے آج تک اسکا
 پتہ نہیں ملے اگر صاحب موصوف نے براہ نیک نیتی لکھا ہے تو ہم مسلمانوں کو ایک دوسرا
 معجزہ اپنے نبی کا حبیبانی مورخ کے بیان سے دستیاب ہوگا ورنہ اسکی جواب دہی انہیں کے
 ذمہ ہے اہل اسلام کے ذمہ نہیں ہے مگر اتنا پھر ضرور میں کہوں گا کہ قرآن مجید سے جو شق قرآن ثابت ہر
 وہ تضرع و شب کو ہوا ہر جو تھا شبہہ کوئی کہتا ہے آسمان پر ہو کوئی زمین پر کوئی درمیان
 زمین اور آسمان کے بتلاتا ہے جواب یہ بھی غلط ہے سب روایتیں اہل اسلام کی متفق
 یہی ظاہر کر رہی ہیں کہ چاند اپنی خاص جگہ پر ہوا ہاں سیر محمدی واشنگٹن صاحب میں
 جو شق قمر مندرج ہے اگر وہ صحیح ہو تو وہ زمین پر ہوا ہے اور وہ دوسرا معجزہ ہے یا سوال
 شبہہ کوئی کہتا ہے ایک مرتبہ اور کوئی کہتا ہے شق قمر دومرتبہ ہوا جواب اگر مراد سائل کی یہ ہے
 کہ دو تاریخ میں جدا جدا ہمارے نبی صلعم نے یہ معجزہ دکھلایا تو بشرط صحت روایت سیر محمدی
 واشنگٹن صاحب ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہاں دومرتبہ اور ایک مرتبہ اس طرح کے ہونے اور نہ ہونے
 پر اہل اسلام میں یہ امر اختلافی ہوگا مگر وہ معجزہ جو قرآن میں مذکور ہے اس سے اس
 اختلاف کو کچھ تعلق نہیں اور اگر مراد سائل کی یہ ہے کہ اسی معجزہ شبہہ مندرجہ قرآن
 کے دومرتبہ اور ایک مرتبہ ہونے میں اختلاف ہو غلط ہو اور اسکی یہ صورت ہو کہ روایات جعفر
 وارد ہیں اکثر نو مجمل میں نہ ان میں ایک مرتبہ کا ذکر ہے نہ دومرتبہ کا اور بعض میں مفصلاً دو
 مرتبہ دکھلانا وارد ہوا اب اس اجمال کی تفصیل ہو گئی اختلاف اسکو نہ کہینگے ہاں ایک روایت
 ابن عباس کی جو اکثر کتب احادیث میں مذکور ہے اس میں وارد ہے کہ کفار نے بھی درخواست

کی تھی کہ ہکو دو مرتبہ شوق قمر دکھلادیکھے لہذا آپ نے دو مرتبہ اُنکو دکھلادیا اس روایت میں اگرچہ
 اس تعدد کی توضیح نہیں ہے یعنی کیفیت خاص کہ دو مرتبہ کیونکر دکھلادیکھے اس میں اجمال ہے
 مگر جو روایت ہم نے تفسیر قمر سے لکھی ہے اس میں اسکی تصریح وارد ہے مگر پہلے کھار کی درخواست کر
 دو برابر حصہ قمر دکھلائے پھر انہوں نے درخواست کی کہ اب کی مرتبہ دو ٹکڑے برابر انہوں بلکہ چاند
 کا سراشق ہو جائے یعنی جو حصہ اوپر کی طرف ہو چنانچہ حضور نے اوپر والا حصہ بھی شوق کر کے
 دکھلادیا اب اس روایت سے تعدد کی پوری کیفیت بھی معلوم ہو گئی اور جتنی روایتیں اسنت
 کی طرق سے وارد ہیں کہ فارا اھم صرتین یعنی دو مرتبہ اُن کو شوق قمر دکھلادیا ان کے
 اجمال کی تفصیل بھی ہو گئی۔ اور ابن حجر نے جو لفظ مرتین کے معنی دو حصہ کے خلاف قیاس
 بیان کئے ہیں کچھ اشکی ضرورت نہ ہے کیونکہ جب شیعہ اور سنی دونوں کی روایات میں یہ تفصیل
 یہی وارد ہے کہ دو مرتبہ دکھلایا اور کسی روایت میں تصریح ایک مرتبہ شوق کرینکے نہیں ہے پھر جو اختلاف
 سائل کہتا ہے وہ تو ثابت نہ اچھٹا اور ساواں اور اکھواں اور نواں شیعہ اختلاف
 منظر کا ہے یعنی لوگوں کو مختلف مقام پر نظر آیا کسی کو چرا پہاڑ کے نیچے اوپر اور کسی کو ابوبیس
 اور قیقطان یا صفا اور مردہ وغیرہ پر۔ یہ شبہات بالکل مہل میں آسکتے کہ چاند اور سورج اور دیگر
 کو اک کو جس مقام سے آدمی دیکھتا ہے اُسی کے حساب سے مختلف جگہ نظر آتے ہیں پس یہ اختلاف
 منظر پوری دلیل اس واقعہ کی سچائی پر ہے اور متعدد اشخاص کے گواہاں رویت ہونیکا ثبوت
 کامل یہی ہے کہ اگر ایک ہی آدمی خواہ ایک جماعت ہوتی کہ انہوں نے ان واحد میں چند مقامات
 پر چاند کے ٹکڑے دیکھے اسوقت ضروریہ امر ناممکن تھا۔ مجلی جواب شیعہ کا تو ہو چکا مگر ہکو ضرورت
 اسکی ہے کہ جو لوگ ہمارے نبی کے ہمراہ تھے جیسے ابن مسعود اور خذیفہ وغیرہ انکو جن مقامات پر
 یہ نظر آیا وہ بیان اُٹھا صحیح ہے یا نہیں اس مطلب کے بیان کرتے ہیں ہکو تاریخ اور جغرافیہ اور
 علم ہیئت کی طرف رجوع کرنا پڑیگا دیکھو نگاہ ابن مسعود اور خذیفہ اور ابن عباس وغیرہ کی
 روایات میں جو مقامات چاند کے نظر آئے وہ وارد ہیں وہ بقاعدہ علم ہیئت کیسے درست ہیں
 اب اس مطلب کے ثابت کرنے میں ہکو سات باتوں کے دریافت کرنیکی حاجت ہے (۱) کہ معطر کا

عرض بلد یعنی خط استوا سے کتنی دور ہے (۲) کہ معطر خط استوا سے شمالی بحر یا جنوبی (۳) تاریخ وقوع معجزہ مذکور بحساب شمسی و قمری (۴) حضرت اور آپ کے اصحاب اور درخواست کنندہ کفار اسوقت کہاں تھے (۵) کتنی دیر تک شوق قمر باقی رہا (۶) ان لوگوں کو جو حاضر حضور تھے کس کس مقام پر شوق قمر نظر آیا (۷) اور لوگ کہ معطر خط استوا سے جو دیکھا وہ کہاں تھے پہلا امر اور دوسرا کہ معطر خط استوا سے بلدا ۲۱ درجہ اور چالیس دقیقہ ہے یعنی بحساب میل انگریزی (جو ۱۵ سو ساٹھ گز کا ہے) کہ معطر خط استوا سے ۴۴ سو ۴۴ میل کسری زیادہ طرف شمال کے واقع ہے تیسرا امر تاریخ ظہور معجزہ چونکہ شروع سنہ ہجری یعنی یکم محرم سنہ ہجری مطابق ۱۶ جولائی ۱۲۲۷ء کے بھی بموجب تحقیق مندرجہ بشارت احمدی مصنف مولوی عبدالعزیز صاحب سنی الذہب لکھنوی اور ہجرت سے پہلے پانچ خواہ آٹھ سال یہ معجزہ واقع ہوا ہے اب اگر پانچ سال ہجرت سے پہلے اس واقعہ کو مانیں تو ۱۱۷۱ء میں یہ واقعہ ہوا اور اس سال ہم اذیکچہ مطابق ۲۶ مئی کے ہوتی ہر جو مطابق ۵۔ جوزا کے ہوا اور اگر آٹھ سال ہجرت سے پہلے ہوا تھا تو ۱۱۷۲ء میں تھا اور اس سال ۴۴ اذیکچہ مطابق ۱۰۔ اپریل کے ہوتی ہر جو مطابق ۲۱ آور کے ہے اور دونوں تاریخ یعنی ۲۶ مئی خواہ ۱۰ اپریل میں ماہیتاب کہ معطر خط استوا سے جنوب میں نکلتا ہے اسلئے کہ ۲۰ جون خواہ ۱۹۔ کو جو مطابق ۳۰۔ ماہ جوزا کے ہر آفتاب سمت الراس کہ معطر خط استوا سے روز سایہ شاخص وہاں بھی معدوم ہوتا ہے پس اگر ۲۶ مئی کی روایت صحیح ہو اس روز ماہیتاب ۳۰ میل تھینا کہ سے جنوبی تھا اور اور اگر ۱۰۔ اپریل کو صحیح مانیں اس روز ۱۰۳ میل ماہیتاب جنوبی تھا خلاصہ یہ کہ بروز شوق قمر ماہیتاب کہ سے جنوبی ضرور تھا اور یہ بات اسوقت ہے کہ قوس مدار یومی قمر مطابق ہر جو قوس مدار شمسی کے ہوا لہذا اپریل اور مئی میں ماہیتاب کے قوس لینے قوس نہاری سے شمال خط استوا میں ضرور چھوٹے ہوگی اب جنوبی ہونا قمر کا جنوبی ثابت ہو چکا جیسا کہ ماہر ان فن پر ظاہر ہے چوتھا امر کہ خود حضرت اور آپ کے اصحاب اور درخواست کنندہ معجزہ اسوقت مقام حجر (کسر مائے حطی و سکون جیم) اور آخراء مہملہ میں تھے جو خانہ کعبہ کے عظیم یعنی

چار دیواری کے اندر طرف شمال اور مغرب واقع ہے جدھر مغربی سراجۃ السطی کا آواز مزلزلہ
 واقع ہے۔ اب چونکہ اہل بیت جن مقامات پر مشرق قمری لوگوں کو نظر آیا وہ کوہ ابو قیس اور
 قیقعان اور منی اور کوہ حرایہ میں مقامات خانہ کعبہ سے بلکہ مقام حجر سے یورب اور دھن طرف
 واقع ہیں کوہ ابو قیس حسیہ مقام مشرق قمری کی زیارت کو حجاج اب بھی جاتے ہیں اور وہ مقام بنا
 ہوا ہے وہ تو ٹھیک گوشہ جنوب اور مشرق پر مقام حجر سے ہے دیکھو نقشہ مکہ معظمہ مطبوعہ مطبعہ
 میرٹھ ۱۳۳۵ھ کو اور قیقعان بقول صاحب قاموس وہ پہاڑ ہے جس کا منہ کوہ ابو قیس کی طرف
 ہے اور آج اس کا پتہ اگرچہ نہ ملے مگر اس کا مشرقی جنوبی ہونا تو تبصریح اہل لغت ثابت ہے پھر چونکہ بروایت
 ابن عباس مندرجہ در شورشور کفار کی درخواست بھی ابو قیس اور قیقعان پر دو ٹکڑے دکھلانے
 کی تھی اور چاند کا جنوبی ہونا اس تیار خیم ثابت کر چکے لہذا نصف ماہ قیقعان پر اور نصف
 کوہ ابو قیس پر نظر آنا اور درایتاً دو طرح سے درست ہے الحمد للہ اسی طرح نصف پشت
 خانہ کعبہ پر اور نصف کوہ ابو قیس پر نظر آنا بھی صحیح ہے اب راجح پہاڑ جو منی میں ہے اور ابن مسعود
 نے زیر و بلاد تو ٹکڑے اسی کی طرف دیکھے وہ مقام بھی حجر سے یورب اور کیسفر جنوب میں ہے
 اور چونکہ اصحاب عقبہ کی درخواست بھی حدیث امام جعفر صادق سے ثابت ہو چکی لہذا ابن
 مسعود نے منی پہاڑ اور کھائی کا ذکر اسی راہ سے کیا ہے جو ضروری ہے اور شاید جبل نور جو
 در میان منی اور کوہ ابو قیس کے ہے اسی کو خرا خیال کیا ہو یا پتھریں اہل بیت سے لغایت ساتویں
 کے چونکہ حضار جلسہ کا ٹھیک موقع ہمنے اوپر لکھ دیا اور باقی رہنا اس معجزہ کا کم سے کم ۳۵
 منٹ ہم روایت مناسبت سے لکھ چکے ہیں انہی پر میں چاند کے مقام رویت کا بدل مانا خاص حضار
 جلسہ کی نسبت بھی کچھ بعید نہیں ہے اب اگر کسی روایت میں نہ علاوہ روایات منقولہ خاکسار
 حضار جلسہ کے مقام رویت میں اختلاف بھی ہو تو یہ اختلاف اسی بنا پر ہوگا کسی نے ابتدا میں
 دیکھا کوئی تھوڑی دیر بعد کیا کوئی آخر وقت آیا اب رہے وہ روایات جس میں صفا اور مردہ پر نظر
 آئیگا ذکر ہے وہ اور لوگوں کی چشم دید ہے جو مقام حجر میں نہ تھے اور کہ محکم کے اور مقامات میں تھے
 جہاں سے انکو صفا اور مردہ پر نظر آیا تھا اس میں کوئی مضائقہ ہے پھر ل صاحب ذرا سمجھ بوجھ کر

اعترض کیا کیجئے اور عامیانہ شبہات سے کوئی فائدہ نہ ہوگا و سہواں شبہہ درخواست کنندگان کے مختلف اشخاص اسکا جواب یہ کہ خراج کی روایت سے معلوم ہوا کہ اُس شبہ تمام قریش جا بجا سے طلب معجزہ آسمانی کے درپے ہوئے تھے اسبوجہ سے جس راوی کو جس شخص کا آئادہ ہو کر آنا معلوم ہوا یا جسکا زیادہ کامعاندہ رہے ایذا دینے کو اُس جناب کے ہونا دریافت ہوا اسی کا نام اُس نے لیا ہے ابوجہل تو ایسا دشمن تھا بعض روایات سے ظاہر ہے اُس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم یہ معجزہ نہ دکھاؤ گے آج میں تمکو ملوار سے قتل کروں گا۔ دیکھو علامہ زبیدی تفسیر کی روایت کو تفسیر حسینی میں اصحاب عقبہ کی تخصیص جو روایت امام جعفر صادق میں ہے اُسکے فوائد کو ہم اوپر لکھ چکے الغرض جب کفار کا هجوم تھا اور غول کے غول یکے بعد دیگرے چلے آتے تھے ایسے واقعہ کے بیان میں کسی نہ کسی کا نام لیا کسی نے فقط شمار ایک غول کا بتا دیا کسی نے جملہ کہا کہ کفار قریش جمع ہو کر آتے تھے یہ کوئی احتیاط قص کا نہیں ہو گیا ہوا سہواں شبہہ کوئی کہتا ہو فقط ایک آدمی کو نظر آیا یہ تو بالکل غلط ہے چار اصحاب کی چشم دید کی روایات تو ہم لکھ چکے اور اسل صحابہ یعنی جن میں راوی اول کا نام نہیں ہوا اُن سے اور خود قرآن مجید کی آیت سے کہ اس معجزہ کو دیکھ کر کفار نے جادو کر نیکی تہمت لگائی الغرض ان سب لوگوں کا چشم دید دیکھنا جب ثابت ہے پھر فقط ایک آدمی کا دیکھنا اسکو سوائے اسی شخص کے جو آدمیت کے جادے سے باہر ہوا اور کون کہیگا بارہواں شبہہ اگرچہ سائل نے اسکا ذکر نہیں کیا ہے مگر ہم مثل اور چند شبہات کے جو بیان تہیدی میں لکھ کر دفع کر چکے ہیں اسکو بھی واجب الدفع سمجھ کر لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ روایت خراج میں وارد ہے کہ حضرت نے خود کفار سے کہا کہ تم شق قمر کا معجزہ دیکھنا پسند کرتے ہو اور روایت مناقب اور قمی میں اور تمام روایا فریقین میں یہی وارد ہے کہ قریش نے درخواست کی تھی یہ تناقص کیسیا اسکا جواب بھی وہی ہے کہ مختلف گروہ جو اسوقت آتے تھے اور مقدم موخر آمد رفت اُنکی تھی ان میں سے کچھ لوگوں نے جو درخواست کی تھی اور وہ درخواست اُنکی محفل تھی حضرت نے اُن سے از خود فرمایا کیا تم شق قمر دیکھنا چاہتے ہو اور بعض لوگ اپنے جلسہ سے اسکو قرار دیکر آتے تھے انہوں نے خود درخواست

کی لہذا اس میں کوئی تناقض نہ رہا الحمد للہ علی تمام الباب شکر خدا کہ اس معجزہ کا ثبوت اور وہ شہادت
 جیسا کہ میں نے کیا ہے شاید آج تک کسی کتاب میں درج نہ ہوا ہو سچا کہ لا علم لنا الا ما علمتنا واصلی وسلم
 علی محمد وآلہ و خیر اصحابہ بعد اختتام اسباب کے مجھے ایک ضروری کا لکھ دینا مناسب معلوم ہوا اور وہ اس
 یہ جو انکار کرنا کسی معجزہ کا خواہ کسی امر عجیب کا اس کے اسباب اگرچہ مختلف ہوتے ہیں مگر بعد انکار کرنا
 پھر ایک منکر ایک ہی وصف پر ہو جاتا ہے شوق القمر کے منکرین کے جو ہم نے پانچ فرقہ لکھے اور ان میں ایک
 فرقہ اہل اسلام کا بھی ہے جسے حسن بصری اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اگرچہ انکو ہمارے پیغمبر کے
 معجزہ نہ ہونے میں شک نہ ہو مگر چونکہ اس معجزہ کا انکار براہ غلط کاری کر چکے اب اپنی بات کی سچ
 کرنے پر تامل جاتے ہیں چاہے کچھ ہو پیغمبر کا معجزہ مشکوک ہو جائے دین میں شبہ نہیں قرآن مجید کی تلویل
 ناجائز کیوں نہ ہو مگر اپنی بات بالارے اسی معجزہ شوق القمر کو لیجئے جو مخصوص قرآنی ہے اور سالہ واقع
 الشفاق وغیرہ کو دیکھئے کیسے کسبے تاویلات اور احتمالات کے درپردہ لوگ ہر جہ میں مجھ اسکے لکھنے کی
 ضرورت نہیں ہر اور میں جب اسکا معتقد ہوں کہ سو معتصم اور محفوظ من اللہ کی خطا کوئی ہرگز
 بری نہیں ہے پھر ہمو اپنی خطا کا انکار کرنا اور اس پر اڑے رہنا بھڑائی زیادہ پیدا کر نیکی اور کوئی نتیجہ نہ نکلا
 ہم جس زمانہ شیوع و برکت میں پیدا ہوئے اللہ ہم احفظنا بہ کو یعنی جلد اہل اسلام کو اس وقت ایسی روش
 مجموعی اور اتفاقی کرنی چاہئے کہ اسلام پر جدید شبہات سے بسبب تعلیم زندقہ اور الحاد کے جو حملات پہنچے
 اہل زمانہ کے ہر جہ میں انکو روکنے کے درپردہ ہوں اور آپس کی نزاع خانگی مثلاً سنی شیعہ مقلد غیر مقلد اسکو
 بالاعطاف رکھ دیں اگر ایسا نہ کریں گے تو ورے دونوں اہل اسلام کا نام لینے والا نظر نہ آئے گا اسی غرض سے
 ہم نے اپنے بلاد و ان اسلام اہل سنت کے روایات اور اقوال کی دستی پر زیادہ اسباب میں زور دیا ہے
 گو ہماری کوشش فقار خانہ میں طوطی کی آواز کے برابر ہو مگر امید ہے کہ اور علما السنۃ و شیعہ جو ہم سے پائے تحقیق
 میں درجہ اعلیٰ پر ہیں وہ ہم سے زیادہ ان شبہات کی رد میں کوشش فرمائیں گے اور بقدر فی تحقیق میں ہم سے
 کسی مقام پر ہوتی ہے اسکو پورا کر کے اپنی قرآن اور اپنے نبی امدی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
 معجزات کو شبہات واحدہ سے پاک کر دینگے اگرچہ ہم نے شوق القمر کے معجزہ کا ثبوت عقلی اور
 نقلی دلائل سے اپنی لیاقت سے پورا دیا ہے مگر پھر بھی چونکہ ہم کو اپنی لیاقت پر چندان

و ثوق نہیں ہے کہ فضلنا بعضکم علی بعض واروہ ہے لہذا دونوں گروہ اہلسنت اور
 شیعہ کے علماء سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ بعد ملاحظہ ہماری تحریر کے اگر کچھ فروگزاشت
 ہوئی ہو اسکو خود پورا کریں یا ہم کو اطلاع دیں کہ تاہیہ اسلام یہی ہے فقط
 باب ستھروال خرابی تعدد ازواج پر ایک پچرل صاحب کی جدید تحقیقات
 اور نیا شبہہ اور اسکا جواب اور عقلی دلائل سے اثبات وجوب تعدد ازواج
 پادری صاحبان اور دیگر مدعیان خرابی تعدد ازواج کے اوام اور شبہات کے جواب تو اہل
 اسلام اپنی مذہبی کتب میں بخوبی دیکھتے اب ایک فرضی پچرل صاحب کی طرف سے نیا
 شکوہ (دیکھو رسالہ حمیدیہ) کسی نے چھوڑا ہے بقول شاعر خوشتر آن باشد کہ سر ولیاں۔ گفتہ
 آید در حدیث دیگران۔ اور چونکہ ہماری کتاب استصار الاسلام خاص رد شبہات پچرہ میں لکھی
 جاتی ہے لہذا ہم کو اسی مذاق پر شبہہ پچرہ کا لکھنا اور اسکی درستی اور نادرستی کا ظاہر کرنا ضرور
 ہے تاکہ براہ نیجر قانون قدرت تعدد ازواج کی خوبی یا خرابی اہل انصاف پر ظاہر ہو جائے
 سوال فرقہ پیچرہ مردم شماری سے تمام دنیا کی جو نہایت اہتمام سے کیجاتی ہے جہاں
 اور صد افواہ ہکوا سکے پہنچ رہے ہیں اب تو یہ بھی بخوبی ثابت ہو گیا ہے کہ مردوں کا شمار
 دنیا میں عورتوں سے ہمیشہ کسی قدر زیادہ چلا آتا ہے جو سر اسر مطابقت حکمت سے رکھتا ہے
 حکمت یہ ہے کہ مردوں میں توجہ تعب سفر خشکی اور تری اور جنگ و جدل کے اموات زیادہ
 واقع ہوتے ہیں اسی زیادتی کے مقابلہ میں شمار بھی فطرت نے ان کا زیادہ رکھا ہے تاکہ ہمیشہ
 اوسط برابر رہے اور مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ رہے کیونکہ سے کم نہو پھر جب شمار
 مردوں کا عورتوں سے زیادہ ٹھیرا اب تو صاف ظاہر ہے کہ ایک مرد ایک ہی عورت سے نکاح
 کر سکتا ہے چار چار زوجہ جیسا کہ شریعت محمدی نے تجویز کی ہے سراسر نظام عالم کے مخالف ہے
 یہ کیسی شریعت ہے جسکی پابندی سے تین چہارم حصہ مردوں کا بے شکوہ رہنا لازم آتا ہے اگر ہر
 شخص چار زوجہ کرے خواہ آدھا حصہ اگر دو دو زوجہ کرے خواہ دوثلث حصہ مردوں کا بے شکوہ
 رہ جائے اگر تین زوجہ کرے اور یہ ظلم شریعت محمدی اسوقت ہے کہ تعداد زن اور مرد کی برابر

ہوتی ہے جہاں تک مردوں کی تعداد زیادہ ہے فرض کرو کہ تعداد مردوں کی بارہ ہے اور عورتوں کی بھی بارہ ہے اگر اب بارہ کو چار پر قسمت کرو تو خارج قسمت تین ہے پس تین آدمی منجملہ بارہ کے صاحب زوجہ ہونگے اور نو آدمی عزا ب یعنی مرد بے زن ٹھہرے جن کی نسبت اہل اسلام اپنے نبی کا قول بیان کرتے ہیں *شراہم ائمتی الخراب* اسی طرح دو دوزخ کر نیسے چھ آدمی بے زوجہ رہتے ہیں اور تین زوجہ کر نیسے آٹھ آدمی داخل عزا ب میں ہونگے۔ پس ایسی شریعت جس کا ظلم بحق مخلوقات الہی ایسا کھلا ہوا ہے کیونکہ شریعت عادلہ اللہ ہو سکتی ہے اور ایسا نبی جو مرد بے زن کو بدترین امت بھی قرار دے اور خود ہی تعداد ازدواج کو جائز بلکہ کمزور قرار دے کر ان کو بدترین امت بنائے کیونکہ نبی اور فرستادہ خدا ہو سکتا ہے دفع و غل اگر کسی کو شبہ پیدا ہو کہ جب تعداد مردوں کی زیادہ ہے اب تو ایک زوجہ کرنے سے بھی مستعد زاید مقدار مردوں کی ہے انکا جفت باقی نہ رہا اس سے لازم آیا کہ ایک زوجہ بھی کرنی نہ چاہئے اسکا جواب یہ ہے کہ بعض موانع قدرتی مردوں میں ایسے پیدا ہوتے ہیں کہ ان کو نکاح کر نیسے وہی موانع روکتے ہیں اور انکابے منکوحہ رہنا ضروری ہے ایسے لوگ اسی زیادتی کا جبر و نقصان کر دیتے اور کوئی مرج لازم نہیں آتا جواب اول پہلے تو ہم اسی مردم شماری کی صحت اور غلطی پر بنا کر کے کہتے ہیں کہ یہ مردم شماری جو تمام دنیا میں کیجاتی ہے اسکے صحیح ہونے پر کوئی دلیل بخیر صاحب قایم کر سکتے ہیں یورپ کے جذب تعلیم یافتہ اگر ہم فرض کریں کہ ہر گائوں اور ہر فریہ میں ایسے ہی سچے اور راستہ باز آدمی مردم شماری کرتے ہیں کہ ہر گائوں کی رپورٹ میں ایک نمبر کی کمی و بیشی ہو نہیں سکتی پھر ایشیا اور افریقہ اور خاص کر ہمارے ہندوستان کی مردم شماری جس نے دیکھی ہے کہ وہی جو کیدار ست اور متوالے جنگلات اور پانچ میں بھی تمیز زوجہ مستی شراب کے نہیں ہوتی اور وہی بیکار یعنی بلا اجرت کام کرنے والے جاٹ اور گجر اور چار اور بھنگی جنکو مردم شماری کے فائدہ تو درکنار ہزاروں طرح کے اشتہات اپنے ضرر کے لاحق ہوتے ہیں وہ بھلا کب سچ شمار ظاہر کر سکتے ہیں بلکہ میرا تجربہ جہاں تک ہے وہاں تک تو میں سوائے غلط بیانی کے ہرگز راست

بیانی کا اقرار نہ کرونگا۔ الغرض ایسی لغو اور نامعتبر مردوم شماری پر بنا کر کے مردوں کی تعداد اور عورتوں سے زیادہ خیال کرنی آپ ہی جیسے فلاسفر کا کام ہے اور پھر اس پر انتظام عالم کو جاری کر دینا دوسرا جواب مردوم شماری اگر سچی اور صحیح طور سے تسلیم بھی کر لی جائے جو ایک امر محال مادی ہے اسوقت مردوں کا شمار عورتوں سے زیادہ ہونا جسکو پچرل صاحب فطرت کے مطابق کہہ رہے ہیں اگر یہ دلیل شمار مردوں کا زیادہ چاہتی ہے تو آئندہ ہم دلائل عقلیہ جو لکھتے ہیں انکا مقتضایا یہ ہے کہ عورتوں کا شمار مردوں سے وہ چند بلکہ اور زیادہ ہو تب جا کر قانون توالد اور تناسل لپیا جاری رہے اور حالانکہ عورات کا وہ چند ہونا کسی طرح سے مسلم نہیں ہے اور پھر بھی سلسلہ توالد اور تناسل اپنے انتظام سے برابر جاری ہے لہذا مردوم شماری پر بنا کر کے نہ ایک زوجہ اور نہ چار اور نہ دس کر نیکی ہم درست اور نادرست کہہ سکتے ہیں بلکہ ہکولوں سمجھنا چاہیے کہ فطرتی اصول نے زن اور مرد کی تعداد میں کمی اور بیشی ہمیشہ اسی مقدار سے رکھی ہے جسکو ہم تحقیق نہیں کر سکتے کہ سلسلہ بقا و نوع میں بوجہ توالد اور تناسل کے خرابی نہ پیدا ہو ہم اسوقت اپنے تئیں ایک پابند مذہب اسلام سمجھ کر تعدد ازواج کے مسئلہ میں بحث کرنی پسند نہیں کرتے بلکہ ایک آزاد خیال اور فلسفی مزاج انکار اس مسئلہ میں تحقیق کے درپے ہونا پسند کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اسلامی شریعت کا حکم تعدد ازواج کا براہ عقل سلیم کس قدر درست یا نادرست ہے۔ ہاں میرے معزز مخاطب پچرل صاحب اور دیگر مسکین تعدد ازواج اب فوراً آپ مذہب اسلام سے تعصب کو اٹھا کر ہمارے دلائل کو ملاحظہ کیجئے اور مردوم شمار جو ایک مظنون اور فرضی امر ہے اسکو عوام فریبی کے صیغہ میں رکھ کر اصلی مصالح اور حکمت ہی فطرت پر نظر کیجئے، دلائل وجوب تعدد ازواج چونکہ بقاء نسل کا سلسلہ زود مادہ حیوان کے باہم جفت ہونے سے فطرت نے براہ عادت جاری فرمایا ہے لہذا اصول طبعی اور تمدنی اخلاقی کی نظر سے ہکول لازم ہے پوری تحقیق کریں کہ یہ سلسلہ تعدد ازواج سے قائم رہ سکتا ہے یا ایک ہی زوجہ کے اختیار کرنے سے پہلی دلیل فطرت یعنی قانون الہی (لائف پیچر) نے سلسلہ توالد اور تناسل حیوانات کا عموماً نر اور مادہ کے

عورت پتالیس سال کی عمر واسے سے بہ ضرورت خاندانی وغیرہ نکاح کرے اب کہ یہ
 عورت پچیس سال کی عمر تک قابل ہم بستری کے ہے پس گویا دس سال تک ایسے مرد کو
 اس سے ہم بستری کرنی مناسب ہوگی اور ۱۵ + ۱۰ = ۲۵ برس کی عمر سے لختائے اخیر عمر ۷۵ برس
 اسکے بیکار جانے سے کتنا عظیم ظلم اسکے حق میں قدرت کا لازم آتا اگر ایک ہی عورت سے نکاح
 کا پابند کیا جاتا اسی حکمت اور عدل و انصاف اور بندہ پروری کی نظر سے شریعت محمدی
 نے یہ نکاح دواہی اور غیر محدود نکاح منقطع (بنابر مذہب شیعہ اور کثیر ان شرعی سے ہم
 بستری کی آزادی عطا فرماتے اور بقدر اسکو طاقت ہو جو خدمت لطف دینے کی آدمی کو بہرہ
 فرماتی ہے اسقدر تعدد ازواج سے اسکو بچالائے اور بقا و نوع جو غایت اس وقت عطا کرنے
 سے ہے اسکا پورا سراسر انجام کرتا رہے واضح ہو کہ یہ پندرہ سال خواہ پچتر برس بیکاری مرد
 کے فقط عمر کے لحاظ سے ہم نے لکھے ہیں اب ذرا اور موانع ہم بستری کے جو عورتوں میں
 علاوہ امراض کے پیدا ہوتے ہیں ان کو بھی خیال کیجئے دوسری وکیل پنہیں برس
 عورت کے جو قابل ہم بستری کے ٹھہرے ان میں زمانہ حمل اور زمانہ دودھ پلانے بچہ کا بھی
 لحاظ کیجئے نو ماہ زمانہ حمل اور اکیس مہینے دودھ پلانے کے جملہ تیس مہینے بھی قابل ہم
 بستری کے نہیں ہوتے و حملہ و فصلاہ ثلثون مہینہ اسلئے کہ زمانہ حمل میں ہم بستری سے
 لطف ضائع ہوگا اور ٹھیکر گیا تو بڑی ایدہ عورت کو اور خرابی مولود کو ہوگی اور زمانہ ارضاع
 یعنی دودھ پلانے میں اگر ہم بستری سے لطف ٹھیکر گیا اس شیر خوار بچہ کو ضرر ہو چکا جو دودھ
 پی رہا ہے اور اگر لطف نہ ٹھیکر اچھا ہوگا آپکو یہ خیال ہو کہ دوسری عورت سے دودھ پلانے
 اپنے کلمہ شخص کو قدرت نہیں ہے کہ دایہ رکھے بہر حال اب فرض کرو کہ کسی عورت کے
 دس بچہ پیدا ہوئے اور زندہ بھی رہے پھر چونکہ ہر مرتبہ کی ولادت اور دودھ پلانے میں تیر
 ماہ اس سے ہم بستری ضرور رک رہے لہذا ۱۰ × ۳ = ۳۰ مہینے یعنی پچیس سال منجملہ ۱۵ سال
 کے مرد کی بیکاری اور بڑے اور اگر فقط زمانہ حمل میں ہم بستری نہ کیجاتے ہیں ۱۰ × ۹ = ۹۰
 ماہ یعنی سارے سات برس منجملہ ۵ سال کے مرد کی بیکاری لازم آئے اب اگر ہفتیر

سال میں سے پچیس برس منہا کرو تو دس سال منجملہ سو سال کے مروجے کام نطفہ دینے کا
 لیا گیا اور ۹ برس اسکو بیکاری میں گزرتے اگر ایک ہی عورت کا پابند ہوتا اور اگر ساڑھے
 سات برس ایام حمل میں ہم بستر نہوا تو ساڑھے ستائیس برس منجملہ سو سال کے اُسنے سجا
 آوری خدمت نطفہ دینے کی اور ساڑھے بہتر برس پھر بھی بیکار رہا یہ کیسا ظلم شدید ہے
 تھا اگر پابند ایک ہی منکوحہ کا کیا جاتا ایسے منچرل صاحب بہادر پیرسری دلیل پھر ستر سال
 برس میں ایام حیض کم سے کم فی ماہ ۲ یوم اور زیادہ سے زیادہ فی ماہ دس یوم اور بھی عورت
 قابل ہم بستری کے نہیں اسلئے کہ ایام حیض کا نطفہ اگر ٹھیر جاتے بچہ کو جذام کا مرض ہوتا
 ہے اسی حکمت سے شریعت محمدی نے ایام حیض کی ہم بستری حرام فرمائی ہے اور اخلاقی
 علما کا تجربہ ولد الحیض کی نسبت اور کچھ ہے (عافان خوب میدانند) بہر حال اگر فی ماہ دس
 روز ایام حیض کی فرض کرو تو ساڑھے ستائیس سال میں فی سال ایک سو بیس روز حساب سے
 ۱۷۸۲۷ = ۳۳۷ دن یعنی نو سال اور دو ماہ ایام حیض کے بھی مجرا ہونگے لہذا اٹھارہ سال
 اور چار ماہ منجملہ ساڑھے ستائیس سال کے قابل ہم بستری کے ہوگی اور اگر فی ماہ تین یوم حیض
 کے رکھو پھر بھی دو سال اور نو ماہ ساڑھے ستائیس سے نکال کر جو بیس سال اور وہ ماہ قابل ہم
 بستری کے ہوگی اب اگر ایام دودہ پلانیکے بھی مجرا کریں تو سو سال کی عمر میں پندرہ سال
 ابتدائی عمر کے چھوڑ کر پچاسی برس میں کل چھ برس اور آٹھ مہینے عورت قابل ہم بستری کے
 ٹھہرنی ہے پس اگر ایک ہی عورت کی پابندی مردوں سے قدرت کرانے تو سو سال کی عمر
 میں اٹھتر سال چار ماہ ہکو اپنی عمر ضائع کرنی پڑتی یہ کتنا بڑا ظلم ہم پر ہوتا اگر شریعت ہکو پابند
 ایک ہی عورت سے نکاح کرنے کا کرتی یہ کبھی معلوم رہے کہ یہ صورت اٹھتر سال چار ماہ کی
 اگرچہ فرض واحد پر ہے اور دوسرے فرض پر اور اس میں بھی تداخل ایام کی شمار سے کمی بیشی
 ضرور ہے مگر محاسب کو بعد پوری منہا اور مجرا کرنے کے ساتھ منہیٹھ سال کی بیکاری ضرور
 تسلیم کرنی پڑیگی وہ کیا کم ہے ہم نے بہ نظر اختصار کے کل حسابات کو درج نہیں کیا ہے یہ نتیجہ
 منچرل خیالات کا ہے جنکو اپنی عقل پر پڑنا ہے اور احکام الہی پر معترض ہوتے ہیں غرضی

تو فقط بہ نظر خلعت اور طبیعت زن اور خلقی امور کے ہے چوتھی دلیل وجوب
تعدد ازواج کی بہ نظر اختلاف مزاج طبعی زن اور مرد کی (۱۲) ایضاً تہجیر اختلاف
اقسام ہجکانہ زن کے جیسے دکنی اور چترنی اور ہستنی اور پرمنی اور سکھنی جن سے آج
کل بحث متروک ہے بلکہ یورپ کے فلاسفروں نے قطعی ناجائز کر دیا ہے اور اسکی تحقیق
کو بے شرمی پر عمل کیا ہے گو اس سے وہ چند امور کا برتاؤ ہو رہا ہے اور طبیب اور ڈاکٹر
کو اسکا پہچانا ضروری ہے جسکو ہم جلد دوم میں انشاء اللہ لکھینگے رسا مساحت میں
آلہ یعنی رحم زن اور آلہ تناسل مرد کے مطابقت اسلئے کہ توافق انزال مرد و زن جو استقرار
نطفہ کی شرط ضروری ہے۔ بدون مساوات اور مطابقت آلہ کی براہ تجربہ اور دلیل عقلی
محال ہے اگرچہ یہ شناخت مرد کے آلہ کی بس بصر اور عورت کی رحم کی بہ نظر حس لمس ہو
سکتی ہے مگر علماء علم کو کہ اور قیافہ طبعی سے معینہ علامتیں بھی لکھی ہیں مثلاً ناک اگر مرد
کی بڑی ہے درازی آلہ تناسل پر دلیل ہے اور اگر عورت کی ناک بڑی ہو تو ناہی رحم پر
دلیل ہے یا قد چھوٹا مرد کی کوتاہی آلہ پر اور عورت کی درازی رحم پر دلیل ہے اور قد کے
ساتھ ناک کی چھٹائی بڑائی پر لحاظ کرنے سے چار صورتیں پیدا ہوتی ہیں جو ظاہر ہے (۱۳)
توافق شکل مخروطی رحم اور آلہ مرد کا خواہ شکل اسطوانہ ہو اور داء اشکل ہے دیکھو علم تشریح
فہمنا لیومی کہ اسکی وجہ سے التذات طرفین پیدا ہو کر استقرار نطفہ کا نہیں ہوتا ہے اور در صورت
تخالف ایذائے مدخولہ ایسے ہوتی ہے کہ آخر زوہت جدائی اور افتراق کی ہوتی ہے۔ (۱۴)
رتق کا مرض خلقی جو مانع مجامعت ہوتا ہے اور تناسل کی امید نہیں ہوتی (۱۵) عقر یعنی
بانج ہونا عورت کا علاوہ مرض رتق اور اسباب خلقی سے پھر اسکے بعد اور مولع حل غیر
طبعی جسکو ہم امراض کی بحث میں لکھینگے یہ سب امور ایسے ہیں کہ ان کی شناخت قبل از
نکاح بروقت خطبہ (منگنی) کے ہو سکتی ہے مگر مہذب اور تعلیم یافتہ قوم میں تو شاید فیصد
چار آدمی ایسے ہونگے جو انتخاب ہفت میں ان قواعد کو پورا کرتے ہوں ورنہ عام اخلاق
کو تو اسکی خبر بھی نہیں ہے ہماری کتاب کے ناظرین جو اسوقت تک اکثر اہل علم اور

طبیعی اشخاص میں شاید انکو بھی کسی کے انتخاب جنت میں ان امور کے لحاظ کا آج تک موقع نہ ملا ہوگا اور مجھے خوف ہے کہ میرے اس بیان کو محض ایک فرضی بیان سمجھ کر نیگے مگر حکیم علامہ تعالیٰ امجدہ جسکو ہر طرح سے اپنے بندوں کی بہبودی اور راحت رسانی اور آرام دہی پر نظر ہے اس نے جملہ آفات اور مصدات سے بچنے کی راہ بھی بتلا دی اور نجات کے طریقہ بھی ہموں دکھلا دیے ہیں اور فرمایا **وَهَذَا يَنْبَأُ النَّجْدِ مِنْ ابْنِ خَيْالٍ** کرتا ہوں اور جسکو یاد دلانا ہوں کہ قانون الہی یعنی حکم شریعت دربارہ ازدواج اور دربارہ مناکحت ایسا عام اور سراسر مفید ہونا چاہئے کہ بہ لحاظ انہیں امور خلقی کے جو مانع توالد اور تناسل اور اتحاد زن اور شوہر کے ہیں یا اور امور جنکو ہم سخت امراض میں لکھیں گے ہموں پابند نہ ہو واحد کا نہ کرے اور اگرچہ ہم اپنی جہالت اور نادانی سے انتخاب جنت کے قواعد کو نہ جانیں یا کہ دیدہ و دانستہ تغافل کو راہ دین یا کسی پادشاہ کے حکم سے ان اصول کو سیکھنے نہادیں پھر بھی نسل سے ہموں کی طرح کا صدمہ نہ پہنچے اور تعدد ازواج کے ذریعہ سے ملانی ان امور کی ہمیشہ کرتے ہیں لہذا فرمایا **فَاَنْكَحُوا مَا طَابَ لَكُمْ** نکاح کرو جسقدر تمکو خوش آئند ہو اور تمہاری لذت اور آرام اور افزونی نسل کے لائق ہو ایک اور دو دو اور تین تین اور چار چار اور باوجود تقسیم اجازت کے ہر اگر کوئی عیب منجملہ عیوب مذکورہ بالا پیدا ہو یا کہ پہلے سے تھا اور اب معلوم ہو وسیع دروازہ طلاق کا ایسا کھول دیا جس سے کسی قسم کی ایذا نہ مرد کو اور بذریعہ طلع کے نہ عورت کو باقی رہے طلاق کا مسئلہ اس بحث میں بہ نظر ضرورت مذکور ہو اور نہ اسکا جداگانہ مقام آتا ہے اور اگر برخلاف اسکے قانون الہی ہموں ایک ہی عورت کا پابند کرتا اور بوجہ سوء اتفاق یا ضرورت خاندانی مثل حفظ نسب وغیرہ یا ضرورت تمدنی مثل فقر و تنگدستی یا ضرورت سلطنت جیسے زنگر وٹ فوج کی خانہ دیرانی خواہ فریب دہی اسی عورت کی بوجہ حسن و جمال ظاہری یا تسخیر قلب جو علم ریمیا یا سمیا سے متعلق ہے یا علم خواص و عریض متجانبہ سے جسکو ابھی پچرل صاحب نہ مانیں گے یا مسخیر نرم کے ذریعہ سے کہ معمول کی اعضا باطنی پر اثر پڑتا ہے اور ایسا اتحاد اور تعلق معمول کا عامل سے ہو جاتا ہے کہ اسکی محبت میں

بیخودی پیدا ہوتی ہے بلکہ اعضائے ظاہری پر کہ لیلیٰ اسکے فصد ہوا اور مجنوں کے خون جگر
 ہو تسلیم کر لیجئے اور انکار نہ کیجئے۔ انتصار الاسلام اسکو اچھی طرح سے دکھا دیگی یہ تو
 ابتدائی درجہ عمل تلقینی کا ہے کہ عامل کوئی مٹھائی کھاتا ہے اور معمول کا منہ میٹھا ہوجاتا
 ہے بہر حال اگر ہم پابند ایک ہی نکاح کے ہوتے اور اتفاق سے ہلکودہی عورت ملتی جسکا
 مزاج طبعی ہمارے مزاج سے مخالف ہو (۱۱) یا جسکے رحم کی ساخت آلہ مردوں سے بڑی
 ہونے سے توافق انزال میں جو شرط العقاد و نظیر ہو (۱۲) اور اگر چھوٹا رحم ہو تو ایذا سے شدید عورت
 کو ہمیشہ ہونے سے التذاذ کی جگہ ایذا ہوا کرتی (۱۳) اختلاف شکل مخروطی اور اسطوانی
 سے بھی وہ لذت مطلوب پیدا ہوتی (۱۴) خواہ وہ عورت رتقا ہوتی یہ وہ عورت ہے جسکے
 رحم میں ایک گرہ خواہ فرونی مانع مباشرت ہوتی ہے خواہ اور قسم کے اسباب عقر اور باج
 ہونے کے عورت میں بعد نکاح ظاہر ہوتے یا کہ جدید عیوب پیدا ہوتے اس طرح مرد کے عیوب
 کا حال ہے اب فرمائی کہ قدر مصیبت کا سامنا دو وزن اور شوہر کو ہوتا اور ضیاع لطف
 یا عدم استقرار لطف سے کس قدر کمی تو والد اور تناسل میں ہو کر فناء نوع کے مستلزم ہوتے اگرچہ
 بعض عیوب مذکورہ بالا کی تدبیر دفع حضرت اطباء نے تجربہ سے بتلاتی ہے جسکو ہم براہ صحت
 لکھ نہیں سکتے مگر پھر بھی بعض عیوب ان میں لا علاج ضرور ہیں یہ سب خرابیاں بنظر امور
 خلقی کے تھیں جو مذکور ہوئیں یا بچوں و لیل یہ نظر امراض کے کہ وہ بھی لوازم جسمیت
 سے ہیں انسانی کوشش نے ابتدائی وجود عالم انسان سے آج تک اگرچہ ۷۰ قسم کا معالجہ
 امراض ظاہر کیا ہے اور دنیا میں ہوا رہا ہے جنگی تفصیل کی جگہ حاجت نہیں واکر ہی اونانی
 اور بیدک بھی اسی میں داخل ہے اور باوجود تباہ اصول اور اختلاف طریق ہر ایک علاج
 سے فائدہ دفع امراض بھی برابر ہوتا ہے مثلاً یہی تب ووق ہے یونانی گرم دوا کو مہلک
 اور بید اسکو شانی کہ رہے ہیں جس سے پورا ثبوت اسکا ہوتا ہے کہ شانی برحق تعالیٰ
 کوئی اور ذات پاک ہے اور اگرچہ پچرل صاحب تعصب نہ مانیں مگر ہم اپنے اہل مذہب شانی
 کی تشدید عقاید کی نظر سے کہتے ہیں کہ ہمارے بادیاں برحق نے وحی آسمانی کے ذریعے سے

تین قسمیں فرمائی ہیں (۱) امراض مجازات جو کفارہ گناہاں امت ہو تے ہیں کہ بعض گناہوں سے پاک ہو کر دنیا سے جائیں (۲) امراض ابتلا ایسے امراض جو بچوں کو ماں باپ کے امتحان صبر اور شکیبائی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور اس پر جو شبہ و ہر یو نکا ہے اسکا جواب صواب آل محمد نے بخوبی دیدیا ہے یہ دو قسم کے امراض کسی دوا اور علاج سے اچھے نہیں ہوتے بلکہ طب روحانی میں صدقہ اور دعا اور ناز و روزہ وغیرہ انکے رفع کرنے کیواسطے مقرر فرمایا ہے۔ دیکھو احتیاج طبری میں منظرہ ایک دہریہ (نیچرل) کا امام جعفر صادق سے اور خوب دیکھو کہ عالم علوم ربانی ایسے ہوتے ہیں (۳) امراض مزاجی جو سوء مزاج سانج یا سوء مزاج مادی سے پیدا ہوتے ہیں اور جنکا علاج طب جسمانی کے اقسام مندرجہ بالا سے کیا جاتا ہے جنکو میں بھی کستقد جانتا اور بچپن میں سے کرتا ہوں اگر کسی دہریہ کو شبہ پیدا ہو کہ جب شناخت مرض مزاجی اور مرض مجازات اور مرض ابتلا کی شریعت محمدی نے نہ بتلائی پھر کیوں حکم دیا کہ علاج امراض میں طبیب کے طریف رجوع کرو اسکا دفع یہ ہے کہ طبیب حافظ اپنے اصول کے ذریعہ سے ضرورت شناخت کر سکتا ہے اور معذک دعا اور صدقہ کو ہر مرض میں مستحب اور مسنون اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ اگر مرض غیر مزاجی ہے مریض کو اس بلا سے نجات ملیگی اور مرض مزاجی میں جو کچھ فقراء است کو دیکھا ہمدردی انسانی سے اسکو درجہ اعلیٰ ملیگا۔ جسکا بیان زکوٰۃ اور خمس اور قرض حسنہ بلا سوء کے باب جلد دوم میں کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ آدم ہم ہر مسئلہ طلب جب استقدرا امراض خاصہ مانع توالد اور ہم بستری ہوتے ہیں اور اکثر ان میں سے لا علاج ہیں اگر ایسے ہی عورت منکوحہ ملتی یا بعد از نواج مرض پیدا ہوتا اور قانون فطرت ہلکا ایک ہی زوج کا پابند کرتا خیال کیجئے کیسی ناکامی اور رنج اور کوفت کا سامنا رہتا اور کس قدر کمی نسل کی دنیا میں چند صدیوں میں ہو جانے سے خلاء نوع انسانی ہو جاتی اور جب ہلکا آواز سے فطرت نے دے اور طلاق کا صیغہ بلکہ بعض صورتوں میں نسخ نکاح جائز فرما دیا سارے رحمتوں سے نجات مل گئی تبیر الہی اور انتظام کامل اسکو کہتے ہیں چھٹی دلیل اخلاقی امور اور عادات سے (جو طبیعت ثانیہ ہے) جسکا بدلنا

امر اختیار ہے اور عفت اور پاکدامنی حیا اور شرم بھی اسی میں داخل ہے اور بعض امراض
 اگرچہ مائع تو والد اور متاسل نہیں مگر اخلاق کی خرابی پر انکا اثر زیادہ پڑتا ہے پس اگرچہ ہر وقت
 سنگینی (خطیبہ) یعنی انتخابِ جنت کے خراب اخلاق نہیں مگر بعد نکاح کے ان کے حدوث کا
 احتمال ضرور ہے پھر اگر بد اخلاقی پیدا ہو گئی اور پابندی زن و احدہ کی ہو اب تو وہی قولِ سعدی
 کا صادق آدابہ زن بد و سر اسے مرد کو ہمدریں عالم است دونہ اور پھر صاحب عقل
 (وہ بھی) اخیل سے روکتے ہیں کہ دوسری زوجہ نکرو پادری صاحب نقلی دلیل بخوبی ہوتی انجیل
 مقدس سے پیش کرتے ہیں کہ طلاق بدعتِ زنا کا کارہونے کے اندر اور نہ دوسری زوجہ کرو اب
 فرمائیے یہ بیچارہ کیا کرے اور اسکی مصیبت کے دل کون بھرے یہ پھر صاحب یکا پادری صاحب
 ہذا شریعت سہلہ سمجھ محمدیہ نے عام ازادے ہو عطا فرمائے اور (ناشرہ) نا فرمان بد نوعیت
 سے بحسب ضرورت جدا ہو جانا جائز کر دیا اور تعدد ازواج کا دروازہ اسی حکمت سے کھول دیا
 علی بن ابی النخعیہ والسادۃ مادامہ دیدوم الدواحد اور نشوز یعنی نافرمانی کے اقسام بیان
 فرماتے دیکھو ہماری کتب فقہ کو سالتوس دلیل تمدنی اصول سے بہ نظر اصلاح امور
 خانگی کبھی ہو دو خواہ زیادہ زوجہ کی ضرورت ہوتی ہے اور کیسی ہی فرمان بردار بے عیب زوجہ
 ہو مگر انتظام خانگی بطن تعدد ازواج کے درست نہیں ہو سکتا اور اسکی نظائر لکھنے سے طویل
 تحریر کا خوف ہے البتہ ایسی صورت شاذ و نادر واقع ہوتی ہے مگر ضرور ہوتی ہے اور قانون انتظام
 ایسا عام دیکار ہے کہ دائمی اور اکثری اور اتفاقی سب صورتوں کو شامل ہو لہذا فرمایا کہ ما طاب
 لکم یعنی جب قدر تمکو خوش آئید اور پسندیدہ ہو دو اور تین اور چار نکاح کرو اگر تعدد ازواج ناجائز ہوتا
 کیسے برتے ان لوگوں کی امور خانگی میں پیدا ہوتے جسکو وہی جان سکتا ہے جو اس ضرورت سے
 ممکن ہو سے ازد و زخیاں پر اس کہ اعراف بہشت ناست کیا آپکو نہیں معلوم ہے کہ بعد ازواج کسی
 مرد کے کبھی کوئی لڑکی خاندانی ایسی بھی ہوتی ہے کہ اسکا نکاح کسی دوسرے سے کیا جائے
 خاندان اور نزاع امور ریاست وغیرہ میں ایسے پڑے کہ ریاست کا سرمایہ اور جائیداد خاندانی پرزہ
 پرزہ ہو جائے یا کبھی بوجہ نہ ملنے (کہو عرفی یعنی صحیح النسب جنت کے کسی لڑکی (دختر) کو سالہا

سال کسی لڑکے سے نامزد کر کے بے نکاح رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اسوقت وہ لڑکا بنظر
 ناجائز ہونے تعدد ازواج کے اگر بیابا بنجاسے دوسرے عورت سے کتنا زمانہ اسکو بیکاری اور
 تعطل میں گزرے اور سوائے از نکاح مجور کے اور کیا کرے گا تعدد ازواج ہی کا جواز اس سبب قبول
 سے ہموچا تا ہے یہ سیات و لیلیں وجوب تعدد ازواج کی ایسے اسباب سے جنہ لکھی ہیں
 جنکو بلا تردید کے ہر شخص تسلیم کر سکتا ہے پھر چونکہ جنہ محض جمالی طور سے ان اسباب کو لکھا
 ہے اگر انکی تفصیل کی جائے شاید ڈیڑھ سو سے زیادہ صورتیں انہیں سات دلائل سے پیدا ہو
 سکتی ہیں اور پوری ایک کتاب طیار ہو جائے یہ بھی جائتا ضرور ہے کہ دلائل مذکورہ
 بالافقہ علم فیسولوجی (تشریح اعضاء انسانی) اور علم طب جسمانی اور علم اخلاق اور اصول عقلی
 سے متعلق ہیں اور چونکہ ہمارے مخاطب نیچرل صاحب قانون قدرت (نیچر) اسی قانون کو
 مانتے ہیں جو تجربات کثیرہ سے ثابت ہو جائے اور دلیل عقلی میں فقط اصول تصنیع پر بنا کر
 میں ربط علت با معلول سے انکو کچھ بحث نہیں ہے جیسا جنہ صفحہ پچہتر میں بیان کر
 دیا ہے پس اور علوم کے اصول جو تجربات کثیرہ سے بخوبی ثابت ہو چکی اور لاکھوں آدمی اس
 کے معتقد ہیں گو ہماری شریعت میں ان کا سیکھنا خواہ انکو صحیح اعتقاد کرنا کسی مصلحت سے
 جائز ہو سوائے ان صورتوں کے جنکو ہمارے اویان برحق نے جائز رکھا ہے دیکھو صفحہ ۱۵۱
 کتاب کو مگر نیچرل صاحب ان کا انکار ہرگز نہیں کر سکتے لہذا الزامی طور سے بقاعدہ علم مناظرہ
 ہم مجاہد ہیں کہ علم جویش یعنی خواص نجوم اور علم سرودھا اور علم طیرہ یعنی شگون اور علم خال
 اور علم خواص حروف سے مثلاً قاعدہ تجربہ غالب اور مغلوب یا عمل بعض اور صفت وغیرہ کے
 جو برائیاں ترک تعدد ازواج کے ثابت ہوتے ہیں انکو بھی ذکر کریں اور اسکی ضرورت ہرگز نہیں
 ہے کہ ہم بھی ان کو صحیح اعتقاد کریں اسلئے کہ الا لزام لا یبدل علی الا لزام یعنی الزام میں
 دلیل سے دیا جائے اسکی پابندی الزام و ہندہ کو ضرور نہیں ہے آنکھوں و دلیل علم نجوم
 میں طالع وقت ولادت زن و مرد اور خیمہ ترہ سے جو نڈت جی سدہ اسدہ بیاہ کا رچنا اور گرہ
 اور لگن اور بہت سی باتیں بچا کر تاریخ اور دن مقرر کرتے ہیں اسکے خلاف اگر کوئی بیاہ کرے

ضرور ناسزاوار ہوگا یہی عقیدہ پختہ اُن لوگوں کا ہے جو خیرل صاحب ضرور منکر عقیدہ زنی کریں گے
 مگر ہماری کتاب کے صفحہ ۱۳۴ سے لغاتیہ اہم کوٹہ کر اگر انصاف مزاج ہیں تو ضرور انکو اپنے
 اصول بخیری پر نظر کر کے مذمت ہوگی رہے ہم لوگ پابندین شریعت انبیاء ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ
 تائبین اور دن کی سعادت اور خوشی مثلاً ایام حاق یا قمر در عقرب یا اور ایسے امور متعلق
 بعلم نجوم جنکو ہمارے اویان برحق صلوٰۃ اللہ علیہم جمعین نے ارشاد فرمایا ہے اُنکی پیروی جب
 عقلاً محمود و مہمیر امور میں واجب ہے لہذا ہم سعادت اور خوشی کو اصول علم نجوم کو تسلیم کر کے
 انہیں مانتے ہیں بلکہ ہم براہ تعبیر (اعتماد بر قول غیر) اسکو صحیح سمجھ کر ساعات اور ایام سعیدہ یا
 شمسہ کا لحاظ کرتے ہیں کسی دہریہ اور بخیریہ کو ہم پر الزام ستارہ پرستی کا لگا سکتا ہے نہ ہمیں ہر
 اور یہ بحث اس جگہ پر ضروری نہیں ہے بلکہ پوری ہو چکی صفحہ ۱۳۴ کو دیکھو خلاصہ یہ ہوا کہ ایسا
 بیابہ اور نکاح وغیرہ جب دونوں فریق کے نزدیک مبارک ہے اور ضرور ہو جاتا ہے براہ جہا
 علم یا براہ ضرورت اتفاق اور اعتقاد کو اثر کرنے میں ایسے امور کے جبر اوّل ہے چنانچہ
 ہماری احادیث مقدسہ میں وارد ہے الطیرۃ علی ما تحاھا ان ھو نھا التھوۃ الی
 اخرہ یعنی ہر شے کوئی کا یہ حال ہے کہ جیسا تم اسکو خیال کرو ایسی ہی موثر ہوتی ہے اگر اسکا
 سمجھو آسان ہو جاتی ہے اور اگر شدید سمجھو تشدد کرتی ہے اور اگر کچھ بھی اسکا خیال نہ کرو کچھ
 بھی نہ ہوگا اور یہ مسئلہ دلائل عقلیہ سے ہم باب خاص میں لکھینگے اسوقت ہماری غرض یہی
 ہے کہ تعدد ازواج سے یہ الجہن اور مصیبت ہم سے ضرور دفع ہوتی ہے عام اس سے کہ
 پتاہ بخدا نجوم کو دورہ حقیقی مابین یا مفوض ہو کر مثل بخیروں کے ایسے قابل ہوں کہ جو اثر
 خدا نے خواہ فطرت نے جس شے میں دیا ہے وہ ضرور ہوتا ہے تبدیل بخیر محال ہے اگر
 مجھے پابندی شریعت کی مانع نہ ہوتی ضرور میں علوم خمسہ مذکورہ بالا سے ایسے ایسے ظاہر
 دکھاتا جس سے بدون تعدد ازواج کے ضروری ہوئیے اور کوئی چارہ ہی نظر نہ آتا مگر غرض
 بالجمہل یعنی جاہلوں کے اضلال کے خوف سے انکو ترک کرتا ہوں رہہ دیگر را علم فن امن
 شیخ را وادن بدست راہ زن. نوین دلیل مصنف رسالہ حمیدیری کی اگرچہ قناعی ہے مگر

نیچرل صاحب کی مردم شماری کی دلیل سے پھر بھی ہزار درجہ قوی ہے اور ہم کچھ اس دلیل
 پر اضافہ کر کے تقویت بھی کر دینگے اب جناب نیچرل صاحب حسب طرح مردم شماری سے
 آپکو مردوں کی تعداد و عورتوں سے زیادہ ثابت ہوتی اسدی طرح آپکو یہ بھی ثابت ہوا ہوگا۔
 اسی مردم شماری کے نقشہ سے کہ دنیا میں نکاح اور ازدواج کو ترک کرنا والے کتنے
 فرقہ ہیں اور ہر فرقہ کی تعداد کو مستقر ہے چنانچہ دفع و دخل کے ضمن میں آپ لکھ بھی چکے
 (۱) پہلا فرقہ رخصان اور تارک الدنیا کا یہ فقراء یہود اور نصاریٰ اور مسلمان اور ہنود ہیں دیکھو
 ناگہ فقروں کو راجپوتانہ میں جا کر جن سے قطعہ جات راجستان کے آباد ہیں (۲) محتاج اور
 تنگ دست بے معاش جو سوخت عدم خبر گیری مان و نفقہ زوجہ کی تامل نہیں کرتا ہے اور انکا
 اوسط براہ مردم شماری شاید نو گروں اور آسودہ حالوں سے زیادہ ہوگا (۳) محنت خواہ
 سراجو اپنے آلت ناسل کو کاٹ کر کسی غرض سے کیوں ہو قابل ازدواج کے نہیں رہتے
 (۴) اعلام کے جو گراعل اور مفعول دونوں کہ فاعل کو رغبت مقاربت زبان نہیں بنتی
 اور انکے عروق اور اعصاب مخصوصہ بنظر قواعد طب محض بریکار ہو جاتے ہیں اور مفعول
 کی طبیعت زمانہ ہو کر اسکی یہ چولیت کو فنا کر دیتی ہے (۵) اس زمانہ میں یورپ کی جدید روشنی
 سے ایک فوجی فرقہ (ریکروٹ) ایسا پیدا ہوا ہے کہ بچارہ ہمیشہ دور دراز ملکوں میں پھرنے سے
 و نیز زمانہ معین جب تک وہ فوجی تعلیم سے فارغ نہیں اپنی عورتوں کو بے وارث چھوڑنا
 ان کی غیرت اسکو گوارا نہیں کرتی ہے لہذا نکاح سے باز رہتے ہیں اور اسکا بار ثبوت وہ
 مصنف رسالہ حمید کے ہے بہر حال یہ پانچوں فرقہ اگرچہ مرکب امر ناجائز عقلی کے ہیں
 اور شریعت سے بھی انکو مخالفت ہے مگر ہمیشہ سے چلی آتی ہے اور چلی جائیگی کوئی قانون
 سلطنت نہ کوئی شریعت انکو روک سکتی ہے اب ان کے مقابلہ میں جس قدر عورتیں شمار
 میں آئیں گی نسب بلازواج رہیں گی۔ لہذا قانون الہی اور شریعت عادلہ نے تعدد ازواج
 کو جائز کر دیا تاکہ وہ عورت جو ایسے مردوں کے ناقابل ازدواج ہونیسے بلازوج رہنے
 کی مصیبت میں پڑتی ہیں وہ بھی بریکار نہ رہیں۔ دسویں دلیل خاص بر مذاق جدید

تعلیم یافتہ اور زیر بر ذاق نچرل صاحب جسکی غرض سے تعلیم نسوان پر پڑا زور دیا جاتا ہے
 اور سیکڑوں آرٹیکل اور خاص خاص رسائل اسی غرض سے جاری ہو رہے ہیں کہ ہماری
 عورت خدا نخواستہ ویسی ہی مہذب ہو جائیں جیسے یورپین ہوتی ہیں اور اسی وجہ سے اب تو
 لیڈیوں کو لالاکر اپنی اصلی مشکوہ سے اکثر جنٹل مین پوری نفرت کرنے لگے اور جویں جویں
 ترقی تعلیم ہوگی یہ خرابی یا خوبی برہتی جاگی پھر چونکہ ہم لوگ پرانے فشن کے عقلاً اور نقلاً
 کسی طرح ایسی تعلیم عورت کی پسند نہیں کرتے لہذا ہماری دشتری اولاد اپنے اسی طریقہ
 پر رہی انشاء اللہ جس طریقہ میں تفسیر سورۃ یوسف اور تعلیم خطا اور کتابت کو بھی ہمارے
 حکیم ربانی رسول مقبول صلعم نے ناپسند فرمایا ہے اور جسکے دلائل جداگانہ لکھو گنا پھر چونکہ
 یہ خیالات نسبت تعلیم اور عدم تعلیم نسوان کے باہم مخالفین ہیں اور رسالہ خام الاسلام
 حکمت میں ایک جنٹل مین کا خط کسی اپنے دوست کے نام درج ہو چکا ہے کہ ایسے ازواج
 پورائے تعلیم یافتہ سے ان لوگوں کو قطعی نفرت ہے میں کتابوں ان کو تو ایسی زور دیا ہوں
 کہ جغرافیہ طبقات لاجب منطق بلکہ قانون ملکی پاس کر کے میرٹھ لاہور اور حجی اور
 کلکتہ کی کٹھڑی کے عہدہ ہائے جلیلیہ کو نسل مردوں کے انجام دہی میں آدمی محنت ٹٹائے تاکہ
 نصف فی و نصف لٹ کا مضمون پورا ہو جائے اور صبح و شام کی ہوا خوری میں بھی ٹٹم
 پر سر بازار بے حجاب ہمراہ رہے بہر حال ایسے خیالات اچھے ہوں یا برے ضرور ہمارے قدیم
 خیالات سے مخالف ہیں اور جب مخالفت ہوتی تو ہم شرفاء اہل اسلام اور خصوصاً گروہ
 سادات کثر فطرتاً جبکہ قطع نظر پابندی شریعت کے اپنے آبائی اجدادی رسوم کا
 باقی رکھنا بھی ضرور ہے خصوصاً وہ رسوم جو عقلاً بھی اچھی ہوں اسی نظر سے براہ پیشین
 بینی ہمارے معجز نما سے برحق نے جہاں دوائی بہت سے احکام ایسے جاری فرمائے کہ
 امت محمدیہ مرحومہ کو کسی نہ کسی زمانہ میں آرام رسان ہوں تعدد ازواج مردوں کیواسطے
 اور نکاح ثانی عورت کیواسطے مطلقہ یعنی طلاق شدہ ہو خواہ بیوہ جائز فرما دیا نچرل
 صاحب انصاف کریں تو آپکو بھی ہمارے نبی صلعم کا مشکور ہونا چاہیے اسلئے کہ اگر

کسی ضرورت خاندانی سے آپکو ویسی ہی زوجہ پڑاؤ نہ پڑے گا تو گجراتی لمبا سے جیسے ہماری
اولاد رہے (اپنے) ہوتی ہیں اور آپکی صحبت اس سے برابر ہو اور نہ آپکا کام جو اوپر مذکور
ہو چکا انجام دے سکے تو آپ دوسری زوجہ یورپین خواہ یورپین کر لیں مگر اتنی سفارش
اس غریب زوجہ کی میں بھی کرتا ہوں اگر اسکو طلاق نہ دیتے تو اسکی ضروری نان نفقہ کی
تو خبر گیری سمجھتے اسلئے کہ فطرت نے جس غرض سے قانون ازدواج نافذ فرمایا ہے یعنی
توالد اور تناسل اسکی قابلیت اس بچاری میں ضرور ہے بلکہ شاید اس یورپین سے زیادہ
ہے جسکی دلیل میں لکھ نہیں سکتا اور عیال راجہ پیاں آنکھوں سے دیکھ لیجئے نقشہ محرم
شمار ہی موجود ہے دفع مخالفہ اگر مہد ملاحظہ دلائل مذکورہ بالا کے کوئی شخص یہ شبہ برہ
مخالطہ وہی پیدا کرے کہ یہ دسوں دلیلیں تو ضرورت تعدد ازواج کو خاص خاص اسباب
سے ثابت کرتی ہیں اور شریعت محمدی نے عموماً تعدد ازواج کو جائز کیا ہے پس ان دلائل
سے عام جائز ہونا تعدد ازواج کا ثابت ہوا یعنی دعویٰ تو عام تھا اور دلیل خاص ہے
جو کسی طرح کافی اثبات مدعی میں نہیں ہوتی اسکا جواب یہ ہے کہ ہماری شریعت نے
بلا ضرورت تو ایک نکاح بھی جائز نہیں فرمایا ہے چہ جائیکہ تعدد ازواج اور اسی ضرورت
کے لحاظ سے ایک اور دو اور تین اور چار تک کی تحدید فرمائی ہے اب ضرورت نکاح
کی ایک تو عام ہے یعنی بقاء نسل انسانی اس سے تو کوئی فرد بشر فقیر اور غنی خالی نہیں
ہے بشرطیکہ اس میں کوئی قابلیت اور رجولیت بھی ہو ورنہ ایک نکاح بھی اسکو شرعاً کرنا
حرام ہے دوسرے ضرورت علاوہ بقاء نسل کے اور جسقدر آدمی کو لائق ہوتی ہیں اس
کے مدارج مختلف ہیں اور ایسے مختلف ہیں کہ ان کی وجہ سے چار سے زیادہ دس اور
پچاس غورات کی بھی کسیکو ضرورت ہوتی ہے مگر چونکہ اکثر افراد کو چار زوجہ کافی ہیں جنگو
نکاح دوامی سے جائز فرمایا اور باقی زیادہ چار پر آنکو دوسرے طریقوں سے مباح کر دیا مگر
اور یہی سرسمر عدل و انصاف ہے واضح ہو کہ یہ دلائل وجوب تعدد ازواج کے محض
عقلی ہیں ان سے مخاطب فقط وہی لوگ ہیں جو تصبیق نقل یا عقل کے خواستگار ہیں

جیسے ہمارے زمانہ میں اکثر تعلیم یافتہ اہل اسلام کو بھی نیجری خیالات سے یہی سوچھی ہے اور جنرل نیچرل انڈیائیٹ کے دماغوں میں یہی بھردیا ہے کہ جو مسئلہ شرعی عقل کے مخالف ہو خواہ آیات قرآنیہ و احادیث وہ سب معاذ اللہ غلط ہے اور جو لوگ پابند مذہب آسمانی ہیں ان کے شبہات کے دور کرنے کیواسطے ہمارے نقلی دلائل جہاں کہیں اب مناسب ہے کہ اس باب کے ختم کے بعد تطبیق نقل با عقل کا شبہ جو آج کل زیادہ گمراہ کر رہا ہے اور میرے نام پر خطوط اکثر لوگوں کے پتے آتے ہیں اسکو بھی لکھ کر جواب شافی ان کا لکھوں انشاء اللہ تبارک باب بھارواں جواب اس شبہ کا اگر شریعت انبیاء اور خاصا صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے سب احکام مطابق عقل کے ہوتے تو پھر تطبیق نقل کو عقل سے حرام نہ کرتے اور نہ فلسفہ کا پڑھنا پڑھانا حرام کرتے جیسا فتوے جاری ہے

(سوال نیچر یہ)

کیوں حضرات علماء محمدی آپ لوگوں کو جبراد عوی ہے کہ ہماری شریعت کے سب احکام مطابق عقل کے ہیں اور خلاف عقل کوئی مسئلہ ہمارے مذہب کا نہیں ہے اگر یہ بات سچی ہے تو ہم آپ سے ہمنیت و سماجت سوال کرتے ہیں ہماری تشفی کر دیجئے اور کافر اور زندیق لکھ کر ٹال نہ بیگیجیسا طریقہ آپ حضرات کا ہے سوال یہ ہے کہ اگر یہ احکام ہمارے واسطے جاری ہوئے ہیں پس لازم ہے کہ ہماری ہی عقل سے مطابق ہوں فرشتے اور جن یا اور مخلوقات (البشرطیکہ موجود بھی ہوں) ان کی عقل سے مطابق ہوتا ان احکام کا اس سے ہموکیا تعلق ہے پھر جب ہماری عقل سے مطابق نہیں اسکی کیا وجہ ہے کہ سیکڑوں حدیثیں آپ نے بتائی ہیں کہ شرعی احکام میں عقل کو دخل دینا حرام ہے جو حکم ہے اسکو بسر و چشم قبول کرو ورنہ کافر اور ملحد زندیق ہو جاؤ گے اور فلسفہ پڑھو ورنہ کافر ہو جاؤ گے انصاف یہ جو اور غیظ اور غضب کو راہ نہیجے جس مسئلہ کی بجا آوری ہم پر واجب یا حرام ہو اور ہماری عقل میں اتنی خوبی اور خرابی نہ آوے زبردستی ہماری ناک رکڑی جاتے کہ مانو تو مانو ورنہ گردن زنی ہوگی یہی ایک حکم آپ کی شریعت کا کہ قدر خلاف عقل ہے اور خلاف انصاف کے ہے

ہمارے اس سوال کو آپ جاہلانہ سوال نہ خیال کریں اور ہمارا یہ دعویٰ کہ احکام شرع ہرگز
مطابق عقل کے نہیں بلکہ دلیل نہیں ہے اور نہ ہمارا یہ دعویٰ کہ ہرگز شریعت کے احکام عقل
سے مطابق نہیں ہیں اس لئے کہ آج تک کسی عالم محمدی بلکہ خود بانی دین سے نہ ہو سکا کہ تمام
احکام کو عقل سے مطابق اسکی علت اور اسباب بیان کر سکے علل الشرائع میں جو کتابیں
لکھی گئی ہیں ان کو بھی ہم لوگ پڑھ سکتے ہیں جبکہ پڑھنے سے رہا سہا اور بھی ہمارا عقیدہ قائم
ہو گیا اور خود علماء محمدی کا بھی اقرار ہے کہ یہ علتیں محض وہی اور فرضی ہیں جبکہ سبکچہ
بھی قہقہہ زنی کرتے ہیں اسی وجہ سے ہم اپنے سرسید احمد خاں صاحب بہادر کو فخر اسلام سمجھ
رہے ہیں جنہوں نے تطبیق نقل عقل کر کے کتنا بڑا شبہ اور اعتراض جو دین اسلام پر ہمیشہ
سے چلا آتا تھا اسکا پورا جواب دیدیا اور قرآن مجید اور احادیث نبوی سے بخوبی ثابت کر دیا
کہ دین محمدی کے وہی احکام جو ہماری عقل سے مطابق ہیں وہی سچے ہیں اور سب غلط
اور بناوٹ ہے ایسے فخر مسلمین اور ایسے محسن کو آپ لوگ کافر اور زندیق کہتے ہیں مگر
ہر داناں اور ہر افسوس اور اگر کسی عالم محمدی کو دعویٰ ہو تو ہم وہ احکام شرع جو سراسر
خلاف عقل ہیں حسبہ جستہ لکھتے ہیں ان کو ہماری عقل سے مطابق کر دے ورنہ وہ خود اپنے
دلیل پسند خرد نہیں چاہتے مقام پر یہ اگر ٹھانسنہیں اسی مضمون کے خطوط میرے نام پر چلے
آ رہے ہیں اور یہی حیرت آج کل تمام ملک میں پھیلا ہوا ہے جواب مجملی طور سے تو ہم نے
شرعیات آئے انبیاء کو مطابق عقل کے ہونا باب (۲۵) صفحہ ۳۴ سے لغاتیہ صفحہ ۳۴ تک
دیاجے مگر اب تفصیلی جواب عام فہم یہاں پر لکھتے ہیں انشاء اللہ پہلے اس بات کو سمجھ لینا
ضرور ہے کہ ہر سوال کو اپنا منسوب اور اپنا درجہ فہم بھی ضرور سمجھ کر سوال کرنا لازم
ہے اور علماء محمدی کے اخلاق سے نہایت بعید ہے کہ جو اسے دل دہی اور کشفی دینے
کے سائل کو زندیق اور کافر کہیں یہ فعل خیال اور کٹھ ملوں کا ہے جو درحقیقت دین اسلام
کی خوبی سے خود آگاہ نہیں ہیں بل اگر سائل اپنے منصب اور لیاقت سے بڑھ کر سوال کر گیا
کوئی عالم کسی فن کا فرض کرواے سائل کو بجز ملامت اور نکوٹش کے اور کیا جواب دے

سکتا ہے آپ تو کلچ اور اسکول کے تعلیم یافتہ ہیں اگر ایف اے جماعت کا طالب علم
 ایم اے درجہ کے سوالات کسی اسٹریٹ کرے تو اسکو سوائے زجر اور ملامت کے اور
 کوئی جواب دیا جاسکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں اسبطح کا یہ سوال یہ آپ کا ہے
 کہ حیلہ مسایل اور حیلہ احکام شریعت کو مطابق عقل کے ثابت کر دیجیے اسکا جواب پہلے تو ہم
 یہی دینگے کہ شریعت انبیاء کے مسایل ضرور سب مطابق عقل کے ہیں اسلئے کہ حکیم مطلق
 و محدود لاشرک لہ کے احکام میں اور اسکے بیان کرنا اسلئے بھی حکیم کامل یعنی انبیاء میں
 اور قول اور عقل حکیم کا ہرگز حکمت سے خالی نہیں ہوتا پس ضرور ہے کہ مطابق عقل
 کے ہوں اب اگر آپ خدا کو حکیم نہیں مانتے اور انبیاء کو عقل خدا داد سے متصف ہوتا حکیم
 نہیں کرتے پھر تو ہم کو پہلے اسی کا ثابت کرنا پڑیگا دیکھو باب (۱۲) صفحہ ۳۸۹ کو اور جب یہ
 دو نو امر مسلم ہو چکے پھر مجبلی طور سے کل احکام شریعت کو مطابق عقل کے ہونا ضرور ماننا
 پڑیگا اب رہی تفصیل کہ ہر ایک حکم شریعت اصول دین کا ہو خواہ فروع دین کا اسکا
 مطابق عقل کے ہونا ہر درجہ کے آدمی پر ثابت کرنا یہ کیونکر براہ عقل ضروری ہے اسلئے
 کہ حیلہ مسایل شریعت کا ثبوت عقلی جن دلائل پر موقوف ہے بشمار علوم ایسے ہیں جو ابھی
 فہم انسانی سے باہر ہیں اور روزانہ تحقیقات علمی سے ان کا ثبوت ہوتا جاتا ہے آج
 یا آج سے چار سو برس پہلے خواہ پانسو برس بعد کوئی اسکا مدعی نہیں ہو سکتا ہے کہ
 احکام شریعت جن دلائل سے ان کا ثبوت ہو سکتا ہے ان سبکو جتنے جان لیا ہے اب
 سایل کو یہ سمجھنا لازم ہے کہ علمای محمدی خواہ اور مذاہب آسمانی کے پابند جو یہ دعویٰ
 کرتے ہیں کہ شریعت کے احکام سب مطابق عقل کے ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ
 یہ احکام خالق اور آفرینندہ عقل کے جاری فرمائے ہوئے ہیں لہذا ہلکوا سیدر جانتا
 کافی ہے کہ موجد عقل جو حکم دیگا کبھی خلاف عقل نہوگا یہ دعویٰ کسی پابند شریعت کا
 نہیں ہے کہ ہر خبرتی مسئلہ کو ہم عقل سے مطابق کر سکتے ہیں اسلئے کہ ہماری عقل اور ہمارا
 علم ناقص ہے فرض کرو کہ ہم مریض ہوتے اور کسی کامل طبیب یا ڈاکٹر جسکے علم اور

عقل پر ہکوپہ راجھروسہ پہلے سے ہے اُسے ہکو ایک نسخہ تجویز کر دیا اب ہماری عقل سلیم ضرور حکم کرتی ہے کہ جو جو اجزاء اس میں ہمارے مرض کے مناسب ہیں وہی لکھے ہو گئے پھر اگر کسی مریض کو تھوڑا سا علم طب اور علم خواص ادویہ بھی ہو اور اپنی رائے سے بعض ادویہ کو خلاف اپنے فرض کے براہ عقل سمجھے اور ایسے وجہ سے وہ خدا استعمال کرے کوئی عاقل اُسکی اس رائے کو صحیح تجویز کرے گا اسلئے کہ یا تو اسکی پہلی رائے غلط تھی کہ ناقص طبیب کو اُسنے کامل سمجھ کر رجوع کیا دراصل وہ طبیب جاہل تھا یا اب دوسری رائے اسکی غلط کہ رائے علیل کی علیل ہوتی تھی اب جسطرح اس نسخہ کا استعمال کرنا اور تجویز طبیب حافق پر کار بند ہونا دوسرے مطابق عقل کے ہو سکتا ہے ایک تو مجملی عقیدہ کہ یہ طبیب کامل ہے ہرگز خلاف مصلحت یعنی خلاف عقل ادویہ نہ تجویز کی ہوگی اور دوسرا تفصیلی عقیدہ کہ ہم یعنی مریض اپنی عقل سے بھی ہر ایک دوا کو مناسب اپنے مرض کے سمجھ لے تب اسکو استعمال کرے اب فرمائیے کہ ہم اس نسخہ کو کس عقیدہ سے اپنے مرض کے مناسب اور اپنی عقل کے مطابق سمجھنے کے مجاز ہیں ظاہر ہے کہ تفصیلی طور سے اگر ہم سمجھ سکتے پھر ہم خود ہی طبیب کیوں نہوتے بلکہ بحالت مرض ہمارا یہ خیال کرنا ہی سراسر خلاف عقل ہے یہی حال مخلوقات الہی کا ہے بلکہ طبیب کامل تو براہ شریعت کبھی خطا بھی کر سکتا ہے اور حکیم مطلق تعالیٰ شانہ اور اسکے خاص نائب معصوم کبھی خطا کر سکتے لہذا جو کچھ احکام الہی ہیں ہکو اسی مجملی اعتقاد سے ان کا مطابق عقل کے تسلیم کرنا ضروری ہے اور یہی مراد علمائے فہمی کی ہے کہ احکام شریعت کل حسب قدر میں سب مطابق عقل کے ہیں اسکا دعویٰ سوائے آپ کے سرسید صاحب کے کسی نے نہیں کیا ہے کہ ہم کل احکام شریعت کو مطابق عقل کے تفصیلاً ثابت کر سکتے ہیں اور جو حکم نہ ثابت ہو وہ حکم خدا اور رسول نہیں ہے معاذ اللہ پہلے تو میں سرسید صاحب کی عقل اور دانش جیسی کہ مشہور ہے اُس پر نظر کر کے اسکو نہ مانو گھا کہ انہوں نے خلاف عقل ایسا دعویٰ کیا ہے اور اگر سچ چچ کیا ہے تو ان کی نظیر اُسی مریض کی ہے جو اوپر گندھکی اور پوری نظیر ہے اُسے ہم اور آپ پھر ذرا غور کریں دنیا میں جس قدر امور ہم سب کرتے ہیں دوا علاج اور داد و ستد مقدمہ بازی کھیتی اور پیشہ دری دستکاری وغیرہ

سب کا عام قاعدہ یہی ہے کہ یا تو ہم اُس کام کے اصول اور قواعد عملی کو اپنی عقل سے مفید
 سمجھ کر تب اُسکو کرتے ہیں اگر ہمو اسقدر علم اور تجربہ ہے ورنہ کسی دوسرے معتبر پر بھروسہ کر کے
 اُس کام کو کرتے ہیں اور جب دوسرے پر بھروسہ کیا پھر ہمو ہر بات میں چھیکوئی اور تقریر اور استدلال
 لال کرنے کا ہرگز موقع نہیں دیا جاتا ہے اور یہ جتنے کام کر نیوائے ہمارے اُستاد میں جنکی تعلیم سے
 ہم کام کرتے ہیں فقط اُن کا تجربہ ہمو یقین دلاتا ہے کہ اس کام کو اسی طرح کرنا مناسب ہے کوئی
 شخص ان میں اصلی اور واقعی سبب ہے حکم ان کاموں کے ہرگز نہیں جان سکتا ہے پھر جب فقط
 تجربہ ظنی پر ایسے جاہلوں کے ہمو بھروسہ ہوتا ہے اور گو کہ بظاہر وہ امور کیسے ہی خلاف عقل
 ہوں مگر ہمو چار تا چار کرنا ضرور ہونا ہے اب اگر وہی کام خواہ اور کوئی کام ہمو اپنے خدا سے
 پاک کا بتلایا ہوا معلوم ہو جائے ذرا انصاف کیجئے کہ اسکے بھروسہ پر تو ہم چھیکوئی کریں اور کہیں
 کہ ہماری عقل میں اسکا کرنا درست نہیں اور جاہل خطا کاروں کے تجربہ میں وہ نہ ماریں فرمائیے یہ
 بھی کوئی عقل ہے ہاں اتنی بات ضرور سمجھ لینی چاہئے کہ یہ قول اور فرمودہ ہمارے خدا کا اور یہ
 پیام رسال اسکا فرستادہ ہے یا نہیں اور جب یہ ثابت ہو جائے پھر اُس میں عقل آرائی کیسی طرح
 مناسب ہوگی یہی حال ہماری شریعت کا ہے کہ ہمو خدا نے حکم دیا ہے کہ اگر حکم ہمارا تمہاری
 سمجھ میں آجائے بہتر ہے اور جو سمجھ میں نہ آئے اسکو اپنے سے بڑھ کر صاحبان علم سے پوچھو
 کہ وہ بتلائینگے اور جو اُن کی سمجھ سے بھی باہر ہو تو گو اور اُن کو بسکو یہی لازم ہے کہ علم اسکی مصلحت
 کا ہماری سیر و کرو اور تم براہ بندگی بجا کر لی اسکو تسلیم ہی کر لو ورنہ وہ عیسے اُن فکروھو اشیاء
 وھو خیر و شر شاید ایسی کوئی چیز یا حکم ہمارا جسکو ہم اپنی نادای سے پسند نہ کرو اور اس سے
 نفرت کرو اور اصل علم ربانی میں اُسی سے تمہاری بھلائی ہوتی ہو و عیسے اُن تجھو اشیاء
 وھو شر و خیر اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ تم اپنی رائے ناقص سے کوئی بات اچھی تجویز کرو
 کہ مفید ہے اور اسی میں تمہاری برائی ہو نبی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ
 پانی پانی مراد اور وقت مناسب میں برسیا جائے خدا نے منظور فرمایا تاکہ بندوں کی خرابی عقل
 ظاہر ہو منہ مانگا پانی برسیا اور زراعت بھی خوب ابھی غلہ بھی خوب پیدا ہوا مگر بالکل زہر ہو

گیا اور سیکڑوں کھا کھا کے مر گئے اب فرماؤ کہ کرنے آئے کہ یا مومن! یہ تو نہ بلیہ غلہ ہو گیا حکم
 ہوا کہ تم کو کیا معلوم ہے کہ پانی کس وقت آب حیات کا حکم رکھتا ہے اور کس وقت وہی باران
 زیر کا اثر پیدا کرتا ہے سبحانک لا حول لنا اب تو پانی ہر سامنے کا آلہ طیار ہو چکا ہے اب کھینکا
 کہ پانی برسا کر کیسے آبادی دنیا کی آپ لوگ کرینگے ہاں میرے معزز سوال کر پوچھتے
 اب پہلے آپ اپنے سوال کا مطلب سمجھیں آپ کی غرض تطبیق مسائل شریعت کے عقلی امور
 سے کیا ہے اور کون سی عقل کے مطابق آپ احکام شریعت کو کرنا چاہتے عقل معمولی جو
 خواندہ اور ناخواندہ سب میں فطرتی طور سے ہوتی ہے یا عقل فلسفی عقل معمولی اور عقل فلسفی
 میں تو اس قدر مخالفت ہے جسکی تفصیل اگر آپ کو چاہی منطور ہو یہ لیے کتاب مراۃ العکما جلد
 اول مصنفہ جناب مولوی سید محمد امام صاحب رئیس ٹینہ جنکی لیاقت علمی کالج ٹینہ کے معزز
 طلبہ اور باشندوں سے دریافت کر لیجئے اسی کتاب کو پڑھ کر آپ کو معلوم ہوگا کہ عقل معمولی سے عقل
 فلسفی میں پورا اختلاف ہے پھر چونکہ آپ بھی تعلیم یافتہ اور پورے فلسفی بلکہ نچرل میں عقل معمولی
 سے تطبیق اگر مسائل شریعت کے ہم ثابت بھی کر دینگے بھلا آپ کا ہے کہ منظور کیجئے گا اگر عقل
 معمولی واسطے ضرور اسکو منظور کرینگے لہذا یہی مطلب آپ کا ہے کہ شریعت کے احکام عقل
 فلسفی سے مطابق ہوں جیسے آپ کے ہیرا اور شہزاد کا کل سر سید احمد خان نے آپ کو دعویٰ محال
 اور خلاف عقل کر کے دکھلایا ہے کہ ہم نے شریعت کو عقل فلسفی سے مطابق کر دیا اچھا اب ہم آپ
 ہی کی عقل فلسفی (جو ہر اس مخالفت عقلی سے پیدا ہوتی ہے) کو آپ کے سوال میں فرض کر کے
 آپ ہی سے پوچھتے ہیں کہ عقل فلسفی سے کون سے فلسفی عقل آپ کو مطلوب ہے فلسفہ
 قدیم یا فلسفہ جدید کہنیجے کہ فلسفہ جدید اسلئے فلسفہ قدیم سے جو عقل اسکی تعلیم یافتہ
 لوگوں کو حاصل ہوتی ہے وہ تو آپ کے نزدیک محض تاریکی جہالت سے نافرست ہے اب اگر ہم
 فلسفہ جدید سے مسائل شریعت کے تطبیق کریں تو عقل معمولی واسطے اور فلسفہ قدیم کے تعلیم
 یافتہ اپنی اپنی جگہ پر ناراض ہونگے اور دین اسلام سے دست کش ہونگے حالانکہ ان دونوں گروہ
 کی تعداد آپ کے گروہ سے جواسی تازہ پیدا ہوا ہے ہزار چند ہے اور عقل صحیح کا حکم یہی ہے

علیکم بالسواد الاعظم بڑی جماعت کا ساتھ دینا لازم ہے (چہ خوش اگر ہم آپ کی خاطر
 سے گوڑے دوگرہ سے بکوبھی خوف اور اندیشہ ناراضی کا ہے جیسا کہ آپ سے گراں سبکو
 گوارا کر کے ہم فلسفہ جدیدہ سے احکام شریعت کی تطبیق پر کمر بستہ ہوتے ہیں اب فرمائیے اور ذرا
 فلسفہ جدیدہ کی اصلیت اور ماہیت کو ہماری اسی کتاب کے صفحہ ۱۷ سے لغایت صفحہ ۱۸ ملاحظہ
 کریجیے بلکہ ہماری ساری کتاب اسی بحث میں ہے کہ فلسفہ جدیدہ محض لغو اور بے بنیاد فلسفہ
 ہے جسکی بنا محض تجربہ پر ہے اور تجربہ بھی بالکل ناقص گر آپ کی خاطر سے بغرض محال اسکو بھی تسلیم
 کرتے ہیں کہ فلسفہ جدیدہ بالکل سچا ہے اور محض بے عیب ہے اور جو کچھ جدید تحقیقات سے
 ثابت ہوا ہے وہی درست ہے اب لیجئے کتب فلسفہ جدیدہ مثلاً از ارباب یسعیہ فی العلوم الطبیعیہ
 جو مصر میں چھپی ہے اور دس روپیہ کو مسمیٰ سے آپکو ملیگی اور فقیر نے اسکو حرفاً حرفاً پڑھ لیا ہر
 اور فرسخ زبان سے ترجمہ ہوا ہے اسکو جانے دیجئے عروس بدیعہ فی علم الطبیعیہ التالیف
 اسعد شد ودی جو ابھی مسئلہ میں چھپی ہے بیروت میں اور میرے پاس موجود ہے اسکے گیارہ
 باب اور ۵۵ اصول اور نوامیس جن میں علم نور علم مناظر اور علم حرکت اور میکائیکی اور موسیقی
 وغیرہ تمام اصول کلیہ کا بیان ہے آپ کو تو اسقدر تعلیم درجہ اعلیٰ کی دلائی سرسید احمد خان
 صاحب بیادہ نظر ایک پالیسی کے پسند ہے نہیں کرتے کسی بڑے اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ
 برہمن اور امریکیہ والے سے کہتے کہ ہماری شریعت کا کوئی مسئلہ اپنے اصول جدیدہ سے مخالف
 ثابت کر دے (لاواللہ) کیا مجال ہے کسی اشترکی جو احکام شریعت کو سچے اصول فلسفہ و مختلف
 بتلا سکے اور جہالت اور مہٹ و صہمی کی اور بات ہے میں ایک شخص کم علم آدمی ہوں مگر اپنے
 دین اسلام کی سچائی کے بھروسہ پر کل پورے اور سچے علماء محمدی کی طرف سے دعویٰ مذکورہ
 بالاکو پیش کر رہا ہوں چہ جائیکہ جو لوگ مجھ سے افضل اور اعلیٰ درجہ پر ہیں ان کے یقین کو کیا
 پوچھنا اور جن بزرگان دین کی تعلیم الہی ہے جیسے انبیا اور اوصیاء بزرگان دین کا تو حال
 یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا لو کشف الغطاء لما ازودت یقیناً علیہ الصلوٰۃ السلام
 امثلہ مندرجہ ذیل سے تطبیق عقل اور اہل کے خیال کیجئے فلسفہ جدیدہ کے اصول

پر اور حمایت دین پر بھی منصفانہ نظر کیجئے قرآن مجید میں عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کی سوانح عمری میں صاف صاف وارد ہے کہ حضرت عیسیٰ مٹھی کے کھلوانے بنا کر اُس میں
 پھونک کر دیتے تھے وہ مٹھی کی چڑیا بچک خداوندہ طائر ہو جاتی تھی اسی طرح حضرت ابراہیم
 کے قصہ میں ہے ربّ اربی کیف نجی الموتیٰ خدایا مجھے دکھلا دے کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ
 زندہ کر دیتا ہے حکم ہوا خدا کا کہ چار عدد چڑیاں لیکر اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو اور ہر ایک پہاڑ پر
 ایک ایک ٹکڑا پھینک دو پھر اُن کو بلاؤ دیکھو دوڑتی ہوئی تمہارے پاس چلی آتی ہیں چنانچہ
 ایسا ہی ہوا اب آپ کے ہر دوسرے احمدا خان نے ان دونوں قصوں کو جو صاف طور سے قرآن
 میں مذکور ہیں اُن میں جو زبانی تحریری تاویلیں فرمائی ہیں تفسیر احمدی موجود ہے دیکھ لیجئے
 نعوذ باللہ اور زبانی تقریر کے سننے والے زندہ موجود ہیں اُن سے پوچھ لیجئے نسبت قصہ
 حضرات ابراہیم کے اور خلاصہ یہ ہے چونکہ یہ قصہ خبر کے خلاف ہے لہذا غلط ہے اب
 اسکی تاویل کرنی لازم ہے وہ رے حامی اسلام اور ہم کہتے ہیں کہ علاوہ اس کرامت کے کہ حضرت
 عیسیٰ روح اللہ تھے اور علاوہ اسکے کہ حکم خدا سے مٹھی کی چڑیا میں روح پھونکنے سے جان
 آجاتی تھی جس طرح حضرت آدم کا مٹھی کا پتلا اُس میں خدا نے نفخہ روح کر کے جاندار کر دیا ہے اور
 اور علاوہ اسکے کہ حضرت ابراہیم نے امت کے منکرین حق و شر و احیاء اموات کی ہدایت
 اور اطمینان قلب کی غرض سے (نہ اپنے اطمینان قلب کی غرض سے) یہ معجزہ دکھلانا خدا
 سے طلب کیا تھا آج بھی اسکی نظیر بیدار چھوٹا سا جانور موجود ہے جسکے تین ٹکڑے کر ڈالو سر
 الگ اور بیچ کا دھڑ الگ اور دم الگ تھوڑے ہی دنوں کے بعد ہر ایک ٹکڑے سے تین جانور
 بیدار پیدا ہونگے جسکا جی چاہے امتحان کر کے دیکھ لیں حضرت ابراہیم نے چار طاہروں کے
 ٹکڑے کر دیے تھے اور چار ہی طائر پیدا اور زندہ ہوئے ہم تو ایک بیدار کے تین ٹکڑے کرتے
 ہیں اور تین بیدار بنجاتے ہیں اور مینڈک کی خاک بوتل میں رکھ چھوڑے اور سارے کادو ٹوٹا
 پڑا اور ایک مینڈک سے سیکڑوں بن جائینگے اب زیادہ تر خلافتِ نبویہ مثال ہے یا کہ حضرت ابراہیم
 اور حضرت عیسیٰ کے کاش آپ کے ہر و اسی بیدار جانور اور مینڈک ہی نظر کر کے اس قصہ

کو براہِ خیر جائزہ وقوع ثابت کرتے حالانکہ سید صاحب کو اس جانور اور میڈک کا حال معلوم
 تھا مگر انہیں تو قرآن کو ضلالت عقل ثابت کرنا نہ نظر تھا لہذا چشم پوشی فرمائی اور اسلام کا جھنڈا
 گاڑ دیا اسے سجان اللہ ان دونوں قصوں کو جب میں باب خاص میں لکھوں گا انشاء اللہ تب آپ کو
 اپنے ہیرو کی تائید اسلام کی پوری کیفیت معلوم ہوگی پھر اگر تطبیق شرع عقل سے آپ کی سی
 مروا ہے تو صاف صاف کیوں نہ فرمائی کہ جتنے احکام شریعت کے ہیں سب کو بدل کر معاذ اللہ
 ہم ایک نئی شریعت جاری کریں اگرچہ یہ فعل کسی پابند مذہب آسمانی سے ہو نہیں سکتا اور نہ
 کوئی صاحب عقل سلیم عام اس سے کہ وہ پابند مذہب ہو یا نہ ہو بلکہ محض عقل کا پابند ہوا سکو
 گوارا رکھا اسلئے کہ مخالفت شرع کی عین مخالفت عقل کی ہے مگر چونکہ آپ علما کی محمدی پر
 کج خلقی کا الزام لگاتے ہیں ہم اسکو بھی آپ کی خاطر سے منظور کرتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ
 پہلے آپ ان مسائل کو بموجب وعدہ مندرجہ سوال جیسے جیسے لکھتے ہو آپ کی عقل فلسفی کو مخالف
 نہیں پھر ہم ان کی مطابقت آپ ہی کے فلسفہ سے پوری ثابت کر دینگے یا آپ کے اس
 مسئلہ کی غلطی ظاہر کر دینگے مگر یہ آپ سے کب ہو سکتا ہے آپ کو تو فقط زبانی قلعہ لگانا اور
 شریعت حقیر بجا قہقہہ زنی کرنے سے کام ہے جیسے آپ کے ہیرو کو ہے دوسری مثال
 عام طوفانِ نوح سے انکار آپ کے ہیرو سید احمد خاں صاحب نے علاوہ اور شہادت کے اس
 بنا پر بھی کیا ہے کہ سطحِ جہان کی ہوا اگر سب پانی ہو جائے تو ایک مقدار معین سے زیادہ
 اونچا پلوہ پانی زمین سے نہوگا (چنانچہ باب طوفان میں ہم اسکو لکھیں گے) پھر آنا پانی طوفان
 نوح میں سیکڑوں میل اونچا کہاں سے آیا جسکو مفسرین اہل اسلام لکھتے ہیں اور بے پر کی
 اڑاتے ہیں اس خیال میں آپ کے ہیرو سید صاحب کو اور نیز جنکی تعلید سے یہ دلیل حضور نے
 کہی ہے خدا علیٰ طیش آئی نہیں پہلی غلطی تو یہی ہے کہ ہوا کی بلندی زمین سے کئی میل ہے
 اسکی تحقیق بموجب تصریح جدید علما سے علم ہوا کے محال ہے اور چھ دلیلیں اسکے محال
 ہونے کی فلاسفہ و زمین لکھ رہے ہیں دیکھو فقرہ (۲۲۹) عروس بدیعہ کے صفحہ (۲۲۰) کو اور
 جب ارتفاع واقعی ہوا کا معلوم نہوا پھر پائش کرہ ہوا کی بھی مجہول ہی۔ اب کسی کو منصب

نہیں ہے کہ سطح جہاں کی ہوا کا پانی نکر جو عمود یعنی بلندی حسب قدر پیدا ہوگی اسکا صحیح
 دعویٰ کرے پہلے عمود ۱ سطح جہاں کی ہوا کی پوری پیمائش تو آپ ثابت کریں (۲) دوسری
 غلطی یہ ہوتی کہ سوائے اس ہوا کے جسکے پانی بن جائے کا خیال کیا ہے اور ہوائیں بھی
 موجود ہیں تاہم انکے آفتاب کے گرد بھی ہوا ہے جسکا ہرشل صاحب زیادہ سے زیادہ ۲۷۵۵
 میل عمق بتلا رہے ہیں دیکھو صفحہ ۲۵۶ تاریخ الحکما کو پھر چونکہ وہ ہوا اگر آفتاب کے لئے اور
 آفتاب زمین سے ۱۲ لاکھ مرتبہ بڑا ہے اب اگر اسی ہوا میں سے حکم خدا کی قدر حصہ پانی ہو کر
 آیا ہو کس قدر بلند اور کسے ہزار میل اونچا زمین سے چڑھ سکتا ہے تیسری غلطی کہ یہ ایچر ماوہ اشیر یہ
 جو تمام فضائے آسمانی میں بھرا ہوا ہے اور کرہ ہوا سے دور بھی نہیں ہے بلکہ شاید ملا ہوا ہو اور اسی
 سے فلاسفہ سب چیزوں کو پیدا ہونا خیال کرتے ہیں اسکا سید روح بن اور اسکیجن اور شیر و حین بکر
 پانی بن جاتا خواہ سیدیم جو اصلی مادہ کل اشیاء عالم کا ہے اسکا پانی بن جانا نچرل صاحب کیونکر
 محال ثابت کر سکتے ہیں (۴) غلطی بنابر عقیدہ اہل مذہب آسمانی کی یہ ہے کہ خدا لاشع ہے
 ہر شے کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور آپ کے وہی نیچر کا پابند نہیں ہے ہمارے مفسرین
 جزا ہم اللہ خیر الاشیء قدرت کاملہ پر بنا کر کے اس قدر بلند چڑھنا پانی کا لکھا ہے اور اسکو ہم
 خاص باب طوفان میں لکھینگے انشاء اللہ المستعان میرے سامنے اسوقت رسالہ معارف
 مطبوعہ مکیم پریس ۹۹ نمبر ۹ جلد (۱) کا صفحہ ۲۶۷ کالم ۲ سطر (۴) کھلا ہوا ہے جس میں سرسید
 صاحب کے لایین میں یہ فقرہ درج ہے کہ سرسید نے تعصب اور جہالت کا مقابلہ چالیس سال
 کیا ہے تقلید کی جڑ کاٹی ہے۔ بڑے بڑے علماء اور مفسرین کو لٹاڑا ہے ذرا اس لٹاڑنے
 کے لفظ کو دیکھئے اور سرسید صاحب کی علمی لیاقت جو اسی کتاب انتصار الاسلام میں
 ہر جگہ آپ کو دکھائی جاتی ہے وہ بھی براہ الضاف ملاحظہ کیجئے کاش اگر سرسید صاحب اسی
 فلسفہ واسیہ کو جانتے جسکی تقلید میں قرآن مجید کی آیات کو غلط کہہ رہے ہیں تب بھی ہم کو
 اتنا صبر تو ضرور ہوتا کہ ہاں تقلید میں تو پورے ہیں حضرت کو اس فلسفہ کے اصول سے بھی
 خبر نہیں اور پھر یہ منہ زوریاں اللہ الد جہالت سے مقابلہ کرنا یہ عالم کا کام ہے اور جسکو خود

علم ہو وہ جہالت سے متقابلہ کیونکر کر سکتا ہے اب پھر از سر نو ہم اس تقریر کو شروع کرتے ہیں شریعت محمدی بلکہ جملہ شریعتوں کے انبیاء عموماً دو قسم پر منقسم ہے قسم اول اصول اعتقادات اس میں توحید اور نبوت اور معاد اسکے کل مسائل عقلی دلائل سے مطابق ہیں اور فلسفہ عقلیہ الہیہ میں کسب طبع کی غلطی کا احتمال نہیں ہے اسی پر اصول مذکورہ کی بنا ہے ہاں انہیں تینوں مسائل کے فروع صد مسائل ہیں وہ بھی ضرور عقل سلیم ہی کے مطابق ہیں اور جس قدر علوم قدیمہ اور جدیدہ فرض کیے کسی علم سے کوئی مسئلہ ہمارے اصول دین کا اگر مطابق نہ ہو اسکا بار ثبوت ہمارے ذمہ ہے اور ہمارے علم کلام کی کتابیں اسی کی بحث میں طیار ہیں اب رہا بعض مسائل میں اختلاف اسے اہل اسلام کا اگرچہ یہ اختلاف ہے مگر کوئی فرقہ اہل اسلام کا اسکا مدعی نہیں ہے کہ یہ مسئلہ خلاف عقل ہے یا اسکا ہونا محال ہے بلکہ جن امور کا محال ہونا دوسرے ہمیشہ بنظر استبعاد عقلی کہہ رہے ہیں ان کا جواز اور امکان ثابت کر دیا گیا ہے ہاں علم معاد میں دوسرے عالم کی جو اخبار انبیاء نے دی ہیں جب وہ عالم دوسرا ہے اور انبیاء کو ہم راست گو اور معصوم اور حکیم تسلیم کر چکے ہیں ہکوان خبروں کی تصدیق میں اپنی کج فہمی سے شبہہ کرنا ہی خلاف عقل ہے اسلئے کہ تمثیل سے اس عالم کی دوسرے عالم کے امور شدنی اور ناشدنی قیاس کرنا یہی نادانی ہے جب اسی عالم میں جس قدر خواص طبعی اور فو میں موجود وہ اشیا کو اپنی عقل سے مدلل نہیں کر سکتے اور سوائے اسکے کہ ہکو یہی کہنا زیبا ہے کہ یہ اثر اور یہ ربط اس شے کا دوسری شے سے فطرت نے دیا اسکی دلیل کو ہم نہیں جانتے اور نہ ہماری سمجھ میں آسکتی ہے دیکھو اب نیچے کے صفحات کو اسی کتاب کے اور انہیں مسائل کی نسبت ہمارے ہوتے برحق نے فرمایا ہے کہ تم احکام الہی اور اخبار عالم جزا اور سزا میں اپنی عقل کو دخل نہ دو اسلئے کہ ہماری عقل تو اسی عالم فانی کی موجودات کی مشاہدہ سے مستفاد ہوتی ہے اس پر اگر ہم قیاس کر کے اور تمثیل دیکر دوسرے عالم کے امور میں چھ میکوئی کرینگے ضرور غلطی واقع ہوگی یہ چہ نسبت خاک را عالم پاک و دوسری قسم شریعت کے فروع دین کی ہے فروع دین سے مراد یہ ہے کہ جب آدمی نے اپنے خالق کو پہچانا اور اسکے

جاہ و جلال اور صفات کمال سے واقف ہوا اور یہ بھی اسکو عقیدہ ہو گیا کہ خدا نے ایک دار
 آخرت جزا اور سزا کی واسطے بنایا ہے یعنی اس دنیا میں جیسا کریں گے اُسکی جزا اور سزا ہوگی دوسرا
 عالم میں ضرور ملے گی اب اس شخص کو ضرور سوچنا چاہئے کہ اپنے خالق اور رازق سے مجھے
 کیسا برتاؤ اسکی عبادت میں کرنا چاہئے اور اُسکے پیچھے ہوئے پیغمبر جو مجھے راہ راست دکھا
 میں اُن سے کیسا برتاؤ کروں (۲) اور اُسکے بندہ مخلوق جو مجھ ایسے اسی دنیا میں ہیں اور
 اُسنے دن مدت کا سا بقعہ میرا ہے اُنسے کیسا برتاؤ کروں پہلی قسم کو عبادت کہتے ہیں اس میں تو
 یہی مناسب ہے کہ جو کچھ خداے تعالیٰ جس زمانہ میں اپنی عبادت کے طریقہ مقرر فرمائے
 ہو کہ بچوں و بزرگوں کی بجا آوری لازم ہے مثلاً سخت گرمیوں کے روزے جب ہمارے خدا
 نے ہم سے اپنی طاعت کی بجا آوری بقدر ہماری برداشت کے براہِ رحم تجویز فرماتی ہے
 اب ہمکو میں خود و خدا اگر محل گرمیوں کے روزہ کا ہے تو رکھیں ورنہ حکم ہے اُسکی قضا جاڑوں
 میں کر لو اسطرح نماز کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر جس میں جسقدر طاقت ہو اسقدر اُسکی بجا آوری کھڑے
 کھڑے خواہ بیٹھ کر بھی کر دے اب عبادت کی اقسام میں عقل آرائی ہو کہ نہ کرنی چاہئے اسی
 واسطے عبادت کو احکام توفیقی کہتے ہیں یعنی خدا نے زبان انبیاء کے جو عبادت جس زمانہ
 میں مقرر فرمائی ہے اُس میں ہو کہ اپنی عقل آرائی کسی طرح کرنی نہ چاہئے اسلئے کہ عبادت
 بندگی کو کہتے ہیں اور بندگی کو بچا رگی لازم ہے آپ کو یہ خیال ہو کہ عبادت میں اندھا و صند
 کار خانہ ہے نہیں بلکہ چونکہ خدا کو ہم عادل بلکہ رحیم بھی تسلیم کرتے ہیں لہذا عقل سلیم بھی
 گوارا نہ کر لی کہ عادل اور رحیم اور حکیم اپنے بندوں سے ایسی سخت اپنی عبادت میں
 لے جو عقل کے خلاف ہو انہیں مسائل عبادت کی نسبت انبیاء نے فرمایا ہے کہ تم اپنی
 عقل کو ان میں دخل نہ دوا سلئے کہ خدا کو جب عادل اور رحیم تسلیم کر چکے پھر تکلیف والا
 بظاق وہ تم سے کبھی جائز نہ رکھیگا اور قرآن شریف میں اسی کا جابجا ذکر ہے لَا یُکَلِّفُ
 اللّٰهُ نَفْسًا اَلَّا وُسْعَهَا۔ اب رہی برداشت اور عقل اسکا قاعدہ ہمارے ہادیان
 برحق نے بھی بموجب ارشاد باری عز اسمہ ہی مقرر فرمایا اَلْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهِ لَجَبِيْرٌ مُّذْنِبٌ

لوالقی معاذیرہ ہر ایک آدمی اپنے نفس پر اچھی طرح سے بصیر ہے اور خوب سمجھتا ہے کہ
 میں کس قدر تحمل کر سکتا ہوں گو بظاہر حذر یا سے فاسدہ پیر یہ کرتا رہے پھر چونکہ عبادات
 محض حق الہی ہیں ان میں ہمواسنی عقل سے تفصیلی طریقہ سے کام نہ لینا چاہئے بلکہ جب پورے
 طور سے ہم پر ثابت ہو جائے کہ یہ حکم خدا ضرور ہے پس خدا کو حکیم اور عادل اور رحیم مان
 کر تسلیم ہی کرنا ضرور ہے دوسری قسم احکام دین کی جو دنیاوی معاشرت سے متعلق ہے کہ
 ہم اپنے ہی نوع اور دیگر جاندار چیزوں سے کیونکر پیش آمد کریں اور اپنا لباس اور طعام اور
 گھر بار وغیرہ کیسا تجویز کریں اسی میں امور اخلاقی اور تمدنی اور خانگی اور حفظ صحت سب
 داخل ہیں اور قانون معاشرت اسی حصہ شریعت کا نام ہے اگرچہ بعد تسلیم کرنے اس امر
 کے کہ خدا سے عزوجل حکیم اور مدبر برحق ہے اور ہمارے ضرر رساں اور نفع دہندہ امور کو
 ہم سے ہزار درجہ بہتر جانتا ہے اور کبھی ایسی تجویز فرمائی گا جس میں ہمارا ضرر ہو پھر تو بندہ
 میطیع کو قانون معاشرت کے احکام الہی اور نوا میں قدرت کو تسلیم ہی کرنا لازم ہے
 مگر نہیں نچرل صاحب ہمارا کو اس قدر فلسفہ جدیدہ کی چڑھی ہے اُنکودن رات ایسی فکر
 رہتی ہے کہ شراب حرام کیوں ہوئی ذبیحہ اور مردار جانور میں کیا فرق ہے سو وہ کیوں جانور
 ہوا جسکی بدولت غیر اقوام تو مالدار ہیں اور مسلمان بھیک مانگتے ہیں نجاست اور طہارت
 کا کیا لغو مسئلہ ہے کتا ایسا رفیق جانور ایسے پلنے کی کیوں ممانعت ہے۔ عورتوں کو گھر
 میں بٹھا کر قید سخت کیوں دیا جاتی ہے۔ عورتوں کی تعلیم مردوں سے کیوں کم تجویز ہوئی انفر
 ایسے ہی مسائل جرتیہ پر نظر کر کے حضرت نچرل صاحب اور آپ کے جنرل نچرل نے ہمارے
 علما اور مفسرین (خاک بدین گویندہ) لٹاڑا ہے اور ایسے ہی مسائل میں مخالفت شریعت
 کے عقل سے ظاہر کر کے ایک نیا دین بنایا ہے جسکا نام سجادین اسلام رکھا ہے انصلا لا اسلام
 کو خدا بجز مہدی صلیعہ انجام کو پہنچا دے اس میں ایسے ہی مسائل کو عقلی طور سے درست
 کرنے کا الزام مالا یزیم کیا جاتا ہے اور گزشتہ ابواب میں خدا کے فضل سے مشتے از
 نمونہ خروارے چند مسائل پر بحث ہو چکی تھی مگر اسکا خیال رہے کہ یہ خیال خام حضرت

سوال کنندگان کا ہے سرسید صاحب نے دین اسلام میں جو جو امور شریعت سے منقول تھے ان کو خوب جانچ کر سچی باتیں تو الگ کر دیں اور غلط سلاط کو چھانٹ کر الگ کر دیا خیال بالکل غلط ہے اسلئے کہ سرسید صاحب میں اتنا مادہ علمی نہ تھا کہ امور شریعت کے رموز کو سمجھتے اور فلسفہ کے نازک مسائل کو جانتے اسوجہ سے جس مسئلہ کو انہوں نے خلاف عقل بتایا ہے یا تو اسکی مخالفت عقل سے براہ کم علمی انکی رائے میں آتے یا وہ مسئلہ عقلی خود غلط اور لغو تھا جیسا کہ ابھی طوفان نوح کی نظیر میں گزر چکا ہے چند اظہار اس کے تو اوپر کے ابواب میں گزر چکے مثلاً قرآن مجید کی فصاحت کا معجزہ نہ ہوا دیکھو صفحہ ۷۷ کو انصار الاسلام کے دوسری جگہ اقرار اس کے معجزہ ہو نیکاد دیکھو صفحہ ۷۷ کو دوسرے معجزہ دلیل ثبوت نبوت نہیں صفحہ ۷۷ اسی کتاب کو دیکھو تیسرے معجزہ اور بازی گری سب ایک ہی چیز ہے کچھ فرق نہیں ہے چوتھے ہمارے نبی صلعم نے کوئی معجزہ نہیں دکھلایا پانچویں سمیرنم کے اعمال اور معجزات میں کوئی فرق نہیں ہے چھٹے معجزہ وہی ہے جو خلاف قدرت خدا کے واقع ہو اب انصاف کیجئے کہ ان باتوں سے اسلام کی تیج کئی ہوتی ہے یا کہ تائید اسلام اتنی باتیں تو سرسید صاحب کی ہم اوپر کے ابواب میں لکھ چکے ہیں اور سیکڑوں اغلاط اسی قسم کی انشاء اللہ آپ کو دکھائینگے فلسفہ کا پڑھنا شریعت نے حرام کیوں فرمایا بیشک وہ فلسفہ جسکو آدمی نے اپنی ناقص عقل سے بنایا ہے اور وحی آسمانی کے مخالف ہے اسکا پڑھنا پڑھنا حرام اور بدترین امور سے جو کہ آدمی انسانیت سے اسکو پڑھکر گزر جاتا ہے اور جس غرض سے خدا نے آدمی کو پیدا کیا ہے اسدو ان اعرف یعنی خدا کا ارادہ ہوا کہ مجھے میری مخلوق پہچانے اور پہچانے تو حق معرفت بھی ادا کرے فلسفہ باطلہ کے اصول پہلے تو آدمی کو دہریہ بنکر خدا بناتے ہیں اگر یہ نہ ہوا تو خدا کو محض بیکار پابند خیال کر کے موثرات عالم کو موثر حقیقی اعتقاد کرتا ہے حرام اور حلال کو محض امر لغو خیال کرتا ہے جب تک اسکی عقل ناقص ہو وہ سے مطابق نہ ہو اور جب آدمی کی عقل ناقص ہے پھر حکیم کامل العقل کا حکم یا فعل اس عقل ناقص سے مطابق کیونکر ہوگا لہذا انکار شریع پر فلسفہ معین ہوتا

ہے جناب نیرل صاحب ذرا انصاف کیجیگا کیا آپ اس گروہ میں داخل نہیں ہیں ضرور
 داخل ہیں حالانکہ ابھی فلسفی ہونا آپکو برسوں نصیب ہوگا اور نہ آپ کے پیروں میں احمد
 خالص صاحب کو اور اسی نظر سے کہا گیا ہے کہ کچھ صوفی بچا ملحد سہ تری وہ مثل ہوتی اسے
 رضی نہالی الذی نہ اولی الذی۔ آپکا یہ خیال کہ شریعت کو اصول فلسفہ سے مطابق کر دیا
 جائے اسی سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ فلسفہ اور شریعت کوئی دو چیز ہیں یہ بھی خیال فلسفہ
 کے حرام اور ناجائز ہونے پر کافی دلیل ہے اور اسی فلسفہ کے پڑھنے سے یہ خیال پیدا
 ہوتا ہے جو دراصل محض لغو اور بے بنیاد فلسفہ ہے اب ہکو لازم ہے کہ فلسفہ کے اقسام
 جائز اور ناجائز کی تفصیل بھی آپکو بتلا میں اور یہ شبہ جا بلا نہ جو آپ لوگوں کو پڑا ہے کہ شریعت
 کے امور عقل سے مخالف ہیں اسکی پوری کیفیت بیان کریں فلسفہ کی دو قسمیں علمی نظری
 اسکو فلسفہ عقلی بھی کہتے ہیں اس فلسفہ میں محض اعتقاد اور علم غیر مادی اشیاء کی ماہیت
 اور خواص کا بیان ہوتا ہے دوسرا فلسفہ عملی جسکے پڑھنے سے ہم کاروبار و دنیاوی میں اعمال
 اور دستکاری تجارت اور طبابت و کالت وغیرہ پیشہ پر کامیابی کیساتھ بسر و زندگی پوری
 کر سکتے ہیں پہلی قسم فلسفہ عقلی کی اسی کے اصول اور قواعد اچھے اور بُرے دونوں طرح
 کے ہوتے ہیں انسانی طاقت جہاں تک ہے اور جتنی قدرسانی ہماری عقل کو بخیر اسی میں
 سیکڑوں طرح کے اختلاف اصول فلسفہ عقلمیہ میں کر نیے سیکڑوں شبہات اور الجھاؤ پڑتے
 پڑتے آدمی کی عقل تباہی میں آجاتی ہے اور سوائے گمراہی اور تباہی کے کوئی نتیجہ
 پیدا نہیں ہوتا ہے بلکہ اسی فلسفہ کے اصول میں ایسے خراب خیال پیدا ہونے لگتے ہیں
 عملی تک بھی اسی خرابی کا اثر پہنچتا ہے اور دنیاوی کاروبار میں بھی سیکڑوں طرح کا ہرج
 پیدا ہوتا ہے اب راہ دین اور شریعت کا معاملہ ظاہر ہے کہ دین کھلی ہوئی راہ اور روشن
 طریقہ کا نام ہے جس پر اندھا اور بینا دونوں برابر چل سکیں اور ایسا فلسفہ جو بینا کو نابینا بنا
 دیتا ہے اس پر کسی دین کا مدار ہوگا نہ ہو نہیں سکتا۔ دین کا تو ایسا آسان اور سیدھا ہے
 وسواس اور بے خردانہ طریقہ چاہئے جس سے عقل فطرتی فوراً اسکو قبول کرے اور لاکھ طرح

سے کوئی بھکائے مگر آدمی بہک نہ سکے بوڑھی عورت چرخہ کا تے والی سے چچا
 کیا تو نے اپنے خالق کو کیونکر پہچانا جواب دیا کہ یہ چھوٹا سا چرخہ جو میرے پاس ہے بدلتا
 میرے چلاے ہوئے ہرگز چل نہیں سکتا یہ آسمان اور چاند سورج اور ستارے کیونکر
 آپ ہی آپ چل پھر سکتے ہیں اسوجہ سے ہمارے ہادی برحق نے فرمایا علیکم بدین
 العجاظ لو پس فلسفہ عقلیہ جسکو ہماری شریعت حرام فرماتی ہے وہی فلسفہ ہے جو آدمیوں کی
 عقل آرائی سے بنا ہے اور جسکا کوئی مسئلہ آج تک ٹھیک نہوا اور وہ فلسفہ عقلیہ جسکو
 وحی آسمانی سے پیران برحق تعلیم فرماتے ہیں اسکو کسی شریعت نے حرام نہیں فرمایا بلکہ
 واجب فرمایا ہے ادع الی سبیل ربک بالحکمة خدا کی شناخت کی راہ پر ہمارے
 بندوں کو حکمت کے ذریعے سے بلاؤ ومن یؤت الحکمة فقد اؤتی خیرا کثیرا۔
 جسکو خدا نے حکمت عطا فرمائی ہے خیر کثیر اُسکیونصیب ہوئی ہے آپ میں یا کوئی اور
 صاحب عقل اسکو مان سکتا ہے کہ جب شریعت انبیاء کے احکام عقلی ہی قوانین میں پھر
 کوئی شریعت فلسفہ صحیحہ اور تصنیف کے سیکھنے سکھانے کو حرام فرمائینگے محض اقترا
 ہے اور بالکل غلط الزام براہ فریب وہی لگایا جاتا ہے کہ شریعت نے فلسفہ کا سیکھنا سکھانا
 حرام فرمایا ہے بلکہ جس فلسفہ کو عقل اور شرع دونوں حرام کرتے ہیں وہ البتہ حرام اور ناجائز
 ہے۔ علم دنیا سرسری قیل است وقل۔ نے ازو کیفیتے حاصل نہ حال مگر برا استدلال
 کار دین بودے۔ فخر رازی راز دہ دین بودے۔ یہ تو شاعراۃ مضمون ہے آپکو ہرگز پسند
 نہوگا یہ لیجئے تاریخ الحکما (گلدستہ فرنگ) اور دیکھئے فلسفہ عقلیہ آپ کے حکماء یورپ
 جسکی تحقیقات جدیدہ کو آپ کے پیرو خدا اور رسول کے کلام پر مقدم جانتے ہیں اور سب کے
 باہم اختلاف اور تناقض اور تہافت اور مہلات اور خرافات کو جسکے پڑھنے سے کیا کہوں
 کیسی حیرت ہوتی ہے ہر کلی ادطامس اور نوٹیس اور ڈاکٹر ریڈ اور مہیوم اور فلان فلان اور
 چونکہ یہ سب اپنا اپنا رنگ علاوہ رنگ فلسفہ یوپی کے بازو رہے ہیں اور ڈاکٹر بیرون اور
 ڈاکٹر کرن سراسحق نیوٹن وغیرہ فلاسفہ موحدین کی طرح اسکے قائل نہیں ہیں کہ علم علت

اور معلول قیاس اور تجربہ سے کبھی درست بھی ہو سکتا ہے اسوجہ سے یہ سب لوگ
 مثل ہمارے معزز سائنس کے ہمیشہ ٹھوکریں کھاتے کھاتے مر گئے اور کوئی مسئلہ منجملہ
 مسائل فلسفہ عقلیہ کے درست نہوا تھاقت الفلاسفہ قدیم فلسفہ کی اظہار خرابی میں یہ
 کتاب لکھی گئی تھی مگر اب جدید تحقیقات سے قدیم فلسفہ کی ٹٹی پوری خراب ہو رہی ہے
 اور شاید اگر ہماری زندگی نے وفا کی تو اس طرح ہم جدید فلسفہ عقلیہ کی وہجیاں اڑانے پر طیار
 ہو رہی ہیں۔ شیشہ سے کی طرح ساقی چھیر ٹوٹ کہ بھرے بیٹھے ہیں المختصر یہ بحث
 بہت ہی طولانی ہے سیکڑوں اجزائے کتاب لکھے جائیں تب بھی ختم نہوگی اب مجھے
 مناسب ہے کہ جس شبہ کی وجہ سے ہمارے معزز سائنس کو خواہش لطیف شرع بالعقل کی ہے
 اسکو لکھ کر اور اسی کا دفع کر دوں تو شاید کسی قدر یہ شوق ہمارے نوخیزوں کا مبدل یہ لغزت
 ہو جائے اسکو کسی باب آئندہ میں لکھوں گا دوسری قسم فلسفہ عملی کے جس سے اکتساب
 معیشت اور بسر بر حیات کا سامان آدمی درست کرتا ہے اور اسکی ترقی کی چکا چوند نے
 ہمارے معزز تعلیم یافتہ کو یہاں تک متنازع کر دیا ہے کہ اصول عقاید کے مسائل جبکہ علم علت
 وہی ہے اسکو بھی اب چاہتے ہیں کہ اس طرح عملی اور بدیہی کر دیا جائے اس دوسری قسم
 کے فلسفہ کو ہماری شریعت نے بقدر ضرورت واجب اور مستحب فرمایا ہے اور صاف کہہ دیا
 الکاسب حبیب اللہ دیکھو ہم اہل اسلام حبیب خدا اپنے پیغمبر حق کو کہتے ہیں اور ہمارے
 حبیب خدا صلعم نے کاسب معیشت کو اپنا لقب عطا فرما کر ارشاد کر دیا کہ جو کسب معیشت
 کرتا ہے وہ بھی حبیب خدا ہے اب انہیں علوم عملی میں سے بعض علوم سے وہ پیشہ پیدا
 ہوتے ہیں جنکو ہماری عقل ناقص ناجائز اور شراب تجویز کرتے ہیں جسے قلب سازی دیکھو
 جعلی و ستاویز بنانی جعلی مگر خودنی چوری کا پیشہ جھوٹی گواہی دینے کا پیشہ انہی شرع
 سیکڑوں پیشہ کہ یا تو عموماً ہم انکو ناجائز کہتے ہیں یا کہ تخصیص علی یا نوعی (قوی) یا شخصی
 کیوجہ سے کبھی جائز سمجھی ناجائز خلاصہ یہ ہے کہ ہماری شریعت نے کسب معیشت کے جس قدر
 طریقہ حلال اور حرام تجویز فرمائے ہیں ضرور وہ سب عقل فطری کی نظر سے درست اور سجا تجویز

ہے اور ہم اسی کتاب میں ان سب کو عقلی دلائل سے ثابت کر دینگے انشاء اللہ مگر اس جگہ ہم کو نیچرل صاحب سے ضروری بات یہی پوچھنی ہے کہ جن اصول پر بنا کر کے یہ صنائع جاری ہوتے جاتے ہیں اور ان اصول کو آپ لوگ نیچرل قانون قدرت کہہ رہے ہیں کیا ان سب کو اپنی عقل سے آپ نے مطابق کر لیا ہے یعنی دلیل عقلی سے آپ ثابت کر سکتے ہیں مثلاً جو شے متصل زمین کے چار سپر وزنی ہو چار ہزار میل زمین سے اوپر سپر بھر کا وزن اسکا کیوں رہ جاتا ہے یا نصف میل کی بلندی پر سپر بھر کا وزن جسم کا کیوں گھٹ جاتا ہے آپ یہی جواب دیں کہ فطرت نے جاویدیت زمین کا یہی نیچر قانون قدرت رکھا ہے یا قواعد حرارت مشعہ یعنی جس حرارت میں شعاع اور چمک ہوتی ہے (کے مثل قواعد نور کے ہیں انوکاس میں اور چمکنے میں اور کمی میں اور نفوذ کرنے میں وغیرہ کیا آپ کی عقل کسی دلیل سے اسکو ثابت کر سکتی ہے بجز اسکے کہ خالق نور اور حرارت نے یہی اثر اس میں دیا ہے اسی طرح ہزاروں نوا میں طبعیہ اور خواص کیمیاء دی اور کربائی برقی جو روزانہ ثابت ہوتی ہیں کوئی فلسفی اسکا معنی ہو سکتا ہے کہ دلیل عقلی سے انکا ہونا ثابت کر دے سوا اسے عجز اور اعتراف کی کیا قدرت نے یہی اثر اس میں دیا ہے اور کیوں دیا ہے اس میں کیا مجال ہے کوئی فلسفی تبارک کے بہت زیادہ لکھینگے تو مثل مرآۃ الحکما یہی کہیں گے کہ خدا کی یا فطرت کی یہی مرضی ہے کہ یہ اثر اس شے میں پایا جائے پھر کیا اپنے ہماری شریعت میں کوئی آیت یا حدیث ایسی پائی ہے جس سے یہ نکلتا ہو کہ چار ہزار میل کی بلندی پر کسی شے وزنی چار سپر کا وزن سپر بھر سے زیادہ یا کم ہوگا یا نصف میل کی بلندی پر ایسے کم ہوگا یا نور اور حرارت کے قواعد میں ہماری شریعت نے آپ کے اصول نیچر یہ سے کچھ اختلاف کیا ہے کہیہ کہنے کے ہاں تو اسکی سند پیش کیجئے اور اگر نہیں کیا ہے پھر آپ کیوں شریعت سے ہمک بہوں پڑھاتے ہیں یہ بھی پاؤ رہے کہ بعض اصول فیسولوجی یا اصول خلقت لطفہ انسانی میں ہمارے ہادیان برحق کے ارشاد ضرور مخالف آپ کے فیسولوجیوں سے ہیں ان کا جواب مجملی تو ہم یہی دیتے ہیں کہ جب دلیل عقلی سے آپ کے اصول اور نوا میں کاشتوت نہیں ہے فقط و ہمیں تجربہ پر بنا ہے پھر اگر تجربہ دگر وہ کا مختلف ہوا اور اپنے اپنے تجربات پر بنا کر کے ہر گروہ ایک حکم جدا گانہ کرے کسی کو ان دگر وہ میں سے

دوسرے گروہ پر طعن اور تشنیع کا موقع نہوگا۔ سنسکریٹ کا استعمال کچا ہو خواہ کشتہ کر کے اسی طرح پارہ
 کا استعمال زندہ اور کشتہ یونانی طبیب قطعاً ناجائز کہتے ہیں اور ڈاکٹری دواؤں میں دیکھنے کے بعد ان
 دونوں کا استعمال مفید ثابت ہو رہا ہے اسی طرح ہمیاتی کا فن اور اسی طرح قدیم ڈاکٹری کا فن دیکھو
 کیمیا کے باسلیقہ نام کتاب جو برتانہ سلطنت نصیر الدین حیدر پادشاہ فارسی میں ترجمہ ہوئی ہے کہ محض
 سمیات سے کل امراض کا علاج کرنا ضروری ثابت کر رہا ہے بہر حال جب تجربہ پر ہوتا ہے اور دلیل
 عقلی آپ بھی اپنے اصول جدیدہ کی صحت پر قائم نہیں کر سکتے پھر اب کیا جھگڑا رہا اور کیوں دفع تو ہم
 شاید آپ یوں کہنے لگیں کہ ہم لوگ تطبیق نقل کی عقل سے ان امور میں چاہتے ہیں جن میں ہماری
 عقل کارگر ہو سکتی ہے اور انکو صریح مخالف عقل کے پاتے ہیں اور نوا میں طبعیہ میں اگرچہ سبب
 عقلی اور ربط حقیقی دریافت نہو مگر ان کا مخالف عقل ہونا بھی تو نہیں ثابت ہے خلاصہ اعتراض
 یہ ہے کہ جس چیز میں عقل انسانی کی رسائی نہو اسکو مطابق عقل یا مخالف نہیں کہہ سکتے لہذا یہ نظائر
 آپ کے ہماری درخواست کے مطابق نہ رہے جو اب اب ذرا انصاف کے ڈھیر سے پر آپ
 آتے چلے ہیں اب امید ہے کہ یہ گفتگو اور یہ بحث دوسری چار باتوں میں طے ہو جائے اب یہ جواب
 ہے کہ جس طرح آپ نوا میں طبعیہ کو اصول فطری اور قانون الہی تسلیم کرتے ہیں اسی طرح ہم لوگ
 نوا میں شریعت کو قانون الہی تسلیم کر چکے ہیں اور جس طرح ہم کو یقین کامل ہے کہ نوا میں طبعیہ جس
 حکیم مدبر نے اجسام میں تجویز فرمائی ہیں اور ضرور مطابق عقل کے ہو گئی گو آج ہماری عقل ان کے
 بخوبی سمجھنے میں کوتاہی کرے اسی طرح قوانین شریعت اسی حکیم اور مدبر کامل پادشاہ رحیم اور عادل
 نے اپنی حکیمانہ تجویز سے نافذ فرمائے ہیں اور دونو قانون کا نافذ کرنے والا وہی خدا ہے حکیم وحدہ
 لا شریک ہے کبھی خلاف عقل اور انصاف کوئی قانون اسکا ہو نہیں سکتا بلکہ دوسرا قانون یعنی
 شریعت چونکہ زیادہ تر ذوی العقول ہے، کیواسطے جاری فرمایا ہے اسکا مطابق عقل ہونا بہ نسبت
 نوا میں طبعیہ کے اور زیادہ تر ضروری ہے پس اگرچہ آج ہماری عقل ان کے مصالح کے سمجھنے
 سے مثل نوا میں طبعیہ کے قاصر ہو مگر یہ احکام کبھی مخالف عقل صحیح نہیں ہو سکتی اب ہم کو اور آپ کو اسی
 قدر سمجھ لینا ضرور ہے کہ جس طرح نوا میں طبعیہ کو ہم قانون الہی اسوقت جانتے ہیں جب کسی معتد

باب ۱۱ میں مسلمانوں پر جو باتیں نیکو ہیں جو ہمیشہ سے کرتے چلے آئے ہیں اور ان کے جوابات نقلی اور عقلی

اس باب میں چند شبہات ایسے بھی درج ہو گئے کہ اگرچہ ابھی میرے پاس کسی تحریر میں وہ سوالات نہیں آئے مگر چونکہ دلوں میں حضراتِ نیچریہ کے وہ ضرور سماتے ہوتے ہیں اور کئی علمِ فلسفہ کی وجہ سے انکو بیان نہیں کر سکتے اور پچھلے دہریہ اُن کو اچھی طرح سے کہہ گزرتے تھے اور یادِ باطنِ حق اُن کے فہم کے موافق جواب بھی دیتے تھے لہذا اسی بابِ تطبیقِ نقلِ بالعقل سے متصل اسکا لکھنا ضرور ہے اور چند سوالات بذریعہ تحریر ابھی چکے ہیں پہلا سوال کیوں جناب اگر آپ کا خدا موجود ہے اور سب امور پر قادر بھی ہے اور اپنے بندوں کی ہدایت بھی اسکو ہر گونہ منظور ہے پھر کیا خدا سے یہ ہونہیں سکتا کہ ظاہرِ مظاہر ہو کر اپنے بندوں کے ساتھ چلا آئے تاکہ ہم سب اسکو پہچان کر اسی پر ایمان لائیں اور یہ سارے اختلافات جو منکرینِ خدا اور اُسکے وجود پر اقرار کرنے والوں میں ہیں بالکل دور ہو جائیں اسلئے کہ مشاہدہ سے بڑھ کر پھر اور کونسی بات ہو سکتی ہے اب اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر خدا موجود ہے تو اصلی منشا اسکا یہی ہے کہ میرے بند مکر آپس میں ہمیشہ انکار اور اقرار خدا میں جھگڑا کیا کریں اور کبھی اسکا فیصلہ نہوالیا خدا رحیم اور طالبِ نجاتِ بندگان کیونکر ہو سکتا ہے جوابِ نقلی جواب تو اسکا یہی ہے کہ یہ سوال طلبِ محال پر مشتمل ہے اسکا جواب کیا دیا جائے جیسا کہ صادق آلِ محمدؐ نے ایک زندیق کو دیا ہے اور ہمارے نبی صلیم

نے عبد اللہ بن ابی اسید مخزومی کو دیا ہے دیکھو صفحہ ۱۰۰ انتصار الاسلام کو اور یہ جواب علی الاصل
 سے بھی بالکل درست اور ٹھیک ہے دوسرا جواب سایل نے پوری شناخت اور سچی
 معرفت کو فقط آنکھ سے دیکھنے میں براہ غلط کاری منحصر کیا ہے پہلی تو غلطی یہی
 ہے اور دوسری غلطی یہ ہے کہ خدا کو ایسے کشف مادہ سے تجویز کیا ہے جبکہ آنکھ
 دیکھ سکے یعنی مادے چیزوں میں سے بھی وہ کشف چیز جو آنکھ سے دکھائی دے
 تیسری غلطی یہ کہ جس قدر چیزیں آنکھ سے دکھائی دیتی ہیں ٹھیک ٹھیک اسی
 طور سے نظر آتی ہیں جیسی دراصل وہ ہوتی ہیں لہذا ان کے موجود ہونے میں کسیکو
 اختلاف نہیں ہوتا ہے۔ پہلی غلطی کو یوں سمجھا کر دیتے ہیں کہ ہزاروں چیزیں
 اسی دنیا میں موجود ہیں اور آنکھ سے نہیں دکھائی دیتی ہیں مگر ان کو موجود ہونا
 ضروری یقینی ہے۔ دور کیوں جاؤ ہمارے بدن میں جس قدر قوتیں جسمانی خدا نے پیدا
 کیں ہیں مثلاً ہاضمہ اور دافعہ وغیرہ انکو ہم آنکھ نہ کسی اور حس سے محسوس کر سکتے ہیں مگر
 انکو موجود ضرور مانتے ہیں اور موجودات بدیہیہ سے انکو تسلیم کرتے ہیں اسبطح صد بانظاہر
 ایسی ہی موجودات کی ہیں جنکو نہ آنکھ نہ کوئی اور ہماری حس محسوس کر سکتی ہے مگر
 انکی موجودگی ضرور ماننی پڑتی ہے خلاصہ یہ ہے کہ جو موثر غیر محسوس ہے اسکی موجودگی
 کا یقین ہم کو اسکے اثر کے محسوس کرنے سے ہوتا ہے اب یہ سوال کہ خدا مجسم ہو کر ہمارے
 سامنے آجائے منکر وجود خدا اگر کرے جیسا کہ اس زندق نے امام جعفر صادق سے کیا ہے
 اسکا جواب تو وہی ہے کہ لیس للخال جواب محال کا جواب کچھ بھی انہیں ہے جیسے کوئی
 شخص سوال کرے کہ اگر تمہارا خدا ہر شے کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو اپنا شریک بھی پیدا
 کر دے یا کوئی ایسا آدمی پیدا کر دے جو اپنے باپ کا باپ ہو یا ایک شکل مثلث قائم الزاویہ
 ایسی بنا دے جسکے وتر کا مربع دونوں ضلعوں کے مربع سے چھوٹا خواہ بڑا ہو اسی طرح
 ہزاروں محالات ہیں جب ان سے سوال کیا جائیگا یہی جواب دیا جائیگا کہ محال کا کچھ جواب
 نہیں ہے اور اگر یہی سوال منکر خدا نہ کرے۔ بلکہ جیسے ہمارے معزز سایل نیمچرل صاحب

نے کیا ہے جو شاید خدا کو موجود مانتے ہیں مگر چونکہ اُن کی عقل میں محسوسات سے خور ہو کر
 اور فلسفہ طبعیہ خواہ ہندسہ اور ہیئت کو پڑھ کر یہی بات جم گئی ہے کہ آنکھ سے دیکھ لینے سے
 بڑھ کر کوئی درجہ یقین کا نہیں ہے اور دلائل عقلیہ جن سے خدا کا غیر مادی اور ہمیشہ غیر
 قابل رویت بصر بلکہ عموماً غیر محسوس ہونا ثابت کیا جاتا ہے اُن کے بیان کر نیسے ہمارے
 سائل کو اطمینان ہوگا یا مٹ دھرمی سے باوجود اطمینان کے نہ مانگے لہذا ہکو لازم ہے کہ
 آنکھ سے جو چیزیں نظر آتی ہیں اُنکی نسبت آپ کے فلاسفوں کی رائے کو ظاہر کریں فلاسف
 کی رائے یہ ہے کہ آنکھ کے حس محض غلط اور غیر واقع چیزوں کو دکھلاتی ہے نہ رنگ صحیح
 آنکھ سے نظر آتا ہے نہ مقدار صحیح نہ شکل صحیح چنانچہ سپید رنگ کو ہم ایک ہی رنگ خطائے
 بصری سے خیال کرتے تھے اب کہ آئراة العکس طیار ہوا موم کی بتی کا سپید شعلہ اس
 میں مختلف رنگ کی پڑیاں نظر آتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری نگاہ سراسر غلطی
 کرتی ہے کہ سپید رنگ میں کوئی رنگ نہیں ہے۔ یہ تو حل و تفریق عکسی کے ذریعہ سے خطا
 نظری کا ثبوت ہے اب ہم علم مناظر سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ آنکھ کی فطرت ریخرا گویا
 غلطی ہی پر مبنی ہے۔ آنکھ دو متوازی خطوں کو دو ضلع مثلث کے دیکھتی ہے یعنی دور کی
 طرف وہ دونوں خط ملتے ہوئے نظر آتے ہیں دیکھو کسی شرک کی دو نوپڑیوں کو آنکھ لاکھول
 میل کے مکعب مساحت والے اجسام کو برابر ایک چھوئے سے گروہ نان کے دیکھتی ہے
 جیسے جرم آفتاب۔ اور بڑے بڑے ستاروں کو روپیہ کی برابر دیکھتی ہے۔ کروئی اشکال
 جرم نیرین کو مسطح دیکھتی ہے مربع کو دائرہ دیکھتی ہے۔ متحرک کو ساکن دیکھتی ہے
 اور ساکن کو متحرک دیکھو۔ اسٹیشن ریلوے پر جب گاڑیاں کھڑی ہوں اور تم جیسے پہوار
 ہو وہ کھڑی رہے اور دوسری چلے نہ کو کیسی غلطی ہوگی۔ سوائے ایک خاص جگہ کے
 اور سب جگہ سے اجسام کو چھوٹا یا بڑا دیکھتی ہے۔ صفحہ ۳۹۵ انصار الاسلام کو دیکھو اس
 قبیل بشمار اغلاط بصری ہیں دیکھو کتاب مناظر اقلیدس کو اور اسیموج سے فلاسف میں جس
 بصر اور جس سماعت کے باہم فضیلت میں اختلاف ہے اکثر اسی کے بدلائل قوی قابل ہو

گئے ہیں کہ سماعت کو بصیرت بدرجہ با فضیلت ہے اور یہ محض شاعرانہ خیال ہے کہ سہ شنیہ کے بود مانند دیدہ۔ اب خلاصہ ہماری تقریر کیا یہ ہوا کہ جب آنکھ کی غلط کاری مقدار اور شکل اور لوں کے دیکھنے میں ایسے بدیہی اور برہاں ہندسہ اور حل و تفریق عکسی سے بخوبی ثابت ہے پھر اگر ہمارا خدا (الغود بالہ) مجسم ہو کر آپ کے سامنے بھی آجاتا اور آپ اور ہم اسکو اسی غلط کار آنکھ سے دیکھتے سچ فرمائی اسکے وجود کا اقرار کرنا مقرر ہو کر کہ کیونکر متفق الادغان کر دیتا لہذا واجب ہے کہ ہم اور آپ خدا کو اسی باطنی آنکھ سے دیکھیں جسکے مشاہدہ میں نہ عین سے غلطی ثابت ہو اور نہ علم مناظر سے اور یہ وہی آنکھ ہے جسکو ہم عقل سے نامز کرتے ہیں متنبیہ ضروری چونکہ یہ بحث مسئلہ رویت خدا کی طرف منہج ہوتی ہے اور اس میں اہل اسلام آپس میں دو گروہ بہ نسبت رویت در آخرت کے ہو گئے ہیں لہذا ہم کو زیادہ بحث کرنی اس مسئلہ میں ہرگز نہ چاہئے ورنہ ہمارا دوسرا گروہ ہم سے ناراض ہوگا ہمیں اس جواب اب ہم آپ کی خاطر سے اس مجال کو بھی جایز فرض کر کے پوچھتے ہیں کہ اگر خدا مجسم ہو کر ہمارے سامنے آجائے تو ہم کو اسکے خدا ہونے پر کیونکر یقین ہوگا آپ کہینگے کہ خوارق عادات کو خدا ظاہر کر کے ہم پر ثابت کر دینگا کہ دیکھو کسی مخلوق میں یہ طاقت نہیں ہے کہ نیچر قانون قدرت کو بدل دے اور میں جس چیز کو کہو اسکو بدل کر تمکو دکھلا سکتا ہوں اب معلوم ہوا کہ بجز اس قدرت نمائی کے اور کوئی ثبوت اسکے خدا اور قادر توانا حکیم بے ہمتا ہونے پر نہ ہوگا اور یہ قدرت نمائی خدا کی مجسم بنجانے پر موقوف نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ نیچر کے خلاف آثار قدرت کا ظاہر کرنا یہ کوئی فعل جسمانی نہیں ہے کہ بدون جسم بنے ہوئے آثار عجیبہ خدا نہ کر سکے اور نہ کوئی لزوم عقلی اس میں ہے کہ نیچر شکنی پر وہی قادر ہوگا جو کہ جسمانی شکل میں ہو پھر جب محض اظہار قدرت پر شناخت خدا کا انحصار ہو گیا اب اسکا مجسم ہو کر آنا ہمارے عقیدہ کو بچتہ کرنے میں کافی نہوا بلکہ اسکو کچھ دخل بھی وقع اختلاف ہذا یعنی اقرار و انکار وجود خدا میں نہ رہا بلکہ محر و قدرت نمائی سے شناخت یقینی قادر مطلق کی ہمو ہوگی اور یہ طریقہ خدا نے ہمیشہ سے جاری رکھا ہے ہزاروں آثار خلاف نیچر کے اپنی قدرت نمائی کی غرض سے

خدا ظاہر کر رہا ہے چنانچہ باب پنجم صفحہ ۲۰۹ سے لغایت صفحہ ۲۱۱ میں اسی کتاب کے محکمہ لکھ چکے اور نیز صفحہ ۲۱۲ سے لغایت صفحہ ۲۳۷ میں ہے۔ اور آپ ہیں کہ نہیں مانتے اور یہی کہتے ہیں کہ نیچر کے بدلنے پر خدا کو قدرت ہی نہیں ہے پھر آپ کو تو خدا کو نیچر شکن امور ظاہر کرنے سے جب مجسم ہو کر آئے خدا تسلیم کرینگے یہ بھی آپ کی دھوکہ دہی کی تقریر ہے چوتھا جواب اگر یہ بات سچی ہے کہ خارق عادات خدا کے سوا اور کوئی ظاہر نہیں کر سکتا ہے چونکہ خدا ہمارا اور آپ کا کوئی مجسم شے نہیں ہے۔ لہذا اُسے چند مجسم اشخاص کو اپنا نائب اور سفیر مقرر کر کے ہمارے پاس بھیج دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ دیکھو اگر میں بھی تمہارے پاس آتا اسوقت بھی میری شناخت جن امور سے تم کرتے بھی معجز نہائی کے سوا اور کوئی بات نہ تھی اب تم میرے ان فرستادہ اور مقررانِ برگزیدہ سے میری قدرت نہائی کا پورا امتحان کر کے مجھ پر ایمان لاؤ اور جو چیز بڑی دلیل قدرت نہائی پر تمہارے نزدیک ہو مثلاً مژدوں کو زندہ کر دینا ماہتاب کے دو ٹکڑے کر دینا آفتاب کو بعد غروب کے پھر مغرب سے طلوع کر دینا یہ سب امور میرے ہی فرستادہ پیغمبرانِ برحق تمکو دکھلا دیں گے چنانچہ لیک سول نہیں بلکہ لاکھ سے زیادہ تشریف لائے اور جو جو امور قدرت نہائی کے خدا سے خاص نہیں سب یا اکثر ان بندگوں نے حسب درخواست امت دکھلائے جنکو تو فیق الہی شامل تھی وہ تو ضرور ایمان لائے ورنہ نظر بند ہی اور جادوگری کا الزام آپ ہی لوگ انکو دیتے رہے پھر اگر خدا بھی بغرض محال مجسم بن کر آتا وہی آپ ہیں اور وہی خدا اسکو بھی ایک جادوگر اور بھانمتی ڈھیت بند آپ کہہ دیتے اب مطلب آپ کا یہ ہے کہ معاذ اللہ خدا کو بھی ہم بھانمتی اور بازی گر کہیں تب جا کر دل کے پھپھوے پھوٹیں جیسے آپ کے میروں میں احمد خاں صاحب بہادر نے ہمہ یوں کو باز گیر اور بھانمتی کہہ کر اسلام کی جڑ کاٹی ہے دوسرا سوال عالمِ نینخ یعنی جب آدھی مر جاتا ہے تار و زکیہ پھر بروز قیامت زندہ کر کے اٹھایا جائیگا اس مسئلہ میں کیسے کیسے اختلاف اقوال آدمیوں میں

پڑے ہیں۔ ایک فرقہ تو اسید کا قایل ہے کہ مرنے کے بعد پھر کچھ بھی نہیں اور مردہ
 کبھی زندہ ہو ہی نہیں سکتا دوسرا فرقہ تناسخ کا قایل ہے کہ ارواح پلٹ پلٹ کر
 اچھے یا برے اجسام میں داخل ہوا کرتی ہیں۔ اور اس بطرح دنیا چلی آتی ہے اور چلی
 جائیگی تیسرا فرقہ اہل مذہب آسمانی کا ہے وہ کہتے ہیں کہ عالم برزخ عالم جزا اور جزا
 سے بھی زیادہ خوفناک ہے کہ اس میں ہجر اپنے عمل کے کسی کی شفاعت بھی کارگر نہیں
 ہے لا اختلاف علیکم الا بالذرخ۔ اور مردہ نشر و نشر اگر چہ کل مردہ زندہ کر کے ان سے
 حساب و کتاب لیا جائیگا مگر شفاعت کارگر ہوگی۔ اسی اختلاف عقاید کی وجہ سے کید
 جھگڑا اور فساد باہمی انسانوں میں ہو رہا ہے قیامت توجب آیتگی یا نہ آیتگی دیکھا جائیگا
 ہم تو اسی زمانہ برزخ میں جس روز سے آدمی مر جاتا ہے۔ اسی کی تحقیق کے خواہاں
 اور طلبکار ہیں کوئی آسان طریقہ ایسا خدا تجویز کر دیتا کہ یہ اختلاف باہمی دفع ہو جائیگا
 آسان طریقہ اسکا یہ ہے کہ اگر ہر صدی میں ایک آدمی جو مر گیا ہے اسکو خدا زندہ کر دیا
 کرتا اسکی زبان پر ہم چشم دید اسکے دیگر اموات کی کیفیت پوچھ کر یقین کرتے کہ جو لوگ
 مر گئے ہیں انپر بعد مرینے کیا گزری اور خود اس شخص پر جس عمل اور کردار کا یہ تھا کیا
 گزری یہ تجربہ ہر صدی میں آدمیوں کے ان شکوک اور اوہام کو بھی دور کر دیتا اور خبر دہی
 پیغمبروں کی جو عالم برزخ کی نسبت وادے السلام اور وادے برہوت کی کر کے ہلکو
 ڈراتے ہیں اسکی بھی پوری تصدیق ہو کر طریقہ واحدہ پر تمام اخلاق ایمان دار اور یقین
 کامل پر ہو جاتی اور انبیاء پر جو مظنہ اسکا ہے کہ اپنی کھانی پکائی اور رنگ جانیکی غرض
 سے ایسی ایسی دھکی ہلکو دیا کرتی ہیں اس بدگمانی سے بھی نجات مل جاتی اور روز جزا
 کی جو چیزیں وحی آسمانی سے مشہور ہیں ان کی بھی پوری تصدیق ہو جاتی اور یہ بھی یقیناً
 معلوم ہو جاتا کہ بعد مرنے کے ہم کیا ہو جاتے ہیں اور عمل خیر اور شر کا اثر جب عالم برزخ
 سے شروع ہو نیکا مشاہدہ ہو جانا پھر دار جزا کی سزا اور جزا کے انکار کا موقع کیسکو ملتا اور
 قدرت خداے قادر کی احیاء اور اموات پر اسکا ثبوت بھی ہر صدی میں ہوتا رہتا

یہ سوال کچھ تو قدیم زندگیوں کا ہے۔ اور کچھ بلکہ بہت کچھ حیدر آباد کے بعض معزز
 نیچرل صاحبوں کے خیالات پر شامل ہے۔ جنہوں نے بذریعہ تحریر خطوطاً مجھ سے
 جواب شافی طلب کیا ہے جو اب نقلی فرمودہ عالم اہلیت امام جعفر صادق علیہ السلام
 حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ مقولہ ان لوگوں کا ہے جو منکر انبیاء ہیں اور انبیاء کی
 تکذیب کرتے ہیں اور جو کچھ خدا کی وحی انبیاء پر نازل ہوئی ہے۔ اور اس کی خبر
 وہی انبیاء نے فرمائی ہے۔ اس کی تصدیق ان لوگوں کو نہیں ہے۔ اور خدا کی طرف
 سے جس طرح انبیاء نے کیفیت عالم برزخ کی خبر دی کی ہے۔ پھر اسی طرح جن لوگوں
 کو خدا نے بعد مرنے کے زندہ کر دیا ہے۔ اس کی بھی خبر دی ہے۔ کتب آسمانی میں
 انبیاء کی ہے پس یہ منکرین اس خبر دی پر بھی یقین نہیں کرتے مرا حضرت
 کی یہ ہے کہ جو خبریں عالم برزخ کی خدا نے دیں اور ان امور کو اموات زندہ کر گے
 دکھا بھی دیا یہ فرقہ دونوں کا انکار کرتا ہے۔ پہلے تو یہ خیال کرو کہ خدا سے زیادہ سچا اور
 خدا کے رسولوں سے کوئی ہو سکتا ہے اور پھر یہ دیکھو کہ بہت سے آدمی مرنے کے
 بعد زندہ ہو چکے ہیں ان میں سے اصحاب کہف بھی ہیں جن کو تین سو نو برس خدا نے
 مردہ رکھا اور پھر جن زمانہ میں انکار حشر اور نشر آدمیوں میں زیادہ ہونے لگا۔ اور فلسفی
 دلائل سے مردہ کا زندہ کر دینا محال ہے لوگ اس کے زیادہ معتقد ہوئے۔ اصحاب کہف
 کو خدا نے زندہ کر دیا کہ منکرین بعثت کی دلیل باطل ہو جائے اور قدرت خدا برتری
 احیاء اموات پر بخوبی ثابت ہو جائے اور ان کو یقین ہو جائے کہ قبروں سے اٹھنا
 مردوں کا صحیح اور درست ہے۔ میں کہتا ہوں یہ قدرت نامی خاص اسی غرض سے
 تھی کہ شکوک اور اوہام خلائق کے مسئلہ حشر اور نشر میں باطل ہو جائیں اور جو تاریخی
 شبہات جنرل نیچرل اندیاز اس واقعہ پر کرتے ہیں یا اصحاب کہف کو خواب متناہیسی
 میں چڑا ہوا خیال کرتے ہیں جیسے ڈاکٹر کری گیری صاحب وغیرہ ان شبہات کا
 جواب ہم باب خاص میں لکھینگے (۲) حضرت ارمیا بنی المد علیہ السلام کو خدا نے بعد مرنے

زندہ کر دیا یہ وہ بزرگ ہیں۔ جب سخت نصر فی حوالی اور خود بیت المقدس کو خراب کیا ہے
 لڑائی سخت ہوئی اور بہت سے لوگ مارے گئے حضرت آرمیا کو خیال ہوا اب کون انکو
 زندہ کرے خدا نے سویرس انکو مردہ رکھا اور پھر زندہ کیا اور حضرت نے اپنے اعضا کو
 دیکھا کہ ان پر گوشت از سر کو کیونکر اگتا ہے اور ان کے جوڑ بند اور رگیں کیونکر باہم وصل
 پاتی ہیں جب سارا جسم پورا بن گیا۔ حضرت اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے کہ بیشک خدا ہر چیز پر قادر
 ہے (۳) ایک اور بڑا گروہ جنکا شمار نہیں ہو سکتا طاعون کے خوف سے اپنا شہر چھوڑ کر بھاگے
 تھے ان کو خدا نے موت دی اور تھک دراز تک مردہ پڑے رہے تا انیکہ ان کی ہڈیاں بوسیدہ
 ہو گئی تھیں اور جوڑ بند ان کے سب جدا جدا ہو گئے تھے اور سب مٹی کی شکل پر
 ہو گئے تھے حضرت خرقیل کو خدا نے برسات مبعوث کیا جسوقت خدا کو یہ پسند ہوا تھا
 کہ اپنی مخلوقات کو اپنی قدرت کا تماشا دکھائے حضرت خرقیل جب اس مقام پر گذرے
 اور بندگان خدا کی شکل انکو نظر آئی ترجم ان کے حال پر آپ کو ہوا اور خدا سے دعا
 کی پس ان کے بدن کے اعضا فراہم ہو گئے اور روہیں ان کی از سر نو ان کے
 بدن میں آگئیں اور سب کے سب جس حالت سے مرے تھے اسی شکل سے اٹھ
 کھڑے ہوئے ایک آدمی بھی کم از روے شمار کے نہ تھا اور حکم خدا زمانہ دراز تک
 زندہ رہے۔ (۴) حضرت موسیٰ کے ہمراہ کچھ لوگ گئے تھے۔ اور انہوں نے بھی
 یہ سوال کیا تھا کہ ہیکو خدا مجسم کر کے دکھلا دیجئے (جیسا کہ سوال اول میں گذر چکا ہے)
 ان کو بھی خدا نے ہلاک کر دیا اور پھر حضرت موسیٰ کی درخواست سے وہ سب زندہ
 ہو گئے۔ میں کہتا ہوں یہ چار نظائر احیاء اموات کے مذہبی تدریج سے لکھے جنکو
 کتب آسمانی بیان کر رہی ہیں اور نچرل صاحب اپنی تفسیر میں ان کو کیسے کیسے
 دلائل سے غلط ثابت کر رہے ہیں جنکو ہم جلد دوم کتاب ہذا میں انشاء اللہ تعالیٰ
 لکھینگے۔ پانچویں نظیر تاریخ الفلاسفہ مطبوعہ قسطنطنیہ مطبع الجوائب کے صفحہ ۴۷
 سے لیجئے حکیم ایمنیدس ۷۵ سال کم سے کم ایک غار میں سویا کیا اور بعض کا قول ہے

اسی غار میں دو سو اٹھانوے سال رہا اسکا قصہ راجو میرے خیال میں متقابلہ اصحاب کہف
 وہریوں نے کھڑا ہے یہ ہے کہ ایمیندس کے باپ نے ایک روز اسکو ایک بھیڑ چرائے
 کو بھیجا جب وہ پلٹا تو ٹھیک دوپہر کا وقت ہو گیا گرمی زیادہ تھی لہذا ایک غاریں جو محفوظ
 متقابلہ نظر راحت و آرام گھس گیا اور وہاں جا کر سو گیا اور ۷۵ سال سویا کیا اسب جھوٹے ٹھہر گئے
 انکو بخار بھی نہ آیا جب اسکی آنکھ کھلی اور گمان اسکا یہی تھا کہ بموجب عادت گھنٹہ دو گھنٹہ
 سویا ہوگا۔ اب اس نے اپنی بھیڑ کو تلاش کیا اسکا پتا کہاں تھا وہ تو خیرل صاحب کے پیٹ
 میں مضم تھا اب اس غار سے نکلا سطح زمین کو دیکھا تو بالکل اس کی شکل ہی بدل گئی ہر
 اور بھی تعجب ہوا اب یہ دھڑا اور اسی جگہ کو گیا جہاں سے اُسکے باپ نے بھیڑ چرائے کو
 اُسے بھیجا کیا دیکھتا ہے کہ مساکن یعنی گھر وغیرہ سب بدل کر نئی صورت کے ہو گئے ہیں
 اور جن لوگوں سے یہ کلام کرتا تھا کوئی اسکی بات نہ سمجھتا تھا اب شہر آغوش اپنے وطن
 کو حیران و پریشان روانہ ہوا وہاں بھی ایسے لوگ اُسکو ملے کہ جنگو کبھی دیکھا ہی نہ تھا
 اب اسکا تعجب اور بھی زیادہ ہوا۔ اب اپنے باپ کے گھر گیا گھر والوں نے پوچھا تو کہاں سے
 آیا ہے۔ اور کیا چاہتا ہے۔ یہ اپنی گذشتہ روادوستی بیان کرنے لگا کسی نے اسکی بات سنی
 ایک چھوٹا بھائی اسکا جو اسی روز پیدا ہوا تھا۔ جسے روز یہ بھیڑ چرائے گیا ہے اور آج وہ پیر فوت
 ہو چکا ہے۔ اُسے اسکی بات بھی سمجھی مگر بڑی وقت اور تعجب شدید کے بعد ایمیندس کے
 کے اس واقعہ کو لوگ معجزہ اور کرامات سمجھا یعنی جنگوان واقعہ کا یقین ہوا۔ اور بہت سے
 لوگ تو یہی کہتے رہے کہ یہ دور دراز ملکوں میں سفر کرتا رہا ہے اور جھوٹا قصہ بناتا ہو میری
 غرض اس واقعہ تعجب شکن کے لکھنے سے یہ ہے کہ غیر مذہبی تاریخ سے بھی نظیر قصہ اصحاب
 کہف کی ثابت کروں اور اگر زیادہ لفظ مختص تاریخ کیا جائے شاید اور نظائر بھی پیدا ہوں اور مسلم
 فرنگ میں ڈاکٹر گریرے کی قسینعات اصحاب کہف کے قصہ پر ان سبکی جواب پورا ہو جائے اللہ
 بھر جو نگہ میں اس کتاب میں جایا ثابت کر رہا ہوں کہ یہ تعجب شکن حوادث کو خدا اپنی قدرت
 کی غرض سے ہمیشہ ظاہر کرتا ہے جسکا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ انبیاء علیہ السلام کے معجزات

کی تصدیق ان سے ہو جاتی ہے پس کیا عجب ہے کہ حکیم ابیمینیس کا ۵۰ سال غار میں
 سونا فقط اصحاب کہف کے خواب کے محال نہ ہونے کا ثبوت خدا نے اس سے چاہا ہو
 عدو شود و سبب خیر گر خدا خواہد۔ خمیر مایہ دوکان شیشہ گرسنگ است اب ہم حضرت سائلین
 سے پوچھتے ہیں۔ کہ اتنے نظائر تاریخی تو مردوں کے زندہ کرنے کے موجود ہیں اور انکار منکرین
 بہ نسبت خبر دہی عالم برزخ کے برابر چلا آتا ہے۔ کسی تاریخ سے آپ بتلا دیں کہ ان واقعات
 کے بعد فیصدی شکوک اور شبہات منکرین اخبار برزخ میں کچھ بھی کمی ہوئی ہے یا نہیں لہذا
 حکیم دانا اور قادر توانا کو ثابت ہو گیا کہ احیاء اموات سے بھی کبھی ان منکرین کو قشقی نہ ہوگی۔
 پھر یہ فصل ہر صدی میں کیوں کیا جائے عقلی جواب اگرچہ جواب مذکورہ بالا کافی ہے مگر
 ہم نچرل صاحب سے یہ پوچھتے ہیں کہ ہر صدی میں اگر ایک یا دو یا سو یا ہزار آدمی آپ کے
 اطمینان قلب کے واسطے زندہ کئے جائیں اب وہ لوگ کس مشرب کے ہوں اگر پابند مذہب
 آسمانی ہوں جب ان کے پیشوایاں برحق انبیاء کی خبر دہی کو آپسے نہ مانا حالانکہ ان کی
 راست گفتاری پر ان کی معجزاتی دلیل تھی پھر بیچارہ امتی لوگ جنکی صداقت پر کوئی دلیل
 نہیں ہے ان کے بیان پر آپ کو کونرا اطمینان ہوگا اور اگر وہ زندہ شدہ لا مذہب اور نچرل خیال
 کے لوگ ہوں چونکہ ان کی آزاد رائے خیال اور لا مذہبی بخوبی معلوم ہے اور جذب حاشی کی
 قوت ان میں ہو ہو ہے وہ تو یہی چاہیں گے کہ تمام دنیا ہم جیسی ہو جائے اور جس عذاب میں ہم
 عالم برزخ میں گرفتار ہیں سب اس طرح گرفتار ہوں لہذا اظہار حالات اصلہ کا وہ کیوں کرنے
 لگے وہ تو عک انہو جتنے دارو کی طلبکاری میں تم سب کو غلط رہائی کر کے اور باغ سبز دکھا کر
 یہی کہیں گے کہ خوب شرابیں اور آؤ اور خوب بدکاری کرو یہی لطف زندگی ہے۔ اور بلاؤں کے ڈھکڑ
 ہیں نہ پھنسو ہم یوں چین اور آرام سے بسر کرتے ہیں آسان طریقہ اس سے بھی زیادہ ہم آپ کو
 بتاتے ہیں اور آج کل بڑا چرچا اسکا ہو رہا ہے تسخیر ارواح جو ہر لیرہ پلانچٹ اور شتی طلسمانی
 آپ لوگ کر رہے ہیں اور جسکی روح کو چاہا فوراً حاضر ہو گئی اب مردوں کو زندہ کرنے کی کوئی حاجت
 نہ رہی بس جسکی روح کو چاہے پکڑ بلوائی اور اس سے عالم برزخ میں جو جو کہ گذر رہا ہے پوچھ

لیجئے مگر مشکل تو یہ ہے بقول ڈاکٹر گرگری صاحب کہ معمول سمیرنم مردہ کو مردہ نہیں بتلاتا
 ہے بلکہ جب پوچھو تو یہی کہیگا کہ سورہ ہے میں مطلب اس نیچرل کا یہ ہے کہ موت کوئی چیز نہیں
 ہے فقط خواب مقناطیسی میں آدھی سو جاتا ہے اور مرنا کیسا نہ مایا مرے نہ جگ مرے۔ مر
 جات سیرر۔ لینا دینا نامرے۔ ساپنے کہنت کبیرہ آپ تو نیچرل صاحب فکر حشر و نشر میں ہمارے
 مسلمان بھائی بھی بہت سے ایسے ہیں جنکو مروجہ فرقہ میں شمار کرنا لائق ہے اللہ تعالیٰ محفوظ
 ان کی حکایت سن لیجئے۔ کیسا ہی۔ بدکار شرابی زانی فاسق تارک الصلوٰۃ اور مرکب محرمات
 شرعیہ ہوا اور مر گیا اب جب خواب میں اسکو دیکھنے تک تاج بہشت سر پر رکھا ہوا اور لباس پہنے
 ہوئے کسی باغ بہشت میں تخت مرصع بربراج رہے ہیں جو پوچھو اسے بھائی تم بدکار خلائق
 شرع نیچرل آلودہ معاصی تھے یا تم تو بہشت کے منکر مثل سرسید احمد خان صاحب تھے یہ
 رتبہ تمکو کیونکر ملا جواب دیں کہ بھائی صاحب خدا ہمارا کنتہ نواز ہے۔ سہ گاہے بے گاہے برنجید
 گاہے بادشاہے خلعت بدھند۔ کامضمون بھی تم نے سنا ہے نہ کیسی سیکڑوں برس کی عبادت
 اور نہ ہماری ایک روز کی شراب خواری زنا کاری اغلام اور انکار بہشت و دوزخ کن بلاؤں
 باتوں میں پڑے ہو حق ثمرۃ خدا کے بھید خدا ہی جانے جاؤ اپنا کام کرو نہیں معلوم خدا
 کس بات سے راضی ہوتا ہے قیسر اسوال حیدر آباد سے خاص آیا نام نہ لوں گا۔ اسکی کیا
 مصلحت ہے کہ سوائے اہل اسلام کے اور کسی مذہب کے صلحا اور متقی اور پابندارکان مذہبی
 کیسے ہی عابد و زاہد ہوں ان کا نہ کوئی عمل صحیح اور نہ انکی کوئی عبادت مقبول بلکہ سب
 دوزخی اور فقط مسلمان ہی جتنی ہونگے۔ فرض کرو کہ صبح تک ایک نبی کی شریعت جاری تھی
 اور دوپہر کو دوسرے پیغمبر صاحب آئے اب جتنے لوگ مطیع پیغمبر سابق کے تھے دوپہر کے وقت
 سے کافر ہو گئے اگر اپنی شریعت پر عمل کریں یہ بات ہرگز عقل میں نہیں آتی ہے اس سے تو صاف
 اور کھلی ہوئی نفسانیت معلوم ہوتی ہے اور اپنی گرم بازاری اس سے بڑھکر اور کیا مولیٰ اگر خدا
 اپنے بندوں پر رحیم ہے جو بندہ عمل نیک کرے اور اسکی بندگی وہ ضرور بخش جائیگا کسی سبب
 کا کیوں نہ ہو اس سے زیادہ تر عجیب بات ہے کہ اہل اسلام کے نبی نے اپنی امت کے بہتر فرقوں

ہیں سے فقط ایک ہی فرقہ کو ناجی رکھا ہے اور بہتر غریق دریا سے عذاب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہشت میں جگہ کم ہے اور دوزخ میں نہایت وسعت ہے جب تو سیکڑوں فرقہ ہائے غیر اسلامی اور بہتر فرقہ اسلامی سب دوزخ میں اور ایک فرقہ اور وہ بھی مجھول جسکی شناخت میں آج تک اہل اسلام جھگڑتے جھگڑتے مر گئے اور ثابت نہوا کہ وہ کون فرقہ ہے جس میں سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں وہی جنتی ہیں۔ ایسی ایسی باتیں خلاف عقل اور خلاف انصاف سن کر کوئی آدمی صاحب عقل دین اسلام کو قبول کر سکتا ہے اسلئے کہ اگر مسلمان بھی ہوا تو پھر بہتر کے جھگڑنے سے کب نجات یابی اور عجیب کشاکشی میں پڑ گیا جواب اس شنبہ کا جواب کسی قدر وہم نے صفحہ ۳۶۴ میں اسی کتاب کے لکھ دیا ہے لغایت صفحہ ۳۷۹ اب ایک مثال ہم بہت ہی واضح ایسی لکھتے ہیں جس سے آپکی سمجھ میں آجائے گا کہ مذہب ایسی چیز نہیں ہے کہ ایک وقت میں دو اور چار اور دس ہوں مذہب صراط مستقیم کو کہتے ہیں اور صراط مستقیم سیدھے خط پر ہوتی ہے۔ بانی مذہب پیغمبر اور جس راہ کو پیغمبر بتلاتا ہے۔ وہی راہ بطرف خدا کے ہو بخانی والی ہے بلا تشبیہ و دو نقطہ فرض کرو اور اسی فرض سے بخوبی تمہاری سمجھ میں آجائے گا کہ خط مستقیم جو دو نقطوں سے ملتا ہے۔ سوائے ایک خط کے دوسرا گز ہو نہیں سکتا مثلاً نقطہ (۱) پس سوائے ایک خط درمیانی کے جو سب سے جھوٹا ہے اور کوئی خط مستقیم نہ ہو اور وہی خط سیدھا ہے۔ اگر اسی پر چلیں تو صراط مستقیم وہی ہوگا اور سب راہیں کی اور تیرہمی ہوگی۔ اب دیکھ کہ صراط مستقیم یعنی مذہب کی نہایت یعنی جہاں مذہب پر چلنے سے ہموار ہو چنا مطلوب ہے۔ وہ تقریباً بارگاہ اقدس الہی ہے وہ تو ہمیشہ ایک ہے اور مبداء یعنی پیغمبر بدل کر آنے رہے اور اسکی حکمت کا بیان دوسری بحث میں پڑھو اب نقطہ مبداء کے بدل جانے سے وہ خط مستقیم جو پہلے تھا ضرور بدل جائے گا اسلئے کہ ایک خط مستقیم کے دوسرے اور دو مبداء نہیں ہو سکتے اب مطلب یہ ہوا کہ ہر نبی کے زمانہ میں صراط مستقیم باعتبار مبداء کے جداگانہ ہوگی لہذا ہموار صراط مستقیم پر چلنا ہے تو اسی نبی سے اس راہ کی ابتدا اور سر ضرور سمجھیں۔ اس بات کو یہاں اصول موضوعہ میں رکھو کہ تبدیل انبیا ضروری امر ہے۔ اور یہ

بھی تسلیم کر لو کہ تبدیل انبیاء سے غرض تبدیل احکام شریعت بنظر اصلاح نظام
 عالم ہوتی ہے۔ پھر جب خط مستقیم اور صراط مستقیم یہی پھری کہ نبی کے زمانہ
 نبوت میں جو راہ کہ بندہ کو خدا تک پہنچاتی ہے اسکا ابتدا اور شروع اسی نبی سے
 ہوتا ہے۔ اب بدولت پیروی اسی نبی کے اگر ہم راہ خدا کے طلبگار ہوں گے
 تو راہ راست ہو کر گزرنے کیلیک اور جب راہ راست نہ ملے تو کج رفتاری ضرور ہوگی
 اور کج رفتاری سے وصول منزل مقصود کا ہرگز یقین نہ ہوگا اور بجز ٹھوکریں کھانے
 کے اور کیا امید ہوگی۔ یہ خلاف پیغمبر کے رہ گزید۔ کہ ہرگز نہ منزل تو ابدر سید
 پھر جو لوگ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں حضرت موسیٰ کی شریعت پر چلتے تھے اور
 اور اپنے باؤسے زمانہ حضرت عیسیٰ کی پیروی نہ کرتے تھے ضرور وہ راہ راست
 سے الگ تھے۔ راستی موجب رضاے خداست۔ کج رفتاری خدا کو ہرگز
 پسند نہیں ہے۔ دوسری بات یہ بھی سمجھو کہ تبدیل شریعت انبیاء سے خدا کی غرض
 یہی ہوتی ہے کہ تمام خلایق اس جدید شریعت اور نبی موجود کی پیروی کرے
 یہ غرض نہیں ہے کہ جو لوگ کسی شریعت پر چل رہے ہیں۔ وہ تو اپنے دین پر
 چلے جائیں۔ فقط بے دین اور کفار اسی نبی پر ایمان لائیں اور یہ کسی مقنن قانون
 کی بھی غرض نہیں ہوتی کہ پچھلا قانون بھی باقی رہے اور نیا قانون بھی جاری
 ہو بلکہ پچھلے قانون کے جو احکام منسوخ نہیں ہوئے ان کو بھی اسی جدید قانون سے
 لینا ضرور ہے اور کیوں ضرور ہے اسکو اصول علم قانون کے پڑھے ہوئے کسی
 بشرط اللہ سے پوچھو یہ بھی ضرور سمجھنا چاہئے کہ شریعت کے احکام اور عقاید میں
 سب سے زیادہ تعلیم احکام عبادت میں ضروری ہے بلکہ ہم نے احکام توقیفی لکھا ہے
 (صفحہ ۶۱۵) مطلب یہ ہے کہ عبادت جو مطلوب الہی ہے، اسکو بچوں و چہر زمانہ
 کے صاحب شریعت ہی کے حکم سے ادا کرنا لازم ہے اور عبادات کے مسائل کو
 ہم نے اوپر کے ابواب میں ثابت کر دیا ہے کہ ان میں عقلی چہ میگوئی کو ہرگز

دخل نہیں ہے۔ اب کیسا ہی عابد اور زاہد غیر مذہب کا فرض کرو اگر عبادات کی بجائوڑی میں پیروی بانی شیخ موجودہ کی نہیں کرتا ہے ہرگز وہ عبادت مطلوب باہر کا عزت نہیں ہے۔ عبادت خاص حق معبود ہے۔ اور خاص موصل قربت الہی اور نجات و صفہ عذاب اور اول درجہ کی غرض بعثت انبیاء سے یہی ہے اگرچہ ہم مصالح اور حکمت ہائے الہیہ کو جو ارکان اور افعال عبادات میں ہیں بقدر اپنے فہم کے بیان کریں گے۔ مگر اس میں زیادہ چوں و چرا کرتا ہی ہماری ناولی ہے۔ پھر چونکہ احکام عبادات میں بندوں کا نفع عاجل نہیں ہے یعنی مثلاً ہم نماز جو پڑھتے ہیں سوائے نجات اخروی کے بظاہر اس وقت ہر کسی طرح کا نفع دنیوی نماز سے نہیں ہے۔ لہذا اس میں کسل اور تقاون اور اسکی بیکار محنت عبث ہونے پر اکثر کچھ بھڑکھڑائی اٹھاتا ہے پس ضرور ہے کہ ہم ہادی برحق جسکی شریعت آج بھی جاری ہے۔ اسی کے فرمودہ احکام اور قواعد پر کاربند ہوں۔ تحریف اور تغیر اور تبدیل کا احتمال بھی عبادات ہی کے احکام میں زیادہ ہے اب مجھے یہ بھی بیان کرنا ضرور ہے۔ اور تاریخ انبیاء اسکی شاہد ہے۔ کہ انبیاء و قسم کے آئے۔ ایک تو صاحب شریعت جدیدہ اور دوسرے موکد شریعت کسی نبی کی انکی جدیدہ شریعت نہ تھی صاحبان شریعت جہاں تک ہمکو علم ہے۔ چار نبی گذرے گو حضرت آدم کی بھی شریعت کا ہم اعتقاد کرتے ہیں مگر چونکہ قلت افراد انسانی کا زمانہ تھا لہذا ایسے قانون انتظامی کا نفوذ اسوقت ضروری نہ تھا جیسا کہ بعد انحضرت کے ہوا اب زیادہ تر انبیاء وہی حضرات ہیں جو کسی نبی کی شریعت کے اجرائے احکام کی غرض سے آئے انکے زمانہ نبوت میں تبدیل احکام شریعت موجودہ کی ضرورت نہ تھی انکے زمانہ میں بھی انہیں عبادات اور احکام کی پابندی جمیع ظالیق کو واجب تھی جسکی شریعت کی تائید اور تسدید کی غرض سے شریعت لائے تھے اور جو کئی اس شریعت کے خلاف کسی اور مہم شریعت پر چلنا چاہتا تھا اسکو ہر طرح سے اسی شریعت موجودہ پر چلنے کو واجب فرماتے تھے بلکہ ہمارے نبی حضرت عیسیٰؑ

صاحب شریعت بھی تھے انجیل حضرت پر نازل ہوئی مگر یہی فرماتے تھے کہ میں توریت کی تائید کرنے آیا ہوں پھر کیا یہود جنہوں نے حضرت عیسیٰ کے احکام کو نہ مانا اور برابر مخالفت کرتے رہے اور دوا می بقاے دین موسوی پر اڑے رہے نصاریٰ انکو جتنی کہہ سکتے ہیں جویم اہل اسلام نصاریٰ اور یہود کو آپ کی خاطر سے جتنی کہیں اگر آپ یہ کہنے کہ ہم کل اہل مذہب پر یہ اعتراض عموماً کرتے ہیں اور ہم کہیں اس عقیدہ نصاریٰ کو پسند کرتے ہیں اسکا جواب تفصیلی یہ ہے۔ تفصیلی جواب آپ کے شبہ کی بنا اسی پر ہے کہ جو کوئی نیک عمل کرے اس سے خدا راضی ہوگا اگر خدا بھی کوئی مانا جائے اور یہ بات ضرور سچی ہے مگر نیک عمل کی دو قسم ہیں قسم اول تو ایسے اعمال صاحب جو بھی بدل نہیں سکتے جیسے سچ بولنا ترک زنا اور مال حلال کو صرف میں لانا طہارت سے رہنا اور بعض عمل خیر ایسے ہیں کہ بمقتضائے وقت انکی تبدیل بھی ضرور ہوتی ہے۔ عبادت وہ عمل ہے کہ اسکے طریقہ ہر زمانہ میں جو طریقہ مطلوب الہی ہوتا ہے۔ وہی عمل خیر ہے اور اسکے سوا اس زمانہ میں عمل خیر نہیں ہوتا ہے یہ عمل خیر ایسا نہیں ہے کہ اس میں تبدیل نہ ہو فرض کرو کہ ایک نبی نے کسی قسم کی عبادت کا حکم اپنی امت کو دیا اور دوسرے نبی نے اسکے عوض دوسری عبادت جاری فرمائی اور اسکو منع کر دیا اب اگر اسکو ہم نبی اللہ اور اسکے حکم کو حکم خدا تسلیم کرتے ہیں پھر تو عبادت ممنوعہ کو ہم کیسے ہی پورے طور سے کریں تقرب اور رضائے الہی کبھی اس عبادت سے نہ ہوگی اسلئے کہ ہوا ممنوع اور نامشروع ہو چکا خلاصہ معنی الہی ضرور ہوگا اب اگر دین محمدی خواہ دین عیسوی یا دین موسوی پیغمبر دین مانے جائیں ہر ایک نبی کے زمانہ نبوت میں وہی عبادت صحیح ہوگی جسکا حکم وہ نبی خدا کی طرف سے لایا ہے لہذا عبادت غیر مطیع شریعت موجودہ اپنے پچھلے طریقہ کی عبادت میں ہرگز مستحق ثواب نہوگا اور نہ وہ عابد کہلائیگا بلکہ اسکی عبادت ہی باطل ہوگی اب یہی بات باقی رہی کہ سابق کے طریقہ کی عبادت میں کیا برائی تھی جو منسوخ ہوئی یہ غلط بحث ہے اور دوسرا شبہ ہے خاص اس شبہ کا جواب تو ہو چکا کہ سوائے اہل اسلام کے اور سب ایک کے عابد زاہد متقی اور پیغمبر گار و وزشی کیوں ہیں رہا نسخ شرایع کا شبہ اسکا جواب صفحہ ۳۶۴ میں

اسی کتاب کے پڑھو۔ تہمت فرقہ اہل اسلام کے ان میں ایک ناجی ہے اور سب تاری
 اگر انصاف کیجئے تو یہی ارشاد ہمارے نبی کا پوری دلیل ہے کہ خود پرستی اور خود نمائی
 اور اپنی گرم بازاری حضرت کو منظور نہ تھی۔ بلکہ محض سچے اور خدا کے فرستادہ تھے اس
 لئے کہ اگر اپنی امت کے سب قروں کو حضرت ناجی فرماتے یعنی میری امت کیسی ہی بد راہ
 اور بدکار اور فاسد المذہب ہو مگر چونکہ میری امت ہے ضرور ناجی ہوگی یہ حکم الہیہ پوری
 نفسانیت پر دلیل موتا اور جب یہ فرمایا کہ وہی فرقہ جو اس است اور صراط مستقیم پر میری امت
 میں ہوگا وہی جنتی اور ناجی ہے اس سے زیادہ خوش خوشی اور حق پرستی اور انصاف کیا
 ہو سکتا ہے۔ اور اس سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ مذہب حق ہر زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے اور ہر جب
 اپنی امت میں سوائے ایک مذہب کے دوسرا ناجی ہونا ارشاد فرمایا تو غیر اسلام کے مذاہب کی پابجا
 کیونکر ناجی رہی اس لئے کہ بہتر فرقہ تاری نبوت آخر الزمان کے ضرور قابل ہیں جو دوسرا
 جز ایمان کا مذاہب آسمانی میں ہے اور دوسرے مذہب والے تو آخری پیغمبر کی نبوت ہی
 کے قابل نہیں ہیں جسکے انکار سے ہزاروں مسائل شریعت کا انکار لازم آتا ہے پھر وہ کیونکر
 ناجی ہو سکتے ہیں اب رہا تہمت فرقہ مسلمین کا جھگڑا اور مجھول ہونا فرقہ ناجیہ کا ان میں سے اس
 اعتراض کا منصب فرقہ تحریر کو نہیں ہے۔ پہلے دین اسلام اور نبوت ہمارے نبی کو مستحکم مان
 لیجئے اسکے بعد فرقہ ناجی اس امت کا ہے اسکی شناخت بہت آسانی سے آپکو ہو جائیگا ارشاد
 اور ہدایت قرآن مجید اور اپنے نبی کے اہل اسلام کرا دیں گے۔ مذہبی جھگڑا ہر نبی کی امت
 میں برابر چلا آتا ہے اور جو فرقہ سچے دین پر اسی نبی کے تھا وہی ہمیشہ سچا مومنانی
 اور سچا عیسائی اور سچا محمدی کہلایا ہے۔ اور اختلاف اور نزاع باہمی سے امتہا ہے
 محمدی اور امتہا ہے گذشتہ میں کسی نبی کا دین باطل نہ ہوا اور نہ ہو سکتا ہے ورنہ میں جگہ
 زاید ہے۔ اور بہشت میں کم ہے۔ یہ سخریہ اور استہزا کا مقولہ ہے۔ اسکا جواب
 دینا اہل مذاہب آسمانی پر ضرور نہیں ہے۔ جب آپ مذہب کو صحیح مان لینگے۔ تو
 آپ کو یہ بھی ضرور ماننا پڑے گا کہ ایک ایک آدمی کو بہشت میں کس قدر جگہ ملے گی

اور اہل دوزخ کو یہ وسیع جگہ نصیب نہ ہوگی۔ اس مقالہ سے وسعت دوزخ اور بہشت کا مسئلہ قابل بحث کے نہیں ہے۔ خداوند عالم ہدایت کرے۔

باب بیستون پچرل اور دھرمیہ لوگوں کے خیالات قدیمہ اور جدیدہ بہ نسبت خوارق عادات اور انبیاء کے کیسے تھے۔ اور اب کیسے ہیں۔

اور کیسے ہوئے جاسکیں۔ یہاں میں پھر از سر نو اس مطلب کو شروع کرتا ہوں اور نہایت رشتہ بازی سے دکھاتا ہوں کہ یہ لوگ جو نیچر کے پانچواں کو ضروری خیال کرتے تھے یا اب بھی کرتے ہیں انکو محض دھوکھا ہی دھوکھا ہو رہا ہے اور اگر دھوکھا نہیں ہے پھر دانستہ ضد کر رہے ہیں جو لوگ منکر خدا ہیں انکو تو انکار وجود خالق کا مسئلہ ایسے خیالات پر چھرا رہے اور جو لوگ خدا کو مان کر اور اُسکو قادر و توانا اعتقاد کر کے پھر نیچر کی پابندی کا خیال کر رہے ہیں اُنسے البتہ کہو تعجب ہوتا ہے وہ کیونکر اس دھوکھے میں آئے ہیں کہ نیچر کی پابندی قادر مطلق کو ہے واسطے آسانی تفہیم کے ہم کہتے ہیں کہ قانون قدرت الہی نیچر کی پابندی قادر مطلق کو جو حکیم بھی ہے اسکا کل معنی آپ سمجھ رہے ہیں اسلئے کہ لفظ دھوکھے کی ہے اگر یہ مطلب ہے کہ ہمارے عقل ناقص ہیں جس طرح قدرت قادر مطلق کا تعلق ہر ایک شے اور مقدرہ سے مناسب ہے اسی قانون کا قادر مطلق پابند ہے زبان و من کے لئے اور دین زبان کیلئے ہوتی دیکھنا مناسب تھا وہ جہاں کیلئے ہوتی شاعر نہ خیال آپ کا ہے ہم کیا اور ہمارے عقل کیا جو قدرت کے کاغذات میں دخل دے اور مناسب اور غیر مناسب کو بر کرے۔ اور اگر قادر مطلق کے پابندی قانون قدرت سے مراد ہے کہ اُس حکیم مطلق کی حکمت جیسی مقتضی ہے جس مقدار کے بنائے اور بگاڑنے میں خواہ جو اثر کسی میں دینے کی اوی قانون کا وہ پابند ہے پھر اسکا سمجھنے کا ہمو کو پور دھوکھے ہو سکتا ہے ہماری عقل تو اسقدر کام دیتی ہے کہ جو کچھ قادر مطلق نے ایک چیز کو دوسرے چیز سے تعلق کر دیا ہے بڑی دانا نی خرچ کریں تو اسی کو سمجھ لیں اور طبعی

تو سمجھنا ہرگز ہماری عقل کا کام نہیں ہے۔ دہریہ اور نیچرل خیال کے لوگ ہمیشہ سے انکی
 یہی کیفیت چلی آتی ہے کہ اپنے لاعلمی اور نادانی سے جب کوئی بات عجیب انہوں نے سنی
 یا کوئی عجیب چیز دیکھی اور فوراً منکر ہو گئے کہ ایسا کبھی ہو نہیں سکتا جو پوچھو کیوں نہیں
 ہو سکتا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا ہے جو پوچھو کہ پہلے کسی چیز کا نہونا اسکے آئندہ ہوتے
 کو کسوجہ سے روک سکتا ہے آپ جب دم بخود ہو جاتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہی دان
 جب انکے سامنے کوئی عجیب چیز کا ذکر کیا جائے اور انکے تعجب اور استعجاب کا سبب پوچھو
 تو وہ مثل عوام کے کہنے لگتے ہیں کہ اسکی نظیر کوئی اور بھی دنیا میں ہے مثلاً ہم لوگ پابند
 مذہب آسمانی جب کہتے ہیں کہ بہشت کے لوگوں کی غذا ایسی لطیف ہوگی جس میں فضلہ
 پیشاب پینا نہ ہوگا نہ ہوگا خوراک لوگ سنسنے لگتے ہیں کہ وہ صاحب ایسی بھی کوئی غذا ہو
 سکتی ہے جس میں فضلہ نہ ہو تب ہم انکو دودھ کی نظیر دیتے ہیں کہ دیکھو جب سے بچہ میں
 جان پڑتی ہے اسی وقت سے اسکو غذا شکم مادر میں اسی دودھ سے ملتی ہے مگر دودھ ایسا
 لطیف ہوتا ہے کہ بچہ کے جنبدن ہو کر ذرا سا بھی فضلہ نہیں چھوڑتا ہے کہ سچہ پیشاب پینا نہ کرے
 اور وہی دودھ ہے کہ بعد پیدا ہونے بچہ کے جب اسکو دیتا ہے پیشاب بھی اور پینا نہ بھی
 اسی سے کرتا ہے یہ قدرت قادر بیچوں کی ہے کہ ایک چیز کو لطیف بھی کر دیتا ہے اور اسکو
 کثیف بھی بنا دیتا ہے اور اس سے زیادہ کونسا امر نادانی کا ہوگا کہ جو چیز ہمارے سمجھ میں
 نہ آئے چٹ پٹ اسکو ناممکن اور محال کہیں۔ اوپر کے ابواب میں نیچر شکن مثالیں جو گذر
 چکیں اب انکے علاوہ اور بھی نظائر لکھتا ہوں اجسام غیر حیوانی کے حرکت کر کے کچھ
 اور حضرت موسیٰ کے عصا کا سانپ بنانے کا ثبوت سبکو معلوم ہے کہ جس چیز میں
 جان نہیں ہے جیسے درخت اور گھاس پھوس اور دھات وغیرہ ایسی چیزیں خود بخود
 بدون کسی حرکت و منہ کے حرکت نہیں کر سکتی ہیں بلکہ حیوان اور انسان بھی بعد مرنے
 کے انکی لاش بیجان بدون کسی ہانے والے اور اٹھانے والے کے اپنی جگہ سے مل نہیں
 سکتی ہے اور یہی سبب ہے کہ ہمارے نبی حضرت موسیٰ کا معجزہ عصا کو سانپ بنانے کا جو

قرآن میں مذکور ہے **فَاِذَا هِيَ نَفْسٌ مِّنْ عِصَانٍ مُّكْرٍ** یعنی وہ عصا سانپ ہو کر دوڑنے لگا اسکو
 نیچرل اور دہریہ اور نیز سرسید احمد خان صاحب خلافت قانون قدرت (لاٹ نیچر) سمجھ
 کر ناممکن سمجھتے ہیں ہمارے خدا نے اپنی قدرت نمائی کی نظر سے بعض قسم کی گھاس
 ایسی پیدا کر دی ہے جو خود بخود حرکت بھی کرتی ہے اور اس میں شعور بھی موجود ہے۔ کیا
 آپ نے چھوٹی موٹی ایک گھاس نہیں دیکھی ہے کہ ادھر آدمی نے اسکو ماتھے سے چھوا
 اور فوراً پتھر وہ ہو کر کھلا گئی۔ بلکہ اس سے زیادہ شرم کرنے والی لچوٹی ایک اور گھاس ہے
 کہ آدمی کا سایہ پڑا اور مرجھا گئی جیسے کوئی تازہ عروس اپنے شوہر سے بعد بوس کرنا خواہ
 ہم بہتری کے بعد پتھر وہ ہو جاتی ہے ایک اور گھاس علماء علم نبات نے اب جدید
 تحقیقات سے ہندوستان میں دریائے گنگ کے کنارے دیکھی ہے جسکی تہی میں خدا نے
 یہ صفت دی ہے کہ جب سطح آدمی کی نبض خون کے دوران سے خواہ قلب (ہارٹ) کی
 حرکت سے فی منٹ ۵ مرتبہ خواہ کم و بیش چلتی ہے وہ بھی فی دقیقہ (منٹ) پورے
 ۶۰ مرتبہ حرکت کرتی ہے یعنی فی گھنٹہ (۳۶۰۰) مرتبہ اور یہ ایسی سچی گھڑی خدا نے بنائی
 ہے کہ سیکڑوں برس کی چال میں ایک تانہ دسکنڈ کی غلطی مثل آفتاب کے نہیں کرتی
 بعض عجائب پرست اہل ہنود اسکا پوجا بھی کرتے ہیں۔ کیا خدا نے اس نبات میں شریں
 یعنی متحرک رگیں مثل ہمارے رگوں کے پیدا کی ہیں جو خون کے دورہ سے حرکت کر رہی
 ہیں اگر نہیں پیدا کی ہیں تو یہ نیچر فرضی ہمارا کہ بدون دوران خون کے رگوں میں حرکت
 پیدا نہیں ہو سکتی ہے۔ اور نہ دل ہمارا دل دھڑک سکتا ہے بالکل گرہ گیا اور ضرور تو
 کرنا پڑے گا کہ قادر مطلق پابند کسی نیچر کا نہیں ہے جس طرح چاہے جس چیز میں حرکت پیدا
 کروے۔ تیسری گھاس ذی شعور اور منتقم اور قصاص لینے والی حیوان سے لینے
 بخوبی معلوم ہے کہ حیوانات کی غذا خدا نے اکثر گھاس اور پتی اور پھل اور پھول سے
 رکھتی ہے اور یہی اسکا نیچر ہے اب دیکھو خدا نے اپنی قدرت نمائی کی راہ سے ایک ایسی
 گھاس پیدا کر دی جسکی تہی پر لعاب لہسدا مثل گوند کے ہے اور ادھر اسپر کھٹی میٹھی دھوپ

مکھی کیسی تیز پسہ اور بقول فلاسفہ جدید ایک ہزار آنکھ بھی رکھتی ہے مگر یہ گھاس
 ایسی ہوشیار اور ذی شعور ہے کہ فوراً اپنی پیٹی کو سمیٹ کر اس زور سے مکھی کو دباتی
 ہے کہ ساری رطوبت مکھی کی چوس کر اسکو پیچوک بنا دیتی ہے تب پچھا چھوڑتی ہے یہ
 گھاس خدانے اس قدرت نہائی کی نظر سے پیدا کی ہے کہ مجھے قدرت ہے چاہوں بے
 جان گیاہ سے جاندار حیوانات کو ہلاک کر دوں یہ گھاس اس نیچر کو توڑتی ہے کہ نباتات
 کو طاقت نہیں ہے کہ حیوانات سے اپنی غذا حاصل کریں۔ اب نیچرل صاحب کہتے یہ
 نیچر کہاں درست رہا کہ سوائے ذی روح کے گھاس وغیرہ از خود حرکت نہیں کر سکتی
 جو حضرت موسیٰ کا عصا سانپ بن کر دوڑا ہو یا ساحروں کے مصنوعی سانپ کو نکل
 گیا ہو اور انکو اپنی غذا بنا دی ہو۔ معزز ناظرین اس وقت بے اختیار حجب چاہتا
 ہے کہ میں اس معجزہ کا بھی ذکر کروں جبکہ ہمارے ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم نے جو
 ہمنام حضرت موسیٰ کے تھے ہارون رشید کے سامنے ظاہر فرمایا ہے کہ تصویر شیر کی جو
 پردہ پر بنی ہوئی تھی اسکو حکم دیا کہ اس شعبہ باز کو نکل جا اور وہ تصویر شیر بنکر اسکو
 نکل گئی اور جب پاروں نے عرض کی حکم دیجئے کہ اب اسکو اوکل دے حضرت نے فرمایا
 کہ اگر چادوگران فرعون کی رسیوں کو اور آلاٹھیوں کو عصائے موسیٰ نے اوکل دیا ہو
 تو یہ شیر بھی اسکو اوکل دیکھا۔ لیکن ابھی میں اس معجزہ کے بیان کرنے سے تامل کرتا
 ہوں۔ اسلئے کہ سید صاحب اور نیچری لوگ جب قرآن مجید کے صریح آیت سے انکار
 کرتے ہیں تو یہ معجزہ ایک غیر متواتر روایات سے ہے پانی کا لبتہ ہونا اور وزن
 سیالات کا پیچرہ پانی جو ہم پیتے ہیں اور آب دریا نے شوز اور تمام دنیا کے پانی سب
 کا سیلان یعنی روانی اور لبتہ ہونا اس میں جو قول میں قدرت کے اور عجائب صنعت
 الہی ہیں انکا بیان قدیم اور جدید فلسفہ میں بہت کچھ ہے ہکو تین چاروں پانی کے
 یہاں پر دکھلانے منظور ہیں پہلے تو یہ کہ پانی اگر دس قسم کے ہوں اور کیا کرو سب
 بلکہ ایک ہو جائے ہیں بلکہ محلول کرنے سے ادویہ مختلفہ کی غرض یہی ہے کہ سب کینات

اور متحد ہو جائیں چنانچہ علم اکسیر اور قدیم کمپسٹری کا جب ہم ذکر کریں گے اُسکو لکھیں گے
 اس نیچر کے خلافت و یکجہو قدرت نہائی خدا کی جہاں گنگا جمنہ کا آکہ آباد میں سنگم ہوا ہے
 دو نو دھاریں الگ بہ رہی ہیں جنکے لحاظ سے گنگا جمنی کی اصطلاح رنگ آمیزی
 میں مشہور ہوئی ہے اور یہی عجائب پرستی ہنود کو پرانگ انسان کی باعث ہے۔ یہ
 بات ضرور ہے کہ دو سیال چیزوں میں جو ملکا ہو یعنی جسکی گرویٹی کم ہو وہ اوپر رہے گی چنانچہ
 طبعیات میں ثابت ہوا ہے انجیفٹ و لطیفوٹسبک چیز اور تیرتی ہے مگر جب دونوں
 کی گرویٹی (وزن صنفی) برابر ہو پھر اختلاط اور آمیزش سیالات میں ضروری قاعدہ
 ہے ہماری غرض اس بیان سے یہ ہے کہ قادر مطلق پابند اس نیچر کا نہیں ہے چنانچہ
 تینے گنگا جمنہ کے دھاروں کی نظیر پیش کروے اسبطح بعض مقامات میں کوئیں
 ایسے دیکھے ہیں کہ ایک طرف کا پانی میٹھا جس سے دال بخوبی گلتی ہے اور دوسرے طرف
 کا پانی کھاری ایک طرف کا ملک اور دوسری طرف کا بھاری یہ اس سے بھی زیادہ عجیب
 قدرت نہائی خدا کی ہے کہ آب راگد یعنی بستہ اور ٹھہرا ہوا پانی اور پھر باہم ملنے نہیں
 پاتا ہے سمندر کے پانی کا رنگ دریائی مسافروں سے پوچھو اور اس قاعدہ اختلاط
 کا ضروری ہونا اور خدا کا پابند اس نیچر کا نہ ہونا معلوم کرو پانی کا دوسرا نیچر پانی کا
 یہ بھی خاصہ ہے کہ اپنے ہوزن سے گھٹنے سے روکتا ہے اسی قاعدہ پر بنا کر
 کشتی اور جہاز وغیرہ دریائیں چلاتے ہیں مثلاً اگر ہزار من کا بوجھ ناؤ یا جہاز پر ہوا اسکے
 نیچے کم ہزار من وزن پانی کا اگر ہو گا ناؤ نہ ڈوبے گی اور نہ بظاہر ہزار من سے زیادہ
 وزن پانی کا ہونا چاہیے۔ یہ نیچر پانی کا غیر ذی روح اشیاء میں جاری ہے آدمی
 جب تک زندہ ہے اور تیرتا نہیں جانتا ہے کہ سیدر کھرا پانی ہو ڈوب جاتا ہے اور
 او صر فوراً اسکی لاش اترائیگی اگر پانی اس جگہ اُسکے جسم کے وزن سے برابر یا زیادہ
 ہو۔ اس نیچر کے ٹوٹنے کی وہی تباہی دیلیس فلاسفہ بیان کرتے ہیں مگر اصل یہ ہے
 کہ قادر مطلق سے اپنی غیر پابندی کے ثبوت کا یہ نیچر جس قاعدہ رکھا ہے۔ پھر یہ

بھی خیال کرو کہ پانی خود جذب مرکزی زمین سے نیچے گرتا ہے اور دیگر اشیاء کو جن پر وہ
 ارضی غالب ہے اسکو مخالف جذب مرکزی زمین کے اوپر کواٹھاتا ہے یہ کیسی الٹی بات
 ہے کہ اپنے جسم کو زمین کے جذب سے روکنے پر قادر نہیں اور دیگر اشیاء کو برعکس جذب مرکزی
 زمین کے اوپر چڑھاتا ہے۔ پانی کی نرمی اور پتھر وغیرہ کے سختی دونوں جذب مرکزی زمین
 کے مقابلہ کرنے میں قادر مطلق نے برابر کر دی ہیں پانی کا تیسرا پتھر پانی کا سیال ہونا
 بظاہر ایسی وجہ ہے کہ مسامات میں پانی کے ہوا بھری ہوئی ہے ہم نے نصے میں اس
 کل کا ذکر کیا ہے کہ ذریعہ ایرمپ کے جب ہوا پانی کی نکالی جاتی ہے پانی جم کر برف ہو جاتا
 ہے مگر ایک عجیب خاصہ یہ بھی اسوقت پانی کا ظاہر ہوتا ہے کہ جھننے سے پہلے ایک جوش
 اور ابال پانی میں آتا ہے جیسے سوڈا واٹر کی بوتل میں کاک اور بھارنے سے اور پھر ہوا کے
 بیرونی اس میں پہونچی اور ابال آیا خالص پانی کے ہوا نکالنے سے ابال اس میں آتا
 ہے فلاسفہ طبعیہ اسکی دلیل بھی اتنا پتھر لکھ رہے ہیں مگر ہم کو انکے تسلیم کرنے
 خواہ رد کرنیکی اسوقت ضرورت نہیں ہے ہم کو اسقدر دکھانا منظور ہے کہ پانی میں جب
 ہوا یا حرارت داخل کرو مثلاً آگ پر چڑھاؤ اسوقت بھی ابال آتا ہے اور جب ہوائے گرم
 پانی سے ایرمپ کے ذریعہ سے نکالو تب بھی ابال آتا ہے۔ کیا عجیب قدرت نہائی خدا
 کی ہے کہ جب پانی کی حرارت پتھر مائیر کے نقطہ جوش پر پہونچے تب بھی ابال آتا ہے اور
 جب پانی کی برووت نقطہ انجماد پر پتھر مائیر فارہیٹ کے پہونچے تب بھی جوش آتا ہے
 اب فرمائے جناب نچرل صاحب خداوند نعمت علیاں اور جوش کا سبب حرارت ہے۔ یا
 برووت یا محض قدرت قادر مطلق کی ہے جب چاہے علیاں کو پیدا کر دے نہ حرارت
 اسکا سبب اصلی ہے اور نہ برووت بلکہ بفعل اللہ ہا اینشاء قادر مطلق کو اختیار ہے
 کہ چاہے پتھر کے پتھر کی سوانح عمری میں لکھا ہے ایک مرتبہ پتھر اٹے ایک جانور
 کی قربانی کی تھی جب قربانی کا گوشت دیکھ میں رکھا جس میں شہد پانی بھرا ہوا تھا اور
 پانی گرم ہو گیا اور ایسا ابال دیکھ میں آیا کہ نہ تک اسکے پہونچ گیا۔ اور بدولت آگ پر چڑھانے

وہ گوشت بچتے ہو کر طیار ہو گیا۔ شیلون حکیم کو یہ بدشگونی از روئے علم کہانت کے ہوتی
اُس نے بقراط کو نکاح کرنے سے منع کیا بقراط اُسکی بات نہ سکر بنسنے لگا کہ یہ یہودہ کرتا ہے
تاریخ الفلاسفہ مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۱۲۱ یا در ہے کہ ہم حضرت موسیٰ کا معجزہ عبور دریا کا جب
لکھنے کے اسوقت ان اصول کو پھر یاد دلانے کے ذرا سمجھ جائے۔ پانی میں جو عجائب خواص
قدرت نے رکھے ہیں اُنکے بیان کو سیکڑوں اجزا کتاب ہذا سیاہ کردوں جب بھی
دریا بیان ہو سکے۔ اسی جز اور مذکور کیجئے سمندر تو اُم دریا ہے ذرا لگاتہ میں یہ
کے بان کا تماشہ دیکھئے کہ کس قدر اونچا پانی اٹھکرتا ہے۔ ارسطو کی تاریخ پڑھئے آ

فیلسوف جسکو معلم اول کا خطاب ہے اسی جذر اور مد کے سبب نہ جانتے سے اُپر چار
نے دریائے داوریب میں آب کو ڈوبو دیا اور یہی کہتے کہتے مگر کیا کہ دریائے داوریب (مجھے
نگلجی ہے کہ با اہمہ فلسفہ دانی مجھے اُسکے جذر اور مد کے سبب پر اطلاع نہ ہوتی اور کیسی
لوانی کی بات ہے اگر یہ خبر صحیح ہے تو ارسطو کی عقل پر اور اُسکے جملہ عقاید پر پتھو لکھو نہ
چاہئے۔ پانی کا چوتھا نیچر پانی کا عام قانون یہ ہے کہ حرارت سے پھیلتا ہے اور برودت
سے سمٹتا ہے اور یہی اُسکا نیچر ہے اب یہ قانون قدرت دیکھو اُسکے خلاف جب پانی درجہ
سے (دہرہ) درجہ کے حرارت کی زیادتی سے پانی میں سمٹنا پیدا ہوتا ہے اور کمی حرارت سے
پانی میں انبساط یعنی پھیلنا و پیدائش ہوتا ہے لیکن ہر درجہ سے اوپر پھر عام قدرتی قانون
کے موافق حرارت کی زیادتی سے پانی پھیلتا ہے اور حرارت کی کمی سے سمٹتا ہے اور یہ
سمٹنے کی کیفیت پانی میں رہتی ہے تاہم چار درجہ سے لیکر ایک درجہ حرارت تک پانی پہونچے
اور ایک درجہ کے نیچے پانی جم کر برف ہو جاتا ہے یہ نیچر شکن قانون پانی کا کیسی حکمت ہے
اور نہ گان خدا سا کائنات یورپ وغیرہ کیواسطے خدا نے رکھا ہے جسکو دیکھو کتاب اکسیر اعظم
جلد اول کمیائے جمادات میں۔ اور کیسی قدرت اور اختیار تمام قادر مطلق کا اس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ وہی پانی گرمی پہونچنے سے پھیلے اور وہی پانی گرمی ہی سے سمٹے۔ گوئی
کیمسٹ اور فلاسفر اس میں چوڑا کر سکتا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ آفریدگار پانی کا

ایسی گواہی اختیار ہے کوئی قانون اسکو پابند نہیں کر سکتا ہے جس فلسفہ کی بنا محض
 تجربہ پر ہو اسکو پھر سے کیا علاقہ فلسفہ قدیم کی بنا چونکہ علت اور معلول سے بحث
 کرنے پر تھی اور جہاں تک اُن فلاسفہ کی عقل رسانی کرتے تھے علت اور سبب کی
 تلاش میں سرگرم رہتے تھے اور اپنے مقدور میں کمی نہیں کرتے تھے اگر یہ سوائے اُن مسائل
 کے جو الہامی کتابوں سے خواہ انبیاء کرام سے اڑتی پڑتی اُنکو ملجاتے تھے اور مسائل
 میں اُنکی غلط کاری ایسی ہی تھی جیسی جدید فلاسفہ کی ہے تاہم اُنکو خلافت قانون قدرت
 (نہج) کے واقع ہونے سے انکار کرنا ایسا نازیبا نہ تھا جیسا کہ فلاسفہ جدید کو نازیبا ہے جو
 پیروکاروں مکین کے میں اور محض شجرات پر بنا کر کے جدید مسائل کے معتمد ہو رہے ہیں یہ
 فلسفہ جدید ہمیشہ ناقص رہ گیا اور کبھی قابل اطمینان نہ ہوگا اور ہمیشہ اسکے اصول
 درہم و برہم ہوا کرینگے اسلئے کہ ربط حقیقی اور سبب اصلی کے دریافت کرنے کا طریقہ اس
 فلسفہ میں گویا متروک ہو گیا ہے۔ ہنکو خوب یاد ہے پچاس برس آج سے پہلے جب کسی
 جدید تعلیم یافتہ کے سامنے کوئی مسئلہ علوم اسرارِ حسیہ تھا کیمیائے قدیم خاصکر علم الکیمیہ
 کا ذکر آتا تھا کیسے قہقہہ زنی یہ لوگ کرتے تھے یا آج کا دن ہے۔ ایک ڈاکٹر نے اصلی
 چاندی بنا کر اقرار کر دیا کہ خالص چاندی بن سکتی ہے اور اب اسی شتہاں میں ایک
 امریکن کیمسٹ نے اعلان کر دیا ہے کہ اصلی سونا بھی بنا لیا یا پھر اخبار میں اسکا اشتہار
 بھی دیا ہے حالانکہ یہ علم قدیم فلاسفہ نے فروع طبیعیات میں اسکو داخل کر کے ضبطِ ح
 طب اجسام کے مسائل کو اصول طبیعیات سے مبرن کیا تھا اسکو بھی اسی طرح دلائل
 طبیعیات سے مدلل کیا ہے اسوقت میں اس علم سے بحث نہ کرونگا آئندہ کے ابواب
 میں اسکو لکھو نگا۔ آج تو میں جدید علوم کے تعلیم یافتہ لوگوں سے بھی پوچھتا ہوں کہ جب
 محض تجربہ پر بنا آئے علوم کی ٹھہری اور علت اور معلول سے کچھ سروکار نہ رہا پھر آپ
 لوگوں کو قدیم علم قیادہ غیر طبعی جس میں ہاتھوں کے لکیروں کے خواص اور خال اور
 مسہ (تولول) اور ہاتھ پاؤں کے چکر اور بھونری خواہ عورت کے پیٹھ کی سانپن یا عورت

کے پاؤں کے ہنگوٹھے کے پاس والی انگلی کے خواص یا آنکھوں کے رنگ اور حسامت
خواہ بالوں کا بھورا ہونا یا سیاہ ہونا یا رنگ بدن کا زرد ہونا قبول سے موئے میگوں چشم لڑق
رنگ زرد + ہمچو کس بات پر کس نیکی کرو۔ ان خواص کو سنکر اکیو کیوں تعجب ہوتا ہے اور کیوں
آپ انکو ناممکن سمجھ رہے ہیں اب تو فریالوحی کے جدید تحقیقات اور تجربات کثیرہ سے
ڈاکٹروں نے آدمی کے دانت کے شکل اور وضع سے اس کے اخلاقی امور پر حکم لگانا شروع
کر دیا ہے اور ہونا ہی چاہئے اسلئے کہ جنس بوجہ تصریح مسٹر ریڈ صاحب وغیرہ یہی بات
قرار پا چکی کہ جو اثر جس چیز میں ہم تجربہ سے دریافت کرتے ہیں وہی قانون قدرت ہے پھر
اگر ہم تجربات کثیرہ سے معلوم ہو جائے کہ جس عورت کے انگوٹھے کے قریب والی انگلی
پاؤں کی اس کے انگوٹھے سے بڑی ہو ضرور وہ عورت بیوہ رہیگی خواہ جس عورت کے پیٹھ میں
سائین ہو اور منہ اس سائین کا سوتے وقت شوہر کی طرف ہوا اسکا شوہر ضرور مر جائیگا اور
زندہ نہ رہیگا۔ اریں قبیل ہزاروں احکام علم سرودمان اور علم کوکھ اور قیافہ اور شکون حیوانات
اور چرند پرند اور نیز علم نجوم کے احکام جو لاکھوں مرتبہ تجربہ سے صحیح برآمد ہو چکے۔
اسی طرح علم خواص حروف اور متہ خیر و عا تعویذ گنڈا اور سیکڑوں قسم کے ٹوٹکے اور صدقہ
دیارہ بلا الغرض جتنی باتیں پچھلے زمانہ کے تجربہ کاروں نے دریافت کئے ہیں سب صحیح
اور درست ہو گئی۔ اسلئے کہ جب قانون قدرت دلا آف پھر ایسی ٹھہرا کہ ایک چیز کا ہونا
دوسری چیز کے بعد مکرر تجربہ میں اور مشاہدہ میں آجائے اور ربط حقیقی کے بعد دیگرے
کا معلوم کرنا کچھ ضروری نہیں اور نہ ہماری عقل اسکو معلوم کر سکتی ہے پھر ہر سطح ہم ہمیشہ
دیکھتے ہیں کہ بارود کو آگ جلا یا کرتی ہے یا پانی سے آگ بجھ جاتی ہے خواہ متناطیس وہ
کو جذب کرتا ہے خواہ کبرائی اور برقی طاقت اپنے افعال اور آثار ہمیشہ پیدا کرتی ہے اسی
طرح خواص کیمیائی اجسام میں اپنے افعال کر رہے ہیں اور لاکھوں اصول اور قوانین قدرت
ہم اسی اصول تصنیف پر بنا رہے ہیں بھروہ اصول جنگو لاکھوں مرتبہ تجربہ کر کے ہزاروں سب
کی محنت اور کوشش سے اہل تجربہ سے خواص غیر جسمانی کو ضبط کیا ہے انکو غلط کہنا اور

اُنکے ماننے والوں کو گرفتار و مام سمجھنا اسکی کیا وجہ آپ بیان کر سکتے ہیں انصاف تو یہی
 چاہتا ہے کہ پابند اصول تصفیح اور مقلدین دمی کارٹس اور لارڈسکین وغیرہ جو فلسفہ جدید
 کے معتقد ہیں انکو لازم ہے کہ ہم لوگ پابند فلسفہ مذہبی سے یا ہمارے مخالفین پابند فلسفہ
 قدیم سے ان خواص غیر طبیعی پر زیادہ ایمان لائیں۔ اسلئے کہ اگر ہمارے سامنے کوئی منجم حکم
 کرے کہ ایک گرہ آج کے دو گھر یا سادھنے میں خراب ہو رہی ہے اور کوئی ستارہ آج کا آج بجلی
 یعنی خوبی پر نہیں ہے جو گنی یا رجال الغیب بھی اور دس اسول پورب جاتے وقت سامنے
 پڑیگی اسلئے کہ آج سو مبارک یا سینچر کا دن ہے۔ سو سینچر پورب نہ چالو۔ اسی طرح اور ظرا
 کو اکب سب سے ہمارے خواست ایام کو ثابت کرے تو ہم لوگ پابند فلسفہ مذہبی اگر منجم کے
 قول کا بطلان اُسکے قاعدہ سے بوجہ اپنی لاعلمی کے نہ کر سکیں اور حسب طرح ہمارے امام علی
 ابن ابیطالب نے پوری تغلیط اس منجم کے قواعد نجوم سے کر دی تھی جو حضرت کو جنگ
 نہروان میں ایک روز خاص معرکہ آرائی سے روکتا تھا۔ تاہم اتنا تو ہم ضرور کہہ سکتے ہیں
 کہ ہمارے اصول مذہبی کے رو سے جملہ خواص نجوم پر عقیدہ کرنا درست نہیں ہے اور ہمارے
 نبی صلعم نے فرمایا ہے باسراء اللہ یوم السبت والجمعیس پنجشنبہ اور مہفتہ کا روز خدائے
 سفر کرنے اور دیگر امور کیواسطے مبارک مقرر فرمایا ہے اور جو گنی اور دس اسول وغیرہ کا کہیں
 پتہ ہمارے ہاویاں برحق نے نہیں دیا ہے لہذا ہمکو منجم کے دسوسہ سے یہی پابندی بہت
 کے نجات دینے کو کافی ہے۔ اور فلسفہ قدیم جسکی بنا ربط حقیقی اور سبب عقلی دریافت
 ہونے پر ہے اور فقط اصول تصفیح اور تجربات مہمومہ پر نہیں ہے اُسکے پابند نجومی کے قول
 کو یوں باطل کرینگے کہ جو گنی اور دس اسول کیا چیز ہے اور کو اکب ستارہ کے آثار غیر طبعی پر کوئی
 برہان قائم نہیں ہے تجربہ امر ظنی قابل طمینان نہیں ہے ربط حقیقی سعادت اور بخت
 سیارات کا کسی دلیل عقلی سے برگز ثابت نہیں لہذا ہم کیوں نجومی کے لنوا حکام کو مانیں
 آپ فرمائیے جناب نیرل صاحب آپکا مدد تو فقط اسی پر ہے کہ اگر تجربات کثیرہ سے ایک امر
 کا ظہور بعد کسی امر کے ثابت ہو جائے پس وہی اسکا میسر ہے وہی اسکا سبب حقیقی ہے۔

وہ کبھی بدل نہیں سکتا اسی پر کارخانہ عالم حل رہا ہے بلکہ اُسی کا پابند قادر مطلق بھی ہے
 نعوذ باللہ پھر آئیوں خواص سے انکار کرنا اور انکے ماننے والوں پر فقہہ زنی کرنے کا کیا
 منصب ہے بلکہ اگر بُرا نہ مانے گستاخی معاف آئی تو سب سے پہلے ان اوہام کا عقدہ کرنا لازم
 ہے کہ انکے خیال عیب جو بہت تندرطنہ بر عیب دیگران چیز نذر اپنی یہی روشنی جو تعلیم علوم
 جدیدہ سے حاصل ہوئی ہے اُس تاریکی جہالت سے کہیں بڑھی ہوئی ہے جو ہم پابندان
 مذہب آسمانی کو آپ گرفتار اوہام مذہبی کہہ کر فقہہ زنی کرتے ہیں اسلئے کہ ہم لوگ اور آپ
 لوگ دونوں اس امر میں تو برابر ہیں کہ سبب وقوع حوادث ارضی اور سماوی کی پوری تحقیق
 کریں ہم بھی جب دیکھتے ہیں کسی چیز کو کسی میں اثر کرتے ہوئے مثلاً اسٹیم کی طاقت سے
 ریل گاڑی کی رفتار اسوقت ہم کہتے ہیں کہ خدا نے یہ اثر اسٹیم میں دیا ہے اور کیوں دیا
 ہے اسکو ہم سمجھ نہیں سکتے۔ اور آپ بھی ہر طرح کے توہمات کیجئے مگر آخر درجہ پر آپ کو
 بھی یہی کہنا پڑتا ہے کہ قدرت نے خواہ فطرت نے یہی اثر اس میں دیا ہے اور ربط حقیقی
 کے دریافت کرنے سے جیسے ہم عاجز اور درماندہ ہیں اُس سے زیادہ آپ بھی عاجز ہیں اب
 اسی جگہ پر ہم آپ سے انصاف طلب ہیں کہ آخر یہ کونسی عقل ہے کہ جس چیز کے سبب کوئی
 نہ جانے اور اُسے ہونے اور نہ ہونے کی دلیل کو نہ سمجھ سکے اور بے سمجھے بوجھے کہ اسے
 کبھی ہونہیں سکتا اور جو کوئی اُسکے ہونے یا نہ ہونے کا کسی معتد اور سچے حکیم عالم علوم
 لدنی راہبیا کا معتقد ہو کر اقرار کرے اس پر فقہہ زنی کرے اور اسکو تاریکی جہالت میں مبتلا
 سمجھے آپ لوگوں سے زیادہ ہم کو آپ کی نادانی اور جہالت پر فقہہ زنی کرنی سزاوار ہے مگر ہم
 لوگ اپنی تہذیب مذہبی بلکہ عین تہذیب عقلی کی وجہ سے بجائے ہنسنے اور فقہہ زنی
 کرنے کے ایک جہالت اور نادانی پر ہمدردی انسانی سے افسوس کرتے ہیں علم سے غرض
 یہی ہے کہ جو چیز ہماری سمجھ میں آجائے اسکو شدنی اور ہونیوالی تسلیم کریں اور جو چیز سمجھ
 میں نہ آئے اُسکے ہونے یا نہ ہونے کے سمجھنے کے درپے ہوں تاکہ ہماری معاونات میں غنی
 ہو اور یہ تو خواص جہالوں کا طریقہ ہے کہ جو چیز انکی سمجھ میں نہ آئے اُس سے فوراً انکار کر دینا

اگر جدید تعلیم کا یہی اثر ہے پھر ایسے علم میں اور عمل میں فرق کیوں بالکلہ جالِ مُطلق کو تو ہم معذور بھی کہہ سکتے ہیں اور پھر لکھے جالِ کوئی اور معذور کہہ سکیں گے دیکھتے ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں بھوت پریت کے وجود کی خبر مشہور تھی اور جو آدم کو عقیدہ تھا اور اب بھی ہے کہ شیطان جنگلوں میں رات کو روٹی کرتے پھرتے ہیں اور قبروں سے روٹی نکالتی ہے اور فاسفورا سکو سکر مثل آپ کے قہقہہ زنی کرتے تھے۔ آخر سالہ ۱۶۶۹ء میں برائڈ صاحب اسکو تسلیم کر کے جب درپے تحقیقات ہوئے ایک ایسی مفید چیز کا وجود حیوانات کی ہڈیوں میں ثابت ہوا جسکو فاسفورس کہتے ہیں اور جو رات کو اندھیری میں خود بخود روشن ہو جاتا ہے اور جسکے ذریعہ سے آج سیکڑوں فوائد کو حاصل ہو رہے ہیں ڈاکٹری اصول سے قوت باہ کی اگر کوئی دوا ہے تو یہی ہے یہ خوش مندی کی جلی مدد ہے ایک دیاسلانی ایسی مفید چیز اس سے بنتی ہے جسکے فوائد آج تک کو کس قدر پہنچ رہے ہیں حضرت موسیٰ کا یہ بیضائیوں جناب پیرل صاحب جب ہڈی میں فاسفورس کا ہونا ضروری اور یقینی ہو چکا اور حضرت موسیٰ کے بدن میں اور خاکہ ہاتھ میں بھی ٹپٹی تھی اس میں بھی فاسفورس ضرور ہو گا اور وہ فاسفورس ٹھیک دار اور روشن بھی ہو گا۔ اب ماوراء روشنی کا تو ہاتھ میں حضرت موسیٰ کے ہونا خلافتِ قانون قدرت نہ ہوا بلکہ مطابقِ زنجیر کے ہوا اب یہی بات باقی رہی کہ فاسفورس اندھیرے میں یعنی جب تاریکی روشنی نہ ہو تب روشن ہوتا ہے اور حضرت موسیٰ کا یہ بیضیادن کو بھی چمکتا تھا جسے ستاروں کی روشنی کہ دن کو چھپ جاتی ہے اور رات کو ظاہر ہوتی ہے پھر کیا بعض ستارے جو دن کو بھی نظر آتے ہیں آپ اُنکے وجود سے منکر ہیں اسبطح اگر قادرِ مُطلق اور حکیمِ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت موسیٰ کے ہاتھ میں اسقدر زیادہ فاسفورس کا دیا ہو کہ دن کو بھی روشن ہو جائے تو کسی دلیل عقلی اسکو محال کہہ سکتی ہے اب یہی بات کہ فاسفورس ہڈی کا جالِ کوئی اور نہ ہو کر روشنی دیتا تھا یہ شخص نادانی سے قبروں کی مٹی جب برائڈ صاحب کو فاسفورس کی روشنی دیکھنے سے منع نہ ہوئی تو نازک جلد حضرت موسیٰ کی اسکے

طہر سے کیونکر منع کر سکتی تھی اب اگر کوئی دہریہ منکر بتوت یوں کہے کہ جب فاسفورس
 ہی سے یہ بیضیاں روئی تھی پھر یہ معجزہ کیوں ہوا یہ تو سبکی ٹیڑیوں میں ہے۔ اسکا جواب
 یہ ہے کہ معجزہ اس میں میں اسباب سے تھا (۱) تو فقط ہاتھ کی ہڈی میں اسقدر فاسفورس
 کا ہونا (۲) دن اور رات برابر اسکا روشن ہونا (۳) جسوقت حضرت مومنکے اچا ہتے تھے
 اسوقت روشن ہونا تھا جسکو پوری دلالت اسپر ہے کہ معجزہ با اختیار قادر مطلق ہے۔
 کوئی امر طبعی اور ضروری مثل روشنی فاسفورس کے نہ تھا۔ اور یہی ماہر الفرق معجزہ انبیاء
 اور دیگر خوارق عادات میں ہے جسکا سید صاحب انکار کر رہے ہیں معذرت بخدا میرا
 مذہب یہ ہے کہ اگر یہ بیضیاں کو بغرض فاسفورس کے بھی میں نے معجزہ ثابت کر دیا مگر میں
 یہ بیضیاں کو سچ مچ فاسفورس کے ذریعہ سے اعتقاد نہیں کرتا ہوں بلکہ پچھل فلاسفہ کے
 اصول پر اسکا ممکن ہونا بتلا رہا ہوں ورنہ میرا خدا مٹی اور چمڑے اور رگ و پھم پر خیر کو
 اسطرح چمکدہ بنا سکتا ہے جسطرح آفتاب اور ستاروں کو نورانی کر رہا ہے کیا جگہوں کی روشنی
 یا خراطین یعنی کچھوے کے مٹی میں فاسفورس ہی کا مادہ ہے یا نیپال کے پہاڑ پر وہ لکڑی
 جورات کو مثل شمع کا فوری کے خود بخود روشنی دیتی ہے اور ہم نے خود دیکھی ہے اس میں
 فاسفورس بھرا ہے کہ واللہ بل اللہ ہاں جناب یہ تو مجھے متعجب تھا اور اب بھی متعجب
 احمد خان صاحب کی تقریر پر چور باہ یہ بیضیاں کے انکو انکار ہے ہمکو بہت کچھ لکھنا باقی
 ہے۔ آپ فرمائیے کہ پھر قدرتی کا جو انکار ہمیشہ آپ کو فیکار ہے میں اور خواص غیر سمائی
 مثل سعادت اور نحوست کو اکب یا غیر کو اکب مثلاً حیوان اور انسان کے خواص غیر طبعی
 جیسے کسی آدمی کا ستر قدم ہونا یا گھوڑے اور سیل اور بوم یعنی الو وغیرہ کی نحوست خواہ
 اقدیم کے جنکون اور بد شکونی یا دن اور تارخ کی سعادت اور نحوست مثلاً قمر در عقب
 کی نحوست یا نحس الہر کو اوام نہ بھی قرار دینا خواہ ستاروں کی نحوست یا علم سرد و دھما
 میں جو آدمی کی قسمی اور قمری سانس کے خواص میں خواہ اوٹا ل یعنی دہر روشنی اور نور
 نفسانی جو ہمارے نفس ناطقہ اور دوح میں خدا نے پیدا کیا ہے جسکے نصف سے ہم اور چہرہ

پر غالب آجاتے ہیں اور جسکو مسمریزم سے پورا تعلق ہے اور ہم معجزات کا فرق اسکے
 ذریعہ بھی ثابت کرینگے۔ الغرض جب قدر خواص غیر طبعی کج دنیا میں ہمارے چشم و دید ہو
 رہے ہیں اور لاکھوں تجربات اسکے بڑے بڑے حکما اور فلاسفہ کرچکے ہیں ان سب باتوں
 کا انکار آپ کس دلیل سے کرتے ہیں چونکہ ہمارا رویہ سخن اسوقت خاص جدید تعلیم یافتہ
 کے طرف ہے اور ان لوگوں کا مدار فقط اصول تصدیق پر ہے اور محض تجربہ سے جو حکم عام
 ثابت ہو جائے اسی کو قانون قدرت اور لائف تھیر کہتے ہیں یہ لوگ ان خواص معجزہ
 کے کیونکر منکر ہو سکتے ہیں۔ اگر یہ لوگ یوں کہیں کہ خواص طبعی اجسام کی قوت جسمانی سے
 تعلق رکھتے ہیں اور قیاس ہمارا اسی کو قبول کرتا ہے کہ جسم کا جو اثر جسمانی ہو وہ اسکے
 مناسب ہے اور غیر جسمانی اثر اسی چیز میں ہونا چاہیے جو کہ خود غیر جسمانی ہو اور سعادت اور
 محنت کوئی اثر جسمانی نہیں لہذا جسمانی چیزوں میں مثل ستاروں کے خواہ حیوانات چرند
 اور پند وغیرہ کے انکا ہونا خلاف عقل ہے یہ بات اگرچہ بالکل غلط ہے اسلئے کہ روح اور نفس
 کا ہونا جب ان اجسام میں مانا گیا اور غیر جسمانی شے مثلاً نفس جب ہم میں ہوا پھر آثار غیر
 غیر جسمانی کا ظہور ہم میں کیوں ناجائز ہو گا۔ تاہم فلسفہ قدیمہ کے اصول پر البتہ یہ شہید پیدا
 پیدا ہو سکتا ہے جسکی بنا برہان پر ہے اور جدید فلسفی جو محض تجربہ کے پابند ہیں وہ اس
 شہید کو نہیں کر سکتے انکو برہان اور دلیل عقلی سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔
 باب اسیسوا ان خواص غیر جسمانی کا بیان اور اثبات وجود عالم غیر مادی کی تمہید
 کوئی آدمی کیوں نہ ہو کسی چیز کا اقرار یا کسی چیز سے انکار بدو ن کسی غرض کے نہیں کرتا جو
 بشرطیکہ مجنون اور مست مہوش نہ ہو پھر جب عرض کیوجہ سے اقرار اور انکار پر حصر کا ہے
 اسے عالم غیر مادی کا اقرار ہم لوگ پابند ان مذہب کو اور اسکا انکار دہری اور پچل لوگوں کو
 کسی نہ کسی غرض سے ہو گا۔ وہ اعراض چونکرین عالم غیر مادی کو ہیں انہیں کامیاب کرنا ہمارا
 ضرور ہے۔ عالم غیر مادی سے کیا مراد ہے کہ جس میں خواص مادہ کے نہوں۔ مادہ کے خواص
 کیا ہیں مثلاً وزنی ہونا گرم اور سرد ہونا رنگین ہونا بد مزہ خوش مزہ ہونا جگہ اور مکان میں سمٹنا

حرکت کرنا پیمائش میں آجانا الغرض ہمارے حواس خمسہ ظاہری میں سے کسی جس سے
 اسکی موجودگی ثابت ہو خواہ دو حواس خواہ تین چار پانچ سے وہ شے اگر محسوس ہووی
 مادی کہلائیگی۔ فرض کرو کہ ایک نارنگی ہمارے سامنے رکھی ہے اس میں رنگ بھی ہے اور مزہ
 بھی ہے اور خوشبو بھی ہے اور گولائی بھی ہے کہ ہم اسکی پیمائش تکعب کر وی کر سکتے ہیں
 اب ہمارے چار حواس اسکی موجودگی پر متفق ہیں انکھ سے ہم اسکو دیکھتے ہیں ہاتھ سے اسکو
 چھو سکتے ہیں زبان سے اسکا مزہ چکھ سکتے ہیں ناک سے اسکی بو سونگھ سکتے ہیں اور اگر
 سخت ہو گئی ہو اور اٹھا کر اسکو پھینکیں اسکے گرنے سے جو آواز پیدا ہوگی وہ بھی سن
 لینگے۔ اب پانچواں حواس سے ہم اسکی موجودگی کا یقین کریں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مادہ سے
 جو اشیائے میں انکو ہمارے حواس خمسہ ظاہری دریافت کرتے ہیں اور جن چیزوں کو ہمارے
 حواس دریافت نہ کر سکیں انکی تین قسمیں ہیں پہلی قسم تو وہ ہے کہ انکے آثار اور افعال کو
 ہمارے حواس محسوس کرتے ہیں جیسے قوت جانہ مقناطیسی یا کہ بانی یا قوت دفعہ جو ہمارے
 بدن میں پیشاب بجانہ پسینہ وغیرہ فضلات کے دفع کرنیکی ہے یا سرکہ میں جو قوت ہے کہ ایک
 خاص تھیر کو سرکہ میں ڈالو باہر پھینک دیتا ہے اس تھیر کو باعضا نحل کہتے ہیں یا ایک
 قسم کا بیج کسی گھاس کا ہو تا ہے کہ ادھر اسکو پانی میں ڈالا اور چمچ کر باہر آجاتا ہے اور چور کا
 نام نکالنے والے ہی شعبہ کرتے ہیں کہ حسیہ ظن غالب ہوا وہ ملاسیائے اسی کا نام کاغذ
 پر لکھ کر اسی تھم کو کاغذ سے ٹپٹیکر دس پانچ گولیوں کے ساتھ پانی میں ڈالتے ہیں وہ گولی پانی
 سے باہر چمچ کر آجاتی ہے اور سگیناہ جو رہنایا جاتا ہے اسید طبع ہزاروں چیزیں ایسی کہ انکو تو
 ہمارے حواس دریافت نہیں کر سکتے مگر انکے خواص اور آثار کے محسوس ہونے سے ہم انکی
 موجودگی کا یقین کرتے ہیں دوسری قسم غیر محسوس کی مثلاً ہم خواہیں گہری نیند کی قوت
 بہت سی آداریں سنتے ہیں بہت سی چیزیں کھاتے پیتے ہوئے انکو دیکھتے ہیں بہت سی
 چیزیں ہمو اپنی شکلہائے جسمانی پر دکھائی دیتی ہیں حالانکہ ہماری آنکھ نہ دے ہمارے کانوں
 کی قوت اسوقت ایسی زائل ہے کہ اگر توپ بھی جھوڑی جاوے ہمکو خبر نہوگی پھر بھی خواب

کے امور سمجھی تو ایسے ہوتے ہیں کہ ہمارے خیال میں پہلے سے انکی صورت جمی ہوئی ہوتی ہے اور بہت سے امور ایسے ہیں کہ ہرگز سمجھی دہم اور گمان بھی انکا نہیں ہوتا بہت سے ایسے لوگوں میں کہ بطور پیشین بینی کے ہم کو خوب ہیں نظر آتے ہیں اور بعد بیداری کے ہم قطعاً حکم کر دیتے ہیں کہ فلاں امر برسوں خواہ دس روز کے بعد یوں واقع ہوگا اور وہی ہوتا ہے یہ کیفیت تو خواہ طبیعی کی ہے یعنی جو ہماری طبیعت کیوجہ سے روزانہ خود بخود پیدا ہوتا ہے اب رہا خواب مصنوعی جو سمہ نرم کے ذریعہ سے پیدا ہوتا ہے اسکے آثار علیہ بھی ایسے نہیں ہیں کہ انکا کوئی انکار کر سکے اسوقت ہم زیادہ طولانی بیان انکا کرینگے کہ اصلی غرض قوت ہوگی تیسری قسم وہ ہے کہ نہ اس کے آثار اور نہ وہ خود ہمارے حواس سے محسوس ہو سکے بلکہ ہماری عقل جو ایک غیر مادی چیز ہے وہی اس موثر اور اس کے اثر کو دریافت کرتی ہے اس تیسری قسم کا ثبوت اور نفی ابھی ہم نہ کیسکے ورنہ مصادره لازم آئیگا ہاں جناب پہلی قسم مثلاً قوت جاوہ مقناطیسی جس سے لوہے کو مقناطیس جذب کرتا ہے یا قطب نما کی سوئی کو شمال کی طرف ٹھہراتا ہے یا مقناطیس صلیبی بقول ڈاکٹر گرے گرے صاحب جو لوہے کی سوئی کو چمچ کی طرف ٹھہراتا ہے اور اب جدید معلومات میں سے بھی یہ قوت موجود تو ضرور ہے مگر ہمارے حواس خمسہ اسکو محسوس نہیں کر سکتے ہاں اسکے اثر کو محسوس کرتے ہیں اب اس قوت کو شے مادی آپ کس دلیل سے کہتے ہیں اگر آپ ایتھور حکیم مونیطانی کی طرح کہتے کہ جسم سے غیر جسمانی چیز متعلق نہیں ہو سکتی ہے یا جلیسا اور بعض فلاسفہ کا قول ہے کہ عقل بھی ایک جسمانی چیز ہے ان باتوں کو صحیح اور غلط کرنے سے ہم کو طول تقریر پسند نہیں ہے اتنا ہم کو دکھانا تھا کہ بعض چیزیں اجسام میں بھی ایسی ہیں کہ ہمارے حواس خمسہ سے اسوقت تک محسوس نہیں ہوتی ہیں مگر انکے آثار کو ہم محسوس کرتے ہیں اب ہم کو اسی جگہ دو عالم کا اقرار کرنا ضرور ہوا ایک تو اجسام جو ہمارے حواس خمسہ میں سے کسی ایک جس سے خواہ دو خواہ یا پانچواں سے محسوس ہوتے ہیں اور دوسرا عالم ان چیزوں کے وجود کا ہے جو اجسام میں ہیں مگر خواص مادہ یعنی رنگ اور بو مزہ گرمی سردی حرکت وغیرہ سے

بری میں پھر جن چیزوں میں خواص ملانے کے نہیں انکو بھی ہم اگر اشیا عادی کہیں سوائے
 ہٹ دھرمی اور بربستی کے اور اسکو کیا کہنا چاہتے اگر آپکو اسکا اقرار ہے کہ ہاں انہیں
 اجسام میں بعض چیزیں یا قوتیں ایسی ہیں جنکو ہم دیکھ سکتے ہیں تو ہمارا ذوق نظر
 اسی حد پر کار کر ہو گیا اور جن اور فرشتہ بلکہ خدا کا وجود بھی کچھ محال نہ ہو اور اگر آپ متوسطاتی
 اور منکر اشیا موجود ہیں تو ہم آپکے ہاتھ میں مقناطیس کو دینگے اور لوہے کی سوئی سے
 گردینگے کہ اس میں چٹ جائیگی اسوقت آپکو یا تو یہ کہنا ہوگا کہ ہاں سوئی چٹ گئی یا یہ کہیں
 کہ نہ ہمارے ہاتھ میں لوہا تھا اور نہ سوئی چٹتی ہے سب اوہام اور خیال ہے اسوقت آپ کے
 امراض دماغی کے علاج کی فکر کرنی ہوگی اب عالم خواب کا تصور اساذکر بھی کریں۔ خواب کا
 عالم ہی اور ہے اور پھر یقینی ہے کہ شاید کوئی آدمی اس سے انکار کر سکے۔ یوں تو منہوٹا
 بیداری کے محسوسات سے بھی انکار کرتے ہیں مگر ہمارے مخاطب نچرل ایسے نادان نہیں
 ہیں کہ آگ پانی میں فرق نہ کریں لہذا ہم خاص اسے کہتے ہیں کہ خواب کے عجائب پر ذرا
 غور کیجئے اور کہیدجئے کہ ہاں خواب بھی عجیب قدرت نہایتی خدا کی ہے اسی خواب کی
 تعبیر میں شاعر کہتا ہے رہ دنیا خواب ہے است کش عدم تعبیر است۔ اسی خواب ہی
 کے عجائب پر اگر آدمی خیال کرے کسی موجود غیر مادی کا انکار کرنا اسکو مناسب نہ ہوگا
 خواب طبعی اور خواب مصنوعی اور غائب بینی اور معجزہ کا فرق بھی ضرور سمجھنا
 چاہئے اعمال مسمریزم اور اسپیریٹیزم سے چونکہ ہم نے اپنے ہی اور کل اشیاء کے معجزات
 اوپر کے ابواب میں ایسے بیان کئے ہیں جن میں شبہ و طر بندی اور ہتھ پھیر وغیرہ کا کیس طرح
 چل نہیں سکتا اور وہ سب معجزات علم کامل اور عقل الہی سے متعلق ہیں اور منکرین نبوت
 کا ہمیشہ سے ہی طریقہ چلانا ہے کہ جب خوارق عادات اور معجزات انبیاء کو جو علوم
 طبیعیہ سے متعلق ہیں ان میں قیل و قال کی گنجائش نہیں پاتے تب نفسانی قوت اور
 روحانی قدرت جو ہر ایک بشر میں فطرت نے دی ہے اسپرینار کے کہتے ہیں سید احمد علی
 صاحب کا قول صلتہ میں حضرت عیسیٰ کے بارہ معجزات سے انکار کرنے کے بعد یہ ہے

قولہ ہاں اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ خدا نے انسان میں ایک ایسی قوت رکھی
 ہے جو دوسرے انسان اور دوسرے انسان کے خیال میں اثر کرتی ہے اور اس سے ایسے
 امور ظاہر ہوتے ہیں جو نہایت عجیب معلوم ہوتے ہیں اور جن میں بعض کی علت ہم جانتے
 ہیں اور بہت سون کی علت ہم نہیں جانتے بلکہ اسکے عامل بھی اسکی علت ہمیں
 جانتے ہیں اسی قوت پر اس زمانہ میں ان علوم کی بنیاد قائم ہوئی ہے جو مہرزم اور
 اسپیریکولیزم کے نام سے مشہور ہیں اور سابقین بھی اسکے عامل تھے مگر اس علم سے
 ناواقف تھے یا اسکو مخفی رکھتے تھے مگر جب کہ وہ ایک قوت ہے تو اسے انسانی میں
 اور ہر ایک انسان میں بالقوہ موجود ہے جیسے قوت کتابت تو اسکا کسی انسان سے ظاہر
 ہونا معجزہ میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو فطرت انسانی میں انسان کی ایک فطرت
 ہے فانیہم و تدبر میں کہتا ہوں کہ اسے اس بات کو اتجا کر کے کہ کفر تو خدا کر کے۔
 مجھے تو یہ خبر غلط پہنچی تھی کہ سید صاحب کے تہوڑی جب مکرر عمل کرنے اس امر میں مدد
 مسہرزم سے اچھی نہوتی تو سید صاحب نے اس قوت کا بھی انکار کیا تھا مگر الحمد للہ کہ وہ خبر
 غلط مشہور ہوئی تھی۔ اور سید صاحب قوت نفسانی مسہرزم کے معتقد ہیں اسلئے کہ یورپ
 کے اخبارات اور مصنفات جدیدہ میں بھی اس قوت کا ثبوت اور اس عمل کا اقرار پڑھتے
 پڑھتے حضور کو جانے انکار باقی نہ ہے مگر افسوس ہے کہ حضرت کو سوائے تاریخ فلسفہ اور
 اور تاریخ منکرین نبوت کے اور کسی علم کی طرف توجہ نہوتی اور مسہرزم سے تو ہمیشہ حضور کو
 نفرت ہی رہی لہذا بعض معجزات انبیاء جو قوت نفسانی کے ذریعہ سے ظاہر ہوتے ہیں
 انکے نسبت اگر یہ اقرار فرمایا مگر ساتھ ہی اسکے یہ بھی کہہ دیا کہ جب یہ قوت ہر ایک انسان میں
 فطرتی طور سے ہے جیسے قوت کتابت پھر اسکے افعال کو معجزہ کیوں کہہ سکتے ہیں اور فانیہم
 اور تدبر کا جملہ اس واسطے ارشاد ہوا ہے کہ سید صاحب نبوت کو بھی امر فطرتی قرار کر چکے ہیں
 اور ص ۲۹ میں جنوں اور قوت نبوت کے فرق میں یوں لکھا ہے ہاں ان دونوں میں اتنا
 فرق ہے کہ پہلا جنوں اور کچھ لا یمیز کہ کافر کچھ کہہ بھی جنوں بتلاتے تھے لغو ذالک کہا

میں وہ مسلمان جو سید صاحب کی خیر مقدم پر پھول ٹہا کرتے تھے اب اگر مرزا شریف بھی
 تو تیار کریں اچھا اب ہم بھی اسی قوت کے آثار اور افعال جو مقبولہ سید صاحب میں لکھیں
 اور اس سے پہلے ہمارے بیان کرنا منظور ہے اور بارہا بیان کر بھی چکے کہ معجزہ کوئی
 ایسی چیز نہیں ہے جو انسان کی قوت ہائے فطرتی سے جداگانہ ہو فرق اسی قدر ہے کہ قوت
 قوت کتابت مثلاً ہم میں خدائے رکھی ہے اسکی نسبت عادت الہیوں ہی جاری ہے
 کہ ہم پہلے مفردات کی تختیاں لکھیں یا پڑھیں اسکے بعد مکتبات کو پھر اگر کوئی ناخواندہ
 آدمی مدعی نبوت یا قوت رقم خان سے بڑھ کر وصلی لکھ دے اسی کو ہم خرق عادت
 اور معجزہ کہتے ہیں۔ اس طرح یہ قوت نفسانی اور طاقت روحانی جو ہماری فطرت میں خدا
 نے رکھی ہے اسکے آثار اور افعال بھی ہم سے ریاضت اور مشق کرتے کرتے درست اور عمدگی
 سے صادر ہوتے ہیں اگر کوئی شخص بدون مشق اور ریاضت کے مسحیر نرم کے وہ آثار
 دکھانے لگے ضرور ہم اسکو معجزہ نہا کہیں گے بشرطیکہ دعویٰ نبوت کرتا ہو اس روحانی علم میں
 ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جب کو یہ علم خدا تعالیٰ کی طرف سے اور عمل نفسانی پر اسکو سچی قدرت
 بذریعہ ریاضت کے ہوتی ہے اسکو بخوانی تصدیق حمد انبیاء کی ہو جاتی ہے اس قدر کہ وہ ہر شے
 دانیا بداند جو ہری یہی وہ علم ہے کہ مافیہ فیفس اور شرح قانون شیخ اور دیگر حکماء و متوحدین
 خوارق عادت اور معجزات انبیاء کا امکان اس سے ثابت کرتے ہیں اسلئے کہ نفس کی
 تاثیر حسب طبع ایک بدن میں ہوتی ہے تمام عالم میں اثر کر سکتا ہے حتیٰ کہ آب دریا کو خون بنادیتا
 ہے اور ہوائے محیط زمین کو پانی بنا سکتا ہے جیسا طوفان فوج میں ہو چکا ہے بہر حال
 علمائے روحانی کا اتفاق اس پر ہے کہ نفس انسانی کی تاثیر علیٰ درجہ کی ہے ایسی تاثیر خدا
 نے کسی شے میں نہیں دی ہے یہی مراد اس آیت سے ہے خدا فرماتا ہے میں نے اپنی
 روح آدم میں بھردی ہے یہی علم ایسا خدا نے بنایا ہے کہ ہرگز کوئی دھوکھا اور شبہہ سچی
 باقول کے جاننے میں اس علم کے علما کو نہیں رہتا ہے یہی علم اور ہی قوت خدا ہے ہم میں
 ایسی دی ہے جسکی تکمیل کے بعد پھر ہم فرشتوں پر بھی ایک فوقیت دینے لگتے ہیں یہی

علم الیسا زبردست ہے جسکے ذریعے سے شاگرد مشرق میں اور استاد مغرب میں اور درس
 استاد کا دونوں جگہاں واحد میں ہوتا ہے فلاسفہ ظاہر میں تو ایک جسم کو دو جگہ اُن واحد میں
 موجود ہونہ حال کہہ دیتے ہیں اور فلاسفہ اشراقی انکے اس تہل قول پر تہقہہ زنی کرتے ہیں
 مولفہ یہ اسے کلک بس ٹھہر کہ یہ نازک مقام ہے آگے نہ بڑھ کہ راز کا افشا حرام ہے۔
 اب ہم کو لازم ہے کہ سید صاحب کے قول کے ہر فقرہ پر غور کریں اور انکی نادرستی کو بتلادیں
 قولہ ہاں اسکا انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ خدا نے انسان میں ایک ایسی قوت رکھی ہے جو
 دوسرے انسان اور دوسرے انسان کے خیال میں اثر کرتی ہے میں کہتا ہوں دوسرے
 انسان میں اور دوسرے انسان کے خیال میں اسکا مطلب صاف نہ ظاہر ہوا مگر قاعدہ
 بلاغت سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک لفظ عام کے بعد لفظ خاص بولیں تو مراد
 اصلی اسی امر خاص سے ہوتی ہے لہذا مطلب سید صاحب کا یہی ہے کہ یہ قوت محض
 خیال میں انسان کے اثر کرتی ہے اور یہ اثر محض خیالی اور وہی ہوتا ہے کچھ اسکی اصلیت
 نہیں ہے اگر یہ مطلب ہے پھر تو اس قوت کا اقرار اور انکار دونوں برابر ہے مگر میں کہتا ہوں
 کہ یہ قوت جملہ قوتہائے جسمانی اور روحانی میں دوسرے انسان بلکہ غیر انسان از جسم
 موجودات عالم مادی اور غیر مادی سب میں اپنا واقعی اثر کرتی ہے ہاں مشائی اور یاسٹ
 سے ہم لوگ اور بدولن مشائی اور ریاضت کے معجز نما اس قوت سے بھی سب کچھ کر سکتا
 ہے۔ امراض جسمانی جیسے بوڑھی اور ابتدائے نزل الماراضہ لشیخہ میسی اور کزاز اور
 لقوہ فلیج دوسرے مری اور لرزہ مائیکہ چوتھیا لرزہ ان سبکو تو میں نے خود اچھا کیا ہے جب
 کبھی یادش بخیر مشائی تھی اور یہ امراض وہی اور خیالی نہیں ہیں بلکہ اصلی اور واقعی ہیں
 اس قوت کے اصلی ہونے میں تو سید صاحب کی تقریر انیج پیسج کی ہرگز کوئی نہ سہیگا اور ہم
 اور اس سے ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں جو نہایت عجیب معلوم ہو۔ آتی امرطری اقرار کر چکے ہیں
 آپ کو ان عجیب اثر کا ظہور خلاف نیم معلوم ہوتا ہے کہ ملجھا ہے ہاں ان دونوں میں اتنا
 انسان کا ہے پھر عجیب آثار کیوں ہوتے قولہ میں میرا بھی مجنون بتلاتے تھے۔ لغو ذہن بالذہن

بہت سون کی علت ہم نہیں جانتے میں کہتا ہوں کوئی شخص اسکا دعویٰ نہیں
 کر سکتا ہے کہ جو اثر قوت نفسانی سے پیدا ہوتا ہے اسکی علت کیا ہے بجز اس کے کہ قدرت
 نے یا خدا نے یہ اثر اس میں دیا ہے یہ قوت تو عالم غیر مادی سے ہے مادی چیزوں کے آثار
 مثلاً جذب مرکزی اور جذب مقناطیسی وغیرہ اسکی علت کون جانتا ہے قولہ بلکہ اس کے
 عامل بھی اسکی علت نہیں جانتے ہیں میں کہتا ہوں آپ نے جن عالمان مسیمیزم
 سے ملاقات کی ہے ضرور انکا بھی مقولہ ہوگا کہ سبب اصلی اثر نفسانی کا کہو معلوم نہیں
 ہے مگر اس لاعلمی سے تو انکو اور آپکو یہی مناسب ہے کہ انبیاء کے معجزات کو اسی قوت
 سے صادر ہونے کا ظہور نہ کیجئے اسلئے کہ جب اور یک سبب نہیں ہے پھر خیال کرنا کہ معجزہ
 بھی وہی اثر مسیمیزم کا ہے کیونکہ درست ہوگا مجہول السبب ہوتا کہ ہر اثر میں موثر ماننا کسی
 طرح جائز نہیں ہے قولہ اسی قوت پر اس زمانہ میں ان علوم کی بنیاد قائم ہوئی ہے جو
 مرمرزم اور اسپرکوجا لیزم کے نام سے مشہور ہیں اور سابقین بھی اس کے عامل تھے مگر اس
 علم سے ناواقف تھے یا انکو چھپاتے تھے میں کہتا ہوں آپکے اس دعوے زبانی کو فقط
 وہی لوگ تسلیم کریں گے جو آپکا جامہ عقیدت پہنے ہوئے ہیں۔ یہ علم قدیم ہے سنسکرت
 عربی فارسی میں اسکی کتابیں سیکڑوں موجود ہیں جو گویا ہند اور فخر نے اسلام اور
 اہل تصوف اور فلاسفہ مشائخ سب اس قوت کو جانتے تھے اور اس عمل کو کرتے
 تھے اور کمال حیرتہ اسکا درجہ کتب ہے بلکہ بعض امراض کے علاج میں طب یونانی مجسکا
 مدار جسمانی علاج پر ہے اس میں بھی قواعد علاج نفسانی کے طب روحانی سے مندرج
 ہیں دیکھو ہمارے ترجمہ اردو قانونیں شیخ کوہاں یہ خرابی اور خلط ملط ہے جیسے کہ یورپ
 کے مسیمیزم کرتے ہیں کہ یہ علم بھی علوم طبیعیات میں داخل ہوجائے اور اسی وجہ سے ہر جگہ
 روح آدم میں جڑ نہ ہوگی ان کہتے ہیں دیکھو طلسم فزک جو ڈاکٹر کر کے کرے صاحب
 بالقل کے جانتے ہیں اس علم ہر جگہ یہی کہ ہے میں کہ ہم نہیں سمجھتے کہ یہ اثر کیوں پیدا ہوا اور ہوں
 ایسی دہی ہے جسکی تمہیں کبھی یاد نہیں ہے ہوا پس آپکا یہ کہنا کہ اس علم کی اب بنا پڑی ہے محض آپکی

اثر خفین

زور انوری ہے یوں فرمائیے کہ سیکڑوں برس چونکہ فلاسفہ یورپ اپنی نادانی سے اسکا
انکار کرتے تھے اب ذرا راہ پر آتے چلے ہیں اور اسکا اقرار کرنے لگے ہیں اسطرح کیمیا کثرتی
اور خواص علم حروف جس میں جفر اور علم گسیرو غیر وہبت سے علوم داخل ہیں انکا بھی اقرار
اب فلاسفہ کرینگے علم قیافہ فرنیالوجی کا بھی اب اقرار شروع کیا ہے۔ پانڈے جی پھتیاہنگ
پھر چہرہ کی روٹی کھائیگے جسے طلسم فرنگ کو دیکھا ہے اسکو خوب معلوم ہے کہ ڈاکٹر گرلے
صاحب نے جو شہادت لغو اس علم اور عمل کی نسبت لوگ اپنی نادانی سے کرتے تھے
انکے جوابات کیسے کیسے لکھے ہیں ویسے ہی شہادت معجزات انبیاء پر بھی وہی لوگ ہمیشہ
کرتے چلے آئے ہیں بہر حال قدمائے فلاسفہ ہر ملک کے اس علم کو جانتے تھے اور خوب جانتے
تھے اور چھپانے کیوجہ یہ ہے کہ ظاہری انتظام دنیا کا جن اصول پر چل رہا ہے اس میں بڑی
بد نظمی پیدا ہو اگر علوم اسرار کے اصول عام کر دئے جائیں اور ہم ان علوم کے چھپانے کے
وجہ ایک جدا گانہ باب میں لکھینگے قولہ مگر جبکہ وہ ایک قوت ہے قوائے انسانی میں سے
اور ہر ایک انسان میں بالقوہ موجود ہے جیسے قوت کتابت کی تو اسکا کسی انسان سے
ظاہر ہونا معجزہ میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ فطرت انسانی میں انسان کی ایک خط
ہے فہم و تدبر میں کہتا ہوں معجزہ کے معنی عام طور سے جیسے کہ عوام اور خیال سمجھ
رہے ہیں اس میں نہ صحت سے لغایت صحت کا معجزہ کے معنی بخوبی لکھ دئے ہیں اور اب چونکہ
قوت روحانی اور افعال نفسانی کا مقام آگیا ہے پھر ہم آسانی فہم کے راہ سے بیان کرتے
ہیں سید صاحب کا یہ قول کہ جب یہ قوت ہر انسان میں بالقوہ موجود ہے اسی قول سے انکے
شہد کا جواب پیدا ہو گیا۔ فرض کرو کہ انسان میں کتابت کی صفت بالقوہ موجود ہے یعنی
بالفعل وہ لکھنے پر قادر نہیں ہے اگر سکھے اور مشق کرے اور قلم و دوات کا غرض وغیرہ ب
سامان کتابت اسکو مل جائے اسوقت بالفعل کتابت ہوگا اور کتاب بالقوہ آدمی ہر وقت
ہے اسطرح عالم دیں ہونا کیمسٹ ہونا ہر سراط ہونا ہر چیز کی لیاقت آدمی میں ہے۔
مگر بالفعل کیمسٹ وہی ہوگا جو کیمسٹری کو ٹپھے اور اعمال کیمیائی کرتا رہے ہر سراط

کہ آدمی سے وہ کام ہونے کے بھی ہے سید صاحب لکھتے ہیں

وہ ہی ہوگا جو امتحان قانون کا پاس کرے۔ اسی طرح مسمریز وہی ہوگا جو علم اور عمل
 مسمریزم کا ماہر اور مشتاق ہو۔ پھر جب ہر ایک قوت کے افعال کا ظہور مشافی اور اعلم پر
 موقوف ہے اور علم اور مشق کے درجات مختلف ہیں جیسے جسکی ذہانت اور عقل ہوتی
 ہے ویسے ہی جلدی اور دیر میں آدمی کو علم اور عمل کی تکمیل ہوتی ہے اب اگر کوئی لڑکا
 ایسا پیدا ہو کہ بعد ولادت فوراً بولنے لگے اور باتیں کرنے لگے اور جواب بھی ہر ایک بات کا
 دینے لگے جیسے ہمارے نبی حضرت عیسیٰ کا حال قرآن مجید میں بصراحت مذکور ہے۔ یا کوئی آدمی
 ان پڑھ جسے کبھی ایک حرف نہ پڑھا ہو اور نہ لکھا ہو اور فوراً بڑی بڑی کتابوں کو پڑھنے
 لگے یا جسے کبھی سوئی میں تاکا نہ ڈالا ہو اور کیا بارگی عمدہ خیمہ اور فوکرے لگے اس خرق
 عادت کو ہم کیا کہیں گے سوائے معجزہ کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے اگر دعوائے نبوت کر کے
 ہو۔ اسبطح مسمریزم کا علم اور عمل جسکی قوت بشر میں ہے مگر محتاج مشق اور ریاضت
 کے ہے مثلاً ضبط خیال کا عمل اور تلقینی اثر جو ابتدائے درجہ ہے اسکی بھی کسی نے مشق
 نہ کی ہو اور اعلیٰ درجہ کا اثر مفراطیسی دوسرے پر یا خود اپنے اوپر کوئی شخص مدعی
 نبوت پیدا کر دے۔ یا مثلاً جذب امراض تو درکنار سلب امراض جو اعلیٰ درجہ قوت
 مذاکاتے اسکو محض ناواقف آدمی بلا مشق ہمراہ دعوائے نبوت کرنے لگے ہم ضرور
 اسکو معجزہ کہیں گے۔ پس سید صاحب کا یہ قول کہ جب یہ قوت فطرت انسانی میں موجود ہے
 پھر اسکے آثار اور افعال اگر کسی بشر سے صادر ہوں انکو معجزہ کیوں مانا جائے بالکل
 نادرست ہے اسلئے کہ ظہور آثار قوتہائے مذکورہ خلاف قانون فطرت یعنی برخلاف قانون
 عادی کے ہی معجزہ کہلاتا ہے افسوس یہ ہے کہ سید صاحب فقط سنی سنائی باتیں خواہ
 اخبارات کی لغو کہیں انہیں بڑے بڑے مطالب اور اہم مسائل کو ناممکن اور ممکن
 قرار دیتے ہیں۔ ذرا کسی مسمریز سے تو پوچھئے جسے برسوں ضبط خیال یا عمل تلقینی کی
 مشق کی ہو اور باوجود کمال مشتاقی کے کبھی اسکا عمل خطا پر اور کبھی صواب پر ہوتا ہو
 پھر جب وہ مسمریز کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہو جو بالکل غیر مشتاق ہے اور کبھی اس کے

عمل اور نتیجہ عمل میں خطا ہوتی ہو نہایت اضطراب اور حق کو شے سے انکسوا ماننا ٹریگا کہ یہ قوت بدولت اور ذاتی اور تائید ظہری کے کبھی ہو نہیں سکتی ہم نے تاریخ علوم پر نظر دینے کی ہے اور عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ ہر ایک علم اور فن کا عالم اور عامل حسیک دوسرے کو اپنے سے بڑھا چڑھا نہیں سمجھ لیتا ہے کبھی انکو علم اور عامل نہیں جانتا ہے فرض کرو ہمارے نبی صلعم اور انکے برگزیدہ خلفا اور جانشین جو صاحب معجزات اور کرامات مشہور ہیں اور ہزاروں علمائے علم نفس جو آج تک گزر چکے یا آج بھی موجود ہیں اور ہمارے نبی کو مؤید من اللہ تسلیم کرتے ہیں کیا یہ سب کے سب محض نادان اور بے عقل ہیں اور کونسی غرض انکی اعتقاد نبوت میں پوری ہوتی ہے جو ان حضرت صلعم کو نبی اللہ اعتقاد کرتے ہیں اور ایک عامل مسیزم کا نہیں کہتے۔ علاوہ ہر اں بقول فلاسفہ علم اور عمل ایسا ہے کہ ہزاروں برس کی گذری ہوئی بات گذرے ہوئے آدمی کی کیفیت سچی اور واقعی اسکے ذریعہ سے دریافت ہو سکتی ہے میں اہل اسلام کے علاوہ غیر مسلمین میں بھی جو لوگ اس علم کے عامل ہیں انسے نہایت دعوے سے کہتا ہوں جب چاہیں اپنے اوپر خواہ کسی معمول پر حالت استخراق یا غائب بینی پیدا کر کے ذرا ہمارے نبی صلعم کے حالات کو دریافت تو کریں یہ بات کہہ دینے کہ جتنے انبیاء گذرے ہیں سب اسی مسیزم کے عمل سے خوارق عادات دکھلایا کر کے تھے یہ ایک جاہلانہ خیال ہے اسلئے کہ بڑے بڑے مسیزم اور عامل اعمال نفسانی سابق میں بھی گذر چکے اور آج بھی دنیا خالی نہیں ہے جو اسی شخص کے جسکو پیچ مچ خدا نے رسول کر کے بھیجا تھا کسی کا دعوئے نبوت جھوٹا کبھی حل ہو سکا۔ اور شاید اگر دو چار ماہ جیلا بھی پھر آخروی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سید صاحب خود تو اس علم کو جانتے نہ تھے کوئی بڑا جاننے والا ہمارے سامنے آئے اور فرما نہایت تو کر دے کہ جھوٹی نبوت کا کام مسیزم سے حل سکتا ہے اور (۱۳۱) برس کے عوض ۳۱ برس ہی جیلا تو دے چھوٹا منہ اور بڑی بات اگر کوئی مسیزم اور وہ بھی پورا ماہ اور زبردست عامل ایسے لغو بات کہتا تو ہم علمی اور عملی اصول مسیزم اور اسیر جو ایزم ہی سے

اسکی غلطی کو سمجھاتے اور سید صاحب تو بقول سعدی سے اے طفل با
 بیچ اس کو چپے سے واقف ہی نہیں انکے جواب میں ہم زیادہ کمیوں و کمزوریوں
 اب ایک عامیانہ خیال اور بھی باقی رہا اور اکثر جہاں آزاد خیال کہہ دیتے
 نے انبیاء میں یہ قوت ایسی پوری دی ہو کہ بدون تعلیم اور علم اور بدون
 اعلیٰ درجہ کے آثار نفسانی اور روحانی ظاہر کرنے پر انکو قدرت تھی مگر کرتے بھی تھے کوئی
 معجزہ نہ تھا اسکا جواب یہ ہے کہ ہاں ممکن ہے اور خدا کو ضرور قدرت ہے چاہے کسی
 بندہ میں ایسی قوت عطا فرمائے مگر جب خدا کسی بندہ میں جمیع قوتہائے نفسانی اور
 جسمانی اور جمیع صفات علم و کمال ظاہری اور باطنی کو جسے اسکی عام خلائق کی ہدایت
 کا کام چل سکتا ہے عطا فرمائے اور ہمواسکے ہادی کامل ہونے کا یقین بھی ہو جائے
 وہی ہمارا ہادی اور ہمارا پیشوا وہی ہمارا مصلح اور وہی فرستادہ خدا اور نبی اللہ ہو گا اور
 ایسے ہی شخص کی تلاش ہم پر اپنے کار براری دنیا اور آخرت کی واسطے واجب ہے اور یہی
 غرض معجز نہائی سے ہے اب رہی یہ بات سید صاحب کی خواہ کسی اور نچرل دہریہ کی کہ
 جب یہ اثر فطرت انسانی سے ہے پھر اسکو معجزہ کہیں مانا جائے یہی مطلب ہمارے نبی
 کا بھی تھا جو بار بار حکم خدا فرماتے تھے کہ انھما انا نبشرا متکا کیر یوحی الی میں بھی ایک
 آدمی ہوں جیسے تم آدمی ہو فرق یہی ہے کہ مجھ کو وحی الہی نازل ہوتی ہے اور تم پر نازل
 نہیں ہوتی ہے یعنی جو امور فطرتی انسان کے ہیں سب مجھ میں بھی ہیں مگر وحی الہی کا
 مجھ پر نازل ہونا یہی ماہ الفرق مجھ میں اور عام خلائق میں ایسا ہے کہ میرا ہر ایک فعل قابل
 پیروی کے ہے اور حجت خدا ہے اور غیری کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔

باب بیسواں مذہب کی پابندی سرسرخلاف عقل کے ہے اول انسان کی
 آزادی کو بھی منافی ہے اور سیکڑوں مذہب کے مذہب حق کا پہچان لینا
 یہ سب تکلیف محال ہے۔ اس باب میں سات سوال اور انکے جواب درج ہو گئے
 سوال اول مذہب اور ملت کے سب اصول اگر عقل کے مطابق ہیں پھر تو فلسفہ اور حکمت

اور مذہب ایک ہی چیز ہے نبی اور رسول خدا کی طرف سے تشریف لاکر فلاسفہ سے بڑھ کر کیا کام کرینگے۔ ہکو فلسفہ پڑھ لینا ہمارے آرام اور راحت اور نجات آخرت (بشرطیکہ عالم آخرت کوئی عالم مانا بھی جائے) کیواسطے کافی ہے۔ اور اگر مذہب کے سب اصول عقل سے مخالف ہیں پھر اسکی پابندی کون عاقل تجویز کرے گا اور اگر بعض اصول مذہبی مطابق عقل کے ہیں اور بعض مخالف اب وہی اصول جو موافق عقل کے ہیں ہکو فلسفہ بتلادے اور عقل کے مخالف اصول سب دھو دیں پھر نبی کے آئیے کیا فائدہ اور مذہبی پابندی سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا سوال دوم اگر کسی دلیل سے مذہبی پابندی ضروری بھی ثابت ہو اب فرمایئے کہ ہزاروں فرقہ مذہبی دنیا میں موجود ہیں مثلاً فقط اہل اسلام میں تہتر فرقہ ہیں اور ہر فرقہ اپنی مذہب کو سچا اور سیکو غلط کہہ رہا ہے اگر بالفرض ہکو عمر فرج بھی ملجائے اور سوائے تحقیقات مذہبی کے اور سب کام چھوڑ دیں اور تکمیل اپنے نفس اور بدن کی جن علوم کے پڑھنے پڑھانے سے ہوتی ہے سب چھوڑ دیا کر ستنو باندھ کر اسی کے پیچھے پڑیں جب بھی تو ہم کسی مذہب کو ہزاروں مذاہب میں سے سچا منتخب نہیں کر سکتے ہیں۔ اب معلوم ہوا کہ اگر خدا کا وجود ہے اور وہ عادل اور منصف بھی ہو ایسے بار عظیم کی برداشت ہم سے ہرگز طلب نہ کرے گا لہذا ہمارے پاس ایک چراغ ہدایت یعنی ہمارے عقل جو اٹھنے دی ہے ایسی روشنی میں ہکو چلنا اور ایسی پیروی کرنی ہکو لازم ہے اور تحصیل محال کے درپے کیوں ہوں جبکہ انجام کبھی نہ ہوگا سوال سوم مذہب کے پابند اپنے ہادی اور پیغمبر و کنو کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ نہوتے دنیا کی آبادی اور خلق خدا کی سعادت کا سرانجام جن صنائع سے چل رہا ہے۔ اور جن علوم کے اصول نظام انسانی کے بقا کے باعث ہیں انسان انکو ہرگز نہ چاہتا اور جو چیز ہمارے بقا کی رکھنیوالی ہے۔ وہ ہمپر کبھی ظاہر نہوتی ہم تو ان باتوں کو محض ان لوگوں کے دعویٰ زبانی سمجھ رہے ہیں۔ تاریخ عالم کے دیکھنے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ ایجادات ثیاب ضروری فلاسفہ نے کی ہے اور اب بھی کر رہے ہیں کون سے نبی نے کوئی شے ایجاد کی جو ہمارے بکار آمد ہو جو تعمیل اور فلاح است اور طب اور کیمیا وغیرہ جس قدر علوم ہیں سبکے موجد بھی فلاسفہ ہمیشہ رہے۔ آج بھی ہزاروں کلیں اور آلات جس قدر

محکمات ہیں اور اسطرچ ہمارے آرام و راحت کی استیلا

فلسفہ
ادب و عرفہ

تیار ہیں کوئی نبی نے انکو بنایا ہے اور بالفرض اگر ہزار میں سے دو چار کسی نبی
بھی ہوں پھر ان کو ان موجدین پر تفوق کیا ہوا، اسبطح اخلاقی مسائل اور تمدنی اہ
عقلا اور اہل تجارت کی اتفاق رائے سے ہمیشہ جاری ہوتے ہیں۔ ہاں ایک عالم غیر
دھمکی دیکر ہکوف و لا ولا کر ہمارے رویہ پیسہ کے لوٹنے کا ڈھنگ البتہ ان لوگوں کو غور
اور آنکے بہارجی مولوی اور پاڈری پنڈت جی بہارج اور گرجی ہمیشہ دینا کوٹ کوٹ کر
ہیں سوال چہارم اعتماد بر قول غیر کا مسئلہ ضرور فطرت کے موافق ہے اور اگر یہ مسلم
خرابی انتظام دنیا میں پڑے پھر جب ہم نے کسی کے علم اور تجربہ پر پورا یقین کر لیا اور سب
آدمیوں کو اس کے علم اور حکمت کا قائل دیکھا یا سنا اور اصلاح قوم پر اسکو پورا عامل پایا اب
معلوم ہوا اسکا اسی سے پوچھنا اور مشورہ کرنا اور ایسے حکیم اور فلاسفہ پر اعتماد کرنا سب
واسطے کافی ہے نبی اور انوار ہونے میں اور کونسی بات زیادہ ہوتی ہے بس ہی زیادہ
کہ دونوں میں جلو کے اگر ہکونہ دو کے اور بہشت میں رہو گے اگر ہکونہ دو کے سوال
قانون فطرت اگر پورا اور جامع جمیع امور نظام عالم کا ہے اور اس میں تغیر نہیں
تو لازم آتا ہے کہ ایک نبی اور ریاض مر جو قانون خدا کیطرف سے لایا ہمیشہ وہی جاری
تبدیل شرائع انبیا سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح فلاسفہ کی رائے جدید تحقیقات
اور نوامیس میں بدلتی ہے یہ لوگ بھی صاحب عقل اور فلاسفہ تھے ہر زمانہ کے نبی
کے موافق ایک قانون بنا کر اسکو کتاب آسمانی منسخر کر دیا۔ علوم فلسفہ کا بھی ایسا م
جیوں جیوں انسانی معلومات میں ترقی ہوتی جاتی ہے اصول جدید مناسب کے احسان
دیخ رہا ہکونہ خود بتلا رہا ہے اور کسی نبی اور رسول کی تعلیم کے ہم ان اصول اور نوامیس میں
تحتاج نہیں ہیں سوال ششم خاص کہ شریعت اسلام پر یہاں شہہ وارد ہوتا ہے کہ اگر سب
نبی سچے تھے کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ ہماری شریعت ابد الابد باقی رہیگی اور اہل اسلام کی
بانی شریعت اسکی مدعی ہوئی اگر یہ دعویٰ بشرط صحت اور ثبوت اس امر کے کہ آسمانی مذہب
اب بھی مذہب اسلام ہے۔ اس قاعدہ کے بالکل مطابق ہے کہ خیر میں تغیر اور تبدل محال ہے

مگر پھر انبیا اور نبی کا ہونا اور ان کا مذہب آسمانی ہونا غلط ہو جائیگا۔ اب دیکھو یہ
 نبی تو اس کے مدعی رہے۔ کہ ہماری شریعت تھوڑے دنوں بعد بدل جائیگی اور
 اور اسلامی شریعت کے سوا ہر اسکے مدعی ہوئے کہ ہماری شرع قیامت تک رہیگی
 اور سوائے مسلمان کے اور سب اہل مذہب کیسے ہی تھوڑے دنوں میں سب دوزخ میں اب سیکڑوں نبی جو یہ کہ
 اسلامی نبی جو تھوڑے دنوں کو کر سکتے ہیں بلکہ جب دو دنوں میں تعارض ہے دونوں ساقط ہو کر غلط ہو کر
 اور پھر اہل اسلام کا کہہ دینے کہ اگر وہ قرآن درست ہے کتنا بدعت بدعت بدعت اگرچہ اپنی ہی بزرگی پر دل و گلوں
 لیل ہر کہ خود کو نبی کہتے ہیں کہ اہل کفر مسلمانوں کا اس سن لڑائی میں ہی حل ہوا کہ ہر کہیوں کہ ان کو ان کی بدعتوں
 انداز دے۔ یہی ایک مسئلہ ایسا ہے کہ ہم کو پابندی مذہب سے پوری طور پر روکتا ہے۔ جسکو ذرا سی صل
 ہوگی وہ فوراً کہہ دیا کہ وہ دنوں باتیں کیونکر سچی ہو سکتی ہیں سوال سنا تو ان مذہبی پابندی
 میں ایک اور بڑا ضرر ہے کہ خرابی امن و امان انسانی اور عذر اور فساد جو ہوتا ہے۔ اسی
 مذہب کی پابندی میں ہوتا ہے۔ اور جب کسی حصہ دنیا اور سلطنت منتظمہ میں خرابی آتی ہے
 مذہبی فسادات ہی سے آتی ہے۔ کبھی نیسا ہوگا کہ فلسفی جماعت نے بلوہ کیا فلاسفہ اس
 اور امان خرابی میں خلل انداز دیا ہے فلاسفہ کا یہی کام ہے کہ اپنے نبی نوع یعنی انسان کے
 آرام اور آسائش کے اشیاء ایجاد کریں بلکہ مطلق ذی روح کی راحت رسانی کی تدبیریں خوب
 کریں اور لوگوں کو بھی بتاتے ہیں ریل گاڑی کو دیکھ جسکے جاری ہونے سے کروڑوں جانوں
 گھوڑے اور بیل اونٹ وغیرہ کی جان بچ گئی مسلمانوں کے قرآن میں بڑا احسان خدا ہے
 پر یہ بھی دکھلایا ہے کہ تمہاری سواری اور بار برداری کیواسطے ہم نے چوپایہ جانور پیدا کئے
 اگر وہ جانور نہ ہوتے تمہارے وہ کام بدولت حب شدید کے انجام نہ پاتے۔ فلاسفہ نے اس احسان
 کو بھی ہمارے سر سے اٹھا کر دکھلادیا کہ ہم سواری اور بار برداری میں چوپایوں کے محتاج نہ رہے
 بلکہ مسلمان بھی اگر انصاف کریں انکو بھی اس احسان کے اداسی شکر سے نجات نہ ملے گی
 جواب یہ سوالات ہفت گانہ فقط انکار نبوت اور شریعت ہے انبیا کی نسبت نہیں خدا کا
 انکار وجود ان سے لازم نہیں آتا فلاسفہ میں بھی ہمیشہ دو فرقہ رہے ہیں۔ ایک دہرہ جو خدا کا انکار

دوسرا خالق عالم کا اقرار کرنا والا مگر نبوت کا منکر تھا۔ سراسر سچی تیوٹن ڈاکٹر طاس ریڈوی کاٹس
 ڈاکٹر کزن ڈاکٹر برون وغیرہ یہ جدید فلاسفہ ہیں جو علم وہی اور فلسفہ آسمانی کو پورا اور سچا جانتے
 ہیں۔ اور فلسفہ انسان کو ناقص۔ عبادت خدا اور پابندی مذہب کو پسند کرتے ہیں اور مہم جویم جان
 لاک پروفیسر ہیں اور برکلی اور جوہر یہ تھے۔ انکی رو کرتے ہیں شیر یہ تو ایک تاریخی بات ہے اب
 جو شخص دہریہ نہ ہو اور جو خدا کو ماننا ہو جیسا کہ ہمارا اسایل ہے۔ اُسپر ہکو فقط انبیاء کی ضرورت اور
 شریعت کی خوبی ثابت کرنی لازم ہے۔ اسکے بعد سب شہادت دفع ہو جائینگے۔ پہلا سوال کہ
 شریعت بالکل مطابق عقل کے ہے یا بالکل مخالف یا کچھ مطابق اور کچھ مخالف ہمیشہ سے برابر
 کرتے چلے آتے ہیں اور جواب بھی پابند فلاسفہ نے دیا ہے مگر آج کل کے آزادوش نہ ان
 جوابوں کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ انکی تسکین ہوگی لہذا ہکو جدید طریقہ سے بھی جواب دینا چاہئے
 تمہیدی بیان کسی چیز کا عقل کے مطابق ہونا یا مخالف ہونا اسی پر موقوف ہے کہ پہلے
 ہم عقل صحیح کو سمجھیں اور یہ ترازو جو ہکو خدا نے سنجیدگی حق اور باطل کیوا سسطی دی ہے اُسکو
 پہچانیں۔ ظاہر ہے کہ آدمی کی عقل ناقص بھی ہو سکتی ہے اور کامل بھی اب اسکا پہچاننا کہ
 ہماری عقل ناقص ہے یا کامل ہے۔ اور ہم اپنی تجویزات عقلی میں خطا ہیں یا صواب پر اسکا
 طریقہ کونسا ہے۔ اگر وہی عقل ہے جو ہم میں ہے۔ یہ تو کھلا ہوا دوسرے اور حمال ہے یعنی ہم
 اپنی عقل کی خوبی یا خرابی اپنی عقل سے نہیں پہچان سکتے۔ اب ضرور ہکو کسی اور کی عقل پر
 بھروسہ کرنا پڑے گا جب کسی اور پر ہکو اعتماد کرنا پڑے گا اب ہکو اسکی عقل کا ناقص یا کامل ہونا پہلے
 دریافت کرنا ضرور ہے۔ ایسے عاقل کی شناخت میں ہکو وہی چار باتیں فطرت سے ایسی
 بدہی اور آسان ملی ہیں کہ فوراً ہم ایسے کامل العقل کو پہچان سکتے ہیں عقلی باتوں کے استناد
 اور معلم کو ہم اسوقت ایک پیشہ ور و کا ندر سے مشابہ فرض کریں دیکھو جس عطار کے پاس ہر
 قسم کی دوا ہکو ملتی ہے اُسکو ہم نامی عطار کہتے ہیں جس ددزی کو ہر قسم کے دودخت پر
 مشافی ہو وہی پورا ددزی ہے۔ جو لو ہر قسم کی چیز بنائے میں لوہے کی پورا ہو وہی پورا
 لوہا کار گیر ہے۔ جو طبیب یا ڈاکٹر تمام امراض کے علاج میں عاجز نہ ہو یا دوا چار مرض کو علاج

میں وہی پورا طبیب اور ڈاکٹر ہے۔ جو معلم اور ماسٹر کسی علم کے یا چند علوم کے پڑھانے میں عاجز نہ ہو وہی پورا عالم ہے جو قاضی یا مفتی یا جج کسی مسئلہ کے جواب دینے میں یا کسی پیچیدہ مقدمہ کے فیصلہ کرنے میں عاجز نہ ہو وہی پورا جج اور قاضی ہے پھر اگر کوئی ایسا آدمی ہو کہ خود دلچاہے یا ہمو تاریخ صحیح سے ایسے آدمی کا پتہ لگ جائے کہ کسی زمانہ میں ایسا ایک آدمی تھا کہ نہیں پیشے کی بات اس سے پوچھی گئی یا جو کام عقلی خواہ بدنی اخلاقی یا روحانی اس سے سیکھا گیا خواہ اس سے پوچھا گیا درزی اور لوہار اور نجار اور تمام دنیا کے پیشہ اور علوم کا سب میں یا تو وہ خود عامل تھا یا کہ تعلیم اصول علوم اور فنون میں وہ کامل ایسا تھا کہ اسکی برابری کوئی نہ کر سکتا تھا۔ اب کہو اسکی عقل اور علم کے پورے ہونے میں کسی طرح کا شک ہو سکتا ہے ہرگز نہیں اگر خوبی قسمت سے ہمارے زمانہ میں کوئی ایسا کامل ہو کر گیا پھر تو کیا کہنا ہے اسی آمدت باعث آبادی و ذکر و بزرگوار و شادی مالا لحد و عجل فرجہ ورنہ ہمو تاریخ ضرور بتلائیگی کہ ایسے بھی لوگ دنیا میں گذرے ہیں چنانچہ تاریخ عالم سے ہمو پتہ ایسے لوگوں کا ملتا ہے جو پورے ہادی اور لیفانگ تھے۔ اب رہا یہ شبہ کہ ہر مذہب کے لوگ اپنے پیغمبر ہادی اور لیفانگ کو ایسا ہی بتلاتے ہیں اس سے کوئی خرابی پیدا نہ ہوگی بلکہ ایسے کا ملین کا وجود بکثرت ثابت ہوگا جس سے ہمارا اعتقاد مسئلہ نبوت میں یختہ ہو جائیگا۔ ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلعم کی نبوت کا اقرار نہ سہی مگر انکے حکیم اور مرتبہ اور عالم کامل ہونیکا اقرار یہود اور نصاریٰ بھی کر رہے ہیں پس اسی قدر ہمو اس وقت کافی ہے کہ وہ پوری عقل کے آدمی تھے نبی اور رسول ہونا انکا آئندہ دیکھا جائیگا۔ اب ہموٹی سی ہموٹی عقل کا آدمی اسکو سمجھ سکتا ہے کہ ایسا کامل اور عقل آدمی جو بات کہیگا یا کرےگا ہرگز خلاف عقل نہ ہوگی اور ایسے کامل کی پیروی اگر ہم کریں یا جسکی پیروی کو وہ حکیم کامل ہم سے کہے اور یہ بھی کہہ دے کہ اسکی پیروی بعینہ میری پیروی ہے۔ اب ہمو اسکی پیروی میں کچھ تردد اور پس و پیش نہ ہوگا۔ پھر جب ایسا کامل ہو کر مل جائے اب اسکی پیروی میں ہمو اتنی بات اور بھی چانچنی لازم ہوگی کہ اسکا فضل مطابق اسکے قول کے ہے یا نہیں۔ مثلاً ہمو جھوٹ بولنے سے منع کرتا ہے اور خود تو جھوٹا نہیں ہے۔ ہمو عیاشی سے روکتا ہے۔ یا محسن کشی بدستی شراب خواری

آرام طلبی حمل اور فریب سے روکتا ہے۔ اور ان برائیوں سے خود بھی بچتا ہے یا نہیں تاریخ ہیکو
 بتاتا رہی کہ ارسطو طالیس ایسا حکیم اپنے استاد اور محسن سے بدسلوک تھا اور جو علی سینا ایسا
 حکیم عیش اور طرب پر ہمیشہ یال تھا۔ جالینوس شراخوار لارڈسکین بھی ناسپاس اور رشوت خوار
 اہل رشوت و عشق باز ابقیور حکیم مسخرہ اور بے حیا۔ الغرض فلسفی ہونے سے بدکرداری سے اگر امان
 ہو جاتی تو ایسے ایسے حکمائے نامی گرامی ایسے بد اطوار کیوں ہوتے اور وہ فلاسفہ الہی جنکو ہم
 نبی اور رسول کہتے ہیں کو قی تاریخ ایسی نہیں ہے جو انکی ایک بدکرداری بھی بیان کرے ای
 بات کے سوچنے سے ہیکو معلوم ہوتا ہے کہ مجرور ہمہ دانی اور وفور علم کسی کا ہیکو اسکی پیروی کرنے
 میں کافی ہوگا جب تک اسکی بدکرداری سے بچنیکا ہیکو پورا یقین ہو جائے اور اسی حکیم کو ہم
 معصوم بھی کہینگے۔ اور وہ حکیم جو کچھ کہیگا بے ترد و اور بے اندیشہ ہم اسکو قبول کریں گے اب بتاؤ
 فطرت نے انتظام عالم ایسے حکیم اور مدبر اور خطا سے بری کی پیروی کرنے پر منحصر کیا ہے یا ایسے
 خطا کار بد معاش جھوٹے فیہی و کالت پیشیہ کی پیروی پر جو بقول شاعر عالم کہ کام فی و تن پرور
 کندہ او خوشنیتن کم است کرار ہری کند جب قانون فطرت ایسے ہی حکیم بری از خطا کی پیروی پر
 انتظام عالم چاہتا ہے پھر ضرور ہے کہ ایک قاعدہ فطرتی بھی ہیکو ایسا بتلاوے جس سے ہم سب کو
 فلاسفہ میں سے ایک یا چند فلسفی ایسے پہچان لیں جو خطا سے کردار سے محفوظ ہوں اور یہ قاعدہ
 وہی معجز نامی ہے۔ یعنی اُس زمانہ کے تمام آدمی جاہل اور عالم ولیا کام نہ کر سکیں اور وہ حکیم کر کے
 دکھلاوے خواہ جس مسئلہ کو کوئی حکیم حل نہ کر سکے اسکو دعویٰ قہوت کر کے وہ معصوم حل کر دے
 اور کسی سوال کے جواب میں لا ادری نہ کہے یعنی یہ نہ کہے کہ مجھے اسکا جواب معلوم نہیں ہے
 اب خلاصہ ہماری تمہید کا یہ ہوا کہ ہیکو اعتماد بر قول غیر کے بدولت چارہ نہیں ہے۔ دیکھو آئین شہاد
 مؤلفہ مشر مارٹین اور تحریرات اشعار مندرجہ کتاب مذکور کو اور غیر کے قول پر اعتماد کرنا اسی
 وقت مناسب ہے۔ جبکہ اُس غیر کے علم اور عمل کا ہیکو پورا یقین ہو اور عیوب سے پاک ہونا جو عین
 دانشمندی ہے۔ وہ بھی اُس غیر میں ضرور ہو جو اب شہدہ اول مذہب کی پابندی وہی اعتماد
 بر قول غیر ہے۔ اور ہرگز مخالف عقل کے نہیں بلکہ عین عقل ہے اسلئے کہ عقلی باتیں یا تو ایسی ہیں

کہ ہر ایک آدمی انکو بدون تعلیم کے ماننا ہے جیسے دو اور دو چار ہوتے ہیں یا گل اپنے جنو سے
 بڑا ہے۔ اسی طرح اور بدیہی باتیں جنکی نسبت کوئی آدمی سوائے سوسفستانی کے شک نہیں کر سکتا
 ہے ایسی باتوں میں تو ہمکو فطرتی طور پر یقین ہے۔ کسی کی پیروی کی حاجت نہیں ہے۔ دوسری
 قسم کے وہ امور ہیں جن میں کچھ لوگ انکا اقرار کرتے ہیں اور کچھ انکا انکار کرتے ہیں کسی کی عقل
 انکو بدیہی سمجھتی ہے۔ اور کسی کی عقل انکا انکار کرتی ہے۔ یا کہ انکو بدیہی نہیں سمجھتی ہے۔ ایسی
 ہی باتوں میں فلاسفہ کی رائے طرح طرح کی سو کرتی ہے۔ مثلاً عالم کا قدیم ہونا یا حادث ہونا اب
 کچھ فلاسفہ تو اسکو قدیم کہتے ہیں اور کچھ لوگ اسکو حادث کہتے ہیں اور دونو فرقہ حکیم اور فلسفی
 ہیں۔ اب ہمکو مناسب بلکہ واجب بھی ہے کہ ایسے حکیم کے قول پر اعتماد کریں جو تمام علوم
 میں کامل ہو اور خطا کاری سے بری ہو۔ پھر ایسے حکیم کا دل کے مجروحہ کہدینے پر جب ہمکو اعتماد
 کرنا واجب ہے۔ اگر وہ حکیم کسی دلیل سے بھی ہمکو حدوث عالم کا سمجھا دے اسکی دلیل کو بھی
 ہم اور فلاسفہ کی دلیل پر ترجیح دینگے۔ اسی دوسرے قسم کے امور میں جو اختلافی باتیں ہیں اور فلاسفہ
 ہمیشہ جھگڑ رہے ہیں کچھ ایسے امور ہیں کہ انکی تحقیق سے نہ ہمکو کچھ فائدہ اور نہ کچھ ضرر مثلاً زمین
 کی حرکت یا زمین کا سکون یا آسمان کا وجود یا آفتاب اور زحل اور زہرہ آبادی خواہ انکی پائش
 جسمی اور انکی دوری مسافت ہم سے اگر ہمکو تحقیق ہو جائے کیا نفع ہوگا اور اگر ہمکو تحقیق نہ ہو
 تو نقصان کیا ہے ہمارے حکیم ربانی صلعم سے لوگوں نے چاند سے بلال بینی کی کیفیت پوچھی
 حکم خدا ہو قل ہی مواقیت للناس یعنی یہ قدرت نہائی تمکو وقت بتلاتی ہے اسکے سبب سے
 جانتے سے کیا تمکو فائدہ لگتا ہے یا مصلحت ہے دور بین بنانی یہ الدبہ کام کی چیز ہے کہ ہم دور کی چیز
 جو زمین پر ہو دیکھ کر نہاروں فائدہ اٹھاتے ہیں اور آسمان کا نظارہ فقط ایک تماشا کی قدرت
 ہمکو دکھاتا ہے۔ اگر قدرت کاملہ پر ایمان لائیں یہ بھی بڑا فائدہ ہے۔ ورنہ کیا فائدہ ہمکو مشتری کے
 گرد چار چاند دیکھنے سے ہو اب خلاصہ یہ ہوا کہ جن امور میں آدمی کی عقل اختلاف کرتی ہے
 کوئی کچھ کہتا ہے۔ کوئی کچھ اب ہمکو فطرت قانون سے یا تو ایسا کوئی قاعدہ مل جائے کہ یہ اختلاف
 جاتا رہے اور یکسوئی ہو جائے اور جب کوئی قانون ایسا ہو نہ ملے اعتماد پر قول غیر کا رینچر

یہی کہو اس جھگڑے سے نجات دیگا اور وہ غیر دہی نبی ہے جسکے علم اور حکمت اور راست
 گفتاری پر ہکو پورا بھروسہ ہو اور کبھی غلط گوئی یا غلط فہمی کا اُسپر شبہ نہ ہوا نبی حکیم یا نبی کا علم
 وہی ہے جسکو ڈاکٹر پروں مسئلہ علت اور معلول میں لکھتے ہیں کہ بدون وسببیت کے
 یہ علم آدمی کو دشوار ہے۔ ورنہ فلاسفہ کے علوم بقول ڈاکٹر کرن بجائے خود نامہام میں اب
 ہم نے اتنا توضیح ثابت کر دیا کہ ایک یا دو یا تین حکیم سچے اور نیک عمل کے بدون ہکو اختلافی
 امور عقلیہ (جیسے ہمارے انتظامی امور کا دار مدار ہے) کے تحقیق کرنے میں بھی چارہ نہیں
 ہے اور اسی حکیم کو ہم نبی اور رسولؐ یا اور امین وحی خدا کہتے ہیں۔ اگر آپ یہ کہتے کہ ایسا آدمی
 جو کل علوم کا ماہر ہو اور کل عیوب سے پاک ہو اسکا وجود محال ہے۔ اور عقل اسکو باور نہیں
 کرتی ہے۔ اسکا جواب عقلی تو یہ ہے۔ کہ محال کیوں ہے اور محال ہونے پر کونسی دلیل
 آپ نے قائم کی ہے۔ بلکہ محال تو یہ ہے کہ قانون فطرت ایسا آدمی سکونہ بتائے جسکے قول
 پر اعتماد کرنے سے ہمارے شکوک دور ہوں اور ہم ہمیشہ جھگڑے میں پڑے نہ رہیں اور فلاسفہ
 کے اختلاف تجویز سے ہم حیران اور سرگردان نہ پھرا کریں یہی بات کہ ہماری عقل اسکو قبول
 نہیں کرتی ہے۔ آپ کیا اور آپ کی عقل کیا اور کیسی ہے عقل کی بات ہے کہ جواب ہماری سمجھ
 میں نہ آئے اسکو ہم محال کہیں۔ ہم نے سیکڑوں باتیں اسی کتاب میں لکھی ہیں کہ آپ کی سمجھ میں
 نہیں آتی ہیں اور انکو ضرور ماننا پڑتا ہے۔ دیکھو و اگر نے ششہم میں دیاسلانی بنائی اور
 فاسفورس اسکا مادہ ہے۔ ہمیشہ سے یہ بات مشہور تھی۔ کہ بھوت پریت رات کو آگ جلاتے
 ہیں جب اس قول کو تسلیم کر کے قبروں کی ہڈیاں رات کو خود بخود روشن دیکھی گئیں تب پراٹھ
 کوشتہ ۱۲۹ میں معلوم ہوا کہ بڑی کا فاسفورس خود بخود روشن ہوتا ہے۔ اور نقلی جواب یہ ہے کہ علم
 تاریخ کو سچا باور کر کے انبیاء گذشتہ کی تاریخ پڑھو دیکھو کوئی نبی ایسا گنلا ہے جو کسی بات کے
 جواب دینے میں عاجز تھا اور کوئی فلسفی اسکا ہم عصر ایسا تھا جس نے اس نبی پر سبقت حاصل
 کی ہو اور بجز تسلیم اور سر جھکانے کے کسی دہریہ اور فلسفی کی مجال تھی جو نبی اللہ پر غالب آتا۔ یا
 کسی فعل بد کا وہ نبی متکبر ہوا ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ شریعت انبیاء کے مسائل سب

عقل سے مطابق ہیں اور کوئی حکم انکا خلاف عقل نہیں ہے۔ مگر انکا بیان کرنا ایسا وہی نبی و کائنات ہے جو ہمہ دان اور عیوب سے پاک ہو پس بدون وجود نبی کے اختلافی مسائل عقلیہ کا جھگڑا کون طے کرتا اور بدون انکے طے ہونے کے ہمارے نظام کی درستی و دشواری تھی لہذا موجود قانونِ فطرت نے ایسے سچے اور معصوم اور ہمہ دان حکیموں کو ہماری طرف بھیجا صلوٰۃ اللہ علیہم اگر آپ کہتے کہ آج تو ہم کوئی دلیل ہی کی ایسی کامل اور نیک عمل کرنیکی نہیں ملی گی سو تاریخ کے اور تاریخ سے ہم کو بعض فلاسفہ کے بھی ایسے گزرنے کی خبر ملتی ہے جو حاوی علوم اور نیک عمل تھے پھر ہم نبی کو کیونکر ان پر ترجیح دیں اسکا جواب اگر انصاف کرو تو بہت آسان ہر حاوی علوم ہونے پر تو آپ کو میں ایسا سچا مدعی نہیں پاتا ہوں کہ آپ کسی حکیم کو تمام امور نظام عالم کا عالم ثابت کر سکیں اور ہم ثابت کر دینگے۔ رہا جملہ عیوب سے پاک ہونا اگر کسی حکیم کا آپ ثابت کر بھی دیں تو ایک وصف ہمہ دانی کا نہونکہ ہی اسکے معصوم ہونے پر دلیل ہے یعنی جب انکا امور سے جاہل تھا پھر اس سے بچنے کی کونسی دلیل اس حکیم کی نسبت آپ قائم کیجینگا **هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ**۔ عالم ہمہ دان سے برابر وہ شخص کیونکر ہو سکتا ہے جو بہت سے امور کو نہ جانتا ہو اور جب نہ جانتا تھا اسکے کرنے سے یا نہ کرنے سے کیونکر محفوظ ہو گا۔ زجاہل گریزندہ چوں تیر باش بڑے افسوس کی بات ہے۔ ہم تو اس حکیم ہمہ دان کو پیش کر رہے ہیں جو بیکار بیکار کہتا تھا سلو نے قبل ان تصفیل دینی۔ یعنی مجھ سے پوچھ لو جو کچھ پوچھنا ہو قبل اسکے کہ میں دنیا سے گزر جاؤں۔ اور کہیں کہ رہا ہے **بَسُلُوْنِي عِمَادُوْنَ الْعَرْشِ** کہیں کہتا ہے جس مذہب آسمانی اور کتاب آسمانی کے احکام مجھ سے چاہو پوچھو کہ میں اسی نبی امی کا تعلیم یافتہ ہوں جسکا سواے خدا کے کوئی معلم نہ تھا اور آپ ان فلاسفہ کا ذکر کرتے ہیں جو طفلِ مکتب بھی ان علمای الہی کے نہیں ہو سکتے اور اسکا ثبوت آتا ہے۔ جواب دوسرے شبہ کا ہزاروں فرقہ اگر دنیا میں ہوں ہم کو انکے جرنیات مختلفہ کے جاننے سے کیا کام ہے اسلئے کہ مذہب کے مسائل کی تقسیم بطور عام دو طرح سے ہے اصولِ دین اور فروعِ دین اصولِ دین ہر مذہب کے عموماً تین ہیں۔

خدا کا واحد ولاشریک جاننا (۲) ہر نبی کی نبوت کا عموماً اقرار کرنا (۳) قیامت کو جس میں ہر شے سر اور سزا ہوگی برحق مانتا یہ تین اصول ایسے ہیں کہ آسمانی مذہب انہیں کے ملنے سے پورا ہوتا ہے اور ان تینوں اصول کو عقلی دلائل اور فلسفی اصول سے جب آدمی درست اور صحیح سمجھ لیتا ہے۔ اسکو ہم اہل دین اور پابند مذہب آسمانی کہتے ہیں اور ہزاروں مذہب بھی اگر مذہب آسمانی دنیا میں ہوں سب کا مدار انہیں تین اصول پر ہے۔ جو مذہب ان میں سے ایک کو اپنے دین کے اصول میں شمار کرے وہ مذہب آسمانی نہیں ہے۔ پھر چونکہ خدا کے وجود

اور اس کے واحد ہونے پر آپ یقین کر چکے ایک زینہ دین کا آپ چڑھ چکے اب دوسرا زینہ کا آپ کو چڑھنا دیکھا اگر جواب شبہ اولی سے آپ کو نبوت کے ضروری ہونیکا پورا عقیدہ نہوا ایک اور بدیہی اور آسان دلیل یہاں بھی ذکر کروں دلیل نبوت عالم مادی کشف و اسئلے کہ جسقدر کشف سمجھ میں آتی ہے۔ اسی مادہ کی ہے اور جسقدر لطافت ہم سمجھ سکتے اسی چیز میں ہے جو مادہ سے الگ ہو۔ اعمال کیمسٹری جدید اور قدیم دونوں سے آپ کو مشاہدہ رہا ہے کہ جسقدر جوہر اشیاء کے روحانیت بڑھتی ہے۔ اسی قدر تصرف یعنی فعل اور اثر کا زیادہ ہوتا ہے۔ دواؤں کی روح جو مہیا پتی میں مستعمل ہے۔ کہ رنی کا کروڑوں من پانی میں ڈالنے سے ہماری غرض پورا کرتا ہے۔ الکحل کو دیکھئے کہ اسپرٹ سے کمی مقدار میں کام دیتی ہے۔ مجٹا کو دیکھئے سیر بھر مجٹہ اونٹارنگ ندی کے جسقدر جوہر رنگتا ہے۔ کہ نہیں سکتا آپ منکر کیمیا سے قدیم میں ہزار من تانبے کے روح تولہ بچے وغیرہ میں بھر دینے سے پچھلے کیمیا گر کلنک یعنی اکسیر غیر متناہی بناتے تھے۔ (اور جبنا طریقہ کیمسٹر ہم بھی بتلا سکتے ہیں) جو لاکھوں من سونا بناتے تھے اور خود کبھی کم نہوتا تھا جیر اسکو غلط ہی فرض کیجئے گو امریکہ کے ایک کیمسٹ نے اصلی سونا بنانے کا اب زور سے دعوی کیا ہے۔ اور شاید پائونیر انگریزی اخبار میں اشتہار بھی دیا ہے۔ کہ جبکا جی چاہے مجھ سے اسکی دلیل کو سمجھے اور تجربہ کرے تاہم اسوقت جسقدر جوہر ادویہ آپ کے جدید کیمسٹ بناتے ہیں۔ وہی کیا کم ہمارے دعوے کے اثبات میں بکار آمد میں سے صاف الفخار و ملامت

الحجد والکرم پہلے کہیا اگر گئے اور ناقدری اور جہالت سے انکے کمالات بھی سب
 محالات میں داخل سہی۔ اب خدا کو اپنے کل خواص مادی سے منزہ اور پاک بھی اگر مانا ہو
 تو وہ وہ ورتہ ہماری اسی کتاب کے باب خاص کو پڑھ لیجئے پورا یقین ہو جائیگا کہ خدا وہی
 ہے جو آلائش مادہ سے پاک ہو۔ نور اگرچہ نہایت لطیف شے ہو اور ابھی تک کوئی ترازو ایسی
 ہو کہو نہیں ملی ہے کہ مثل ہوا کے نور کو بھی وزن کریں تاہم ضرور ہم جانتے ہیں کہ اگر نور کوئی
 مادی شے ہے مثل ایتھر اور سدیم کے ضرور اس میں بھی وزن ہوگا اسلئے کہ بعض خواص
 جسمانی اسی نور میں پائے جاتے ہیں بشک اسرعت حرکت اور تیز رفتاری فی سکند (ثانیہ)
 (۱۹۲۰۰۰) ایک لاکھ ۹۲ ہزار میل کے نور میں ہے یا حرکت مستقیمہ کہ نور کی شعاعیں اگر دو کی
 بنجائیں سیدھے خط مستقیم میں چلتے ہیں یہی ثبوت نور کی جسمیت کا ہے بہر حال جب نور
 کو بھی ہم خدا نہیں کہتے پھر آگ کو جس میں چند خواص جسمانی ہیں کیونکر خدا کہیں گے پھر جب خدا
 کو اپنے اپنا آفریدگار اور اپنا رازق اور اپنا ہر طرح کا مربی اور مالک مانا۔ اب ضرور ہے کہ ہماری
 بہبودی اور آرام اور راحت اور اسباب زندگی اور حسن معاشرت و نبوی کے اصول کی تعلیم
 بھی خدا ہی پر لازم ہے۔ اور یہ تعلیم ذات خود تو خدا کر نہیں سکتا ہے یعنی ہمارے پاس اگر خواہ
 ہم میں حلول کر کے ہو ضروری امور کی تعلیم فرما لہذا ایک نائب اور سفیر یا نبی یا معلم اور ماسٹر
 ایسا چاہئے جو خدا کے احکام اور اسکے پسندیدہ امور جسے ہماری صلاح اور فلاح و نبوی کو پورا
 تعلق ہو ہو سکے تعلیم کرے یہ معلم اگر محض نورانی اور روحانی ہو جیسے ملائکہ اور فرشتے تسلیم کر لیجئے
 اگر فرشتہ موجود ہیں اور ثبوت اسکا کسی باب آئندہ میں ملاحظہ کیجئے ہرگز یہ تعلیم ان سے بہ نسبت ہر
 فرشتہ کے پوری نہیں ہو سکتی ہے چنانچہ قرآن میں فرمایا وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا
 اگر ہم نبی کو فرشتہ کے اقسام سے مقرر کرتے جب بھی ہم اسکو مرد کی شکل بناتے اسلئے کہ کتاب
 اور مجلسی جو ذریعہ اتحاد ہے اگر ٹکڑو ہوگی اپنے ہی مجلسوں سے ہوگی۔ اسلئے کہ انبیاء علیہم السلام
 باوجودیکہ یکبار یکبار کہتے تھے کہ میں تمہارا بھائی ہوں میں بھی ایک بشر ہوں میں بھی مثل تمہارے
 کھاتا ہوں پیتا ہوں اس پر بھی تو امت انیسیل جل میں گھبراتی تھی۔ اور جب وہ نورانی عالم

کی خبر دیتے تھے انکو جنوں اور ساحر کذاب بناتے تھے پھر اگر فرشتہ خواہ جن یا اور کوئی روح
 اور نورانی سفیر آنا فرمائے کیونکر اس سے ہماری صحبت برابر ہوئی اسی آسانی ہدایت کی نظر سے
 خدا نے ہم میں سے ایک آدمی خواہ چند آدمی ایسے پیدا فرمائے جو کثافت اور لطافت میں
 متوسط ہوں۔ نور کی جگہ نور کا کام کریں اور مادہ جسمانیہ کی جگہ مادہ کا کام انجام دیں تاکہ ہماری
 وحشت اور نفرت بوجہ غیر جنس ہو نیکی جاتی رہے اور یہ عذر ہمارا باقی نہ رہے کہ خدا یا ہم نور
 محض اور روحانی محض سے کیونکر صحبت اور معاشرت کرتے اور تیرے احکام کو اُسنے کیونکر
 سیکھتے آگ پانی کا ساتھ کیونکر ہو سکتا ہے یہی حکمت اور عدل اور انصاف اور بندہ پروری
 اور سراسر الطاف خدا کا ہے۔ کہ ہمارے ہم جنس کو ہمارا معلم اور استاد مقرر فرمایا اور جامعہ بشری
 میں نور محض اور روح پاک کو ہمارے پاس بھیجا اور وَلَّيْنَا عَلَيْنَا مَا يَكُونُ لَنَا مِنْ شَيْءٍ
 فرشتہ کو بھی ہم رسول کر کے بھیجتے اسکی صورت بھی آدمی زاد کی کر دیتے جیسے حضرت جبریل
 وحیہ کلمی کی صورت میں آتے تھے اسلئے کہ قوت بشری کو تاب نہیں ہے جو فرشتہ کو دیکھ سکے
 اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ نبی سے مُراد ہماری کیا ہے۔ اور ضرورت نبی کی ہکو استدراج الہی
 یہ شبہ پیدا ہو کہ عقل نورانی جو خدا نے ہکو دی ہے وہی ہکو اُسکے احکام سمجھنے میں کافی ہے
 ضروریہ خصیہ قابل دفع کرنے کے ہے غور کیجئے جب معمولی علوم اور فنون جن میں ہزار باتیں اگر
 غلط ہیں تو دو چار سچے بھی ہیں انکو بدون مُعلم اور مہیاچی کے محض اپنی عقل کے ذریعہ سے نہیں
 سمجھ سکتے نہیں پھر یہ دقیق باریک مسایل جنکے سمجھنے میں بڑی فلاسفہ کی عقل غوطہ کھا رہی ہے
 سے دریں ورطہ گشتی فروشد ہزارہ کہ پیدائندہ تختہ عبرکنار۔ ان مسایل کو بدون معلم ربانی اور استاد
 روحانی کے ہماری تمہاری بلکہ بڑے بڑے فلاسفہ کی عقل کیا سمجھ سکتی ہے۔ پھر جب سمجھانے
 والے کی ضرورت ظاہر ہے۔ تو مذہبی تعلیم میں بدون ربانی مذہب کے اور بدون اُسکے روحانی
 اور نورانی صاحب عقل کامل اور معصوم از خطا ہونیکی کیونکر تعلیم ہو سکتی ہے اور اسی کو ہم نبی
 کہتے ہیں صلعم عقل ہماری چراغ ہدایت ضرور ہے مگر چراغ کے روشن ہونکو تیل تیل کے علاوہ
 کوئی روشنی دنیا الہی درکار ہے آپ ہی آپ روشن نہیں ہو سکتا پس وہ روشنی دہندہ وہی تعلیم

روحانی ہے جسکو ہم نبی کہتے ہیں مذہبوں کا اختلاف باہمی فروعات مسایل
میں ترک مذہب آسمانی کا ذریعہ نہیں ہے اسلئے کہ جیسا اصول توحید اور نبوت اور علو کو آدمی مان
چکا اب کسی نبی کی نبوت کا اسکو اقرار ضرور کرنا پڑیگا نبی کوئی ایسا نہیں ہے جو دوسری نبی کی نبوت
کا اقرار نہ کر گیا ہو یا تو اپنے بعد جو نبی آئیوا لائے۔ فقط اسی کی خبر دے گیا ہے یا کہ دو چار انبیاء کی اور
سلسلہ انتظامی خدا کا اسی حکمت سے جاری رہا ہے جس حکمت سے متعدد دنیا کا مقرر
فرمانا ضروری تھا۔ ہم سے پہلے دو ہزار برس جو لوگ تھے انکو حضرت موسیٰ کی توریت کتاب آسمانی
اور حضرت موسیٰ کا معلم روحانی ماننا اور کار تھا۔ پھر جب حضرت عیسیٰ تشریف لائے اور توریت
مقدس سے انکی نبوت ان لوگوں نے مان لی اب توریت کی جگہ انجیل اور حضرت موسیٰ کی
جگہ حضرت عیسیٰ کو نورانی معلم انکو ماننا پڑا پھر جب حضرت عیسیٰ اور توریت اور انجیل بلکہ
حضرت داؤد کی زبور میں ہم نے دین اسلام کے بانی رسول ربانی محمد مصطفیٰ صلعم کی پیشین
گوئی پڑھی اب ہکو آپ کے دین کو خدا کا دین ماننا ضرور ہوا۔ ہم نے توریت اور انجیل اور زبور وغیرہ
کتاب آسمانی سے چوتہر کتبائات اپنے نبی کے برحق ہونیکا ایک باب جدا گانہ لکھا ہے یعنی
نقلی دلائل سے بھی دین اسلام کا مذہب آسمانی ہونا ثابت کرویا ہے۔ اور عقلی دلیل شناخت
پیغمبر کی عموماً جواب شبہ اولیٰ میں گذر چکی ہزاروں مذہب کی تحقیقات کا بار ہم پر خدا نے فرما کر
نہیں ڈالا ہے فقط بار ہر اسی قدر ہے کہ پہلے خدا کو مانو پھر مطلق نبوت کا اور معاو کا عقلی دلائل
سے اقرار کرو بس اسی قدر اقرار کرنے سے ہم اہل مذہب ہو جاتے ہیں اب خاص کسی نبی کی
پیروی مثلاً جب ہم نے حضرت موسیٰ کی پیروی کی اسی وقت ہم کو ضرور ثابت ہوگا کہ نبوت کا
سلسلہ حضرت موسیٰ نے اپنے اوپر منقطع نہیں فرمایا ہے ضرور ابھی کوئی اور نبی آئیگا اب اسی
عقیدہ کو رکھ کر ہم نے اوصاف نبی آئندہ کو ٹھہر دھا حضرت عیسیٰ کو پایا ان کو بھی ہم نے
نبی اللہ بالبطشکی پیشین گوئیاں ہمارے نبی کے بارہ میں اور نیز زبور اور تورات کی پیشین گوئیاں
مانا کہ ہم اپنے نبی کے روحانی معلم ہوئے پر ایمان لائے اور یہ ایمان لانا ہمارا بعد ایش پوری
تحقیق کے ہوگا جب علامات نبوت جو عقلی اور نقلی دلائل سے ہکو معلوم ہیں ان سب کو ہم

کسی نہی میں پالینگے۔ آپ اتنی سی بات کو تنگدلیوں بناتے ہیں ہر نبی کے زمانہ میں خدا کی خلقت اپنی ہدایت پانے میں آسان طریقہ پر محکوم تھے اور اب بھی وہی طریقہ ہے خدا کے دین کے اصول کبھی مختلف ہوئے اور ہونگے۔ یہ عوام کو دھوکھا دینا کہ لاکھوں مذہب ہیں سچا مذہب کیونکر معلوم ہوا اور عمر نوج بھی تحقیق مذہب کو کافی نہیں ہے۔ تین باتیں آپ عقل دہیل سے ہاں لیجئے پھر آپ کو کثرت مذہب سے کچھ ضرور ہنگامہ پیش آئے گا سوال کا جواب حکما اور فلاسفہ موجود ہیں انہی کسی چیز کے موجود نہیں یہی شہم فوخیہ طلبہ کو اور اب تو اعلیٰ درجہ کے پاس شدہ کو انہی کی تحقیر پر آمادہ کرتا ہے۔ اس شبہ کے پیدا ہونے کی وجہ یہی ہے کہ نقل یعنی تاریخ اور عقل یعنی قانون فطرت دونوں کے برخلاف انکی تعلیم ہوتی ہے اور علم معاد کا انکار زیادہ تر اسکی تائید کرتا ہے اسلئے کہ جب آدمی نے یہ سمجھ لیا کہ ہر کچھ بھی زندگی دنیوی کرنی ہے اسی حیات کی لذت دہندہ اشیاء میں جو ہمارا معین ہو اور جسکی ایجاد اور صنعت سے ہم کو آرام اور راحت پہونچے وہی حکیم ہے اور وہی ہمارا پیشوا وہی ہمارا خدا وہی سب کچھ ہے اسی واسطے حکمائے الہی اور فلاسفہ روحانی بعد اثبات وجود الہی کے اثبات معاد کے درپے ہوتے ہیں اسلئے کہ مبداء اور معاد حادث اور فانی کو لازم ہے جب ہم کسی وقت نابود سے موجود ہوتے اب ضرور کسی وقت پھر نابود ہونگے۔ فرض کرو کہ ہم ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے اور زیادہ سے زیادہ اگر سو برس زندہ رہے تو پھر ۱۹۹۹ء تک زندہ رہینگے اب ۱۸۹۹ء برس تو حضرت مسیح کی روز ولادت تک ہمارے نابود ہونے کے زمانہ میں گزرے اور اس جناب سے پہلے بھی ہزاروں برس دنیا کی آباد تھی اس زمانہ میں بھی باین صورت کدائی ہم موجود نہ تھے اور ۱۹۹۹ء کے بعد بھی خدا جاتا کب تک یہ دنیا رہے گی اور ہم ہونگے اب لذت پرست اور عیش پسند آدمی اسی تلو برس کو جو اپنی زندگی کا زمانہ ہے اسی کے بسر برد کی فکر انکو ہے بس اور کچھ نہیں اس خیالات کے روکنے کے واسطے عاقل کامل اور ماویٰ برحق نے ہم پر علم مبداء کی تعلیم کی بعد علم معاد کے تعلیم واجب فرمائی ہے اسلئے کہ جب ہم کو معلوم ہوگا کہ ہزاروں برس جو

ہمارے مرنیکے بعد انیواسے میں بلکہ غیر متناہی زمانہ ہمارے مرنیکے بعد جو یقیناً آئینگا اس میں
 ہم کیونکر اور کس حالت پر ہونگے۔ پھر تصور اس تصور ہم کو ہدایت کرتا ہے کہ ضرور ہم کچھ نہ کچھ مرنے
 کے بعد ہونگے۔ اسلئے کے محض لاشے بعد مرنیکے ہو جائیں تو پیدا ہونیسے پہلے بھی ہم کچھ نہ تھے
 اور سب کچھ ہونے سے پہلے چونکہ اول بالآخر نسبتے دارو منطرح خالق عالم کو ہمارا پہلے ہونا ہمارے پیدا
 کر نیکی و روک نہ سکا اور جو ہمارا آخر نگار ہے خدا یا مادہ اور حرکت مادہ بقول فلاسفہ مادہ میں اسطرح
 اسکو ہمارے مرنے کے بعد پھر کسی وقت ہمارے پیدا کرنے کو کونکر روکیگا یہ اندیشہ بہکو اگر تصور کے
 سی فکر کریں ضرور پیدا ہو سکتا ہے۔ یہی دو مسئلہ مبدا اور معاد کے ایسے ہیں کہ انکی پوری تحقیق بہکو
 کسی اصول فلسفہ سے نہیں ہو سکتی ہے اور اسی تحقیق میں عقل انسانی طرح طرح کی گمراہی اور
 خرابی میں پڑی ہے۔ آسمان کے موجودات کی تحقیق فیشا غورس اور گیلی لیوا اور انلسا غورس
 اور ہرشل وغیرہ نے کئے اور زمین کی گردش بھی ثابت اور یقینی ہو گئی آفتاب بھی سیکڑوں مانلیں
 اور اقمار اور سیارے بھی نظارہ عظمیٰ یعنی بڑی دور میں سے جبکہ اب فرانس میں تیار ہو رہی ہے جبکہ
 قطر دائرہ سنائے کئی سو فیٹ کا ہو گا یہ سب کچھ کرو کر نکالو اپنے مبدا اور معاد کی خبر نہ کوئی حکیم
 فلاسفہ دلیسکتا ہے اور نہ کوئی دور میں اور میکروسکوپ بارومیٹر تھرمامیٹر دلیسکتا ہے۔ تار برقی سے
 تم سات منٹ میں ہم ہنر اریل کی خبر لا سکتے ہو مگر اپنا بدن جو لمبہ فیٹ سے زیادہ نہیں ہے اسکی
 خبر تار برقی بھی نہیں دلیسکتا ہے۔ بہر حال چونکہ تعلیم کا لچ اور اسکول کی علم مبدا اور معاد سے
 بہکو بے پروا کر کے فقط اسی قدر ہوتی ہے کہ جب تک تم کو دنیا میں رہنا ہے۔ اپنے آرام اور راحت
 کی فکر کرو پیدا ہونیسے پہلے اور مرنیکے بعد اسکو نہ کسی نے جانا اور نہ کوئی جان سکتا ہے واضح
 ہو کہ جسقدر شبہات اور توہمات آدمی کو پیدا ہوتے ہیں سب اسی وجہ سے کہ علم مبدا اور علم معاد
 کا انکار کرتا ہے۔ کبھی تو کھلا ہوا انکار جیسے دہریہ اور کبھی انکار پوشیدہ ہوتا ہے۔ جیسے لذت پرستی
 اسلئے کہ لذت پرستی خدا پرستی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ہے خدا پرستی تو خیر عقل پرستی کے ساتھ
 بھی لذت پرستی ممکن الاجمل نہیں اسی مسئلہ کو لیجئے کہ انبیائے کوئی شے ایجاد نہیں کی اور
 ہمارے آرام اور راحت عیش اور لذت کی چیزیں سب حکما کی ایجاد سے ہیں اب ہم انبیاء کو

مانیں یا فلاسفہ موجدین کو اسکا کھلا ہوا مطلب یہی ہے کہ دنیا کی بسر برد اور عیش و آرام ہمارے
 زندگی چند روزہ کے لوازم اور اسباب تو فلاسفہ متبہا کر رہے ہیں اور جو کچھ ہے یہی زندگی ہے
 اور سب سچ۔ اب کہتے ایسے خیالات کے مٹانے کیواسطے اگر ہم ہزار ہی اور لاکھوں آیتیں کتاب
 آسمانی کی پیش کریں کیا اثر پیدا ہوگا جب تک اس حیات فانی کے بعد ایک حیات جاودانی
 اور ثابت نگرین۔ پھر اسکا ثابت کرنا ایسا تو آسان نہیں جیسے باروٹر سے طوفان کی پیشین
 گوئی کر کے ہم طوفان کو دکھلا دیتے ہیں یا مخیر زر لرہ جو لوہے کی سوتی اور مقناطیس سے تباہ ہے
 ازمین قبل ہزاروں آلات جو ہمارے مشاہدہ میں آسکتے ہیں ایسا کوئی آلہ ہم سے نہیں بن سکتا جو
 کہ ہم مرنیکے بعد جو حالت ہوتی ہے اسکو آنکھ سے دکھلا دیں اسی وجہ سے ہم چپ ہو جاتے ہیں
 اور معاویہ دوسرے عالم کا ثبوت شروع کرتے ہیں محض عقلی دلائل سے اب جدید فلسفی تعلیم
 کا آدمی ہکو عاجز سمجھ کر بدعتیدہ ہوتا ہے ایجاد کی قوت اور موجدین کا حال۔ ایجاد کی
 قوت ہماری فطرتی ہے اور فلسفہ کے پڑھنے اور فلسفی ہونے پر موقوف نہیں ہے بلکہ کل ذی روح
 اپنے آرام اور راحت اور بقائے حیات کے امور کو ہمیشہ ایجاد کرتے رہتے ہیں اس میں عاجل
 اور حکیم اور نبی بحیثیت انسان ہونیکے سب برابر ہیں اسلئے کہ فطرتی قوت پر ہکو کوئی فخر
 تریبا نہیں ہے جو با ریاضت کے حاصل ہوا اور جس میں کمی بیشی ہمارے اختیار سے نہو تاریخ ہکو
 بتلا رہی ہے کہ ہزاروں ایجاد و عوام اور جنباں سے ہوتی آتی ہیں اور حسب قدر راحت ہماری برصحتی
 ہے اسقدر قوت ایجاد کا ظہور ہوتا ہے ایک ڈاکٹر سیاح نے اچھا ثبوت دیا کہ اہل ہند میں ایجاد
 کی قوت کیوں کم ہے۔ اسنے کہا کہ قوت ایجاد کم نہیں ہے بلکہ چونکہ ہندوستان میں قدرت نے
 سلمان عیش کے اشیاء قدرتی جہاں کر دیے ہیں لہذا انکو قوت ایجاد سے کام لینے کی حاجت
 نہیں ہے اسی واسطے ایجاد اشیاء فنیہ کم ہوتی ہے۔ اب ذرا اندازے خلقت انسان کو خیال
 کرو سب سے پہلے جو آدمی پیدا ہوا ہے اسی کی نسل سے ہم سب ہو گئے ہماری مذہبی تاریخ سے بخوبی
 ثابت ہے کہ حضرت آدم ابو البشر تھے بموجب تصریح مورخین کے اور جو لوگ اسکے منکر ہیں انکا
 شبہہ ہمنے رو کر دیا ہے جس باب میں خلق اور نشو کے مسئلہ پر بحث کی ہے۔ اور اکیں ارا کام کر نیکے

بعد انکار روٹی توڑ کر منہ میں رکھنا یہ کام ایک ہزار کے اوپر بھاب علم فلاحیت اور علم تجربہ یعنی مجسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اٹا بنانا اصول کمپیسری اور اصول طباطبائی یعنی کھانا پکانا اور اسکے سوا جتنے کام ہکوروٹی کے پکانے تک کرنے پڑتے ہیں اور جن علوم کے اصول پر روٹی پکانا موقوف ہے جسکے موجد ہمارے نبی حضرت آدمؑ ٹھہرے۔ اب اگر آپ کہیں کہ حضرت آدمؑ کا روٹی پکانا اور کھانا ہم کیونکر یقین کریں اسکا جواب یہ ہے کہ روٹی پکانا اور کھانا کوئی امر مذہبی یا معجزہ یا عالم روحانی کی بات نہیں ہے بلکہ ایک دنیوی کام ہے تمہارے مورخ کین صاحب اور فلاں اور فلاں جو تاریخی واقعہ بیان کریں وہ سچا ہے۔ اور ہم جو دنیوی واقعہ تاریخی بیان کریں وہ بھی جھوٹا ہے اگر تاریخی کتب فلاسفہ کے دنیوی امور میں معتد نہیں تو ہماری تاریخ بھی ضرور معتبر مانتی چاہئے اور یہ نوبات ہی اور ہے کہ ہم کہیں جو ہے سو ہے تم نہ کہو جو ہے سو ہے۔ اب تاریخ عالم پر نظر کرو کہ ایجاد اشیائی ضروری کی ابتدا انہیں انبیاء سے شروع ہوئی کہ فلاسفہ سے پھر اقلینوس، ارسطو، ابراہم نے سب سے زیادہ ضروری علم طب کو ایجاد فرمایا حضرت داؤد کی ایجاد زرہ سازی ہمارے قرآن سے ظاہر ہے کہ عَلَيْنَا صُنْعَكَ يٰ دَاوُدُ کو بننے زرہ سازی سکھلائی۔ حضرت الیاسؑ نے علم خیاطی کی ایجاد کی حضرت سلیمان بقول منکرین معجزہ بولیم یعنی غبار ہوائی کے موجد تھے جسکی رفتار رَاغِدٌ وَ هَا شَهْرٌ وَ هَا وَجْهُ شَهْرٌ یعنی صبح صادق سے طلوع آفتاب تک زمانہ جو کم سے کم ۹۶ منٹ ہمارے عرض بلد بنارس کا ہے اسی زمانہ میں ۳۳ منزل خواہ ۶ سویل کی تھی یعنی فی گھنٹہ ۶ سویل جو میل ٹرین ہندوستان کی رفتار سے وہ چند ہوتی ہے اور چونکہ اسی ۹۶ منٹ میں آنا اور جانا ہوا ہو اگر تھے اب تو فی گھنٹہ ۶ سویل کی رفتار ہوتی اور باوجودیکہ انکار معجزہ کے غرض سے یہ بولیم سوچا گیا ہے مگر معجزہ پھر بھی نہ منٹ سکا اسلئے کہ اپنی تیز رفتاری میں ہمارے نبی حضرت سلیمان اور انکے ہمراہیوں کے بدن کا صدمہ سے ہوا کے پھٹ نجانا اس سے بڑھ کر اور کیا معجزہ ہوگا۔ اسبطح سید احمد خاں صاحب تفسیر جن کا انکار کر کے حضرت سلیمان کے ماتحت لوہا کا گیر گچیز فرماتے ہیں جو بڑی بڑی دیکھیں کوہا اور تانبا کلا کر ڈھالی تھیں اور

بیت المقدس کی عمارت میں انجینیئری کا کام دیتے تھے بہر حال یہ کام بھی ہمارے نبیؐ نے کسی
 فلسفی سے نہیں سیکھا بلکہ خود ہی اُسکے موجد تھے اگر آپ اکسیر کے قابل ہوں (اور اب تو
 ہونا ہی پڑیگا) تو حضرت موسیٰ سے قارون نے فریب کر کے اکسیر کا نسخہ سیکھا تھا اور زکوٰۃ
 دینے کے وقت کہنے لگا اِنَّمَا اُوْقِدْتُهُ عَلٰی عِلْمٍ مِّنْ عِنْدِیْ میں نے اپنے علم سے یہ دوت
 پائی ہے۔ موسیٰ کون اور خدا کون۔ بڑا ناز آپ کو ریل گاڑی کی ایجاد ہے۔ اسکا موجد
 اسکندریہ کا ایک جاہل محض لوہار ہے۔ ہر دو لپٹوس مورخ روحی لکھتا ہے کہ اسٹیم کی طاقت
 پہلے اُسی کو معلوم ہوئی جو اپنے ہمسایہ کے دق کرنے کی غرض اپنے سرداب یعنی تہ خانہ میں
 اسٹیم کو بھرتا تھا اور اُسکی گر گر اہٹ سے ہمسایہ کے آرام میں خلل انداز ہوتا تھا اُسکے بعد
 جہاز میں انجن لگایا گیا اُسکے بعد زمین کی گاڑی چلی موجد اول وہی لوہار جاہل تھا اور اب
 تو ریل گاڑی کے پرزے ہندوستان کے بعض مقامات سے برآمد ہوئے ہیں جسپر نمبر وغیرہ
 کھودا ہے اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ قدیم زمانہ میں یہ ریل یہاں جاری تھی اور اُسکے موجد کا بھی
 پتہ نہیں لگا ہے تاہم برقی ضرور مفید چیز ہے مگر قدرت نے خبر رسانی کا ذریعہ اور بھی تیار برقی
 سے پہلے سکودیا تھا ڈاکٹر گرگر نے صاحب اپنی کتاب سمیرنم میں لکھتے ہیں کہ گھونگھوں کی جھڑک
 ایسی ہے کہ اگر دو گھونگھے ایک جگہ پائے جائیں پھر انکو جدا جدا ہزار میل پر لجاؤ اور جب ایک
 گھونگھی کو کسی آلہ سے چھوؤ گے اور اُسے ایذا پہونچگی اور اپنا بدن سمیٹیکا دوسرا گھونگھا بھی
 ضرور سمیٹیکا اسی بنا پر کسی زمانہ میں خبر رسانی ہوتی تھی یعنی ۳۰ گھونگھے پرورش کر کے ہر
 ایک کا نام ایک حرف سے رکھا تھا اور خبر پہونچاتے تھے ایک قلعہ کا محاصرہ ہندوستان میں
 ہوا تھا اور فتح ہوتا تھا اسلئے کہ خبر بذریعہ اسی طریقہ کے ملنے سے رسد وغیرہ کی ایذا انکو نہ
 ہوتی تھی المختصر میں اُن موجدین فلاسفہ کی لیاقت کا متکرر نہیں ہوں اور نہ اُنکے احسانات
 جو آج ہم پر مور ہے ہیں اُننے انکار ہے بات یہ ہے کہ ایجاد کی قوت ہمیشہ دنیا میں رہی ہو
 اور جب قدر حاجت ہر زمانہ میں تھی اُسی قدر ایجاد اشیا قانون فطرت کرتا رہا جاہل اور حکیم
 اور نبی کوئی موجد کیوں نہ ہو مگر بعض چیزیں ایسی تھیں کہ انبیائے انکی تعلیم خلق کو عموماً

نفرمانی جیسے علم منطق الطیر یعنی پرندوں کی زبان سمجھنے کا علم جو حضرت سلیمان کو تھا یا
 علم تعبیر خواب جو حضرت یوسف کو تھا خواہ ولیم کا چلانا جو بقول پھرل صاحب بہادر حضرت
 سلیمان کو تھا اسکی وجہ یہ ہے کہ ایسے علوم کی تعلیم سے چونکہ آرام اور راحت زیادہ ملتی
 ہے اور عالم روحانی جسکی راہ نمائی کے واسطے انبیاء پیدا کئے گئے اُس سے بالکل آدمی منکر
 اور بے خبر ہو جاتا ہے لہذا ایسے علوم کی تعلیم سے اعراض فرمایا آپ کے فلاسفہ کی غرض اصلی
 یہی ہے کہ عالم روحانی کا انکار جسقدر زیادہ ہوگا اسی قدر عالم مادی اور فانی کی اشیاء پر
 توجہ اور اس میں انہماک زیادہ ہوگا انہوں نے پوری تعلیم ایسے ہی اصول کی رکھی جس
 سے دہریت اور آرام طلبی زیادہ بڑھے سے اپنے دلبر کو سمجھی چاہتے ہیں۔ ہمارے حکیم الہی
 نے یہ فرمایا اعصل لدیناک کافک نعیش ابدًا او اعمل لعقابک کافک موت عدا۔ دنیا کو
 عیش اور لذت حلال کا سامان استقدر جہتہا کرو جیسے ہمیشہ زندہ رہو گے اور آخرت کا سامان
 ایسا کرو جیسے کل ہی مر جاؤ گے اس حدیث کو میں نے اس غرض سے لکھا ہے کہ بشرط حیا
 آخرت سامان عیش دنیاوی کا فراہم کرنا ہمکو حرام نہیں ہے مگر جب اپنی زندگی پر نظر کریں
 اور ثبات حیات کو دیکھیں تو بقول میرے کہ میں نے گل کو ہے اتنا ثبات و گلی نے یہ شکر
 تبسم کیا۔ یہ روح غنیہ سرسبز ہی ادھر شگفتہ ہوتی اور کچھ نہ تھا ہم لوگ زمانہ میں حباب
 لب جو ہیں + اور پھر کہتا ہے۔ مرد آخر بین مبارک بندہ الیست خلاصہ یہ ہے کہ جب آدمی
 اپنی ابتدا اور انتہا دونوں پر نظر کریگا کبھی ایسے خیالات آزادی اُسے نہ ہوں گے یہ خیال تو
 ہمیشہ انہیں نا عاقبت اندیشوں کا رہا ہے جنکو یہ عقیدہ ہے انھا ہذا ہذا الحیوۃ
 الدنیا خوت و نہی بس یہی ایک زندگی دنیاوی ہماری ہے کہ مرتے ہیں اور جیتے ہیں سکر
 بعدہ کوئی عالم ہے اور نہ ہمکو اس میں جانا ہے۔ جو کچھ کھانا پینا اور کھانا پینا دینا ہے
 اوٹھنا رکھنا سا قیام یہاں لگ رہا ہے چل چلاؤ جب تلک بس چل سکے ساغر حل
 انکار معاد سے یہ خرابیان لازم آتی ہیں خلافت کے لوٹنے کے سوا اور نہی کیا
 کرتے ہیں لوٹ مار کے نشین انبیاء اور علما اور پادری ہندت جی پر اسکا حال یہ ہے

کہ دنیا میں رہ کر آدمی روپیہ پیسہ کا ضرور محتاج ہے اسلئے کہ اصطلاح علم تمدن میں روپیہ کو قیم کہتے ہیں آپ خیال کیجئے کہ بادشاہ اور گدا حکیم اور جال سب کو اسکی حاجت ہے بادشاہ جو رعایا سے لیتا ہے اسکا نام خراج ہے نہ دیکھئے تو گھر بار نیلام اور چلیانہ کی سیر کرنی پڑے آپکے فلاسفر کیٹی اور انجمن قائم کر کے چندہ میں ہزاروں روپیہ لیتے ہیں وہ چندہ بھی اگر ندیا جاتے ممبری سے کیٹی کے نام کٹ جائے حالانکہ بادشاہ کا لینا اور یہ چندہ کیٹی کا سب سے غرض یہی ہے کہ اصلاح قوم کے مصارف قوم کی اعانت سے کئے جائیں اور اصلاح قوم سوا مصلح اور ریفارمر کے اور کون کر سکتا ہے اور ریفارمر یا مصلح قوم ہمنے بیان کر دیا کہ نبی سے زیادہ بلکہ اُنکے برابر کوئی نہیں ہے نہ بادشاہ اور نہ کوئی فلاسفر اب تو خراج اور چندہ وغیرہ جو کچھ قوم سے لیا جاتے نبی اور نبی کے مقرر کردہ اشخاص یعنی علما اور پادری وغیرہ کو دینا چاہئے۔ ہاں مصرف روپیہ کا جا اور سچا کرنا اسکا خیال ضرور ہے اور مصرف کی تجویز اور ضروری غیر ضروری یہ امرا ہم سے اور حسب قدر مصلح نبی نوع پر مصلح قوم زیادہ واقف ہوگا اسقدر تجویز مصارف عمدہ طور سے کریگا۔ اب معلوم ہوا کہ قوم کی اصلاح اور بقای نوع بدون امداد قومی کے اور بدون معاونت باہم کے محال ہے دنیا تو ضرور ہے اب حکومتیں اس میں دو صفتیں ضروری درکار ہیں اولاً تو اصلاح کی لیاقت پوری ہو۔ دوم دیانت اور امانت کہ خیانت نکرے اور حسب قدر طریقہ اصلاح قوم کے ہوں بقدر ضرورت اور مناسب انہیں میں خرچ کرے اور یہ سب امور نبی سے زیادہ کسی میں نہیں پھر ان سے زیادہ کون مستحق اسکا ہے مثال اسکی آج ہمارے ہندوستان میں ہم سبکو وارث سکول جاری کرکے جدید صنائع یورپ کے سیکھنا دینیوی ترقیات کیواسطے سب سے زیادہ واجب ہے اور کوئی مصرف اس سے بہتر نہیں ہے۔ کہ ہمارا روپیہ تعلیم صنائع میں خرچ ہو مسید احمد خالص صاحب نے کس قدر ہمارا روپیہ لیا اور تعلیم صنائع میں ایک کوڑی ندی اور ریفارمری کا دعویٰ ان کا تھا کہ نہ تھا۔ حالانکہ موٹی بات ہے کہ ہندو اور مسلمان سب کا افلاس بدون ایسی تعلیم کے ہرگز دفع نہ ہوگا۔ اب دیکھئے کہ روپیہ ہمارا چندہ کا ریفارمر اور مصلح قوم نے لیا اور کسی کو ہماری ایسی تعلیم پر نظر نہ ہوئی کہ نوکری بدتر از غلامی کے بلا سے چھوٹ کر دستکار اور صنائع بنتے اور مل

طلبہ یورپ کے ارٹ سکول سے پاس ہوئے بعد اپنی روٹی کی فکر سے غافل ہو جاتے
ہمارے رفیق اور مدعی اصلاح قوم جتنے اس وقت میں دینی تعلیم و کثافت دنیوی میں جو اہم اور
ضروری تعلیم ہے۔ اُس پر بھی ذرا لحاظ نہیں کرتے دینی تعلیم کے خراب دلانے کے علاوہ دنیوی
تعلیم بھی تو ہماری خراب گزار ہے میں انکی تجویز خراب سے دین تو درکنار ہماری دنیا بھی تو خراب
ہو رہی ہے دنیا کی ترقی بھی جسے روک رہی ہے اسی بے نصیب شخص سے تو یہ بھی نہ سکا
اسی واسطے ہم آٹھ آٹھ آنسو آپ کے حال زار پر رو رہے ہیں کہ آپکا اگر یہی عقیدہ صحیح مان لیا
جائے کہ جو کچھ ہے بس ہی دنیا ہے۔ اور آخرت کوئی چیز نہیں ہے۔ کاش اسی دنیا ہی
کی ترقی کی جو عمدہ تدبیر ہے اُسی کو آپ سمجھتے یہ آپکی تقریر انبیا کے محض بیکار ہونے پر اور
علماء کی لوٹ مار خورد برد اور بھیکہ منگے فقیر ہونے پر ہم سب نعوذ باللہ تسلیم کر لیتے کاش
اگر دنیا طلبی میں ہی آپ کو ہم پورا دیکھتے ہ طاؤس راہ نقش و نگار کیست خلق -
تحسین کنند او جمل از پای زشت خویش جب ہم کسی معزز تعلیم یافتہ ایم اے کو بعد کالج
سے مثلاً محمد ن کا لچ علی گڑھ سے نکلا ہوا دیکھتے ہیں اور پچاس پچاس شدہ میں دہائیں
کو اگر گورنمنٹ نے کسی غرض سے نوکری دینی منظور کی ہے اب ۸۸ کے حال زار پر ہکو
خون کے آنسوؤں سے رونا آتا ہے اسلئے کہ دین تو پھر مری خیالات نے رخصت کر
دی اور دنیا ہائے دنیا سوائے اُن طلبہ کے جو گھر کے رئیس زادہ ہیں اور
توسند پانے کے بعد مصداق اسی شعر کے ہو جاتے ہیں شب فداۃ میگفت سر پای
دیواری بچ خواب اگر نیا پیر مرگ را چه شد باری۔ حکایت میری شہم دید ایک سانچہ منجمد سکول
سوانح کے گذر اہتمام سہارنپور ایک بنگالی ایم اے کو میں نے ایک اپنے دوست ڈپٹی
کلکٹر جن جن شرتی کے فرزند کے پڑھانے پر دس روپیہ ماہوار کا نوکر دیکھا۔ ڈاکٹر یوز کی وکٹری
علم صنایع یورپ کے جو ڈاکٹر وارث صاحب کی وکٹری کے بعد لندن میں چار جلدوں
میں اچھی ہے۔ اور پچتر روپیہ کو خریدی بھی تھی اسی میں سینکڑے ڈھانے اور سینکڑے
آلات اور ظروف بنانے کا مقام ایم اے صاحب سے میں نے پڑھوایا اسکا ترجمہ کیسا جستہ

اور عمدہ انہوں نے کیا جیسے بہار دانش پڑھنے والا دستور الصبیان کا ترجمہ کر دے جب
 انکی لیاقت محض ثابت ہوئی اُنسے میں نے پوچھا کیوں باپ صاحب اگر تم سیکھ کا کاغذ
 جاری کریں کم سے کم کتنے سرمایہ سے جاری ہوگا (باپ صاحب) اول پچاس روپی میں
 میں نے پوچھا ایک مہینہ میں کم سے کم پچاس روپیہ سے کس قدر نفع ہو سکتا ہے (باپ
 صاحب) سو روپیہ کا بلکہ ڈیڑھ سو کا۔ میں نے کہا شکوہ بھائی میری میں ڈوب کر میرا لازم
 ہے کیا پچیس روپیہ بھی شکوہ قرض وام یا بھیک مانگنے سے نہیں مل سکے جو تم لوہے
 روپیہ ماہوار پر اپنے ایم اے درجہ کی لیاقت کو سہار پور میں اگر ڈوبو یا (باپ صاحب)
 میرے قدموں پر اتھ رکھ کر آپ ہمارے باپ سے زیادہ ہمارا محسن ہو گیا کہ ہکو آپ نے آپ
 پوری نصیحت کی۔ اب ہم یہی کر لیا اور رخصت۔ غرض اس حکایت سے یہ ہے اے
 میرے پیارے ہم وطنوں ایم اے اور بی اے پاس شدہ مکویہ دھوکھا دیا جاتا ہے
 کہ صنائع کا اجرا بہت دشوار ہے بالکل غلط ہے ذرا کوئی وکٹری تو دیکھو مذہبی جھگڑا
 تو لگ رہا تم نے تو اپنی دنیا بھی ایسی خراب تعلیم پا کر خراب کر ڈالی ہے اب بھی ہمارا
 کہتا مانوس نصیحت کثرت بشنو وہاں تکیر کہ انچہ نا صحت شفق بگویت بندیر۔ پرانی
 پھٹی دیکھنا اور اپنا ٹیٹرنہ دیکھنا اس سے بڑھکر اور بد نصیبی کیا ہوگی اسی نظر سے
 فطرت کا تقاضا ہے کہ جو ریفارمر اور مصالح قوم تمام علوم اور فنون میں کامل ہو اور خطای
 تجویز سے معصوم بھی ہو اسی کو ہم نبی اور حجت خدا اور سلطان عادل نائب خدا خیر خواہ
 خلائق کہتے ہیں ایسے محسن کو اگر دو پیسہ بھی دیں تو کیا برائی ہوگی ہر پھر کر ہماری اصلاح
 میں خرچ ہوگا کئی کہاں گیا کچھ ہی ہیں کچھ ہی کہاں گئی پیاروں کے کلیجہ میں فقط (۷)
 خاص کر اسلامی شریعت پر یہ شبہ ہے۔ الی آخر ہم نے تین اصول مذہبی
 یعنی توحید اور نبوت اور قیامت کا اعتقاد کرنا ایسے لکھے ہیں کہ کوئی پرہیزگار اور کوئی غیر
 موجد اس میں اختلاف نہیں کرتا ہے اب رہے جزئیات اور فروع ان کی دو قسمیں
 ہیں اعتقادی اور علمی باتیں جنکے اوپر محض اقرار قلبی یا لسانی درکار ہے اور جنکے

نہ ماننے سے انہیں تینوں اصول میں سے کسی اصل کا انکار لازم آتا ہے دوسری قسم عملی یعنی
 ہمارے اتحاد پاؤں وغیرہ سے انکو کرنا لازم ہے پھر عملی کی بھی دو قسمیں ایک تو متعلق امور دنیا
 اور حسن معاشرت معاملات میں دوسرے وہ اعمال جنکو دوسرے عالم کے فلاح کی غرض سے
 ہم کریں انکو عبادات کہتے ہیں اب دوسری طرح سے شریعت کے امور کا خلاصہ یہ ہوا پہلی قسم
 عقاید کے اصول اور فروع یعنی خدا کی صفات اور نبی کے اور انکے نائب کے اوصاف
 کو جاننا اور ماننا (۲) محسن حقیقی یعنی خدا اور اسکے نائب سے کیسا برتاؤ کرنا چاہئے اسی کا نام
 عبادت ہے (۳) تیسری قسم معاملات یا بھی اس میں کل امور اخلاقی اور شرعی معاملات
 سب آگئے۔ پہلی قسم اصول عقاید اور فروع کے کسی نبی کی شریعت مختلف ہرگز نہیں ہوتی
 ہے البتہ تفصیل اور اجمال کا فرق ضرور ہے۔ دوسری قسم عبادت کی اسکے اصول ہر شریعت
 میں متحد رہے فقط فروع میں بنظر اشخاص امت اور زمانہ کی ترمیم ہوتی رہی اور غرض اصلی
 پرستش معبود برحق کی اس میں فرق نہیں آیا آپ لوگ اگر ایسی جبری باتوں کی تبدیل پرچہ
 منیگوئی کریں یہ کوئی بحث اور نزاع کی بات نہیں ہے۔ اور نہ ہم اس میں طول دینگے اور مختصر
 جواب ایسے شبہات کا بھی ہے کہ جب ہر نبی کو ہمہ خطا سے بری مان لیا اب اسکے احکام
 میں چھ تو جیم کیسے جو کہے امتنا صدقنا۔ یہ قسم دنیاوی فواید سے تعلق نہیں رکھتی ہے جو ہم
 اپنے ضرر خواہ نفع دنیوی کی نظر سے رد و بدل کریں اب رہی تیسری قسم جو متعلق امور دنیوی
 سے ہے۔ اور اسی میں ہم کو زیادہ قیل وقال کا موقع مل سکتا ہے پھر اگر ہم نبی کو حکیم کامل تسلیم کریں
 اب تو ضرور سمجھو ماننا چاہیے کہ ہمارا مصلح اور ہمارا مدبر حکیم جیسا حکم ہو دنیوی میں دیکھا وہی اصلح
 بہ نسبت ہمارے ہوگا گو سر دست ہماری عمل میں اسکی خوبی نہ آتی ہو چنانچہ ہم نے اس کتاب میں
 مسائل تعدد ازواج اور طلاق اور خیریت نکاح دختر اور خواہر وغیرہ سمجھا کر آپ پر ثابت کر دیا کہ جو
 حکم شریعت ہے وہی فطرت رشیدہ سے مطابق ہے تاہم ہماری شریعت نے جو قانون معاشرت
 کا نافذ فرمایا ہے ایسا پورا اور الیاد درست ہے کہ از روزنفاذ تا انیدم اور تا قیام عالم کبھی بدل
 نہیں سکتا۔ سلطنت شخصی اور سلطنت جمہوری کے قوانین آج دنیا میں ہزاروں بتی ہیں

اور پھر ترمیم انکی ہوتی ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ خطا کار اور غیر معصوم اور کم علم بلکہ بہ نسبت نبی
 کے بے علم لوگ انکو بناتے ہیں اور جن اصول پر انکی بنا ہے وہ خود ہی یہودہ اصول ہیں۔
 پھر ان پر جو احکام فروعی کے بنا ہوگی وہ کب درست ہونگے اب دیکھئے ہماری شریعت کا
 ایک قانون عدالت اور نقد ہو چکا ایسا نہ درست قانون ہے کہ کل معاملات دنیوی میں
 اسکا اثر کیسا عمدہ ہے قرض اور خرید و فروخت اور مدعی ہونا گواہی دینی قاضی اور جج بنا
 کسی کا امین ہونا شریک ہونا وکیل ہونا الغرض کل معاملات میں اگر یہ شخص عادل ہو یعنی
 فاسق فاجر نہیں ہے کیسی راحت اور آرام ہو سکونی کا یہ قانون ہے اور پھر عالم روحانی کی
 درستی اور انجام نیک ہونیکو کتنا مفید ہے قانون الہی اسی کو کہتے ہیں جو بندہ اور خدا
 دونوں کی مراد پوری کرے اسی طرح قانون شہادت جو ہماری شریعت کا ہے اسکو دیکھئے اور
 مسٹر مارٹین وغیرہ کا قانون پڑھئے یہ سچ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اسی طرح نکاح اور
 خرید و فروخت اور مہر اور سزاوی جرایم ان سبکے اصول الہامی جیسے ہماری شریعت میں
 ایک نبی اچی نے بتائے تمام دنیا کے فلسفی مجتمع ہوں اور ہزاروں پارلیمنٹ اور لیجس لٹیف
 کو تشل مقرر کریں تو بہ تو بہ کبھی ویسا قانون بنا سکتے ہیں تعصب کی اور بات ہے حق پسند
 اور بات ہے اسوقت ہم نبی کو نبی سمجھ کر نہیں بحث کرتے ہیں بلکہ ہم بھی ایک نچرل خیال کے آدمی
 امور تمدنی میں بن کر آپے عرض معروض کر رہے ہیں اور یہی عہد کی اور جامعیت محاسن ہمار
 شریعت کے ہکو ہدایت کرتی ہے کہ جب کل امور محتاج الیہ امت کو ہماری شریعت نے
 ہمیشہ کیواسطے مقرر فرما دیا اور کل کمنٹ اسمانی چہن قدر احکام اور نوائیس تھے انکو پوری طور
 سے جمع کر دیا اور جو امور تبدیل اور تغیر اور نسخ کے لائق تھے سبکو ایسی جامعیت و لحاظ
 فرما کر ایسے کلیات مسائل اور جزئیات احکام مقرر فرما دیئے کہ اب ہمیشہ تابقائے دنیا
 کسی اعر و نبی اور دنیوی میں امت محتاج کسی قانون جدید کی نہ رہے اور نہ کسی متفقن قانون
 الہی کی اور اس دعوی کا باریتوت ان علمای محمدی پر ہے جنہوں نے نیابت اور خلافت
 نبی آخر الزمان کے محل احکام کی تفصیل اور متشابہ آیات کی توضیح اور مشکلات قضایا

کی تسہیل فرمائی اور پھر ایسے قواعد میں اور اصول کلیہ مقرر فرمادئے کہ اب ہر کسی مسئلہ میں
 دشواری باقی نہ رہی اگر ہم اُنکے ارشاد اور ہدایت کی پیروی کریں پھر یہ بھی فرما دیا علینا بالقاء
 الاصول وعلیکم بالافروغ۔ یعنی ہم اصول اور احکام کلیہ بیان کر دیتے ہیں اور تم پر اُنکے
 فروع پیدا کرنے کو حوالہ کرتے ہیں۔ چنانچہ علامی محمدی پیر وان خلفای بھی نے اپنے نبی
 کے جانشینوں کی پیروی کر کے ذرا انصاف کر کے دیکھو کیسے کیسے فروع مسائل بنائے
 اور کوئی مسئلہ تمدنی اور اخلاقی ایسا نہ چھوڑا جسکے واسطے خاص یا عام حکم اپنے قرآن اور
 حدیث نبوی کا درج کتب نہ کیا ہو یا اصول اور کلیات قرآن اور حدیث سے اسکو ثابت
 نکر دیا ہو شکر اللہ مساعیہم۔ اس بات کا ثبوت اہل اسلام کے علوم مدونہ سے بے مثل
 نسخا اور صرف اور بلاغت اور جرح و تعدیل رواۃ علم رجال ودرایت علم تفسیر قرآن علم
 تجوید قرأت علم کلام اور علم مناظرہ علم فقہ وغیرہ فقط اپنے قرآن اور حدیث کے سمجھنے اور
 کلیات قرآن اور حدیث نبوی سے جزئیات اور فروع پیدا کرنے کے واسطے مدون کئے
 اور چونکہ اہل اسلام پر ثابت ہو گیا کہ علم مبدا اور معاد اور نیز علم اُن امور کا جس میں اُمت
 کو اجتماع زمانہ حیات دنیوی میں ہے سب اُنکے قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور
 کونسا حکیم اور فلسفی اور کونسا فلسفہ انسانی فلسفہ الہی اور حکیم روحانی سے بڑھ کر ہو سکتا
 ہے لہذا اسی کے درپے ہو کر اپنے معلومات کو ہمیشہ اسی فلسفہ الہی کے تشدید اور استحکام
 میں خرچ کرتے رہے جب طرح فلاسفہ دنیوی اپنے اپنے اصول ناقصہ کی تحقیق میں سرگرم
 رہے یہ اپنی اپنی طبع ہے اسی فلسفی مزاج بہ کموزین پسند ہیں آسمان پسند اور
 سبب ہمارے اور تمہارے اختلاف کا یہی ہے کہ تم لذت چند روزہ پر جے ہوئے ہو کہ جو کچھ ہے
 یہی دنیا ہے اور تمکو انجام کی فکر حیات چند روزہ سے زیادہ ہے ہمارا بچر اور تمہارا یہ بچر اور
 ہے تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ عاقبت کی خبر خدا جانے اب تو آرام سے گذرتی ہے۔
 خاک پڑے ایسے آرام پر اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ کار دنیا کسے تمام نکر دیا ہو کہ یہ محقق
 گیرید۔ ہمارے نبی حضرت نوح علیہ السلام نے کچھ کم ہزار برس کی زندگی درخت کے نیچے رہ کر کاٹی

پھوس کا چھپر بھی نہ بنایا جنکو خدا نے یہ طاقت دی تھی کہ تمام دنیا کی ہوا کو پانی بنا دیا
 اور سوای ان چند ذی روح کے جو سفینہ نوح پر سوار تھے کوئی ذی روح ڈوبنے سے نہ بچا
 کچھ ڈھال کر آپ کے فلاسفہ نے مکان بنائے تھے کہ طوفان کی سیر کر نیگے مگرواں تو حکم ربانی ہو
 چکا تھا۔ لا حاصم الیوم من الماء الا من رحمہ ربی۔ آج پانی میں ڈوبنے سے کوئی بچا نہ والا
 نہیں۔ سب زحمت پروردگار کے جہر شامل ہو جائے بعض نیچرل جو تمام دنیا میں طوفان کے
 آئینے انکار کرتے ہیں اور عینا لوجی اور جغرافیہ کی جدید تحقیقات سے اسکو غلط کہتے ہیں
 اس کے جواب کو ہمارے باب (طوفان) میں ملاحظہ کیجئے کہ وہ خود غلط پر ہیں اہم برسر
 مطلب جب ہمارے نبی نے مخلوقات کی ضرورتوں کو اسطرح شرح اور بسط سے بیان کر دیا
 اب پچھلی شریعتوں کی پیروی کی حاجت کیا رہی یہ آپ ہی کے قول کی تائید ہے کہ سیکڑوں
 مذہب سے ایک مذہب کیونکر سچا منتخب کریں اور تکلیف محال سے نجات تو اسی قول سے
 ہو گئی اب تو آپ کو فقط نبی آخر الزمان کا سچا نبی مونا دلیل۔ تعالیٰ عقلی سے سمجھ لینا پس
 یہی کافی ہے اور یہ بات جو لوگ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے نابان خاص جو ۱۲۶ ہجری تک ظہر
 رہے باتفاق اکثر اہل اسلام بڑے بڑے فلاسفہ اور دہریہ اُن سے مناظرہ کرتے رہے اور بحث
 زبانی اور وقت ضرورت پر اعجاز نمائی سے سب پر حقیقت محمد صلعم اور دین محمد کو ثابت کرتے
 رہے اسکے صد واقعات تاریخ موجود میں بہر حال تاریخ مذہبی کے علاوہ دین اسلام کے
 اصول اور فروع کی جامعیت جمیع امور محتاج الیہ انسانی پر نظر کرنے سے بھی پورا ثبوت ہمارے
 نبی کے حکیم کامل ہونیکا ہوتا ہے۔ آپ خیال کیجئے اس وقت کے قوانین اور ایکٹ ہائے
 گورنمنٹ انڈیا کو مثلاً ایکٹ ۱۵ صیغہ دیوانی اور ایکٹ ۵ صیغہ فوجداری جسکو تغیرات
 ہند کہتے ہیں ان قوانین کو ۵ سو اور ہزار ہزار ممبران پارلیمنٹ خواہ لیجس لیٹیف کو نسل بناتے
 ہیں اور کیسے کیسے تجربہ کار اور فلاسفہ کے باہم راتی زنی سے نافذ ہونے ہیں اور پھر دوسرے
 برس تیسرے برس ترمیم کی حاجت ہوتی ہے اور برابر نسخ اور تبدیل ہوتے رہتی ہے اور
 یہ تبدیل احکام دو حال سے خالی نہویں یا تو ایک حکم قانونی میں سیکڑوں حصوں میں پیدا ہو سکتی ہیں

اور قانون بنانے والے کی علم اور عقل سے ہمیشہ جدید رانی لگایا کرتے ہیں یا انیکہ گورنمنٹ کو حقوق رعایا کی کمی پر نظر ہے اور اپنے حقوق کی زیادتی لہذا اسی کو سوچ سوچ کر ہمیشہ تبدیل قوانین کیا کرتے ہیں۔ کچھ ہمارے نبی کے قوانین شریعت کو دیکھئے کہ (۱۳۱۷) برس گزر گئے اور جو بات ہزار برس بعد ہمارے ضرورت کے تھے وہ بھی اور جو لاکھ برس بعد آنے والی ہے وہ بھی سب ایک ہے قانون میں نافذ کر دے آج وہ نبی کریم زندہ نہیں ہیں مگر انکے احکام تو موجود ہیں پورا ثبوت ہمارے دعویٰ کا یہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان اپنے معاملات دنیوی میں اگر کوئی گورنمنٹ انکو مجبور کرے اپنے مذہبی قانون سے اخلاق اور معاملات میل جول وغیرہ میں کسی دوسرے مذہب کے محتاج نہیں ہیں اور ہر ایک مسئلہ جزئی اور کلی کو اپنی شریعت سے بشرط واقفیت لیکر اپنی کارروائی کر سکتے ہیں انکے نبی صلعم نے سوائے اپنے قانون کے کسی اور قانون کا انکو محتاج نہیں رکھا آپ تو ابھی تازہ پاس شدہ ہیں بڑے بڑے مدبر اور تجربہ کار اعلیٰ درجہ کے فلاسفہ کا قول ہمارے نبی کے حکیم کامل ہونیکا کتب تاریخ میں پڑھ لیجئے جب ایسا کامل قانون الہی بن چکا اور جہتدریختگی اور درستی خدا کی مصلحت میں تبدیل شریعت ہمارے سابقہ میں درکار تھی سب ہو چکی اور کسی طرح کی کمی ہدایت خلق میں نظر تبدیل اوضاع باقی نہ رہے اب نبوت کا خاتمہ اگر ہمارے نبی پر فرما دیا کون سی خرابی لازم آئی اور ہمارے نبی نے اسکا دعویٰ فرمایا کہ بس اب قانون آسمانی اور حکیم روحانی آنے کی حاجت نہ رہی کونسی خرابی اس میں پیدا ہوئی بلکہ عقلی دلیل جسکو آپ خود صحیح مان رہے ہیں یہی ہے کہ قانون فطرت نہ بدلے۔ رہا یہ شبہ کہ اور پیچیدہ بھی تو یہی قانون فطرت لاتے تھے وہ کیوں ناقص تھے اسکا جواب یہ ہے کہ ناقص نہ تھے اور خلافت عقل تھے بلکہ تعلیم اور ہدایت کا طریقہ یہی ہے کہ تھوڑا بار شکل احکام کا ڈالا جاتا ہے اور کیا رہی اگر تمام احکام کا بار ڈالا جائے ہرگز شکل نہ ہو سکے۔ اپنے فلاسفہ کو دیکھئے اگر کسی اسکول اور کالج میں کل علوم پڑھانے کا درجہ مقرر کیا جائے اور بدوں کل علوم کے پڑھے ہوئے طالب علم پاس نہ ہو کوئی ایک لکھا بھی ایسا آپ کے خیال میں ہے کہ ایسے کالج سے پاس ہو کر برآمد ہو۔ لہذا حکمت الہی

بھی اسی قانون پر جاری رہے۔ خدا کا علم ازلی ہے وہ بھی کم و بیش نہ مخلوق غیر بھی کل علوم الہی کو جانتے تھے اور تمام قوانین فطرت کے ماہر تھے مگر خلق خدا پر بار زیادہ ڈالنا خلاف مصلحت تھا۔ لہذا آہستہ آہستہ اور تھوڑی تھوڑی تعلیم کرتے کرتے جب آخری تعلیم کا وقت آگیا۔ شریعت محمدی جاری ہوتی اسی واسطے ہر نبی اپنے مابعد نبی کے آنے کی خبر دیتا رہا اور یہی سلسلہ برابر جاری رہا اور یہی امر قانون عقل کے مطابق ہے نہ ہمارے نبی نے مجھوٹا دعویٰ فرمایا اور نہ اور گذشتہ انبیاء دروغگو تھے۔ صلوات اللہ علیہم حضرت موسیٰ سے پہلے تو خیر فراموشی جناب کے زمانہ کی باتیں اُمت کی سن لیجئے چالیس روز کی غیر حاضری میں حضرت کی باوجود یکہ وہی معجزنا حضرت ہارون موجود تھے گو سالہ پرست ہو گئے من و سلوی کے عوض پیاز اور لہسن اور مسور کی خواہش کرنے لگے خدا کو مجتہم سمجھ کر حضرت موسیٰ سے کہتے تھے کہ تم اور تمہارا خدا دونوں ملکر تلوار و نسنے لڑو اور ہم کھڑے ہوئے تماشا دیکھینگے۔ بہر حال یہ تو آپ ہی کا عین عقیدہ ہے۔ کہ پورانی روشنی محض تاریکی ہے دنیا کی پختگی روز بروز ترقی کرتی جاتی ہے۔ انتخاب طبعی کا درجہ یہاں تک آپ کو بتا رہا ہے کہ بندہ سے بنتے بنتے آدمی بن گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اولیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ رفتہ رفتہ حاصل کرنا یہی قانون فطرت ہے لہذا قانون الہی کی تکمیل یعنی پورے قانون کا نفاذ ہمارے نبی کے زمانہ میں ہوا جو مجموعہ ضوابط جملہ انبیاء می سلف کا ہے۔ اب کہ مجموعہ ہیکو خدا نے اپنے پیچے رسول سے فراہم کرا کے دیدیا ہکو ضرورت نہ ہے کہ ہم سیکڑوں کتب آسمانی کو تلاش کرتے پھریں۔ ناسخ منسوخ سے ہمارے یہی مراد ہے یہ مطلب نہیں کہ معاوالہ اللہ اور انبیاء کے دین باطل تھے اور فقط ہمارے دین حق ہے۔ دیکھو بلا تشبیہ کسی ایکٹ کو جو سب سے پیچھے جاری ہوا ہے۔ اب اگر کوئی آدمی اس سے پہلے ایکٹ پر عمل ارادہ کرے گو رنٹ اسکو منظور کر لی برگر ٹیکری اب کیا تمام احکام اس ایکٹ کے غلط اور باطل تھے یہ کون کہتا ہے بلکہ آخر کا قانون واجب العمل ہے۔ کہ حاوی اور جامع ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ایکٹ اخیر آدمی کا بنایا ہوا ہے۔ اور کوئی آکر اسکا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اب تکمیل قانون ہو چکی اور شریعت محمدی قانون الہی ہے اور

علم الہی اور مصلحت خدا جب تک تبدیل قانون کے تھی بنظر تحمل بندہ کے اب وہ
 مصلحت نبوی لہذا قانون دوا می نازل فرمادیا اور مصلحت اس قانون اخیر کا پیغمبر کو بھیجا صلعم
 تاریخی اور عقلی ثبوت ذرا انصاف سے دیکھو اور تعصب نہ کرو گیلی نے حکیم نے حرکت
 زمین کے مسئلہ پر صلعم میں پوپ کی قید اٹھائی اور دو مرتبہ جھوٹھی توہین کی اور اپنے عقیدہ
 سے کہ آفتاب مرکز عالم ہے نہ پھڑا سکے استقلال اور پامردی قابل شائبہ ہے کہ آج یوں
 کے تمام آدمی اسی مسئلہ کے قائل ہو گئے اور دعوی کرتے ہیں کہ زمین ہی کی حرکت صحیح
 ہے۔ حال آنکہ زمین کی حرکت صحیح ماننے سے کوئی فائدہ دنیوی یا دینی ہمارا نہیں ہے
 اور نہ اطلالیہی نظام سے کوئی ضرر پہنچتا غور کی جگہ ہے کہ جب تم سب ایسے بیکار اور
 فضول مسائل میں استقلال کو پسند کر کے درپے تحقیق اسکے ہوئے اب ذرا دیکھو صلعم
 کا دعوی کہ میں نبی ہوں اور تمام دنیا میری پیروی کرے اور تمام انبیاء گزشتہ کی شرع
 پر میری شرع کو مقدم کرے اور تمام کتب آسمانی میں میری ثبوت کا ثبوت موجود ہے۔ یہ
 دعوی لاکھوں مسائل ضروری اور بیکار آمد اور مضر اور ایذا رساں امور کا ایک ایسے آدمی
 کا جو محض اُمّی تھا اور نیتیں برس تک برابر پکار پکار کر تار تار ہا اور اپنے دعوے کے باطل کرنا
 زور و شور سے یہودی اور نصرانی اور عجمی دہریہ بت پرست الغرض ہر قوم اور ملت کے
 آدمیوں سے اصرار کرتا رہا اور یہ دعوی کرنا کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے عام کتب
 تاریخ ہر ملت اور مذہب کے اس دعوی کرنے پر شہادت دے رہے ہیں کسی تاریخ سے آپ
 دکھلا دیجئے کہ سیکڑوں دعوی میں سے کسی ایک دعوی کی بھی تکذیب اسکے مخالفین
 سے ہو سکے اور وہی یہود اور نصاری جتنے دین بدلنے کو آپ نے زور دیا تھا اینادین
 چھوڑ چھوڑ کر دین محمدی میں آئے گئے اگر ایک بات بھی اُس جناب کی غلط ہوتی ممکن
 نہ تھا کہ آپ کو معجز اور ساکت نہ کرتے یہ دعوی تمام روئی زمین کی افسری کا اور تمام مذہبوں
 کے منسوخ کر کے ایک بڑا انقلاب پیدا کرنے والا تھا جسکا اثر جان اور مال اور آبرو سے
 انسان پر عموماً اور ایمان پر خصوصاً اہل مذہب کے پڑا تھا پھر اسوقت تو ریت اور ارجیل اور

زبور کے پڑھنے والے اس جناب کے زمانہ حیات میں اور (۲۴۰) برس آپ کی وفات کے بعد آپ کے دعوے کی تکذیب نہ کر سکے اور جس نے مقابلہ کیا ضرور پس پا ہوا۔ اگر آپ کہیں کہ منکرین نبوت محمد صلعم آج تک برابر انکار کر رہے ہیں اور بشارات کتب آسمانی سے برابر انکوار کیا رہے یہ کہنا آپ کا اس وقت قابل جواب کے ہوگا جب انبیای سابق کی نبوت کا اقرار کر لیجئے۔ پھر ہکو آپ سے وہی گفتگو کرنی پڑے گی جو اور اہل مذہب سے ہم نقلی و اہل عقل سے کرتے ہیں اور اسی طرز منظرہ کو غلط سمجھتے ہیں کہ عقلی بحث کو نقلی دلیل پر لانا ہم جو تاریخ کا ثبوت دیتے ہیں تاریخ مذہبی پر منحصر نہیں کرتے بلکہ دعوی نبوت محمد صلعم کو متواترات سے جان کر ثبوت لیتے ہیں تو اتر ایسی عقلی بات ہے کہ سچی اور جھوٹی بات دونوں پر واقع ہوتا ہے دیکھو بطلیموس کے زمانہ سے ہزار برس سے زیادہ نظام بطلیموس ہے متواتر رہا اور تمام دنیا کے لوگ اسی کو سچا کہتے رہے اور فیثاغورس کا نظام جو تمہارے عقیدہ میں سچا تھا تو اتر نہونے سے چھپار اب چند صدیوں سے نظام فیثاغورس کا رواج شور ہے اور یہی متواتر بھی ہے اور شاید کسی زمانہ میں دونوں نظام باطل ہو کر تیسرا نظام نیا سچ میں آئے اور جن اصول پر نیا نظام فیثاغورس کی ہے وہ اصول محض توہمات سے قرار پائیں۔ نظام شریعت محمدی ایسا نظام نہیں ہے اسلئے کہ زمین کے موجودات اور اور معاملات کا نظام ہے اور ہر وقت اسکے مسائل سے ہمارا نفع اور ضرر متعلق ہے آسمان کے سیارے اگر ہزار اجدید معلوم ہوتے رہیں گے بجز اسکے کہ ہم انکے وجود کو معلوم کر نیسے ایک نامعلوم چیز کا علم حاصل کریں اور قدرت کا غیر متناہی ہونا جسکا ہموں پر عقیدہ ہے اسی کی پختگی کر لیں ہماری بسر برد کا کوئی قاعدہ اس تحقیق جدید سے بدل نہ جائیگا بخلاف شریعت محمدی کے جو کہ وقت ظہور سے لیکر تاقیام دنیا ہزاروں قواعد فلسفہ کو اوزیر برقی مسائل مذہبی اہل مذاہب دیگر میں ایک انقلاب علیم کر نوا لا ہے لہذا اسکے مٹانے کی خواہ اسکے سچے ماننے کی ہر مذہب والے کو اوزیر لاندہب کے بموجب ضرورت ہے اسی نظر سے ہم نے تاریخ یہود اور نصاریٰ اور محوس اور فلسفہ سکھو شاہد اپنے دعوے کا کر کے ایک دھوکھا دیا ہے

کہ آخر یہی لوگ جو دشمن ہمارے نبی کے تھے اور اب بھی ہیں اگر ذرا سی لغزش ہمارے نبی کے قلم
فعل میں پاتے ضرور تھا کہ سوانح نگار اسکو درج تاریخ کرتے اور جب ایسا نہیں ہے بلکہ انکا غلبہ
مناظرہ اور استدلال میں ہر قسم کی مخالفت پر لکھ رہے ہیں پھر اب ہکوانے سے نئی ہونے میں
کیونکر شک باقی رہیگا اور آپکو اس تقریر کے جواب میں یہ بات کہنی چاہئے کہ ہرگز کسی مورخ
نے یہود اور نصاریٰ اور فلاسفہ کے محمد صلعم کا غالب آنا اپنے گروہ مقابل پر تقریر اور استدلال
میں درج تاریخ نہیں کیا ہے اب رہی یہ بات کہ آج بھی یہود اور نصاریٰ اپنی نبوت سے منکر ہیں
اور بشارات سے انکار کرتے ہیں اسکی تحقیق اس شخصکو جو مطلق نبوت کا منکر ہوا اسکے منصب
کے خلاف ہے جب آپ مطلق نبوت کو مان لیجیگا اور کسی نبی خاص کی پیروی کی وجہ سے آپکو
رجحان اور میلان طبعی کسی اور مذہب پر نہ ہوگا اسوقت آپ کو ہم اس شبہ کا پورا جواب دینگے اب
ہم نے اس شبہ کا جواب پورا دیدیا کہ ہمارے نبی کا دعویٰ ختم نبوت کا اپنے اوپر کرنا اور جمیع شرایع
پر اپنی شریعت کی ترجیح کو ظاہر کرنا ہرگز مخالف عقل نہ تھا اور نہ اور انبیاء کی تکذیب اس دعویٰ پر
ہوتی ہے اور ہزاروں مذہب میں سے ایک مذہب کو منتخب کر کے پابند ہونا آپکو محال نہیں ہے
بلکہ آسان ہے پس یہی خلاصہ ہمارے جوابات کا ہوا خدا سے امید ہدایت کی ہے۔

باب تیسواں بیان فلسفہ جدیدہ کے اصول مہملہ کا جن پر ہمارے معزز
نیچرل صاحبونکو ٹبرافخر ہے

چونکہ اب جلد اول کا ختم کرنا انشاء اللہ منظور ہے لہذا دلچسپی ناظرین کتاب ہذا کی غرض سے
چند مسائل فلسفہ جدیدہ کے جن پر کچھ بھی قہقہہ زنی کرینگے لکھوں اور پوری بحث تو ایک جگہ
کتاب میں بشرط حیات انشاء اللہ کرونگا۔ ہماری کتاب کے پڑھنے والے اکثر وہی حضرات
ہیں جنکو فلسفہ جدیدہ کے چند مسائل پر اسی کتاب کے ملاحظہ سے شاید اطلاع ہوئی ہوگی ورنہ
انکو کیا ضرورت ہی کیا تھی جو ایسے لغو اور مہمل مسائل کو دریافت کریں اور جو لوگ تعلیم جدیدہ
چکے ہیں انکو ابتدائی تعلیم سے آخر درجہ تک یہی پڑھایا گیا ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہے پس کسی
فلسفہ ہے۔ پھر وہ لوگ ہماری کتاب کو ایک پورے فاشن کے آدمی کی کتاب سمجھ کر کاہنگو

دیکھنے لگے تاہم بعض چٹلین جیسے مسٹر سید حامد حسین صاحب رئیس داعی پور ضلع قزاق آباد
جو محمد کالج علی گڑھ کے تعلیم یافتہ ہیں انہوں نے طلوع آفتاب از مغرب کا باب (صفحہ ۳۲۱)
جب پڑھا تب بے زور کا خط میرے نام پر لکھا کہ آپ ہی کی ذات خدا نے ایسے ایسے مقامات اور
شبہات کے حل کرنے کے واسطے پیدا کی تھی نہ ایسے عالم پیدا ہونگے اور نہ ایسے شبہات کا
جواب ہوگا اس طرح اور دو چار ایم اے اور بی اے حضرات کے خطوط میری صبح اور شامیں آ
چکے ہیں مگر میں انکو بطور تقریظ کے لکھنا پسند نہیں کرتا اس حاجت مشاطہ نیست روی دل
آرام راہ اور میں کبھی انہی تصانیف کو سچی یا جھوٹی تقریظوں سے آراستہ کرنا پسند نہیں کرتا جو
مرزا میر جوم سے گویا ہر سخن کا ترے جوہری نہیں بد یوسف کا کیا ضرر ہے اگر شتری نہیں
پہلے یہ بات سمجھنی لازم ہے کہ فلسفہ باطلہ سے عرض ان دہر لو کی ہی ہے کہ انکار خالق تعالیٰ
کا مسئلہ جس طرح سے ممکن ہو ذہن نشین خلائیق کے کیا جائے اور جس قدر شبہات پیدا ہو سکیں
پیدا کر کے انکار وجود معبود برحق کا کر دینا یہی غرض فلسفہ سے ہمیشہ رہی ہے پھر کچھ لوگ فلاسفہ
ماتہین یعنی خدا پرست بھی گذرے جیسے افلاطون الہی اور سراسر حق ٹوٹیں مگر توحید کے بعد بتوں
کے مسئلہ میں انہوں نے بھی ٹھوکر پی کھائیں اور معاویہ یعنی دار آخرت کا مسئلہ یہ تو جب تک
آدمی پابند طاعت انبیاء نہو کبھی درست عقیدہ نہو گا خیر یہ ایک تاریخی بات ہے اور پچھلے
فلاسفوں کے رد اقوال سے ٹھوکر بالکل استغناء ہے کہ فلسفہ جدیدہ اسکو خود باطل کر رہا ہے
مگر وہی بطلان جسکو جناب صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ باطل سے باطل کو مٹاتا ہے
ہم اس باب میں فقط انہیں مسائل جدیدہ کے اغلاط لکھنے کے جنکا ذکر اجمالی البواب کتاب ہدایہ میں
ہو چکا ہے۔ پہلا مسئلہ جذب مرکزی زمین کا اس میں ایجاد فلسفہ جدیدہ یہ ہوئی کہ زمین
کے مرکز میں قوت جذب خاص نہیں بلکہ ہر ایک جزء منجملہ اجزائے کہ زمین میں قوت
جاذبہ یکساں ہے اور بحسب عرف اسی جاذبیت کو ثقل (وزن) کہتے ہیں فقرہ رسول عروس
بدیع صفحہ ۸ کو دیکھو اور یہی جاذبیت ثقل سطح زمین سے اوپر بقدر مرجع بعد کے کم ہو جاتی ہے
اسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہزار میل زمین سے اوپر چھام فلک جسم کا رہ جاتا ہے مثلاً اگر سطح زمین پر ہم سیر

وزنی کوئی جسم ہو ہم ہر میل اوپر سیر بھر اسکا وزن رہ جائیگا وزن کا کم ہونا اور جاذبیت کا کم ہونا دونوں سے ایک ہی مطلب ہے اب اس قاعدہ کا تو یہ نتیجہ ہوا کہ جسقدر کوئی جسم زمین سے اوپر ہوگا اور دور ہوگا اسیقدر اسکا وزن کم ہوگا اور جذب زمین بھی اسی قدر کم ہوگا لہذا جسقدر اجسام مرکز زمین سے قریب ہوتے چلتے ہیں جذب مرکزی کم ہوتے ہوئے قریب مرکز بالکل فنا ہو جاتا ہے دیکھو فقرہ (۳۴) اسی کتاب کو اگر زمین میں وار پار سوراخ کر دیں اور ایک وزنی شے اُس میں گرائیں جب تک مرکز کے قریب وہ شے نہ پہنچے گی۔ جاذبیت قفل اسکی گھٹتی جاگی اور مرکز کے پاس جا کر بالکل جاذبیت فنا ہو جائیگی مگر بقوت استمرار وہ مرکز سے پار چلا جائیگا اور دوسرے جانب زمین کے جا پہنچے گا مگر مرکز سے جب دوسری طرف بڑھے گا اب جاذبیت مرکز کی پھر پیدا ہوگی اور قوت استمرار کو گھٹاتے گھٹاتے جہاں پر قوت استمرار فنا ہوگی اب پھر جاذبیت مرکز سے ملے گی اور اسی طرح ہمیشہ وہ جسم آتا جاتا رہے گا اور کبھی کسی جگہ نہ ٹھیرے گا۔ ذرا اس خیالی پلاؤ کو خوب غور سے پڑھ کر ان فلاسفہ کو داد دیجئے کیا عمدہ پلاؤ لکھا ہے۔ اے سبحان اللہ

اگر زمین کی جاذبیت جسقدر وزن جسم کا کم ہو اور جسقدر زمین سے دور ہو بڑھتی جاتی ہے پھر اسکی کیا وجہ ہے۔ کہ برتانیہ میں گرنے والے اجسام ۳۲ فٹ زیادہ اترتے ہیں اسکے تو یہ معنی ہیں کہ کشش ارضی برتانیہ میں زیادہ ہوتی ہے۔ جسقدر زمین سے قریب ہوتا ہے یہ خیالات گھر میں بیٹھے بیٹھے آپ لوگ کر رہے ہیں۔ نہ تو آفتاب تک رسائی ہوتی نہ آفتاب کی دوری سے جو ہم سے ہے اسکی درمیانی چیزیں مانع جذب زمین یا مبین بر جذب ہر آپ کو خبر نہ قریب آفتاب کے جو اشیا ہیں انکی ایک خبر نہ زمین میں کبھی وار پار سوراخ کرنا تو دور کہ نہ سو میل کا سوراخ بھی حضور نے دیکھا ہے اور وار پار سوراخ بھی بن گیا اور پتھر بھی پھینک دیا اور قیامت تک اسکا چڑھنا اترنا بھی حساب اربعہ متناسبہ سے کر دیا اسی طرح ہر شے صاحب نے گھر بیٹھے آفتاب کے گرد ہوا اور بدلی اپنی دو زمین سے دیکھ لی اور اُس ہوا کی دباؤ کی یہ پائش پوری کر لی اور اُس پتھر

کامل بھی فلاسفہ کو ہو گیا یا وہ ہوائی خیالات ذرا ہوا کی نسبت جو خیالات جدید فلسفہ سے جاری ہوئے ہیں انکو بھی ناظرین کی دلچسپی کو اس سطح پر ہی اسباب میں لکھیں پہلے ہوا کا وزن تو ہم نے کس قدر صفحہ ۲۲ میں لکھ دیا اب یہ خیال کیجئے کہ ہوائے فلکی جسکو ہوائے جاف یعنی خشک ہوا اور خالص ہے آمیزش بخارات کہتے ہیں اسکو اس سطح پر قیاس کرنے وزن سیالات کے ۱۱ فرض کیا ہے حالانکہ ہوائی جلد یعنی کثرت زمین کی ہوا جسکی بلندی تخمیناً ۵۵ میل محض غلط فہمی کی ہر چنانچہ آئندہ لکھو گلا اس بلندی کے سطح تک فقط معلوم یعنی ماسٹرک چڑھا ہے جسکو صفحہ ۲۲۳ عروس بدیعہ میں ۲۰ ہزار قدم لکھ رہے ہیں اور ہمارے حساب سے ۷ میل برابر بلندی سطح زمین جہاں کی ہوتی ہے پھر چونکہ ایک میل برابر (۵۲۸۰) فیٹ کے ہے لہذا (۵۲۸۰) \times ۷ = ۳۶۹۶۰ فیٹ برابر ۷ میل یعنی برابر بلندی سطح جہاں کی ہوا کی ہوگی لہذا ۲۰ ہزار فیٹ کی بلندی سطح بلندی سطح جہاں کی ہوا کی نہ ہوگی اب یا ہماری سمجھ کی غلطی ہے یا کہ اصل کتاب میں غلطی ہے بہر حال سطح بلندی ہوا سے زیادہ ابھی تک کوئی آدمی اوپر نہیں چڑھا ہے سوائے ہمارے نبی صلعم کے شبہ حراج میں اب وزن ہوائے آسمانی کو مقیاس وزن دیگر ہواؤں کا بنانا یہ فقط فرضی اور کچھ بات ہے اسی وہی اور فرضی خیال چرچا کی کوئی سند نہیں غارات کا وزن مقرر کرنے کے لیے جو جن کا وزن ۶۰۹۷۰ اونسین کا ۱۰۰ اور ٹیڈو جن کا وزن ۶۰۷۰ پھیرا کر فہرست میل بھی طیار ہو گئی اور ہوائے محیط کا وزن بہ نسبت پانی کے ۷۰۰ قرار دیا اب خیال کیجئے کہ جب ہوا فلکی تک انکی رسائی نہیں ہے اسکو مقیاس بنا کر دیگر غارات کا وزن مقرر کرنا یہ کس قاعدہ سے درست ہوگا کمی بیشی وزن کی جھول وزن ہوا سے کیونکر معلوم ہو سکتی ہے قدیم فلاسفہ غلات یعنی دھاتوں کے وزن میں سونے کو مقیاس قرار دیا تھا اور اسکو (۱۰۰) فرض کر کے چاند ۵۴ اور سرب ۵۹ (دوبارہ ۱۷) وغیرہ قرار دیا تھا چونکہ سونا سب دھاتوں سے زیادہ وزنی اُس زمانہ کے غلات معلوم میں تھا لہذا انکی فہرست فرضی اور وہی نہ تھی اب اسی حکم سے جدید فلسفہ کے توہمات پادرو ہوا کو خیال کرنا چاہتے ہوا کی بلندی فقرہ (۲۲۹) میں لکھا ہے کہ اگر ہوائی محیط کی کثافت اور لطافت یکساں ہوتی اسکا علو یعنی بلندی ہوگا یا سانی معلوم ہو جاتی مگر چھ اسباب سے

میں کہ ہوا کے اجزاء میں اختلاف کثافت کا پیدا کرتے ہیں لہذا حقیقی اور ٹھیک ٹھیک اسکا علو
 دریافت نہیں ہو سکتا ہر اب کہ قطر ہوا کا صحیح طور سے معلوم نہ ہوا پھر اسکی پالیٹن جی بھی صحیح نہ ہی پھر ہوا
 کا بوجھ فی مربع انچ پلے سیر یا ۱۵ اونڈ کا یہ بھی درست نہ رہا اب فقرہ ۶۴ میں لیجئے ایجاد علوی ہوا
 کے معلوم کرینا طریقہ انعکاس نور سے اسکو بھی تقریبی لکھا ہے یعنی اگرچہ مقتضای شکل ۱۵۰ سے چاند
 میل کی بلندی برابان ہند سے سے نکلتی ہے مگر چونکہ اوپر کے طبقات ہوا کا مادہ لطیف زیادہ ہے لہذا
 تو ہم اسکا ہوتا ہے شاید ان طبقات میں انکسار اور انعکاس نور کا نہ ہوتا ہو لہذا بنظر اصلاح میل کی
 بلندی اور بڑھا کر ۱۵ میل بلندی ہوا کی فرض کر لی ہے اب خیال کیجئے کہ ان اصول اور قواعد میں کما مار
 فقط فرضی اور وہی امور پر ہے اور اصلیت کچھ بھی نہیں ہے اور دعویٰ ہے کہ نیچر ہی ہے اور الحیر اور
 ہند سے سے اسکی شکلیں بھی طیار اور سوالات بھی حل ہو رہے ہیں اور چھو کر ونگم بہکانے اور
 قریب ہی کیسی کیسی غیبتیں کہ رہے ہیں ہوا کا وزن کشش ارضی سے وزن پیدا ہوتا ہے اور جسقدر
 قریب مرکز کے جسم ہوتا ہے کشش ارضی کم ہوتی جاتی ہے پس وزن بھی ضرور کم ہونا چاہیے حالانکہ ایسا
 نہیں ہے ہوا کا وزن اگر زمین میں سوراخ کیا جائی ۴۴ میل کے عمق میں کثافت ہوا برابر پانی کے ہوگی
 اور ۴۴ میل کے عمق میں برابر بارہ کے اور ۵۵ میل کے عمق میں سونے کے برابر کثیف ہوگی اور باوجود
 ہوا کی کثافت بڑھیکے مگر جذبہ مرکزی کم ہوتا جائیگا اور سطح زمین سے اوپر کثافت بڑھنے کی وزن
 ہوا کا بھی بڑھتا ہے این گل دیگر شکفت۔ اسیدو سے سمنے اوپر لکھا ہے کہ دراصل ہوا میں وزن
 نہیں ہے بلکہ بخارات اور بخار وغیرہ کی جسقدر انہیرش ہوتی ہے اسقدر وزن ہوا میں پیدا ہوتا
 ہے۔ آسمانی چیزوں کی جدید تحقیق کہ جو بھیل شاعر سے توکار میں راہکو ساختی
 کہ بر آسمان نہیں پروا خستی۔ زمین کے حالات ہی سے ان فلاسفہ کو کیا خبر ہے کہ آسمان میں ہونید لگانیکو
 طیار ہیں تاہم جدید علوم فلکی جنکی عرض ہے کہ ہماری مقدس کتابوں میں جو کچھ آسمانی اشیاء کا حال
 بطور وحی اور الہام کے وارد ہے اسکو غلط ثابت کریں کسی کسی مہمل اور پوچ باتیں بناتے ہیں جنکا نہ
 سر ہے اور نہ پیر اور تعلیم یافتہ ہمارے اسپر جان دے رہے ہیں۔ دم دار ستارے حضرت عیسیٰ کے
 زمانہ سے پہلے قریب پانچ سو کے دم دار ستارے دکھائی دئے ان میں سے ایک سو سے کچھ زیادہ آہر

میں جنگی تحقیقات گردش کی ہو چکی اور باقی کی ابھی باقی ہے چونکہ ان ستاروں کی چال ایسی ہے کہ دور
 ستارہ کی گردش کی راہ قطع کر کے نکلی جاتے ہیں لہذا اعلیٰ ہیئت کو خوف ہوتا ہے کہ ستارہ دُمدار کسی ستارہ
 سے لڑنے جائے جرنی کے ایک محقق نے پیشین گوئی کی تھی کہ ۱۸۳۲ء میں ایک دمدار ستارہ نکلیگا اور
 زمین سے ٹکر کھا کر اسکو پاش پاش کر دیگا ستارہ تو نکلا مگر زمین سے ٹکر لڑا اور جرنی صاحب کی پیشین
 گوئی غلط ثابت ہوئی یہ تو ۶۹ سال کا ذکر ہے ابھی ۲۷ سال بھی پورے نہیں ہوئے کہ دُمدار اور جرنی میں
 ایک دمدار ستارہ کی خبر انہیں منجھین نے اُرائی تھی اور طبیعیات کے دلائل سے بھی قیامت آئینکا پانچون
 دلا یا تھا اور کچھ بھی نہوانہ ستارہ نکلا اور نہ قیامت آئی ہم تو جویوں کے تیون خدا کے فضل سے صحیح اور
 سلامت موجود ہیں اور ششم کے زلزلہ کی خبر اور سوچ گرسن کی خبر اور اسی سال ۱۸۳۲ء ۱۷ نومبر کے
 سوچ گرسن کی خبر سب غلط ہو گئی ہیں یہ بھی سب نے دیسے یہ بڑی دھڑن جب کا شہر برسونسے پڑا
 اور لاکھوں روپیہ اسکی طیار میں خرچ ہوا اور مکمل پورا یقین دلا یا گیا تھا کہ اب دویل کے فاصلہ سے چاند
 آجائیکا اور چاند پر چو آبادی ہو اس سے باتیں کر نیکا پورا بندوبست ہو جائیگا آج شش ماہی سے زیادہ زمانہ
 گزر گیا اخبار رو رہے ہیں کہ ابھی ابراہم غبار چاند کے گرد سے پورا نہیں ہٹا ہے اور زمین بکھر کر نہیں ہوتی ایک
 کوئی جدید نتیجہ آج تک کچھ معلوم نہوا اگر جدید اصول فلسفہ و ادبیات سے بحث کر وں محض تصنیع اوقات کے سوا
 اور کچھ نہوگا خلاصہ اس فلسفہ کا اور انکے اصول کا یہی ہے کہ جدید آلات جنگی بنا محض تخمینی اور فرض پر
 ہے انکے وینوی خواہد ہوتے رہیں دیں جائے یا رہے نور اور حرارت کے مسائل بھی قابل خود نہیں
 نور بھی ایک مادہ ہے مثل ان مواد کے جنہیں وزن نہیں ہے (۱) اکہر بائیم (۲) مقناطیسیم (۳) حرارت (۴)
 نور کا مادی ہونا اور وزن انہیں نہوا اسپس بھی فلاسفہ کو اختلاف ہے بعض تو کہتے ہیں کہ یہ چاروں چیزیں
 غیر قابل الوزن ہیں اور بعض کا قول ہے کہ قابل وزن ضرور ہیں مگر کچھ ابھی کوئی اکہ ایسا نہیں ملا ہے کہ انکا
 وزن کر سکیں نور کی ماہیت میں بھی پورا اختلاف ہے مگر ہم اسکا فقط نور کا ایک ضروری مسئلہ ہی لکھتے ہیں کہ
 باوجودیکہ نور ایسی ظاہر ہے جو جسکے ذریعہ سارا دُمدار ہماری آنکھ دیتی ہے اور خود بھی اظہر الشیاء ہے کچھ بھی اسکی ماہیت
 آج تک فلاسفہ کو معلوم نہوتی سراسر حق نیوٹن اور دیگر علمای طبعین کا تو یہ قول ہے کہ نور ایک مادہ لطیف ہے مرکب
 چھوٹے چھوٹے ذرات سے جو اجسام میں پھرتے یعنی نورانی اجسام سے ہر طرف منتشر ہوتا ہے اور خطوط مستقیم میں

بسرعت حرکت کرتا ہے اور جب یہی مادہ اجسام کو روشن کر کے پلٹتا ہے اس کے ذریعہ سے اشیاء ہموں کو ان کے
 نظر آتی ہیں اور جو جنس اور جو طبعین کا ماہیت نور میں یہ مذہب ہے کہ نور حرکت اجزائی مادہ
 اشیر کا نام ہے یعنی ایک شے عرضی ہے اور جو سری نہیں ہے اور اسی مذہب پر آجکل دلائل کثیر قائم
 ہو رہے ہیں اور اس کو صحیح اور درست مانا جاتا ہے اگر یہ مذہب صحیح فرض کیا جائے اب ہم یہ پوچھیں
 کیا سبب ہے کہ اگر کوئی تختہ بور کا تھ بھر سے زیادہ موٹا ہو اور دو طرف تیلی تیلی سیاہی لگا دی جائی ہو
 حرکت ان اجزاء اشیر کے اس تختہ کو توڑ کر دریا پر نہائیگی اگر آپ کہتے کہ رنگ نے حرکت اشیر کو
 باطل کر دیا میں کہوں گا کہ زرد اور سرخ وغیرہ اور قسم کے رنگ ان سے کیوں نور دریا پر گذر جاتا ہے
 اگر تم کہو کہ سیاہ رنگ نور کو پی لیتا ہے میں کہوں گا زرد اور کے پی لینے کے معنی آپ انہی طرح سے بیان
 کیجئے کیا سیاہ رنگ فقط سیاہ ہے اور کسی رنگ میں پیاس نہیں ہے اس کے علاوہ آجکل ایک
 روغن طیار ہوا ہے اگر اس کو چند منٹ دھوپ میں رکھو پھر جب اندھیری رات ہوگی وہ روغن
 خود بخود روشن ہو جائیگا اور رات بھر روشن رہیگا اب دیکھو کہ یہ تیل خود جسم روشن نہیں ہے اور
 تھوڑی دیر دھوپ میں رکھنے سے جو اس میں یہ اثر پیدا ہوتا ہے اس کا سبب فلاسفہ یہ کہتے ہیں
 کہ نور کی شعاعیں پلٹ کر اس میں سے شب کو نکلتی ہیں پس اگر حرکت اجزائی مادہ اشیر یہ بھی نور کی
 اصلیت ہو وہ حرکت توجب تک یہ روغن دھوپ میں رہا اس وقت تک بھی پھر جب دھوپ
 سے اٹھا لیا گیا اور آفتاب کے سامنے نہ رہا اب اجزاء اشیر یہ کی حرکت کہاں رہی اگر تیل کے اندر
 وہی حرکت بھری رہی اور قطر سے غائب تھی پھر اندھیری رات میں ظاہر ہوتی یہ قاعدہ انعکاس
 کے خلاف ہو اس لئے کہ انعکاس تو اسی وقت ہر جہتیک سامنا رہے یعنی پلٹا نور کا تاہ زمانہ بقا
 آمد نور کے ہوتا ہے اب نتیجہ یہ ہوا کہ حرکت اجزاء اشیر یہ کو نور نہیں کہنا چاہئے اور یہ مذہب جو کہ
 اب فلاسفہ نے اختیار کیا ہے اس کو جو اب رہا ہلا مذہب اس کے بطلان پر ہندی دلائل فلاسفہ خود قائم کر
 رہے ہیں خلاصہ یہ کہ دونوں مذہب ماہیت نور کے تقسم سے خالی نہیں یہ بھی خیال کر کہ نور کو بالاعتاق کہتے
 ہیں کہ شرط آنکھوں کی دیکھنے کی ہے یعنی اندھیرے میں آنکھ گر کر کار نہیں ہو سکتی ہنر صفحہ ۳۹ میں ایک میر
 عورت کا حال لکھ دیا ہے کہ شب تار میں آنکھ بند کر کے باریک حروف پڑھ لیتی ہے اس کے علاوہ ہمارا ملک وہ کی

قوم بروار جو کہ مشاطہ چوڑ کھلاتے ہیں بلکہ چوڑی پیشیہ کے جتنے لوگ ہیں انکو اندھیری رات میں سوتی
 زمین سے اٹھالینی ایسی ہی آسان ہے جیسے ہکو روز روشن میں آسان نہیں ہے ہر مہنے ان لوگوں کو پوری تحقیق
 اسکی کر لی ہے وہ کہتے ہیں کہ آنکھ کی قوت نظری خدا نے اوجہ اوجہ اور اندھیرے میں برابر دی ہے فقط عادت کو
 ہے چنانچہ انکا بچہ جب پیدا ہوتا ہے وہ آنکھوں میں پٹی باندھ رکھتے ہیں اور رات کو کھول دیتے ہیں جب
 وہ انکا شب تار میں سب اشیاء کے دیکھنے پر قادر ہو گیا اور اسکی نگاہ اندھیرے میں مثل ہماری نگاہ کی روشنی
 میں قائم اور کارگر ہو گئی اب تمام عمر سکورات اور دن برابر نظر آتا ہے اور یہ بھی جانے ویسے شہرک جانور کو
 حال سے کون آگاہ نہیں ہے کہ وہ کو اسے نظر نہیں آتا ہے اور شب کو کیسی تیز نظر ہوتا ہے آدمی کو بھی روز کو
 کا مرض ہوتا ہے جسکو غری میں جہ کہتے ہیں اور ہم نے خود ایسے مریض کا علاج کیا ہے ہر حال نور کا شرط ہوتا
 اشیاء کے دیکھنے میں یہ قانون قدرت اگر مانا بھی جائے تو وہی قانون عادی ہوگا خدای تعالیٰ کو قدرت
 ضرور ہے کہ بدولت روشنی کے ہماری آنکھ کو دنیا کر سکتا ہے پھر چونکہ آنکھ کے دیکھنے کا ذکر استطراوی ہیں
 لگیا لہذا مجھے اسکا بھی بیان کرنا مناسب ہے کہ محاذات شے مرنی یعنی سامنے ہونا اسی چیز کا جسکو ہم
 دیکھیں یہ بھی شرط عادی ہے جو کہ اور فرائض صوفیہ اہل اسلام کے طریقہ فریب ہی میں یہ بھی ایک عمل ضرور
 ہے کہ پس پشت کی چیز مثل مشین رو کے برابر دیکھتے ہیں انکا طریقہ جیسا کہ مجھے بتلایا تھا اگوں نے تجربہ
 نہیں کیا ہے کہ ناک پر ایک نقطہ سیاہی کا لگا کر اسکو روزانہ اوپر چڑھاتے چڑھاتے جب پیشانی سے اوپر
 پہنچ گیا اور سر کا اگلا حصہ دیکھو لگا پس پشت برابر نظر آنے لگتا ہے جسکا جی چاہی تجربہ کرے اور شاہ
 صاحبان تو اسی عمل کی بدولت روشنی ضمیر کہلاتے ہیں کہ آگے اوپر چھے برابر انکو نظر آتا ہے نتیجہ اسکا
 کا یہ ہے کہ کناروں میں مسائل طبعیہ ارضیہ اور فلکیہ پائی اور ہوا - آفتاب - ماہتاب ثوابت اور سیارات اور کائنات
 جو یعنی درمیانی اشیاء جو زمین اور آسمان کے آدمی نے اپنے تجربات سے معلوم کیں اور دلیل عقلی کی ضرورت
 اور واجب وقوع ہوئی آج تک سیکونہ معلوم ہوئی اور نہ معلوم ہوئی اور خصوصاً جدید فلسفہ جسکی بنا محض فہمی
 اور فرضی باتوں پر ہے چنانچہ اسکے چند ظاہر ہم نے لکھے بھی تھے جو جب انکو بلا دلیل عقلی آپ تسلیم کر لیتے ہیں حالانکہ یہ
 خلاف عقل بھی وہ اموہموتے ہیں پھر اگر شرعیعتی اشیاء سے انہیں موجودات عالم کی نسبت کوئی بات
 ہو کہ بسند صحیح معلوم ہوا اور ہو کہ بھی عقیدہ ہو کہ یہی خدا بھی غلط بیان نہ کر دے گا اور نہ کوئی پیشین گوئی

گو آج تک ہمارا علم ناقص ان ستاروں کے وقت طلوع پر نہ ہوا اور نہ ابھی تک ہم ان کا نام سے واقف ہوں مگر عقل
 سلیم ہماری ضرورت حکم کرتی ہے کہ جو جو اخبار ہمارے مقدس انبیاء اور اوصیاء انبیاء نے دی ہیں روز بروز حسب قدر ہمارا علم
 ترقی پاتا ہے سبکی تصدیق ہو رہی ہے ہر روز روشن پیشین گوئیاں انکی صحیح ہو چکی ہیں اور سیکڑوں دراشیاء کے وجود کی خبر
 جو حضرات دی ہوا انکا ثبوت کامل ہو چکا لہذا اپنی لاعلمی سے ہم کج یہ کہیں کہ ایسا کوئی تیار نہیں ہے
 بجز نادانی کے اور کچھ اسکا نتیجہ ہوگا۔ گویا سبکی مسدود ہے جو آدمی کے بدن سے نکلتی ہے تھوڑی دیروں سے ڈاکٹر و ناکوں کی
 خبر ہوتی ہے اور ہماری احادیث مقدسہ میں بخوبی وارد ہے کہ مجلس اور مجمع میں ہر ایک آدمی کے قدر فاصلہ کو یہ
 اب ڈاکٹروں نے اپنے قیاسی اور تجرباتی سے وہی فاصلہ تجویز کیا ہے جسکو ہم جلد دوم میں انشاء اللہ ثابت کریں گے
 لہذا ان کو لازم ہے کہ انبیاء کے اقوال پر اپنی نادانی سے شبہ نہ کرے انکا علم آلات اور اسباب ظاہری کی وجہ سے نہ تھا
 انکی دیرین قدرتی ایسی تھی کہ قیاس پر بعد سبکی مقدار واحد اور صفات واحد پر چھٹی تھی لاکھ برس کی گزری
 ہوئی تھی اور گزریں کی آئینہ سب ان حضرات کے سامنے ہر وقت ضرورت خدا صاف کر دیتا تھا اس طرح جو امور
 نطفہ انسانی یا خلقت حیات اور جو امور اسی عالم کے ہیں ان حضرات کو بلاذریعہ اسباب خارجی الہام ربانی سے معلوم
 ہوتی تھی اس طرح فواید قدرت اور احکام نظام عالم یہ سب احکام الہی ان حضرات کو وحی الہی سے معلوم ہوتی تھی
 ورنہ علم اتم علوم اور اکمل افلاو علم جو اس علم سے مخالفت کرتی اور ان احکام کو ظاہری آلات اور اسباب سے معلوم
 حاصل ہونے میں نہ قیاس کرنا کیسی نادانی کی بات ہے حکایت شمسہ اجری میں تمام لشکر گوالیار محلہ جنگ گنج
 میں بذریعہ سیاست و مطہارہ مقابل طالب علم قاضی محلہ جنسی جنکا نام نور الدین تھا اور خلی لاریج تھے جس کے
 صدر ایڑھے تھے اور سامنے میرمکان کے کالج سرکاری راج گوالیار کا بھی تھا اسکا افسر علی ایک فرانسیسی شخص نے علم
 آدمی سمجھ دہیری حالت کے روزانہ قاضی جیسا سے پرسان پتھر تھی ایک روز انہوں نے قاضی جیسا سے کہا کہ تم اپنے
 استا سے ایک سوال کا جواب دو تو ہم بھی انکی ملاقات کو چلیں سوال حسب قدر علوم انسانی معلومات میں کچھ نہ رہتا تھا
 کسی علم کی دلیل سچی اور قطعی ہے قاضی جیسا نے مجھ کو پوچھا جواب میں تو کہا حسب قدر علوم انسانی معلومات میں کچھ نہ رہتا تھا
 علم مذہب سے زیادہ تر کسی علم کی دلیل کمزور نہیں ہے اگر اصول موضوعہ اقلیدس کو جنہر بنایا شکل تہ وہ کسی اور علم پر
 ثابت نہیں کی محتاج میں اور اقلیدس لاکھ سوچ فرض کر لیا وہاں جتنی شکلیں ان اصول پر موقوف ہیں سب تمام ہیں پھر زبان نہیں
 کی کیا قطعیت ہوگی دلیل ہر فرد کو شکل ۸م - اربعہ و مثلث قائم الزاویہ برابر ضلعین کے ہوا - اور مقدار دونوں ضلع

کی خود و نول کا مرلج ۲۰۰ کے ہر چکر چکر مرلج وتر ۲۰۰ کے تھا اگلی جہز تقریبی ۱۴۱۱ ہوگی اب اگر مسئلہ
 اتصال کا صحیح مانا جائی اور نفیس نہ یعنی اجزا جسم کے جدا جدا نہیں باہم متصل نہیں اور اس وجہ سے مساوات پیدا
 ہوتے نہیں اس وقت تو یہ حکم ضروری ہے ورنہ فقط ۴۱ کی برابر بھی ورنہ اس وقت کا ہو سکتا ہے اور جزائے بخاری کی تقسیم
 پر یہ دلیل قائم نہ ہوگی اور اتصال کا مسئلہ آج تک ثابت نہ ہو سکا پھر اقلیدس کے دلائل کے سچے اور صحیح اور قطعی ہر نتیجے
 اور منہل ہو کر میری جواب قاضی صاحب نے آفیسر کلرچر نیسل جیل سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ اب اس کا کیا مولوی
 صاحب سے ملیں اس لئے ہمارے نزدیک تو علم ہندسہ کو دلائل قطعی تھے اور مولوی صاحب نے ان کی پوری جزئیات ثابت کر دی
 کہ ہندسہ میں مقدار متصل ہر بحث ہوتی ہے اور مقدار متصل کا ثبوت خود علم ہندسہ سے ہرگز نہیں ہو سکتا ہر میری
 عرض اس حکایت کو لکھنے سے یہ کہ اسی میری معزز تعلیم یافتہ ہی حال آپ کے فلسفہ جدیدہ کا کہ کہ شخص معنی
 اور وہی بنا پر ساری حسابات یہ لوگ لگا کر نہیں فلسفہ تو فلسفہ قدیمہ سے بھی ہزاروں جہے سند ہے اس بنا پر
 الہامی کتابوں پر اعتراض کرنا آپ ہی انصاف کہجے کی سطح قابل پذیرائی ہو سکتا ہے خدا ہدایت کری آئین
 دفع تو ہم ضرور ہر شخص کو تو ہم ہو گا کہ جس قدر علوم اور فنون کے دلائل اصول ہندسہ پر مبنی ہیں اور جس قدر آلات اور
 کلیں دنیا میں جاری ہوتی اور خطا کام دی رہی ہیں اور ان کے فوائد یعنی ہر کوئی سچ رہی ہیں اور بے قلیل اور
 علم اصطلاح علم ثلث علم دایہ علم کرہ متحرکہ اور کرہ ساکنہ اور علم مخروط اور اسطوانہ اور ربع مجیب وغیرہ
 ان کی بنا پر دلیل ہندسہ پر ہر نتیجہ اور منہل اور مشکوک ہو کر اب کو نسا علم اور عمل یقینی باقی رہا جس پر پورا
 پھر وہ کیا جائی جواب اسکا یہ کہ عقلائی کا میں نے اسی خیال سے یہ مسئلہ مسلم مان لیا کہ طغیانیہ
 الطریق کہ فیما فی قطعیتہ الحکام یعنی دلیل ظنی سے حکم یقینی کا پیدا ہونا کچھ اس میں منافات نہیں ہے
 اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں اور جس راہ وہ منزل ہمیں ملے کی ہر اسکا منزل مقصود
 پہنچنا یا یقینی نہیں ہوتا ہے اور یہ مسئلہ ہمارے یہی مسائل میں علم اصول فقہ کے بھی بکار ہے ہر کوئی بطریقہ
 نظام حوارج بالکل غلط سمجھا جاتا ہے اس کے مسائل بھی محسوطی میں نہیں علوم ہندسہ پر مبنی تھے اور نتائج علم حقیقت
 سے پوری ثابت ہوتی تھی وہی نتائج اب اس نظام کو باطل کر کے دوسرے نظام پیدا ہوئے ہیں اور محسوطی بطریقہ
 نظام کا غلط ہونا ممکن تھا اب اس نظام کا غلط ہونا بھی ممکن ہے مگر نتائج پر صحیح یا غلط ہونا اس عام خیال کے لوگ
 نتائج کے یقینی ہونے پر دلیل کو بھی یقینی سمجھنے میں ایسا نہیں ہے ہر جزئیات میں یہ بھی ایک مسئلہ مانا گیا ہے کہ کوئی

کل کیسی ہی عمدہ اور درست قاعدہ پر بنائی جائے مگر کچھ نہ کچھ سرخشاں نہیں ضرورتاً ہر شے کا ایک خانی
 انھیں ہر سو گھور و کی طاقت کا دنیا اب بوجہ اور اسباب ضروری کے پورے انسو کی طاقت انہیں نہ ہوگی کچھ نہ
 چار کی کمی اور کچھ دو چار کی کمی ضرورتاً ان فرانس میں ایک گھڑی ایسی ہی تھی جو پچیس سال بھریں ایک دقیقہ
 کی غلطی گردش آفتاب کی حرکت سے کرتی تھی اور لاکھ روپیہ کا انعام اس کا رکھتا تھا یہ کام اسی حکیم مطلق کا جس کی قدرتی
 مصنوعات میں شہادت حرکت آفتاب کے گزرنے میں ایک اٹھائیہ رسالہ کی بھی غلطی نہیں کرتی یہی فرق ہماری
 مصنوعات اور قدرتی صنایع میں ایسا ہے جو ہر کوئی جو صنایع تعالیٰ بحق کا ضرور اقرار کرتا ہے پس اگر علوم جدیدہ کو
 اصول طبی اور طبی نتیجہ صحیح نکلتا ہو اور آلات جدیدہ صحیح طیار ہو تو ہوں اسکی وجہ ان اصول کا یقینی ہونا ہر گز خیال
 نہ کرنا چاہئے قدرت کا کوئی کھد خد خدای کو علم ہے کہ وہ ایسی قدرت پرست اور یقینی کون ہے جس پر کائنات عالم اس
 رہا ہے تصور کا ہمہ وجہ مطابق ہی صورت کی ہونا گوئی گراف ہی کے ہی ہرگز یقینی نہیں ہے۔
 باب چوبیسواں نیچر کا نہ بدلنا قرآن مجید سے جو لوگ سمجھ رہے ہیں اسکی
 پوری تحقیق اور خرق عادت کے معنی قانون قدرت لا آف نیچر کا بدلنا اسکے نظائر
 جسدہ ہمنے لکھے اور آئندہ لکھنے کے اس سے مراد اور غرض ہماری یہی ہے کہ جو قانون براہ عادت الہی جاری
 ہے وہ برابر بدلتا ہے اور اسکے بغیر سے قادر مطلق ہرگز عاجز نہیں ہے سید احمد خاں صاحب اپنی تفسیر میں
 اسی مسئلہ کی نسبت ہر جگہ تیار نگ اور نیا ٹھکانہ بدل ہر میں تاکہ معجزات انبیاء علیہم السلام کو ثابت ہوں وہ اس
 لہذا کو بھی ضرور یہ قول شاعرہ رشتہ در گونم افلندہ دوست ہی ہر دم ہمارے خاطر خواہ دوست۔ اگر عقلی
 دلائل کی طرف ہمارے دوست چلیں تو ہم بھی اسی راہ کو چلیں اور اگر عقلی دلیل پیش کریں تو ہم بھی اسکا مطابق
 دعویٰ سرسید صاحب کے ہونا ثابت کریں اب ہم تفسیر جلد بیوم کے صواب سے لغایت صواب جو جو دلائل عقلی اور
 نقلی نفی معجزات پر سید صاحب کے لکھ کر اپنے حساب سے گویا البطل معجزات (ذخیرۃ الدین) سے قانع ہو کر اگلی دوستی
 ظاہر کریں عقلی دلیل ص ۲۹ میں قولہ علاوہ اسکے تمام علماء اسلام نے معجزہ کی تعریف میں اسکا خارق
 عادت ہونا ضروری سمجھا ہے زمین کہتا ہوں درست اور سچا ہے مگر ساتھ ہی اسکے سختی کی شرط بھی
 علمائے فرمائی ہے یعنی دعویٰ نبوت کر کے اظہار خرق عادت کو معجزہ کہتے ہیں دیکھو ص ۲۹ استقرار اسلام کو
 قولہ خرق عادت کو دو معنی ہو سکتے ہیں اول یہ کہ ہر عیشہ بطور عادت مستحکم کیساں طور پر ہوتا تھا اور بطور عادت

مالوفہ کی ہو گیا ہر اسکے برخلاف کوئی امر وقوع میں نہ آتا تھا آسمان پر سورج کو مشابہ کوئی شے نہ ہو پتا چھڑکا اگر کوئی گدا
 ہو نیکی لہو کوئی سبب طبعی میں ہو میں کہتا ہوں مداخلت سے علماء اسلام کو یہ کہ جس سبب طبعی کو
 بعد عادت الہی شے کو حادث کرنے پر جاری ہوا اسکے علاوہ دوسرے سبب غیر عادی خدا پیدا کر کے کوئی سبب حادث
 کرتا ہے چنانچہ ہم نے یہ میں اسکو دکھایا کہ معجزہ محال عادی سے متعلق ہوتا ہے قولہ دوسرے کہ (سیر مجمل) ہونے
 خارج از قانون قدرت یعنی اللہ تعالیٰ نے جو قاعدہ اور قانون وقوع واقعات اور ظہور حوادث کا مقرر کیا ہے اور عادت
 الہی اسکے مطابق جاری ہوا اسکے برخلاف وقوع میں نہیں آتا کہتا ہوں بس یہی مخالفت اور یہی دھوکہ کی جگہ ہے
 اسی کے سمجھنے سے کل شہادتیں صحت کے دوسرے جیسے کہ قانون قدرت جو خدا نے بنایا اور مقرر فرمایا ہے اسکی تین
 صورتیں ہیں پہلا قانون عام اور ضروری جملہ حوادث میں اور وہ یہ قانون ہے کہ عالم اسباب میں کوئی حادثہ بدون اس
 سبب کے ہو نہیں سکتا اور محال بھی تم اسکو کہتے ہو اور عادت الہی بھی ایسی جاری ہے دوسرا قانون قدرت
 اس سے خاص اگرچہ نسبت قانون سیوم کے عام کے مقابل اسکی جیسے حرارت سے کھانا پکنا ہے اور یہ وہ
 بھی پکنا ہے اور اندھے سے بچہ نکلتا ہے اور اضلاع خام میں نصیج پیدا ہوتا ہے پانی میں انبساط یعنی پھیلا پیدا
 ہوتا ہے اور عادت الہی بھی ایسی جاری ہے تیسرا قانون دونوں سے خاص اسکی مثال جیسے آگ کی گرمی
 سے دال روٹی گوشت وغیرہ اقسام طعام پکنا ہے اگرچہ ابتدائی خلقت انسان میں بقول ابقیور آفتاب کی
 گرمی سے یہ کام لیا جاتا تھا یا کہ آفتاب کی گرمی سے خواہ بال میں ڈالنے سے سوہ پکنا ہے اور مرغی کے پرونگی
 گرمی سے اندھے میں بچہ پیدا ہوتا ہے اور اب کیو ای کتاب کے ص ۱۱ کو قرآنی کا گوشت جو بقر طاف کی تھی سرد
 پانی سے بدون آگ کے جو پک گیا یہ حادثہ کونسے قانون اسی قدرت مذکورہ بالا کے برخلاف تھا (سیر مجمل)
 جسکو ہر صاحب کہتے ہیں اسکی یا قسم دوم اور سیوم کے اسلئے کہ حرارت تو خود بخود پیدا ہو گئی بدون آگ کے
 یا اندھے سے بچہ نکالنے کی کل تیار ہوتی ہے قانون قدرت عام تم اول اور دوم کے خلاف ہے قانون عادی قسم
 سوم کے مخالف ہے اسی طرح ہر کی سچ پیشانی پر نیلہ کا ہوتا رولی کا درخت اور اندھیرے میں آنکھ بند کر
 خطا کا پرکھنا ہزاروں برس کا درخت وغیرہ یہ سب بالیں عام قانون قدرت قسم اول کے خلاف ہیں بالخصوص قانون عادی
 کے مخالف ہیں یعنی قسم دوم اور سیوم کو یہ بھی یاد رکھو کہ جو قانون قدرت عام خواہ سبب حرارت کو طعام دہیہ وغیرہ کی شکل کا
 ٹھہرایا ہو یا پانی میں انبساط اور پھیلائے کا قانون عام حرارت کو ٹھہرایا ہو بھی اصل سبب عادی ہے اور سبب علی ہم لکھو سچے کہ ہر

ہماری عقل ناقص کی رسائی جہاں تک ہے۔ خواہ ہمارے تجربات جہاں
 چکے ہیں۔ اونسے بظاہر ہر کچھ ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بدوں حرارت کے
 درمیونہ جات کی نہیں ہوتی ہے۔ اس طرح پانی کا انبساط اور پھیلنا بدوں
 کے نہیں ہوتا ہے مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ سبب حقیقی اور اصلی جبکہ
 تا در مطلق کے اور کوئی نہیں جانتا۔ یہی حرارت ان چیزوں کے پختہ ہونے
 انبساط کا ہے۔ اب ہم کو صحت کی مثال یا دولانی ہے۔ کہ پانی کا انبساط
 درجہ تک برودت سے ہوتا ہے۔ پس اگر حرارت سبب اصلی انبساط اور
 پھیلنے پانی کا ہوتا پانی کا انبساط اس درجہ پر کیوں برودت سے پیدا ہوتا۔
 اب سبب اول عام اور سبب دوم خاص دونوں ہماری تجویز عقلی اور تجربہ
 سے بھرے۔ قانون قدرت حقیقی ہم نہ اس سبب عام کو کہہ سکتے ہیں۔ اور یہ سبب
 خاص کو بلکہ دونوں قانون عادی ہیں اور دونوں قانون عادی کا بدلنا ہم برابر نظر سے
 دکھلا رہے ہیں۔ اب دیکھا اس جگہ ہی ہے۔ کہ قانون قدرت ایک تو ایسا
 مندرجہ درجہ ہے۔ کہ اس عالم اسباب میں بدوں اسکے کوئی چیز پیدا اور فنا ہو
 نہیں سکتی۔ یعنی بدوں سبب کے کوئی مسبب نہیں ہو سکتا ہے۔ اور عادت خوار
 پاک کی بھی اس عالم میں حدوث حادث میں اسی طرح جاری ہے۔ اور اسی
 وجہ سے ہم اس خالق کو مسبب الاسباب کہتے ہیں۔ اور یہ بات ہماری عقل کی راہ
 سے بھی قطعی ہے۔ اور کوئی خرق عادت یا کوئی معجزہ ایسا نہیں ہے۔ کہ بدوں
 سبب کے واقع ہو ہو۔ اور نہ اس کا ہم لوگ انکار کرتے ہیں۔ اور یہی قانون قدرت
 عام ہے جملہ کائنات میں دوسرا قانون قدرت عام جیسے حرارت سے پختگی اشیا
 کی یہ قانون ویسا مندرجہ درجہ براہ عقل نہیں ہے۔ جیسا پہلا قانون مگر عادت۔
 الہی اس طرح جدی ہے۔ بدینہ قانون خاص کہ اگر حرارت سے پختگی طعام اور
 آفتاب کی حرارت سے میوہ کی پختگی اور اس پر بھی عادت الہی جاری ہے۔ اب

فی کثرت والہ
 کاسلایہ
 طبعات شرف

ہم جانتے ہیں کہ معجزہ خارق عادت ہے تو مرد ہماری خرق عادت کو ہی عادت ہے جو بہ نسبت سبب دوم اور سیوم کے جاری ہے۔ اور سبب اول جسکو ہم نے جمع حوادث میں عام اور ضروری لکھا ہے یعنی بدوں سبب اتنی عند اللہ کے خوب کوشش سے کامونا یا ہونا اس پر جو عادت ایسی جاری ہے اسکی خرق کو ہم معجزہ نہیں کہتے۔ اور یہی ہو کا سبب صاحب کو ہونے یا عمل انکسور کر رہی تھیں اسکو یاد رکھنا ضرور ہے۔ قولہ عیب معنویہ بطور اصطلاح یا عیب کو خرق عادت کا اطلاق کیا مگر حقیقتہً اس پر خرق عادت کا اطلاق نہیں ممکن۔ اس لیے کہ اسکا وقوع بھی اسکی سبب کی اعتدال پر منحصر ہے اور عادت میں داخل ہے۔ نہ خرق عادت میں کیونکہ جب اس کے اسباب جمع ہو جائیں گے۔ تو کیسا ان طریقہ پر اس کا وقوع ہو گا۔ گو کہ کبھی ہی نادر الوقوع ہو۔ میں کہتا ہوں کوئی شخص یا چند سبب ہائی ایسے واقع کو جس کے اسباب مندرجہ ذیل عادت سے قرار نہیں ہوں۔ واقع نہ ہونا کبھی خیال نہیں کرتا ہے۔ اور نہ ایسے خرق عادت کو کوئی پاسبند مذہب معجزہ کہتا ہے۔ ہاں یہ بات ضروری کہ فیما بینہ کی پیچیدگی کا سبب عادی حرارت آفتاب کے ہے۔ اگر کوئی گیمٹ آگ کی حرارت سے بچے انگور یا آئینہ یا حسنہ بوزہ کو بچھ کر دے۔ اس کو ہم مندرجہ خرق عادت کہیں گے۔ مگر خرق عادت بظہر تہ بدیل سبب خاص کے ہوگی۔ جو شمس سیوم سے لکھتی ہے۔ اور شمس دوم یعنی حرارت مطلق سے مبہرہ کا لکنا اسکا خرق اس مثال میں نہیں ہوا۔ اور نہ پال ڈالنے میں اور شمس اول یعنی سبب دوم کے بعد سبب کا ہونا وہ خرق عادت تو محال ہے۔ اور کبھی ہو نہیں سکتا ہے۔ سبب صاحب کیوں زبردستی ہم کو ناخن ہو کا دیتے ہیں قولہ مثلاً حادث یہ ہے کہ جب شیشہ ایک بندی سے جس سے اسکو پوچھا یا صدمہ پہنچے۔ ہاتھ سے چھوٹ پڑتا ہے۔ تو ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک دفعہ ہمارے ہاتھ سے شیشہ چھوٹ پڑا۔ اور نہ ٹوٹا۔ تو ظاہر میں خرق عادت ہوئی۔ مگر حقیقت

میں نہیں ہے۔ اسلئے کہ اُس کے گرنے پر یا تو وہ اسباب جمع نہ ہئے۔ جسے اسکو
 ٹوٹنے کے لائق صدمہ پہنچتا۔ یا ایسے اسباب موجود ہئے۔ جنہوں نے اس کو۔
 اس قدر صدمہ پہنچنے سے باز رکھا۔ پس اس کا نہ ٹوٹنا در حقیقت موافق عادت
 کے ہے نہ بطور خرق عادت کے کیونکہ جب اس طرح کے اسباب جمع ہو جائینگے
 تو کوئی شیشہ بھی ہاتھ سے چھوٹ کر گرنے سے نہیں ٹوٹینگا۔ میں کہتا ہوں
 جن اسباب نے شیشہ کو صدمہ پہنچنے سے باز رکھا۔ اُس کا موجود ہونا۔ یا جن اسباب
 سے اس کو ٹوٹنے کا صدمہ پہنچتا۔ اُس کا نہ ہونا یہ دونو باتیں بموجب عادت
 کے تھیں۔ یا دونو خلاف عادت یا ایک کا ہونا خلاف عادت اور
 دوسرے کا نہ ہونا مطابق عادت یا ایک کا ہونا مطابق عادت اور دوسرے کا
 نہ ہونا خلاف عادت پہلی صورت یعنی وجہ و شرط اور رفع موانع میں اگر دونو کا
 ہونا اور نہ ہونا مطابق عادت کے تھا۔ ہرگز خرق عادت نہوگی۔ اور باقی تین تہ
 ستیوں صورتوں میں ضرور خرق عادت ہوگی مگر وہی خرق عادت جو سبب
 دوم سدوم کی نظر سے ہوتی ہے۔ اُس کو خوب سمجھ لو۔ اور دھوکے میں نہ آؤ۔
 قولہ مثلاً ایک شخص نے ایک شخص کو آنکھ بھر کے دیکھا۔ اور وہ بہوش ہو گیا
 یا اسنے بہرے کے کانوں میں انگلیاں ڈالیں یا اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ
 پھیرا۔ اور وہ ہلے سنے اور وہ لڑھا دیکھنے لگا۔ پس اگر اسکا سبب کوئی ایسی
 قوت ہے۔ جو انسانوں میں موجود ہے اور اُسی قوت کی قوت سے اُسنے یہ کام
 کیا ہے۔ تو اُس پر خرق عادت کا اطلاق نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ جو انسان اپنی
 اس قوت کا کام میں لائیکے لائق کر لیا وہ بھی ویسا ہی کر دے گا پس پلت حقیقہ
 خرق عادت نہوگی۔ میں کہتا ہوں اسی خرق عادت کے انکار میں حضور کی
 عقل گھبراتی ہے اور ص ۴۴۴ تفسیر جلد ہدیس گھر اگر آپ فافہم اور تدبیر شاد
 کرتے ہیں اسلئے کہ آپ کا اقرار یہ ہے۔ کہ انبیاء میں قوت بلار یا صفت

نفس کی قوت
 صفت

اور مشائی کے پوری ہوتی ہے اور غیر انبیاء محتاج مشق اور ریاضت کے
 اسکے پورے کرنے میں ہوتی ہے۔ پس اس مثال میں فرق حادث بھی ہے کہ
 عادت الہی غیر انبیاء میں یوں جاری ہے کہ جب مشق اور ریاضت کر کے کوئی
 آدمی اس قوت نفسانی کو لائق اظہار ایسے امور کے کرے تب غیر نبی سے
 اس کا ظہور ہو گا اور معجزہ نما کو خدا نے فطرتی قوت ایسی دی ہے کہ بلا ریاضت
 وہ ایسے امور ظاہر کر سکتا ہے اور اس کا بیان ہم نے باب سوم میں بخوبی کر دیا ہے
 قولہ علاوہ اسکے اگر ہم مجازاً ایسے واقعات پر خرق عادت کا اطلاق بھی کریں تو
 وہ معجزہ کی تعریف میں داخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ معجزے یا کرمت کا انبیاء اور
 اولیاء کے ساتھ مخصوص ہونا لازماً ہے مگر جب ان واقعات کا وقوع اجتماع
 اس بہت پر منحصر ہے تو اسکی تخصیص شخص دون شخص یا تین تہی میں کہتا ہوں
 آپکو اجتماع اسباب ہی پر نظر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ضرور ایسے واقعات
 کا وقوع داخل تعریف معجزہ میں ہے اسلئے اجتماع اسباب یا سبیل قانون عادی
 کے خود بخود ہو جائے یا برخلاف قانون عادی کے غیر مترقب اجتماع بحکم خدا
 محض بغرض تصدیق نبی کے ہو مثلاً سوکھا درخت خرمہ کا غیر موسم میں دھند
 ہر ہو کہ فوراً بارور ہو جائے اور اسی وقت خرمہ کے ہوئے بھی اس کے لوگ
 کھانے لگیں۔ ضرور ہم اسکو خرق عادت کہینگے اس لئے کہ عادت الہی
 تو اسی پر جاری ہے کہ پانی سے مہیوں وہ درخت سنبھلا جائے اور موسم
 بہار میں پہلے مور نکلتے پھر گچے پھل پیدا ہوں پھر گدڑیں۔ پھر بک کر رطب بنے
 ان سب واقعات مسلسل کے ہونے کو رفتہ رفتہ کم سے کم دو چار ماہ کا
 زمانہ درکار ہے۔ اور جب کس فیکون کہنے سے بحکم خدا زمینکی رگوں کھانی
 سوکھے درخت نے کھینچ لیا۔ اور سرسبز بھی ہو گیا۔ اور کوئی ہوائے قدرتی
 ایسی چلے یا نہ چلے کہ ہوا لہجی اور پھلا اور فوراً پختہ بھی ہو گیا۔ بدوں اس +

حرارت آفتاب کے جو مہینوں میں اُسکو پکاتی ہیں یہ اسباب قدرتی غیبی قوی جو ہر قسم ہوئے ایک خرق عادت نہیں بلکہ بہت سے خوارقِ حوادث کو ہم مانیں گے تب ایسا واقع ہوگا اور جس بگزیدہ خدائی تصدیق نبوت کی غرض سے ہمارا خدا ایسا امر عجیب اور ایسی کھلی ہوئی خرق عادت کو ظاہر فرمائے وہی ہمارا نبی ہے حلیۃ الصلوٰۃ والسلام اب تخصیص شخص دون شخص کا ثبوت پورا ہم نے کر دیا تھا اور نہ ماننا یہ آپکو اختیار ہے۔ رسولانِ بلاغ یا شد و بس قانون قدرت تو یہ ہے کہ جو اسباب شادابی اور پھلنے اور پھلنے اور پختہ ہونے مبدیہ کے ہیں اگر وہ ہم نہیں ہرگز شادابی اور پھولنا اور پھلنا اور پختہ ہونا کسی درخت اور سوہ کا نہ ہوگا اور یہ قانون ضروری کبھی نہیں بدلتا ہے۔ اور نہ سبب اس کو بدل سکتا ہے اور عادت الہی بھی ہمیشہ اسی پر جاری ہے اور قانونِ عادی یہ ہے کہ بارش کا پانی خواہ نہر کا اور کنوئیں کا اوس سے مہینوں درخت سنبھا جائے اور سبز ہو کر پھلے پھولے اور پھلے پھلے اور پھر پکے ہوں یہ قانون معجز ثنائی کے وقت بدل جاتا ہے اب کیوں دھوکا دے رہے ہیں کہ قانونِ عادی کو قانونِ قدرت کہہ رہے ہیں اسکے بعد صفحہ ۹۳ میں سید صاحب نے شاہ ولی اللہ صاحب پر مبنیہ زوریاں کی ہیں۔ اور خروج و جال اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ایوبؑ اور حضرت صلیہم السلام کے معجزات میں شبہہ وار دیکھا ہے ان سب کے جوابات اور مقامات مخصوصہ پر ہم لکھینگے قولہ پس جب تک کہ خرق عادت کے دوسرے معنی یعنی خلافِ قانونِ قدرت کے نہ لئے جائیں اور وقت تک کسی واقعہ کا وقوع بطور معجزہ و کرامت کے تسلیم نہیں ہو سکتا میں کہتا ہوں ہرگز ہم معجزہ کو خلافِ قانونِ قدرت کے نہیں کہتے بلکہ مطابقِ قانونِ قدرت کے ہے کہ پوری قدرت انہی ایسے ہی خوارق کے وقوع سے ظاہر ہوتی ہے اور ہم نے اوپر کی سطو میں ظاہر کیا کہ قانونِ قدرت اور قانونِ عادی میں بڑا فرق ہے پہلا قانون ہرگز نہیں بدلتا ہے اور دوسرا

اور تیسرا ضرور بدلتا ہے باقی رہا ذکر آیات قرآنی کا جو سید صاحب نے عدم
 تبدل خلقت الہی کے سند میں لکھی ہیں اور ان آیات سے مراد وہی قانون
 الہی ہے جو کبھی نہیں بدلتا ہے اور جس کو ہم نے بخوبی سمجھا دیا ہے اور قانون عادی ضرور
 بدلتا ہے بعض ناظرین انصار اسلام کو ایسا خیال پیدا ہوا ہے کہ جس قدر
 نظم و نچر شکن ہم لکھ رہے ہیں ان سے معجزاتی کی دلائل اثبات ثبوت
 بر گویا ملتی جاتی ہے۔ اس لئے کہ جب امور خوارقِ عادت کا کثرت وقوع ثابت
 ہو گیا پھر نبی کی شخصیت ظہار خرقِ عادت میں کیا ہو سکتی لہذا میں نے ص ۱۵۰ میں
 اسی کتاب کی یاد دہی ضروری اسی غرض سے لکھ دی ہے۔ اور تینوں قسم کے خوارقِ
 عادت کو بیان کر دیا ہے۔ اسکے دیکھنے سے یہ خیال دفع ہو سکتا ہے اور یہاں
 پھر یاد دہی کرتے ہیں کہ ہمیشہ دہریہ اور فدا سفا پھل خیال والوں کا یہی طریقہ رہا ہے
 ہے کہ جب یاد دہی برحق نے کسی امر عجیب کی خبر دی تو ایسے لوگ طالبِ ہوا
 رہتے ہیں کہ اسکی نظیر کوئی موجوداتِ دنیوی دیکھے۔ اسی حکمت سے خداوند حکیم
 اپنی قدرت اور اختیارات کے اثبات اور تکمیلِ مہدگان اور انعامِ حجت
 انبیاء اور اسکاٹ اور زبانِ بدی منکرینِ خدا اور انبیاء کی غرض سے جنتِ قواہن۔
 عادی ہیں۔ اُنکے خوارقِ ظاہر فرمایا ہے جس کا فائدہ پہلے تو اثباتِ قدرت
 اور اختیارِ الہی کا ہے اس کے بعد تصدیقِ وقوعِ ان خوارقِ عادت کے جو
 انبیاء سے ظاہر ہوئے۔ اس لئے نظریہ دینے سے شبہ محال اور ناممکن
 ہونے کا دفع ہوتا ہے مثلاً ہم نے ایک گمانشہا قدرتی حرکتِ اختیاری
 بدون کسی محرک خارجی کے ثابت کر دی دیکھو ص ۱۹ کو اب حضرت موسیٰؑ
 کے عصا کا دوڑنا اور حرکت کرنا قدرتِ خدا کی نظر سے اسکو محال کوئی نہ کہہ
 سکیگا۔ اور ضرور یقین ہو گیا کہ ہاں خدا نے تعالے بے روح اور بجان گیاہ
 سے بھی جاندار حیات کا کام لے سکتا ہے اسی طرح طوطی کی نظیر ص ۱۲۱ میں ہے

اور اس صیرح دیگر نظائر خیر شکن ایسے ہم کو لکھنے کی ضرورت ہے کہ جو مجبور ہم
 کسی نبی کا بیان کریں اس کی نظیر قدرتی بھی اسی غرض کو کھادیں کہ اس کا ہونا قدر
 خدا سے ممکن ہے اور طریقہ ہی ایسا عمدہ ہے کہ پھر کسی کو جاے گفت اور مجال
 انکار باقی نہیں رہتا ہے اب رہا یہ خیال کہ پھر مجرب کی عظمت کیا رہی اس کے
 دور کرنے کے واسطے وہی امور جن سے عزت درمیان مجرب اور غیر مجرب میں
 ہم ہر جگہ لکھ رہے ہیں کافی ہے۔ خلل شبہہ اگر کسی کو پیشہ نہ پیدا ہو کہ قانون عادی
 جس پر عادت الہی جاری ہے وہ بھی قانون قدرت ہی خدا کا ہے پھر اس
 کے بدلنے سے آپ قانون قدرت کے بدلنے کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ یعنی قانون
 عادی کا بدلنا بھی وہی قانون قدرت کا بدلنا اور جب قانون قدرت نہیں بدلتا
 ہے پس قانون عادی ہی نہ بدلیں گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قانون عادت
 کے بدلنے سے قانون قدرت نہیں بدلتا ہے چنانچہ ہم نے مکان کے دس دروازے
 کی مثال دے کر سمجھا دیا ہے اور اب پھر ہم کہتے ہیں کہ قانون قدرت کے اصلی
 معنی کیا ہیں کہ جس قاعدے کی بنیاد پر کسی قادر کو کسی مقدر کے بند کر سنے
 خواہ فائدہ کرنے کی قدرت ہو۔ یعنی اس کو موجود اور عدم کر سکے ہماری قدرت
 کسی چیز کے بنانے اور بگاڑنے میں محتاج ایسے امور کی ہے جو ہماری مصنوعی
 ہیں اور جب تک وہ اشیاء ہم کو دستیاب نہیں ہوگی ہم کو قدرت اس کے بنانے
 پر نہ ہوگی اور اگر دستیاب ہو کر اور پھر منقود ہو جائیں۔ اس وقت بھی ہمارا قانون
 قدرت بدل جائیگا۔ اب معلوم ہوا کہ ہمارا قانون قدرت بہ نسبت ہمارے مقدر
 کے جب محتاج ایسے امور اور اشیاء کے وجود اور عدم کا ہے پس نہ بدلتا
 بھی رہتا ہے کبھی ہم کو قدرت ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی ہے اب دیکھو
 قادر مطلق تعالیٰ شانہ جس کو ہر چیز کے بنانے اور بگاڑنے پر ہمیشہ قدرت ہے
 اور جو چیز خدا شیا کے موجود ہونے اور نہ ہونے کے اپنے پیدا

اور فنا ہونے میں محتاج ہے اور سب شیا کا تیار کرنا اور فنا کرنا اس پر بھی قادر
مطلق کو ہمیشہ قدرت ہے اب اس کا قانون قدرت کو جو بدل سکتا ہے اور
اس کے قانون قدرت کے مخالف کون کر سکتا ہے مخالف اور دھوکا اس سوال
میں یہ ہے اور میر سید احمد خان صاحب کو بھی دھوکا یہی ہو ہے یا ہم کو دھوکا ہے
ہاں کہ قانون قدرت کا بدلنا اور بات ہے اور قانون قدرت کا بگڑنا اور اس کے برخلاف واقع
ہونا یا اور بات ہے بدلنا قانون قدرت کا اس کی صورت یہ ہے کہ قادر مطلق نے مجسمی چیز کے پیدا
کرنے یا فنا کرنے کا ایک قانون خاص جاری فرمایا اور قدرت کے بعد اس قانون کو بدل کر
دوسرے قانون ایسی شے کے پیدا کرنے میں خواہ فنا کرنے میں جاری کر دیا جس کو
اوس کی مصلحت مقتضی ہوئی اور یہ بات جملہ قوانین ملکی اور مستدنی میں جو انسانی
کونسل کے ہیں۔ جاری ہے کہ قانون ملکی تجارتی و صنعتی ہمیشہ بدلتے رہتے
ہیں اور اس تبدیل کو کیسی عقل نا جائز اور قبیح نہیں سمجھ کر کرتی ہے اسی طرح باتشبیہ
قانون الہی کا بھی حال ہے دیکھو انبیاء کی شریعتوں کو اور ان کے نسخہ نسخہ احکام
کو اور دیکھو جو الوہی کے مکاشفات اور نصائح اشیاء و محدثی اور درباری اور صحرائی
بلکہ علم حسی اک تاسی میں ہمارے دعوے کو زیادہ سچا پاؤ گے پھر اگر زیادہ
تحقیق کا ارادہ ہو دیکھو صد خانہ میں جا کر کہ جب سے لوہا خواہ پتھر کا کوئلہ زمین
سے زیادہ کھالگیا اور مٹی کا تیل خواہ اور محدثی اشیاء زمین سے نکال کر تصنیف
و درود و رہنمائی تخلیق اب زمین کا مدار جو کہ آفتاب کے پھرنے سے
تھا۔ کس قدر کم ہو گیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چند صدیوں میں زمین
آفتاب سے جھٹ جائیگی۔ اور جو پہریہ اور پھر خیالات کے لوگ ہمارے نبی صلعم کی
پیشین گوئی پر ہنستے پھرتے ہیں کہ بروز قیامت سوانیزہ پر آفتاب کا آجانا بالکل
خلاف عقل ہے یا کچھ کی طرف سے طلوع کرنا آفتاب کا محال ہے اس کا
ثبوت اب مکاشفات علم جیالوجی اور علم ہیئت سے پورا پورا ہوتا جاتا ہے۔

فہم
تفہیم

سوائیزہ پر آفتاب کا ہونا اسکا ثبوت تو اسی سے ہوتا جاتا ہے کہ زمین کا مدار اپنے
 وہ دائرہ جس پر زمین گرد آفتاب کے گھوم رہی ہے (اگر سچ بھی ہوا چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔
 اسکو تو سید صاحب بھی تسلیم کر چکے چنانچہ ہم باب قیامت میں اسکو لکھینگے اور آفتاب
 کا پچھم سے طلوع کرنا اسکا ثبوت یہ ہے کہ قطب نما کی سوئی جو شمال بتلاتی ہے۔
 اب روز بروز پچھم طرف ہٹتی جاتی ہے اور رصد خانہ میں برابر اسکا مشاہدہ ہو رہا ہے
 چنانچہ محقق مکرّم ڈاکٹر سید مہدی علی صاحب رئیس مرہٹھ نے جو کتاب جدید رو
 شہات شیطین میں لکھی ہے انہوں نے بھی اس مسئلہ کو دکھلایا ہے۔ اب دیکھو
 کہ سمت شمال رفتہ رفتہ ۹۰ درجہ بدل بدل کر نقطہ مغرب میں پہنچے گی اب تو مغرب
 کا نقطہ جنوب میں ہوگا پھر جب مغرب کے سمت جنوب میں گئی اور اسطرح ۹۰ درجے قطب
 نما کی سوئی اور بتی ضرور ہے کہ (۱۸۰) درجہ پر نقطہ مغرب پہنچکر خاص پورپ کا نقطہ جو
 اب ہمارا ہے وہ پچھم کا نقطہ ہو جائیگا۔ اور فرماتا ہمارے نبی صلعم کا بالکل درست اور صحیح
 ہوگا جسکو آپ لوگ ائمہ میں اڑاتے ہیں ہمارے نبی صلعم مولیٰ یا کوئی اور بتی وہی
 خبر دینگے جو کہ خدا نے بطور وحی کے اُنسے فرمائی ہوگی اور خدا کا فرمانا کبھی غلط نہیں
 ہو سکتا ہے یہ بھی ضرور سمجھنا چاہئے کہ زمین کا مدار چھوٹا ہو کر آفتاب کے قریب ہونے
 جانا جسکو اب علماء نے علم ہیت نے ظاہر کیا ہے اور یورپ کی جدید تحقیقات پر ہمارے
 نوخیز انگریزی خواں بڑا فخر کر رہے ہیں یہ مسئلہ قدیم فلسفہ نے بھی ہزاروں برس آج سے پہلے
 ظاہر کیا تھا کہ زمین اوپر کی طرف حرکت کرتی ہے چنانچہ کتب فلسفہ قدیمہ میں زمین کی نسبت
 چار قول حرکت اور سکون کے جوہر ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کو اسوقت ثبوت
 اسی امر کا دینا ہے کہ قانون قدرت (آلاف نیچر) جسکے بدلنے پر سید صاحب اور کل نیچر
 پرست غل تجا رہے ہیں اور ہمارے خدا کو مجبور سمجھ رہے ہیں دو نظائر تبدیل نیچر یہ بھی ہم
 نے نہایت قوی پائی ہیں۔ ایک تو زمین کے مدار کا گھٹنا جس سے قوت جاذبہ اور قوت
 نافرہ کو اکب سیارات کا نیچر برہم ہوتا جاتا ہے اسلئے کہ زمین بھی ایک سیارہ ان لوگوں

سوائیزہ پر آفتاب

مدار آفتاب

کی بلٹی میں ہے اور باوجود تبدیلِ نیرِ قوتِ جاذبہ اور قوتِ نافرہ کی آفتاب کا سوانیرہ پر
 آنا بھی ہم نے ثابت کر دیا۔ دوسرے مقناطیس کے اثر سے سوئی کو شمال تیلانے کا نیچر
 اسکے تبدیل کی صورت ہم نے دکھلا دی اور طلوعِ آفتاب از مغرب کا محال ہونا بھی غلط
 ثابت کر دیا اور یہی شائع کہتا ہے۔ یہ خوش بود کہ برابریک کرشمہ دوکار۔ اگر کسی کو
 یہ شبہ ہو کہ مدار زمین کا چھوٹا ہونا امتزاجی ہے اور جس حساب سے زمین آفتاب سے قریب
 ہوتی جاتی اسکی رو سے نوکر و ریل کا بعدوزمین کو آفتاب سے ہے بہت بڑا زمانہ درکار
 ہے کہ سوانیرہ کی دوری پر آفتاب سے آجاتے اسبطح قطب نما کی سوئی جو کچھ طرف
 ہٹتی جاتی ہے اسکو بھی لاکھوں برس درکار ہیں کہ (۱۸۰) درجہ پر اگر کچھ کو پورب بناوے
 اسکا جواب یہ ہے کہ اس نسبت کا مدار زمین کے گھٹنے میں محفوظ ظاہر ہونا خواہ قطب نما
 کی سوئی میں اسکے اوپر وہی ایمان لایا گیا جو خدا کو پابندِ نیچر خیال کرے۔ علاوہ براں عمت
 رفتار ملا کہ کے باب میں ہم اچھی طرح سے نوامیس قوتہائے جاذبہ اور نافرہ کو دکھلائی گئے
 کہ باوجودیکہ آفتاب ہم سے نوکر و ریل پر ہے مگر جب کوئی دھند آفتاب پر سے زمین پر
 جس طرح زمانہ انکسار غورس میں گرا تھا دیکھو وہ تو اسکے گرنیکو بسبب جذبِ مرکزی زمین
 کے حال کی تحقیقات سے شاید پیاس گھنٹہ کے اندکار زمانہ درکار ہے۔ پھر مدار زمین کا گھٹنا
 والا وہی قادرِ برحق ہے جس نے اس قانونِ قدرتِ جذب اور نفور کو توڑنا منظور فرمایا
 ہے۔ آج اگر اسکی مصلحت میں قیامت کا قائم کرنا ضروری ثابت ہو جائے آپکے نیچر وہی
 اسکو مگر روک نہیں سکتا ہے۔ ہکو اُسے صاف صاف بتا دیا ہے کہ یروقتہ تعبیل او
 نواہ قریبیا۔ کفار اور منکرینِ شہر و شہر اور قیامت کو دور سمجھ رہے ہیں۔ اور ہم اسکو قریب
 آئیوا لاجلتے ہیں شبہہ دوم اگر آپکو یہ خیال ہو کہ آفتاب کے قریب زمین کا ہوتا جانا اگرچہ
 اب محسوس ہو رہا ہے۔ مگر خدا نے تعالیٰ اپنے بندوں پر رحیم ہے۔ رفتہ رفتہ اس فعل کو کرایا
 ورنہ ہکو ایسی برداشت کہاں ہے کہ ہم اس گرمی کی برداشت کریں جبکہ ۲۰۰ ارب ۲۰ کروڑ
 دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ اب ہکو پہنچتا ہے اور جب سوانیرہ پر آفتاب ہوگا

کچھ حساب ہے اس گرمی کا اسکو کون برداشت کریگا لہذا وہی حساب جو قدرت نے تدریجی
 قرب زمین کا رکھا ہے اسکا بدلنا حکمت الہی سے بعید ہے اسکا جواب یہ ہے کہ بیشک
 خدا اپنے بندوں پر رحیم ہے اور ایسا رحیم اور درگذر نہ ہوا ہے کہ ہم لاکھ نافرینی کریں مگر
 سَبَقَتْ رَحْمَتُكَ غَضَبُكَ اسکی رحمت ہمیشہ اسکے غضب سے آگے ہی تھی
 ہے۔ مگر ایسی امید اسکی رحمت سے رکھنی کہ اسکے سچے وعدوں میں فرق آتے یہ سراسر
 کفر اور الحاد ہے۔ اور فرقہ مرجعہ میں داخل ہوتا ہے۔ رہا برداشت کرنا حرارت آفتاب کا
 یہ ایک دوسرا نیچر ہے کیا آپکو معلوم نہیں کہ ہر شل اور گیلیلیو کی دوربین سے خاص
 کر آفتاب پر جاندار ذی روح کی آبادی نظر آتی ہے وہ کیسے ذی روح ہونگے اور آفتاب
 کے گرد کی ہوا بھی مثل ابر کے ہے اور آفتاب کا گرہ اگر ٹھوس نہ مانا جائے اور محو
 ہم اعتقاد کریں جسقدر فضا اور خالی جگہ میں زمین اور دیگر سیارہ حرکت کر رہے ہیں اس
 بہت زیادہ آفتاب کے اندر جگہ کا یقین ہے۔ اور ہمارے پاس کوئی دلیل آفتاب کے
 ہونیکے نہیں ہے پس کیا عجب ہے کہ آفتاب کے اندر کیا کچھ خدا نے پیدا نہ کیا ہو
 زمین اور سات آسمان کا انکار ایسے لوگوں کا کرنا جیسے فلاسفہ ہیں۔ باوجود ایسی
 کی انصاف کیجئے کیسی بے عقلی ہے بہر حال جو قوت برداشت حرارت کی خدا نے
 مخلوقات کو دی ہے جو خاص کر ہمس پر مبنی ہے۔ کیا دشوار ہے کہ ہکووی قوت خدا
 عطا فرمائے۔ آپ کہتے ہیں کہ اکامادہ اور طبیعت اور ہے۔ یہ بھی اندھیری کوٹھری میں تیر
 لگانا ہے کونسی دلیل آپ کے پاس ہے کہ اکامادہ اور انکی طبیعت اور ہے اسکے علاوہ
 ہم اسی دنیا کی ایک نظیر آپ کو دیتے ہیں ہمارے نزدیک تو معجزہ سے حضرت سلیمان کا
 تخت صبح اور شام ایک ماہ کی مسافت بغرض ہوا خورانی نبی برحق کے چلتا تھا جسکی
 رفتار فی گھنٹہ چار سو میل بلکہ چھ سو میل سے زیادہ تھی۔ اور میل ٹریں (ڈاک گاڑی) جو
 آج ہندوستان میں چلتی ہے۔ فی گھنٹہ ہم میل کی رفتار ہے۔ اور اسکی پوری تحقیق
 ہم باب معجزات حضرت سلیمان میں انشاء اللہ کریں گے اور سید صاحب خواہ اوپر چل

فلاسفہ اسکو یعنی تخت سلیمانی کو غبارہ و خانی خیال کرتے ہیں۔ کچھ موم کو اسوقت یہ دکھانا منظور ہے کہ انجینیر ریلوی اور ڈاکٹر ان یورپ کا قطعی خیال ہے کہ اگر رفتار ریلوی دفعۃً بڑھا دی جائے مثلاً فی گھنٹہ سو میل کرو یا جائے مسافر ان ریلوی کے بدن بھٹ جائیں۔ لہذا رفتہ رفتہ اسکی رفتار بڑھانی جاتی ہے حضرت سلیمان کا تخت یا غبارہ فی گھنٹہ چھ سو میل چلتا تھا اور آپ کے ہمراہ اصحاب اور خادم بھی اسپر سوار ہوتے تھے حالانکہ جیسی تکمیل جسم انسانی کی اب ہے بقول فلاسفہ مادین و سینی نہ بھی پھر وہ لوگ کیا ازدھات کے بنی ہوئے تھے جو ایسی تیز رفتاری میں تفریح طبع کی نظر سے روزانہ سوار ہوتے تھے اب ضرور آپ کو دو باتوں میں سے ایک بات کا اقرار کرنا پڑیگا۔ یا تو ان لوگوں کے قوائے جسمانی نہایت قوی تھے جسکو حال کے محقق ہرگز نہیں مانتے ہیں۔ یا کہ حضرت سلیمان کا معجزہ خدا کا دیا ہوا تھا کہ انکو برداشت ایسی تیز رفتاری کی تھی جو آپ کے نیچر کے بالکل مخالف ہے۔ المختصر خدا کو قدرت ہر وقت ہے جب چاہے کہ مخلوقات میں جو خاصیت پیدا کرے نیچر کی پابندی اسکو ہرگز نہیں ہے جو کروے وہی قانون ہے وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يُعْلَمُ اِلَّا هُوَ اَسَىٰ خَدَا كَيْفَ ہَا خزانہ غیب کی کنجیاں میں جن خزانوں کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا ہے۔ اگر باقی ہل است و گریز مور ۴ ہر یک تو دای ضعف و زور بات کلیسواں جواب اس شبہہ کا کہ بروز قیامت مغرب سے آفتاب سوانیزہ پر طلوع کرنا بالکل نادرست ہے۔ یہاں تک میں لکھ چکا تھا کہ سوال مندرجہ ذیل بذریعہ تحریر میرے پاس آیا اگرچہ تکرار مضامین ہے مگر بحسنہ لکھنا ہوں تاکہ ناظرین کی دلچسپی زیادہ ہو سوال قیامت کے روز آفتاب سوانیزہ پر ہوگا اور مغرب سے طلوع کرے۔ اہل اسلام کے بڑے بڑے علمای ریاضی دان اور فلاسفہ بھی اسکا اعتقاد کرتے ہیں اور اس پیشین گوئی کو جو عقلی اور مشاہدہ اور حسابی مندر سے قاعدہ سے بالبد است نادرست ہے۔ وحی آسمانی کہتے ہیں۔ کیوں جناب مغرب سے آفتاب کا طلوع کرنا اسکے کیا معنی ہیں کیا مغرب کسی

شہر خاص کا نام ہے کیا مغرب وہی جگہ ہے جہاں سے یاجوج ماجوج نکلینگے۔ اونی
 درجہ کا طالب علم جس نے ابتدائی مسائل علم ہیئت کے پڑھے ہوں وہ بھی جانتا ہے
 کہ مشرق اور مغرب ہر ملک کا جدا گانہ ہے اور روزانہ ہر جگہ کا نقطہ مشرق اور نقطہ مغرب
 بدلتا رہتا ہے پھر روز قیامت کس ملک کے مغرب سے آفتاب طلوع کریگا اگر مروجہ فطرت
 کے مغرب سے ہے شاید قیامت فقط انہیں لوگوں کیواسطے آئیگی اسلئے کہ یسوع مسیح
 تو ایسی نہیں ہے۔ کہ ایک روز تمام روی زمین کے آدمیوں کیواسطے پوری ہوا تب علوم
 ہو کہ قیامت چھ ماہ تک ہر درجہ کے باشندوں کیواسطے جدا گانہ ہوتے ہوتے (۱۸۰) روز
 میں (۱۸۰) قیامتیں ہونگی۔ سوانیرہ پر آفتاب کا آنا قطع نظر اسکے کہ قوت جاذبہ
 اور قوت بارہ زمین اور آفتاب کے جس دورے پر دونوں کو براہ قانون قدرت سے ہونے
 ہوتے ہے اسکے خلاف ہے۔ آفتاب کی گرمی جو اسوقت ہم تک ایک سو پچھلہ ۲۰ ارب
 ۳۲ کروڑ ۵ لاکھ حصہ کی پہونچتی ہے اسکا تحمل دشوار ہے سوانیرہ جو شاید ۱۲ فیٹ
 بھی نہ ہوگا اور اسکی برداشت فقط انہیں حضرات اہل اسلام کو ہوگی جو ایسے ایسے
 خیالات اور توہمات بعید از عقل کے معتقد ہیں یہ سوال سخت جواب طلب بعض اصداغ
 پنجاب سے آیا ہے جواب کسی بات کو سنکر ہنس دینا یا بے سمجھے بوجھے کہہ دینا کہ محل
 ہے یہی نتیجہ آزادی کا ہے جو کہ جدید تعلیم سے ہمارے پیارے نوخیزوں کو ہو رہی ہے
 جس سے بڑھکر کوئی خرابی نہ ہوگی کاش اگر یہ لوگ کسی امر عجیب کے انکار کرنے پر کوئی دلیل
 ضعیف ہی پیش کرنے کی لیاقت رکھتے تو ہمارا بھی جی خوش ہوتا کہ ہاں ایک بات
 ٹھکانے کی تو کہتے ہیں انکا تو شیوہ یہی ہو گیا ہے۔ کہ جو بات مذہب کے پابند یہود اور
 نصاریٰ اور مسلمین اپنی مقدس کتابوں سے بیان کریں اسکو منکر و مہذبہ زنی کہہ دیں
 اور بیان کریں اسے کو پابند اوہام مذہبی کہیں اب ہم مغرب سے طلوع آفتاب کا بقوت
 جدید تحقیق سے دیکر پھر آفتاب کا سوانیرہ پر آجانا بھی ثابت کریں اور سلیس عبارت
 سے اسکو لکھیں یہ بات سچی ہے کہ مغرب اور مشرق محض فرضی اور نسبتی الفاظ

ہیں کہ جانے غروب آفتاب کو مغرب اور جانے طلوع آفتاب کو مشرق کہتے ہیں
 اور سال بھر نت نیا مشرق اور نت نیا مغرب چھ مہینے تک بدلتا رہتا ہے جسکی ابتدا
 اول سرطان سے اور انتہا آخر قوس تک یعنی ۲۵ جون سے ۲۵ ستمبر تک (۱۸۲) دن
 میں ہر روز نیا مشرق اور نیا مغرب قدرت نے بنایا ہے۔ بموجب عرض بلد کے ایضاً
 چونکہ آفتاب ۹ درجہ پورب اور ۹ درجہ کچھ کو کسرے ناپید روشن کرتا ہے اسی وجہ سے
 روزانہ ہمارا نقطہ مشرق بعینہ نقطہ مغرب اُن لوگوں کا ہے جو ہم سے (۱۸۰) درجہ یعنی
 ۱۸۰ میل پورب میں آباد ہیں یہ اختلاف مغرب اور مشرق بموجب طول بلد کے ہے
 پس یہ قدرت تعالیٰ خدا کی کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے یہ تو روزانہ کرۂ زمین کے رہنے
 والوں کی واسطے ہوتی ہی رہتی ہے قیامت کے دن طلوع آفتاب مغرب سے مراوے طلوع
 نہیں ہو سکتا ہے۔ لہذا اسکو مقدس کتابوں کی پیشین گوئی سے وہی مغرب مراوے
 کی ضرورت ہے جو اصلی مغرب آفتاب کا خدا کے نزدیک ہو اور جسکو ہم آئندہ ثابت کرتے
 ہیں ہر شخص جو آفتاب کو مخلوق اور حادث مانتا ہے اور قدیم بالذات نہیں کہتا ہے
 اسکو ضروری بھی ماننا چاہیے کہ پہلے روز جس نقطہ سے آفتاب نے طلوع کیا ہے وہ
 مشرق واقعی ہے اسی پہلے روز کو ہم روز کہتے ہیں جو اول روز برج حمل کا ہے جسکو
 ۲۰ خواہ ۲۱ مارچ سمجھنا چاہیے اب مشرق حقیقی جسکو خط آفتاب کے اول نمودار اور وجود
 سے ہم مشرق کہیں یہ تو ثابت ہو گیا پھر چونکہ اُس روز پورے بارہ گھنٹہ کا دن اکثر ملاؤ متروک
 میں ہوتا ہے اور عدل فی القسمۃ کی رو سے دن اور رات کو برابر زمانہ ملنا چاہیے لہذا
 بارہ گھنٹہ کے بعد جس نقطہ پر آفتاب آیا ہے وہی مغرب حقیقی ہوگا۔ اب دیکھو حدیث
 مقدس میں وارو ہے لَا یَغْلِقُ بَابُ التَّوْبَةِ حَتَّىٰ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا دروازہ
 توبہ کا بند نہ ہوگا جب تک آفتاب اپنے جانے غروب سے طلوع نہ کرے اور یہ نہ بیان فرمایا کہ
 میں مغرب کہیں یعنی تمہارے مغرب سے طلوع نہ کرے اسلئے کہ ہمارا مغرب تو محض فرضی
 اور نسبتی ہے ہر درجہ کے رہنے والے انسان کا روزانہ ایک مغرب جدا گانہ ہے۔ پھر

مغرب صادق کا یہ کلام جو مطابق وحی آسمانی کے ہے کس کے مغرب پر صادق آتا ہے
 مغرب کی اضافت اُسی آفتاب کی طرف فرمائی ہے اور مراد یہ ہے کہ جس روز آفتاب
 کو موجود کر کے پہلا مطلع اور پہلا مشرق ہم نے بنایا ہے اُسی کی نظر سے پہلا مغرب
 نقطہ ہے اُسی نقطہ سے بروز قیامت آفتاب طلوع کرے گا اور دنیا کا الٹ پلٹ جانا
 بھی ہے اور مشرق کا مغرب اور مغرب کا مشرق ہو جائیگا یوں کہ قبل از آلاء ماضی
 جیسا کہ ماضی اُسی روز کے بعد یہ زمین دوسری زمین سے بدلی جائیگی یہ مغرب الیا
 ہے کہ تمام باشندگان رومی زمین کیا بلکہ تمام مخلوقات موجودہ نظام شمسی بلکہ اُنہوں پر
 نظام اگر خدائے بنائے ہیں سب کے نزدیک یہ مغرب وہی نقطہ ہے جس نقطہ سے
 پہلے روز ہمارا آفتاب نکلا ہے اس نقطہ کے مغرب سے طلوع آفتاب کرنے سے کل موجود
 عالم بالا و پائین سب کی علامت قیامت ایک ہی وقت ہوگی مدینہ اور مکہ اور دیگر
 سب برابر ہو گئے آپ مطمئن نہیں آپ پر بھی اُسی روز قیامت آئیگی جس روز مینوالو
 کی قیامت ہوئی اسلئے کہ خدا آپکا اور مدینہ والوں کا ایک ہی ہے۔ کیا اچھی نظیر اس وقت
 یاد آتی۔ ایک نیچرل صاحب (بلکہ انڈیا کے جنرل نیچرل) اولائی کہتے ہوئے زیل
 گاڑی پر ایک عالم چڑھی سے ملے عالم صاحب نے پوچھا کہ یہ کتا اپنے کیوں پالا ہے
 نیچرل صاحب نے براہِ مسخر کہا کہ حضور حدیث میں وارد ہے کہ جہاں کتا ہو وہاں فرشتہ
 نہیں آتا ہے۔ میں نے ملک الموت کے روکنے کا بندوبست کیا ہے کہ میری قبض روح
 کرنے نہ آئیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا اکی قبض روح کرنے وہ فرشتہ آئیگا جو کتوں کی
 قبض کرتا ہے آپ مطمئن نہیں حدیث یہی ہے۔ یہ بات ضرور ماننے کے قابل ہے کہ
 پہلا روز خلقت آفتاب کا اگر آفتاب مخلوق اور حادث ہے اور قدیم غیر مخلوق نہیں ہے
 نقطہ مشرق اور اُسی روز کا نقطہ مغرب ضرور مشرق حقیقی اگر کہا جائے تو ہو سکتا ہے۔ جو
 ہمارا معلوم نہیں ہے۔ اور الہامی کتابوں میں وہ ملو ہو سکتا ہے اب ہم دونوں نظام بطریق
 اور فیتا غور سے پرہیز کر کے طلوع آفتاب کا مغرب سے ممکن بلکہ ضروری ہونا ثابت کرتے

ہیں اطلیموسی نظام میں مرکز عالم اور مرکز زمین واحد ہے اور فیشا غوریسی نظام میں مرکز عالم آفتاب ہے اور دونوں نظام کے رو سے عموماً مشرق کا مغرب ہو جاتا محال ہے اور یہ محال کا عقیدہ محض جہالت اور نادانی سے انکو ہو رہا ہے نہ براہ تحقیق علمی جسکا ثبوت یہ ہے کہ ہکو خدا نے ساڑھے چار سو برس گزرے ایک پتھر الیسا بتلایا جس سے ہم نے قطب نما بنایا اور اسکی وجہ سے خط شمالی قائم ہو گیا اسی خط پر عمومی خطوں کے سے چاروں سمت قائم ہو گئیں اور اسی ذریعہ سے کلیس نے علم جہاز رانی میں ہکو قری دکھائی۔ ایک اور پتھر مقدس صلیبی جو یورپ اور کچھ بتلاتا ہے۔ ڈاکٹر گرگر کے صاحب اس کے پاتے جانے کے مدعی ہیں مگر ہکو ابھی نہیں ملے۔ مگر ہونا ممکن ہے اس کے ذریعہ سے مغرب نہانہایت سچا بن سکتا ہے۔ اب ذرا صد خانہ میں پیرس اور لندن اور دیگر مقلات کے چلنے اور ہیئت دانوں کے مشاہدات کو دیکھتے انکو بخوبی معلوم ہو گیا ہے کہ قطب شمال کی سوئی شمال سے کچھ کم طیف ہوتی جاتی ہے یعنی چند صدیوں میں شمال کا نقطہ جو ساڑھے چار سو برس آج سے پہلے تھا نقطہ مغرب پر آجائیکا پھر ضرور ہے کہ نقطہ مغرب نقطہ جنوب اور جنوب مشرق اور مشرق شمال ہو جائیکا۔ اور یہی مطلب ہے علمائے مہجری کا جسے کرمانی شاح بخاری وغیرہ کہ خدا قادر ہے منطقہ البروج کو معدل النہار پر منطبق کر کے پچھم کو یورپ بنا دے جسکو پڑھ کر وہ یہ سمجھ کرتے تھے۔ پھر جب نقطہ مغرب پر نقطہ شمال پہنچ گیا پھر زیادہ دنوں میں نقطہ مغرب کا نقطہ مشرق پر پہنچا کیوں محال ہو گا بلکہ ممکن ہے بلکہ واجب ہو گا اب اس دانائی کو دیکھئے کہ ضروری الوقوع کو محال سمجھ رہے ہیں۔ اور یہ تغیر کہ نقطہ شمال مغرب کی طرف چلا جاتا ہے۔ اسکا سبب یہ بیان کرنے میں جسکو علم حرکت نقل سے پورا تعلق ہے۔ اور جس کے ذریعہ سے ایک اور بڑے اعتراض کا جواب مل گیا کہ خدا نے پہاڑوں کو زمین کی مینجیں ارشاد فرمایا ہے۔ اسپر بھی وہ یہ مہتمم نہنی کرتے تھے۔ اب جب سے زمین کے معدنیات بلکہ پہاڑوں کے مثلاً لوہا اور پتھر کا کوئلہ اور مٹی کا تیل اور ٹین وغیرہ زمین سے بکثرت نکالا گیا اور دور دور پھیلایا گیا اور بقاعدہ

پہاڑوں کی مینجیں

جہ نفیث ثابت ہے کہ بوجہ بی اور وزنی شے یکجا ہونے سے اور اثر رکھتی ہے اور متفرق
ہوئی سے اثر بدل جاتا ہے۔ لہذا وہ جذب مرکزی جو آفتاب یا مرکز عالم کو زمین کی طرف
تھا اس میں فرق آگیا اور نقطہ شمال مغرب کو مٹ رہا ہے۔ معدنی اشیاء کو متفرق کرنا
اور دور دور لیجانا یہ ہمیشہ سے ہو رہا ہے لہذا ہمیشہ سے یہ اثر بھی ہوتا ہوگا۔ اب ہم ذرا
نیچرل خیال والے معررین سے پوچھتے ہیں کہ آپ کو سارے چار سو برس سے شمال کی
پوری اطلاع ہوتی ہے اور خداے قادر جس نے شمال اور مغرب کو پیدا کیا ہے وہ اس
نقطہ کو بھی جانتا ہے جس پر آفتاب کو پہلے روز پیدا کیا ہے وہ پہلا روز خلقت اور طلوع
یعنی ظہور نور آفتاب کا اگر کسی ذریعہ سے آپ کو معلوم ہو جائے تو شاید آج ہی آپ اور
ہم یکجا اٹھیں کہ طلوع آفتاب کو مغرب سے تھوڑے ہی دن باقی ہیں پھر آپ باہم
نادانی عالم علم لدنی کی پیشین گوئی پر کیونکر ہتھ زنی کرتے ہیں یہ کیا بحث کی بلبل
بھلا ان بھولوں سے پہلے صاف اپنا روزمرہ تو کرے۔ اب ہم نے طلوع آفتاب از
مغرب کا امکان بلکہ براہ سچ ضروری ہونا ثابت کر دیا ولید الحداد اور قیاسی تجویز کو مشاہدہ
میں مدیہ کر کے دکھلادیا ولا فنیٹ مثل خدیوہ سو انیزہ پر آفتاب اسکو بھی علمائے
ہدایت سے پوچھ لیجئے کہ جو مدار زمین کا گرو آفتاب کے گردش کا روزانہ خواہ سالانہ ہے
وہ دائرہ چھوٹا ہوتا جاتا ہے اور اسکو بڑے بڑے ہدایت دان انگھوں سے دیکھ کر
حکم قطعی لگا چکے ہیں پھر جب مدار حرکت ارض کم ہوتا جاتا ہے۔ ایک روز وہ بھی ضرور
آئیوالات ہے کہ جس دائرہ پر زمین گرو آفتاب کے گھومنے اسکا نصف قطر برابر سو انیزہ
کے ہوا بکونسا شبہہ آپ کو ہمارے نبی کی پیشین گوئی میں باقی رہا اور تعصب کی بات
ہی اور بے راہیر اور جلدی یہ قادر مطلق کے اختیار کی بات ہے آج حکم ہو تو آج ہی
ہو جائے ہمارے نبی کے رصد خانہ میں ہر مثل اور کلیو منجم کے جھوٹے دور امن نہ بھی
بلکہ دور میں سچی قدرتی آپ کو خدا نے دی تھی جو اپنی بد قدرت سے خدا نے تیار کی ہے
اللہم صل وسلم وبارک علی محمد وآلہ المعصومین یہ بھی یاد رہے کہ زمین کا مدار یعنی

جس دائرہ پر زمین گرد آفتاب کے پھر رہی ہے اسکا چھوٹا ہونا جانا حسب سطح حال کے علماء طبعیتین اور علماء ہیئت مشاہدہ کر کے بتلا رہے ہیں قدیم فلاسفہ بھی اسکو صحیح مان چکے ہیں حکیم ابقیور البیاد ہر یہ دنیا کے قدیم ہونے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ دنیا یعنی چھوٹے چھوٹے اجسام جنکو خود بخود پیدا ہونے سے دنیا کی چیزیں ہمیشہ خود بخود پیدا ہوتی ہیں انہیں ذرات کے متفرق ہو جانے سے اور دوسری دنیا پیدا ہو کر رہی ہے اور یہ سب جانا اجزای لایعجزی کا کبھی نسبت حرارت نار کے ہوتا ہے مثلاً آفتاب زمین سے بہت قریب آجاتے (سوانیزہ کو یاد کرو) اب حرارت آفتاب کی زمین کو جلاؤ گی اور موجودات اجسام میں تغیر پیدا ہو گا۔ یا کوئی حرکت شدید خوفناک ایسی پیدا ہو کہ تمام اشیائے عالم کو اولٹ پلٹ دے اور یہ دو لای عالم یعنی چرخہ اور رست جو پھر رہا ہے فاسد ہو جائے۔ (افراد کولت الاوصاف و لزا الحاکم) کا اقرار کرتا ہے۔ اسکے بعد اس دہریہ نے ان خیالات کا ثبوت لکھا ہے جو آجکل یورپ کے فلاسفہ علم جی اک ناسی کو نیا علم اپنا ایجاد ہی بتا رہے ہیں۔ ہر حال ہکوزمین کا آفتاب کے نزدیک آجانا خواہ آفتاب کا زمین کے پاس آجانا اسکا ثبوت قدامی فلاسفہ کے اقوال سے بھی بیان کرنا تھا پھر اب کیوں یہ فلاسفہ ہمارے نبی کی پیشین گوئی پر یعنی سوانیزہ آفتاب کے آجانے پر تمسخر کرتے ہیں۔ اب تو یہ حدیث بالکل مطابق عقیدہ اور مشاہدہ فلاسفہ قدیم اور جدید دونوں کے ہے۔ افسوس ہے کہ یہ فوخر تعلیم یافتہ فلاسفہ کے اقوال کو بجان و دل تسلیم کریں اور حکیم الہی کی عقل اور علم محض و وحی آسمانی ہو اسکے ارشاد پر سیکڑوں شبہات انگولافتی ہوں آفتاب کی گرمی کا تحمل کیونکر ہوگا جب سوانیزہ پر ہوا اس شبہ کا دفع اولاً تو یہی ہے کہ جب آہستہ آہستہ زمین آفتاب کے قریب ہوتی جاتی ہے تو ہمارا تحمل حرارت آفتاب کا بھی بڑھتا جاتا ہے۔ اور یہ قانون قہر ہے کہ تحمل آلام رفتہ رفتہ آدمی کر سکتا ہے کیسا ہی سخت الم اور کیسی ہی سخت ایذا ہو۔ دیکھئے جو لوگ آگ کا کام کرتے ہیں لوہار اور شیشہ گرد وغیرہ

اُنکو جسقدر برداشت حرارت کی اُٹھانے پر ہے دوسرے کو ہگز نہیں ہے پھر اگر آفتاب
 کا قریب زمین سے تیر بجی ہے عدم تحمل کا شبہہ ساقط ہو گیا۔ اور اگر دفعہ یہ قریب
 آفتاب کا خدا کر دیکھا جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے اور متاخرین فلاسفہ طبعیتین یعنی فلاسفہ
 جدید بقول مصنف رسالہ حمید یہ بھی اسکے قابل میں اور حکیم ابن قیو کا قول قدامے
 فلاسفہ میں بھی ہم لکھ چکے پھر کیا آپ نے قیامت آنکھوں کی تعلیل اور تماشا اور ولایتی جبر کا کلمہ
 کی تفسیر اور یہ تماشا خیال کیا ہے کہ آپ کے آرام اور راحت اور دلچسپی کے واسطے
 کوئی کھیل تیار ہو گا۔ یہ آپ کس سے کہتے ہیں کہ ہم سے تو گرمی آفتاب کا تحمل نہ ہو
 سکیگا۔ پھر نہ ہو اور حل میں کر خاک ہو جاوے اور کیسے ماحیہ پرودہ ابھی تو آپ کو اسی کا
 ہے کہ ایسا ہو نہیں سکتا اور جب آپ کو ثابت ہو جائے کہ ہاں فلاسفہ کے اق پر ہے
 سے بھی اسکا واقع ہونا ممکن ہے اسوقت انہیں فلاسفہ سے آپ فائز رہا
 کر لیجئے کہ آپ کو جلنے سے بچا گیا۔ خواہ کوئی اور ایسی ہی چیز بنوا لیجئے کہ اس روز آپ کے
 کام آئیگی رہے ہم غریب پابندان مذاہب آسمانی ہوں پورا یقین ہے کہ ہمارا خدا خود
 آگ میں جانا کر لے اور پرندہ جانور پیدا کرتا ہے اور آتشخوری انکی صفت ہے
 اور ہر شے کی دو بین سے ہم دیکھ رہے کہ جو کہ آفتاب پر جاندار چیزیں چلتی پھرتی
 نظر آتی ہیں اور ہماری تاریخ مذہبی بتلا رہے کہ غرود کی وہ آگ (الامان الحفظ) جو
 کوسوں بھڑک رہی تھی حضرت ابراہیم پر ہمارے خدا نے گلزار بنا دی آگ کی گرمی
 اور آفتاب کی تازت اور برف کی سردی ان سب کی ایذا دی یا آرام رسانی اسی پرودہ
 کے قبضہ قدرت میں ہے جسے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ کیا مجال ہے کہ بدوین اسے
 حکم کے کوئی موذی ہلو ایذا پہنچا سکے۔ ہم تو اسی معبود برحق کے بھروسے پر اسکی
 اطاعت میں سرگرمی کر رہے ہیں اور اسی کی رحمت پر لو لگائے ہوئے کہ رہے ہیں
 یا خدا ہر مملکت وجود فرمان از تو آرام دل ہے سر و سامان از تو ہمارا بدوای درد
 دل کاری نیست دل از تو و درد از تو و درمان از تو۔ ہمارا خدا ضرور ہمکو بقدر ہمارے

اعمال غیر اور شر کے ایذا اور آرام پہونچانے کا مالک اور مختار ہے۔ پھر اگر باوجود بجا
آوری احکام الہی کے آفتاب کا ضروری خاصہ یہی ہے کہ چاہے خدا کو منظور ہو یا
نہ ہو مگر آفتاب کا پھر جلانے میں اشیائے عالم کے نہ بدلیگا اور تمام دنیا جل جھٹکے
بقول اسبقور حکیم خاک ہو جائیگی پھر ہو جائے کیا مضائقہ مرگاہ بنوہ حشرے وار فقط

تتمہ بابست پنجم جس سے زمین کی حرکت یا سکون کا فیصلہ بھی ہو سکتا ہے
اور نقطہ مغرب حقیقی کی توضیح ہو جائیگی پہلے اس بات کو ضرور سمجھنا چاہیے
کہ پورب اور پچم اور دھن کے اوپر یہ چھ سمتیں یعنی شش جہت ایسے ہیں کہ
عام اور خاص لوگ ہر زبان کے اپنی زبان خاص میں انکو مختلف الفاظ سے بولتے
ہیں اور انکو موجود بھی خیال کرتے ہیں عوام کو اتنا مادہ نہیں ہے کہ انکی حقیقت کو معلوم
کریں اور نہ انکو اس کی ضرورت ہے اسلئے کہ شش جہت کا ہونا امر بدیہی انکے نزدیک
ہے فلاسفہ جو ہر ایک چیز کی باسیت بذریعہ حدود اور رسوم کے دریافت کرنے کے درپے
ہیں انہوں نے سمت خواہ جہت کی تعریف کی ہے کہ ہمت منتہا اشارہ حسیہ کا نام
ہے فرض کرو کہ ہم نے ایک خط محدود اسی فضا یعنی خالی جگہ جس میں آفتاب یا مانتاب
گردش کر رہے ہیں (پورب) (اکوتم) (پورب) اور (ب) (اکوتم) (پچم) فرض
کرتے ہیں۔ یعنی جدھر سے آفتاب طلوع کرے (اکوتم) (پورب) کہتے ہیں اور جدھر غروب کرے
اسکو پچم کہینگے۔ اسی خط محدود کے درمیان بی نقطہ جس قدر فرض کرو مثلاً عروج یا ہر ایک
نقطہ بہ نسبت (ا) کے پچم طرف ہے اور بہ نسبت (ب) کے پورب طرف ہے اور اصل
نہ کوئی پورب ہے اور نہ پچم ہے بلکہ مشرق حقیقی اگر ہے تو وہی نقطہ (ا) ہے جو کسی طرح
مغرب نہ کہلائیگا اور مغرب حقیقی وہی اب ہے۔ اسی وجہ سے مہلی کے رہنے والے
پٹنہ والوں کو سمجھا میں بولتے ہیں پس جو مقام کسی کی نسبت پورب کہلائے وہی
مچ نہ پچم ہے اور نہ پورب بلکہ سچ مچ پورب وہی ہے جو ہر ایک جگہ کی پورب ہو اور سچ مچ
پچم وہی ہے جو ہر ایک جگہ پچم ہو پھر چونکہ ہم نے آفتاب کے طلوع اور غروب سے دو سمتیں

کے مقابل کوئی نقطہ ایسا ہے جو مشرق حقیقی ہے اور یہ بات سوائے خط استوا کے
 جسکے اوپر دائرہ محدل النہار مفروض ہے دوسرا خط نہ ہوگا اور اسی خط پر متقاطع جنوباً
 و شمالاً جو خط فرض کریں اسکے دونوں نقطہ شمال اور جنوب حقیقی ہونگے یہ وہی خط ہے
 جو قطب شمالی اور جنوبی کے قریب ہے جسکو ہم نے خط شش ط متقاطع خط آب پر
 فرض کیا ہے اسکی ضرورت ہمکو جہت مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب کی تعیین
 میں نہیں ہے کہ فضائے موجودہ عالم متناہی ہے یا غیر متناہی۔ اسلئے کہ جب ہم نے
 طلوع اور غروب آفتاب پر بنا کر کے جہت مشرق اور مغرب فرض کی ہے اور حرکت
 آفتاب کی یا زمین کی دوری ہے جو ۲۴ ہزار میل کی ہے اور جو ہمیشہ ۲۴ گھنٹہ گزرے
 زائد شبانہ روزے میں پوری ہوتی ہے۔ اور جس دائرہ کا قطر ۲۴۰۰۰ میل ہے۔ ۲۴۰۰۰
 ہے یعنی سات ہزار ۶ سو ۴ میل اور گزرے زائد ہوتا ہے۔ پہلوگ جو سیارہ ارض کے
 رہنے والے ہیں ہمارا دن ۲۴ گھنٹہ گزرے زائد کا اور سال شمسی ۳ سو پینسٹھ دن
 اور گزرے زائد کا ہے اور زحل اور مریخ مشتری وغیرہ پر اگر آبادی ہے انکا دن اور
 جہینہ اور سال جدا ہے دیکھو کتب علم ہیئت کو لہذا ہم سے جو خطاب خدا نے بہتر کا ہے
 اس میں مشرق اور مغرب وہی مراد ہوگا جو ہمارے سیارہ ارض اور ہمارے مسکن کے
 مناسب ہے اور فضائی عالم اگر غیر متناہی بھی ہے اس سے ہموافقی بحث نہیں
 اور نہ ہمکو اسکے وجود کے اقرار یا انکار سے ہمارے اصول مذہبی مجبور کرتے ہیں اور نہ
 اصول فلسفہ پھر جب ہم فضائے خالی جگہ کو عالم میں موجود مانتے ہیں اور اسی کو ہم
 مکان کہتے ہیں مخلوق اور حادث ہو جیسا ہمارا عقیدہ ہے اور غیر مخلوق واجب الوجود
 اور قدیم بالذات ہو جیسا بعض دہریوں کا عقیدہ ہے بہر حال یہ فضا اور خالی جگہ ایسی
 ہے کہ اس میں العباد ثلاثہ یعنی طول اور عرض اور عمق پائے جاتے ہیں اور اگر ساری
 فضا اجسام سے بھی بھری ہوئی ہے تو اجسام کے طول عرض عمق سے منطبق ہے
 اور اگر کچھ بھری ہے اور کچھ خالی ہے یعنی خلا ہے جب بھی اس میں اجسام گھماتے

کی قابلیت ضرور ہے انہیں ابعاد ثلاثہ کی وجہ سے یہ فضا اور بعد شاسع یعنی پھیلا ہوا جسکے سوچنے سے ہماری عقل کو حیرت ہوتی ہے اور جسکی وسعت کو اکب ثوابت کی دوری معلوم کرنے سے ہم کو اچھی طرح سے دریافت ہوتی ہے ظاہر ہے کہ یہ غیر متحرک ہے اسلئے کہ حرکت کی واسطے مکان ضرور ہے پھر اگر فضا یعنی مکان بھی متحرک ہو اسکے واسطے بھی مکان ضرور ہے اور تسلسل محال لازم آئے۔ اب تیار ہوا ماننا پڑا کہ یہ فضا ساکن ہے اور جب یہ ساری فضا اور کل بعد موجود ساکن ہے پس زمین اگر متحرک ہے خواہ ساکن اور اسطرح آسمان اگر موجود ہے اور جملہ سیارات جو حرکت کر رہے ہیں اسی فضائی ساکن میں حرکت کر رہے ہیں واضح ہو کہ بعد مہوم جو دراصل موجود ہے اسکے محال یا ممکن ہونے پر خواہ اسکی اصلی ماہیت اور حقیقت سمجھانے پر ہم اسوقت بحث نہیں کریں گے اسلئے کہ ہماری غرض وجود مشرق اور مغرب شمال اور جنوب کی ثابت کرنے کی اسکی بحث واقعی سمجھنے سے کوئی تعلق نہیں رکھتی ہے مہوم ہو تو کیا اور دراصل موجود ہو تو کیا اب دیکھو جب اس فضا اور بعد موجود میں طول بھی اور عرض بھی اور عمق بھی اور اسکو ہم نے ساکن بھی ثابت کر دیا اور اسی فضا اور خالی جگہ کو اقطار ثلاثہ (جس میں زمین یا آفتاب گردش کر رہے ہیں۔ اور وہ متناہی بھی ہے) بموجب اصطلاح مجسمات کے ہم پہلے ایک قطر یعنی خط الاستوا فرض کرتے ہیں جسکی ابتدا اُس نقطہ سے ہو جہاں سے طلوع آفتاب بروز اول حقیقت آفتاب ہوا تھا کوئی مقام کیوں نہ ہو اور یہی خط قطر اُس دائرہ کا ہے جو مدار گردش میں کا بولا جاتا ہے اور اسی کو ہم خط استوا کہتے ہیں جو قطر دائرہ معدل النہار کا ہے اسی خط کا ایک نقطہ جو ماس دائرہ ہذا ہے اور جس سے طلوع آفتاب بروز اول ہوا تھا مشرق ہے اور دوسرا نقطہ جو دوسرے طرف ماس دائرہ ہذا ہے مغرب ہے پھر چونکہ یہ خط محدود ہے اسلئے کہ جس دائرہ کا یہ قطر ہے وہ بھی محدود ہے اسی کے نصف پر جو عمود قاطع ہم فرض کریں گے اور چار قاتمہ بنائیگا اور دائرہ نصف النہار کا قطر

بھی ہوگا اور قطب شمالی یعنی ستارہ جدی کے قریب گزرے گا اسی قطر کے دو نوں سے
 جنوب اور شمال حقیقی ہونگے اب یہ چاروں سمتیں جو قائم ہوں میں مغرب اور شمال
 حقیقی ہیں نہ اصنافی اور چونکہ یہ دونوں خط اس بعد میں فرض کئے ہیں جو باکس ہے
 لہذا یہ چاروں سمتیں بدل بھی نہیں سکتی ہیں اسی مغرب اور شمال حقیقی کو خیال کر
 حال کے فلاسفر رصد خانہ میں ملاحظہ کر کے قطب نامی سوئی کو مغرب کی طرف کھینچتے
 ہوتے خیال کر رہے ہیں اسلئے کہ اگر مغرب حقیقی اور شمال حقیقی کوئی نقطہ ہو پھر قطب
 نامی سوئی کا ہٹنا اطراف مغرب کے ایسے کیا معنی اور محض مہمل یہ قول ہو جائے
 قرآن اور حدیث سے بھی مغرب حقیقی کا ثبوت جب ہم نے فلاسفہ کی تحقیق
 سے مغرب اور شمال حقیقی کا ثبوت بخوبی کر لیا اب ہمارے فلاسفہ آسمانی اور حکماء الہی
 کے اقوال کا بھی ذکر کرنا ضرور ہے اسلئے کہ اصلی غرض تو ہماری یہی تھی کہ ہمارے کتب
 آسمانی کا فلسفہ وہی سچا ہے اور کبھی کوئی سچا فلسفہ اسکو غلط نہیں کر سکتا ہے این
 کو ابوہریرہؓ بھٹ زبان دراز آدمی تھا ایک ہمارے امام ہمامؒ عالم علم لدنی شہسوار
 کو کشف امیر المؤمنین علی بن ابیطالبؑ سے کہنے لگا قرآن میں خدا نے اکثر متناقض
 اقوال فرمائے ہیں منجملہ انکے ایک جگہ تو کہتا ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا
 یعنی مشرق اور مغرب ایک ہے دوسری آیت میں رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَدُبُّ الْمَغْرِبَيْنِ
 یعنی دو مشرق ہیں اور دو مغرب ہیں تیسری جگہ فرمایا ہے رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ
 بہت سے مشرق اور بہت سے مغرب ہیں یہ تینوں قول صحیح ہو سکتے ہیں جو باہم متناقض
 ہیں حضرت نے ارشاد فرمایا اے ابن کوآء دیکھ کہ یہ مشرق ہے یعنی پورب ہے اور یہ مغرب
 ہے یعنی پچھم ہے اور مراد حضرت کی یہ ہے کہ عوام اور خواص بھی کچھ اور پورب کو ایک
 ہی سمجھتے ہیں اور کبھی دو یا چار مشرق اور مغرب نہیں کہتے ہیں لیکن یہ مغرب اور
 مشرق حقیقی نہیں بدلتا ہے یہ تو ایک ہی مشرق ہے اور ایک ہی مغرب ہے اب دو
 مشرق اور دو مغرب جو خدا نے فرمایا ہے پس جاؤں کا مشرق اور ہے اور گرمیوں کا

مشرق اور ہے اور حضرت کی وہ دونوں نقطہ ہیں جو انقلاب ثنوی اور انقلاب صیفی سے نامور
ہیں اور سال ہر میں دو روز ایسے ہوتے ہیں جیسے پوری قدرت ثانی خدا کی ہوتی ہے اور وہ جو
خدا نے فرمایا کہ بہت سے مشرق اور بہت سے مغرب ہیں پس مغرب اور مشرق میں سو ساٹھ دن
سال قمری کے ایسے ہیں کہ جس روز آفتاب کسی ایک نقطہ سے طلوع ہوا ہے دوسرے

سال کے اسی روز اُس نقطہ پر آتا ہے لہذا بہت سے مغرب اور مشرق ہیں اور ہر سال
میں میں کتاب ہوں جب ہمارا قرآن کتاب آسمانی اور حدیث اور اقوال فلسفی لوگوں کے
انکے مغرب اور ایک مشرق کو ثابت کر رہے ہیں اور فلاسفہ قطب ثانی سوئی کو بدلتے مغرب سے
جانا دیکھ رہے ہیں پھر اگر وہ مغرب حقیقی غیر اضافی اور غیر متحرک اور غیر فرضی نہیں ہے۔ تو
کیونکر یہ انکا قول درست ہوگا اب ہم سوال مندرجہ ص ۱۳ کتاب مذکور کے جواب میں کہتے
ہیں کہ اں جناب مغرب کسی شہر کا نام تو نہیں ہے مگر ایک مقام خاص کا نام ہے جس طرف قطب
کی سوتی ہوتے ہوئے آپ کے فلاسفہ دیکھ رہے ہیں رہا کیا خروج اور باجج کا قصہ اور اسکا نسبت
جو تسبیح اپنے کی ہے اسکا جواب باب خاص میں دیا جائیگا ابھی ذرا اور شہر جایتے۔ مگر توجہ
حدیث احتجاج جبریتی کی جو ہے جناب امیر سے لکھی تفسیر میں ہر آیت قرآنی کے اسکا طاق
اور موزج اسرار آیات سگانہ قرآن کے عام اہل اسلام کی تقویت ایمان کے خاطر سے بھی ہو
لکھنا ضرور ہے اور پیدہ اسکے میں اپنی کم علمی کا اقرار کر لوں اسلئے کہ دونوں کلام میں اول
تو کلام خدا ہے اور دوسرا کلام اُس عالم ربانی کا ہے جسکی نسبت یہ امر مسلم ہے کہ تحت کلام
الخالق اور فوق کلام المخلوق ہے پھر میں درمیانہ کوئی ناواقف کیا اں دونوں کے اسرار بیان
کر سکتا ہوں سبحانک لا علم لنا الا ما علمت کہ پہلی آیت میں جو خدا نے فرمایا کہ خدا
سے مشرق اور مغرب کا اور رب اُن موجودات کا ہے جو درمیان مشرق اور مغرب کے ہیں اب
ظاہر ہے کہ درمیان جہیز مشرق اور مغرب کی ضرور مختلف مشرق اور مغرب کے ہونگی پھر اگر
مشرق اور مغرب دو نقطہ ایسے فرض کریں جو مشرق اور مغرب حقیقی ہوں درمیان جہیز
ایسی جہیز مشرق اور مغرب نہ صاف آئے کہ گروہت ہوگا اسلئے کہ مشرق اور مغرب خالص

جو بہ نسبت طول بلد کے چنے باب ۱۵ میں لکھا ہے کہ بلکہ ہزار میل کے فاصلہ پر چلے گا
نقطہ مشرق اچھید نقطہ مغرب ہو سکتا ہے لہذا یہ مشارق اور مغارب اضافی اس آیت سے
ہرگز مراد نہیں ہو سکتے۔ یہ صریح رب المشرقین و رب المغربین میں بھی چونکہ نقطہ انقلاب شتوی
اور صیفی کے درمیان میں تبدیلی فصلیں کا سبب ہے یہ بھی انہیں دونوں مشرق اور مغرب
بلد کے منظر میں بدلے اور میل کلی کے پیدا ہوتے ہیں اور مغرب اور مشرق اضافی
ہیں ہے اور یہ طول بلد کو ان میں دخل ہے بلکہ ہر درجہ طولی کا انقلاب سرما اور گرا انہیں دونوں
انقلاب میں سے قریب قریب ہو جاتا ہے پھر جب ان دونوں آیتوں میں خدا نے مشرق اور مغرب
اضافی بہ نسبت طول بلد کے فرمایا اسی وجہ سے آیت سوم رب المشارق و رب المغربین کی
تفسیر نام برحق نے جو فرمائی کہ عرض بلد کے اختلاف کے تین سو ساٹھ مشرق اور مغرب ارشاد
فرماتے کیسی مطابقت اس تفسیر کو ہر دو آیات سابقہ سے ہو گئی اب علامہ تینوں آیات کا یہ ہے
کہ ایک مشرق اور مغرب حقیقی وہ ہے جہاں سے عرض بلد کی ابتداء ہے وہی دو نقطہ خط استوا کے
دونوں سرے پر کے ہیں۔ دوسرے دو مشرق اور دو مغرب جو متہمتے عرض بلد شمالی اور جنوبی
میں وہ بھی اضافی نہیں ہیں انہیں دونوں کے درمیان میں حسب قدر مدارات یومی ہیں وہ بھی
مشرق اور مغرب اضافی مثل مشارق طول بلد کے نہیں ہیں پھر چونکہ مشرقین اور مغربین کے
درمیان میں ۱۸۰° مشرق اور مغرب روزانہ بدلتے ہیں اور یہ سب بنام مغرب اور مشرق کے نام
ہیں لہذا رب المشرقین کے بعد و ما بینہما ارشاد فرمایا اور رب المشارق کے ہمراہ ما بینہما کہنا تو کسی
طرح مناسب ہی نہ تھا دوسرا نکتہ قرآن مجید میں دو مشرق اور دو مغرب اسبیطاح بہت سے مشرق
اور مغرب جو ارشاد فرماتے کوئی ایسا مشرق ان میں نہیں ہے جو کسی کی نسبت مشرق ہو اور
کسی کی نسبت مغرب ہو بلکہ سب کا نزدیک جو مغرب ہے وہ مغرب ہے اور جو مشرق ہے وہ مشرق ہے
لہذا پہلی آیت میں جو لفظ مشرق اور مغرب کی وارد ہے اسکا بھی اسبیطاح پر مہنا ضرور ہے
کہ سب کے نزدیک مغرب جو ہے وہ مغرب ہے اور مشرق جو ہے وہ مشرق ہے اور یہ بات جب ہی ہو
سکتی ہے کہ نقطہ مغرب و مشرق دونوں غیر متحرک ہوں اور وہ مغرب غیر متحرک وہی نقطہ تھا

آسمانی کا ہے جس پر پہلے روز آفتاب نے غروب کیا ہے۔
 اور طریقہ سے جسکی تطبیق آیات قرآنیہ سے ہوتی ہے۔
 باب میں دیا ہے اور اسکی توضیح تفسیر میں کر دی اس کے علاوہ باب میں
 یہ اعتراض مندرجہ ص ۱۲۱ (اگر مولو فقط مدینہ کے مشرق میں تھا تو کیا
 کیواسطے آئیگی) محض غلط ہے اسلئے کہ اگر فرض کریں کہ اس روز طلوع
 مغرب ہوگا جب بھی تو ایک ہی روز میں یعنی ہم گھنٹہ میں تمام دنیا کے مغرب سے
 آفتاب کا ہو جائیگا (۱۸۰) روز کی کیا ضرورت ہے اسلئے کہ جب مدینہ کے مغرب سے آفتاب نے
 طلوع کیا اسکی چند صورتیں قیاسی ہو سکتی ہیں اور جو صورت ہمارے قرآن اور حدیث میں نصراً
 یا بالاتزام مذکور ہے۔ اسکو بھی ہم بیان کرینگے پہلی صورت مغرب مدینہ سے طلوع آفتاب
 کی یہ ہے کہ اس دن مدینہ میں ادھر شام ہو کر آفتاب چھپا اور پھر فوراً اُسی جگہ سے
 اور اُس صورت میں جسکی نظراب بھی بعض مقامات زمین پر موجود ہے کہ وہاں دریا
 خواہ دس منٹ کے ہوتی ہے دیکھو جغرافیہ کے کتب کو آفتاب کی حرکت جو چوبیس گھنٹہ
 ہر گھنٹہ نظر آتی ہے ذاتی ہو غولہ زمین کی گردش سے ہونہ حرکت بدل جائیگی اور اسکا تہو
 سے یہ ہے و آخر الشمس کو حرکت یعنی جس روز آفتاب باز گردان کیا جائیگا اس عبا
 میں تگور سے مراد تصویر ہے جسکے ایک معنی باز گردانیدن کے بھی ہیں اور جب آفتاب مد
 مغرب پہنچا تمام دنیا میں ہم گھنٹہ میں بیٹ جائیگا دوسری صورت یہ ہے کہ مدینہ میں
 کے بعد جب صبح نمایاں ہو آفتاب مغرب سے نکلے اور اسکا واقع ہونا یوں ہو سکتا ہے کہ
 اور سوچ دو لوں کو یکا کر دیکھا اور باوجودیکہ چاند اور سوچ یکجا ہونگے پھر بھی چاند میں گہنہ
 چنانچہ فرمائیے وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجَمَعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ یعنی چاند کا خسوف اور جمع
 سوچ اور چاند یکجا کر دیتے جاتینگے۔ چاند گہنہ باوجود اجماع شمس و قمر کے اس سبب سے
 آفتاب کی وضو بھی جانی رہیگی جیسا کہ قتادہ کی تفسیر اَوَّ الشَّمْسُ کو حرکت کی ہے۔
 ابو عبیدہ تگور شمس کی پوں تفسیر کرتے ہیں کہ آفتاب مثل عمامہ کے لپیٹا جائیگا لہذا اسکی روشنی

فصل
 سالہ اربعہ
 ص ۲۰۸

راج اللہ کو میں کہتا ہوں کہ تینوں یعنی تکوین و تدبیر و تدریس کے اوقات
 ہر وقت غروب کے آفتاب اسی مغرب طلع کر لیا اور بارگاہِ گدوان
 براج کے مثل عمار کے لپیٹا جائے اور اسی حالت میں اسکا نور
 ورت یہ ہے کہ جذب کو اکب سیارہ جس نسبت سے اسے اسکا جذب
 یہ نسبت جذب کو اکب کے باہر کسی برہان عقلی سے ضروری ثابت نہیں
 مافوق واقع ہوتا محال ہوا اور جب ہم نے آفتاب و مہتاب اور زمین سب کو مخلوق
 یا اور جمیع خواص مخلوقات اجسام اور اجرام کو جو خواص لازمہ سے نہیں ہے ممکن اعتقاد
 رہا چیز انکے برائے پر خالق تعالیٰ کو عاجز نہیں کہہ سکتے ہیں خصوصاً قریب زمانہ قیامت کے جو زمانہ
 انتظام جدید کا ہے اور جس زمانہ میں یہ سارے انتظام کیا بلکہ سائر موجودات ارضی اور سماوی فنا
 ہونگے ایسے زمانہ کا قیاس زمانہ موجودہ حال پر کیا کر سکتا ہے ہمارے نبی برحق نے جو جو اشارے
 اور علامات قیامت کے آنے کے ارشاد فرمائے ہیں اور ضرور انکی پیشین گوئی سچی ہے اور انکا
 ایک نشانی تقارب ایام اور چھوٹے ہونے زمانہ کے بھی ہے صحیح تفسیری میں انس سے اور صحیح مسلم
 میں روایت ابو ہریرہ سے کہ قیامت قائم ہونگی جب تک زمانہ قریب قریب نہ ہو جائے اسوقت کا
 سال برابر ایک مہینہ کے ہوگا اور مہینہ مثل جمعہ کے یعنی برابر ایک ہفتہ کے ہوگا اور ہفتہ برابر
 ایک دن کے ہوگا اور ایک دن برابر ایک گھنٹہ کے ہوگا اور گھنٹہ برابر اس مقدار زمانہ کے
 ہوگا جس میں آگ کا شعلہ اٹھتا ہے اور فرو ہو جاتا ہے میں کہتا ہوں یہ حدیث پوری دلالت
 کرتی ہے کہ نسبت حسابی جو سال اور ماہ اور یوم کی ہے محفوظ نہ ہوگی اسلئے کہ جو سال برابر
 ایک ماہ کے ہو پس بارہواں حصہ کے برابر ہوگا اگر یہی نسبت محفوظ رہے پس مہینہ برابر آٹھ
 روز کے ہوتا مگر حدیث میں مہینہ برابر سات روز کے ہے جو قریب چہام کے ہوتا ہے اور ہفتہ برابر
 ایک دن کے ہونا ساتویں حصہ کے نسبت ہے اب یہ تینوں نسبت ضرور یکساں ہوتی ہے کہ نظام
 نسبت کا محفوظ رہنا خدا کو اپنی قدرت نامائی میں مجبور نہیں کرتا ہے پس کسی دہریہ کو اضطراب
 نسبت مذکورہ حدیث پر اعتراض کرنا بچا ہے اسلئے کہ حفظ نسبت کوئی امر ضروری نہیں ہے

یہ بھی جاننا ضرور ہے کہ سال کا ہر ایک ماہ کے ہونا یا تو مر لوگ
سال کی ہوگی چنانچہ آج بھی کو ایک سیارات کے دن اور ماہ سال
مختلف زیادتی اور کمی میں نہ خل کا ایک دن برابرہ سال
ایک سو پانچ برس کے اور اس کا مہینہ برابرہ سال ایک سو پچاس برس
چھ لاکھ ۹۳ ہزار چار سو برس کے ہوا چرخ کا سال ایک ہزار اور دس
الحکم ص ۱۱۱ اور مشنہ کو عطار کا سال ۸۰ دن کا اور دیکھو ہوا اسی زمین پر

جیسے ارض زمین یعنی جو مقام خط استوا سے ۹۰ درجہ شمال یا جنوب پر واقع ہے وہاں کا
ایک دن برابر چھ مہینہ کے ہے پس ایک مہینہ وہاں کا برابر ایک سو اسی مہینہ کے ہوا یعنی ایک
ماہ برابرہ برس کے اور ایک سال برابر ایک سو اسی برس کے ہوگا اس طرح اور مقامات زمین
کے دن کے دن اور مہینہ اور سال مختلف تعداد کے ہیں پھر کیا تعجب ہے کہ قرآن مجید میں
قیامت کے دن کی تعداد کسی جگہ ہزار برس کی اور کسی جگہ پچاس ہزار برس کی وارد ہوئی ہے
کہ جب دن سے مراد یہی ہے کہ آفتاب جب تک نظر آئے اور یہ حالت آج بھی سیارات کی آہوی
مخلوقات کی نسبت مختلف ہے بلکہ خاص زمین کے مہینوں کے نسبت بھی طرح طرح پر ہے
پس ہر قیامت بعد حساب و کتاب جگہوں کا داخلہ بہشت یا دوزخ میں بقدر آگے پیچھے ہوگا
اٹھتے ہوئے آفتاب کے سامنے کی کمی بیشی ہوگی اسلئے کہ بعد دخول بہشت کے (لا یزولون
فیہا شمساً ولا قمرٌ فی الاقصیٰ) نہ وہ لوگ بہشت میں آفتاب کو دیکھیں گے اور نہ چاند انکو دکھائی
دیگا۔ زہریر کے معنی قمر کے بھی صاحب قاموس نے لکھے ہیں دوسرے معنی ہوتے زمانہ

کے ہیں کہ دنیا کے اکثر زمان و مرد ایسے خواب غفلت میں ٹپٹپے اور ایسی ہی حالت اور
ہوگی اور ایسے بھول اپنے ایام زندگی کے اوقات یہود گذارنے میں انکو ہوگی کہ سا
زمانہ انکو اتنا کم معلوم ہوگا جیسے ایک ماہ کا زمانہ اور مہینہ بھر کو بجائے ایک ہفتہ کے سمجھیں گے
او صدق رسول اللہ صلی علیہ وسلم اپنی ذات خاص کی غفلت اور جمالت اور انہماک امور لاطاع
میں آن کل ایسی ہی باتیں ہیں کہ مثلاً ہمارے ہی ایام جیسے ماہ رمضان اور عشرہ محرم خواہ عید الفطر

بیشیہ یہ خیال ہوتا ہے کہ کیسے جلدی جلدی ان ایام کا دورہ
 یوں بھی ہم نے یہی سنا ہے کہ روز کاہ رمضان کے کیسے جلد
 محرم کے کیسے جلد گزر جاتے ہیں بلکہ ماہ رمضان کا ایسا متبرک
 خدا ہوتا ہے اس کے جلد گزرنے کی نسبت ہم نے مثل بتائی ہے کہ
 پران اور یہ تو پورا عقیدہ ہم سب کا ہے کہ ادھر انیسویں شب خیرت جو پہلی
 اور رمضان گویا ختم ہو گیا پھر صاحب مجھے معذور رکھنا یہ چند منظر
 نے اور اپنے اسلامی بھائیوں کے حال زار پر رونے میں لگے ہیں آپ کے انگوٹھے
 میں نہیں ہے آپ کے نزدیک تو ماہ رمضان کوئی چیز ہی نہیں آپ تو بقول مشہور جیسے کہ
 سلون ویسے ہرے بھادوں کیسی عالم محمدی سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا یا حضرت ماہ رمضان
 میں شرب پانی کیسی عالم نے جواب دیا کہ جیسے سوال میں مطلب اس عالم کا یہ ہے کہ آدمی
 گناہ کبیرہ شرابخواری پر آمادہ ہو اور خدا کا خوف یا اور عقلی خرابیاں جو شرابخواری سے ہوتی
 ہیں راہم بھی لکھنے کی انکی پروانہ کی پھر اسکو حرمت ماہ رمضان کا کیا خوف ہو سکتا ہے اور
 خصوصاً بقول شاعر گریار محی طلبے تو پھر کیوں نہ جیتے نہ زائد نہیں میں شیخ نہیں کچھ ولی
 نہیں ہاں ہی پر جل جس کی شیخ ناسخ نے قطعہ بند چند اشعار لکھے ہیں جسکا آخری شعر یہ ہے
 پر امتحان غیر تو آپکا غلام قابل نہیں حضور کسی شیخ و شاہ کا۔ تو بہ تو بہ میں کہاں سے
 کہاں ہو نچا اہل جناب ہمارے نبی کریم صلعم نے جو اقرب زمانہ کے قریب قیامت خبر دی ہے
 وہ پیشین گوئی ہمارے نسبت نہایت سچی ہے خداوند اپنے نبی کی امت مرحومہ کو اس غفلت
 اور غور نہ کی سے نکال کر بحق محمد وآلہ المحصین سارا گناہ پر پیاں را گیسو چھوٹی صورت
 آفتاب کے مغرب سے نکلنے کی یہ ہے اور یہی صورت عالم واقع ہوگی والعم عن اللہ کہ
 مراؤ مغرب سے کہ مغرب کا مغرب ہو اور کہ معطر کے مغرب کو مغرب جیسی اس نظر کے ہم کہتے
 ہیں کہ ہر کو اپنی الہامی کتابوں سے کوئی ثابت ہے کہ کہ معظمہ نواف زمین اوقیۃ الارض ہے اگرچہ
 نسبت کردی شکل ہونے زمین کے ہر ایک شہر اور قصبہ قیۃ الارض ہو سکتا ہے مگر جو کہ معظمہ

دین اسلام کے مادی اور راہنما سے برحق کیواسطے قبلہ
پر متبرک خدا نے قرار دی ہے یہی مقدس جگہ ہے لہذا

خلائق اگر مسلمان ہو جائے چنانچہ بعد ظہور ہمارے امام ہر جو
مسلمان کے کوئی مذہب والا زمین پر نہ ہوگا پس ہرگز کوئی

منار با اعتبار طول بلد کے اپنا منبر سمجھنا کچھ دور قیاس
اور نسبی ایسے ہیں کہ ہمیشہ مرقوم اور قبیلہ اور ملت اور مذہب کے لوگ
خاصہ کی نظر سے انکو فرض کیا کرتے ہیں خیال کیجئے کہ بطلیس کی جغرافیہ

سے طول بلد کی ابتدا جزائر خالدا سے شمار کی جاتی تھی اب یورپ کی جغرافیہ سے
میں طول بلد اور ہی جگہ سے شمار کیا جاتا ہے حالانکہ دونوں حساب محض فرضی ہیں بشرطیکہ
زمین کرومی شکل ہو اور حرکت بھی کرتی ہو۔ (خاتمہ کتاب)

فکر خدا کہ جلد اول اس کتاب کی ختم ہوئی اور جلد دوم کے ابواب موعودہ جلد اول کی فہرست
بھی طیار ہو چکی اور اسکو بھی انشاء اللہ بہت جلد مدینہ منورہ تک پہنچا کر حضرت علمائے اسلام

کو معلوم ہے کہ یہ جدید علم کلام محتاج اسبق در ایدار اور احسانت امرا اور والیاں ملک کا تھا اور
بے جہت علم کلام قدیم کو حاجت اسکی تھی اور لاکھوں کا سرمایہ اہل اور سلاطین اسلام اپنے

فراموش کر کے علمائے اسلام کی ایداد کی تھی اور علمائے متقدمین بھی ایک دوسرے کے معین اور
مددگار رہتے تھے اور محتاج بدشمنان بیرونی خانگی فتنے کو ترک فرما کر ہمہ تن حمایت دین

اسلام میں یکدل اور یک زبان ہو جاتے تھے تب ہمارے یہ اور محدثین سے مقابلہ ہوتا تھا
انتصار الاسلام ۲۰ وہ زمانہ پایا کہ روسا اور والیاں ملک کی ایداد اسلام کی بیخ کنی کرنا شروع کر دی

خانصاحب بہادر کے ہوئی اور ہوتی ہے اور انتصار الاسلام کی تصنیف کی خبر بھی انکو
ہوئی تاہم اوپر سردار علمائے محمدی اول تو اس زمانہ میں محدود سے چند ایسے ہوئے جو ان

مباحث کو ضروری سمجھیں اور پھر انکی خستہ حالی اور ناسازی ناپسندی زمانہ سے اسقدر بڑھتی ہوئی
ہے کہ خداحرم کہ انکو اپنے ضروری حوالے سے اتنی بھی فرصت نہیں کہ ایک نظر بھی

ہی مگر چونکہ خداوند عالم دین اسلام کی تائید پر ہر وقت اور ہر زمانہ
مکرم ہی دیتا ہے۔ لہذا حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم دین اسلام نامہ شریعت
دیا نگاہ نواب سید سید علی خان صاحب رئیس کانپور
بھائی نواب سید جعفر علی خان صاحب کو امداد و کتاب ہذا
دو نو حضور نے علمی لیاقت اور مالی امداد سے پورے حسین اسلام ہو کر
یہ ولی فرمائی کہ جلد اول تصنیف ہو کر چھپ بھی گئی اور جلد دوم کی اشاعت کو
بجائے حضور نے مجتہد وعدہ فرمایا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی ہدیہ ناظرین ہوگی۔
لہذا میں دعای ترقی و ارین دو نو حضور کو دیکر اس کتاب کو ختم کرتا ہوں۔
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنِّیْ مُحَمَّدٌ وَلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ
وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

نمائند کتاب منجانب خاکسار خادم العلماء حیدر نظام عباس ہستم ناعت انتصار الاسلام و
ماتین فی نقل الحسین +

الحی و المنت کہ کتاب مستطاب انتصار الاسلام کی پہلی جلد حضرت و اہتمام تمام سے دوبارہ
چھپ کر تیار ہوئی۔ معتقدات اسلام پر علوم جدید و فلسفہ حال کے حملوں کی روک اگر کوئی
دنیا میں ہے۔ تو وہ انتصار ہے۔ اس کے مصنف علامہ حضرت علامہ کنتوری سلمہ اللہ
تعالیٰ اپنے زمانہ میں محقق طوسی علیہ الرحمۃ سے کم نہیں ہیں۔ موصوف نے ضرورت
کیوقت نصرت اسلام میں یہ لاجواب کتاب تجریر فرما کر اسلام کو ہلک اور خبر احمد اور نوکی اند سے بچا
ہی نہیں لیکن مظلوم و مظلور کو دیکھایا، اسلامی دنیا میں کوئی کتاب خانہ کوئی الماری کوئی بیڑ کوئی آفتہ
اس کتاب سے خالی نہیں چاہئے۔ قیمت صرف پچاس روپے کسی حالت میں مفت سے زیادہ نہیں ہے

حضرات شائقین

کتاب متطاب انتصار الاسلام تصنیف جناب فرید العصر و حیدر
زمانہ جناب مولوی حکیم سید غلام حسین صاحب کنتوری دام اللہ فیوضہ دوہ
چھپر طیار ہو گئی ہے۔ یہ کہنا بے محل نہیں کہ مصنف علامہ نے اصول علامہ فقیر
وجیدہ کی رو سے جس خوبی کے ساتھ مذہب اسلام کی حقیقت ثابت کی ہے وہ
انہی کا حق تھا۔ مخالفین کا کوئی اعتراض اور شبہ ایسا نہیں چھوڑا جس کا جواب
بوجہ عدیدہ نہیں دیا۔ یہی سبب تھا کہ پہلی اشاعت کی کل جلدیں دست
پست فروخت ہو گئیں۔ اور شائقین کی درخواست پر دوبارہ چھاپنے
کی نوبت آئی۔ بشرط سہولیت خریداران پہلے سے نصف قیمت عرصہ کر دی گئی
درخواستیں اس پر پرانی چاہتیں۔

المشہر

لاہور لوہاری منڈی۔ نامک پبلہ۔ برمکان جناب قبلہ مولوی خدابخش صاحب
دام ظلہ۔ غلام عباس منیجر دفتر انتصار الاسلام و شائقین۔

اعلان

سب تائین فی مقتل الحسین جلد اول مصنفہ حضرت علامہ جناب
 صاحب کنتوری جس میں غلام عقلی و نقلی دلائل اور جدیدہ اور
 دل سے وہ تمام شبہات رفع کئے گئے ہیں جو حضرت امام
 امیہ السلام کی شہادت کے بارہ میں مخالفین اسلام سن سکتے ہیں
 جس موجود ہے بغیر سہولیت یا وجود ۱۰۸ صفحہ ہونیکے قیمت صرف پندرہ
 روپے کی گئی ہے۔ ائمہ جلد دوم بھی بہت جلد طیار ہوگی۔

جلد دوم انتصار الاسلام — وجہ دوم تائین فی مقتل الحسین — و سوانح عمری
 جناب امام جعفر صادق علیہ السلام — و سوانح عمری جناب علامہ مصنف — و
 قصاید نعمت خان عالی و ہفت بند نعمت خان عالی — و ہفتہ بند کاشانی
 مد شرح و مسدس کوثری وغیرہ وغیرہ زیر طبع ہیں۔

یہ سب کتابیں سوائے اس پتہ کے اور کسی جگہ سے نہ ملیں گی۔ ان کتابوں
 میں سے یا اور کسی کتاب کی جن حضرات کو شوق ہو پتہ ذیل سے طلب فرماویں

المشت

لاہور لوہاری منڈی، بانک پبلشرز، بریکنج جناب سید مولوی خدابخش صاحب
 غلام عباس سنچر و فخر انتصار الاسلام و تائین

